شیخ الحدیث

# مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

(حضرت مولانا) محمد یوسف متالا (مدظلہ العالی)

کتب خانہ یحیوی سہارنپور

# قطب الاقطاب

## حضرت شیخ الحدیث

# مولانا محمد زکریا صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ

(الجز الاول)

باھتمام

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی

جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب


کتب خانہ یحیوی

متصل مظاہر علوم سہارنپور

نام کتاب : قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

الجز : الاول

مرتب : حضرت مولانا محمد یوسف متالا مدظلہ العالی

باہتمام : حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب

طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء

ضخامت : ۶۴۰ صفحات

ناشر : مکتبہ یحیوی، متصل مظاہر علوم سہارنپور

﴿ملنے کے پتے﴾

مکتبہ الحرمین امام المسجد الشیخ لطیفۃ الکبیر المرودی

مکتبہ زید محلہ مولویان قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر

مکتبہ اسلام ۳۷ رگوئن روڈ لکھنؤ

مکتبہ ھدایت صابر کانتھا گجرات

جامعہ محمودیہ عبداللہ پور، ہایت پور، ضلع سلطان پور

عارف بک ڈپو منارہ مسجد سرائے میر، اعظم گڈھ

مکتبہ محمودیہ ہندوستانی مسجد، بھیونڈی

مکتبہ حسینیہ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور

بیت الرشید محلہ محمود آباد خود کاشتہ سرائے میر




# فہرست


| عنوانات | صفحہ | عنوانات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| مقدمہ | ۲۳ | حضرت سہارنپوری کا خلافت عطا فرمانا | ۶۴ |
| باب اوّل | ۳۳ | مظاہر علوم میں تدریس حدیث | ۶۵ |
| سلسلہ نسب | ۴۰ | تجارتی کتب خانہ کا قیام | ۶۵ |
| مولانا قاضی شیخ محمد کا کاندھلہ میں تقرر | ۴۰ | | |
| مولانا حکیم محمد شریف جھنجھانوی | ۴۱ | مولانا کا سوز و گداز | ۶۶ |
| مولانا محمد شریف جھنجھانوی | ۴۴ | مولانا کی فیاضی | ۶۷ |
| مولانا محمد فیض جھنجھانوی | ۴۷ | مولانا کی سادگی اور تواضع | ۶۷ |
| مولانا محمد ساجد جھنجھانوی | ۴۷ | قرآن پاک سے شغف | ۶۸ |
| مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی | ۴۸ | ورع اور تقویٰ | ۶۹ |
| مدرسہ کاشف العلوم کی ابتدا | ۴۸ | زھد اور دنیا سے بے رغبتی | ۷۰ |
| میوات سے تعلق | ۵۰ | اتباع سنت کی اہمیت | ۷۰ |
| وفات | ۵۳ | مولانا کا طرز تعلیم | ۷۰ |
| مولانا محمد کاندھلوی | ۵۳ | علالت اور وفات | ۷۲ |
| مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی | ۵۵ | وفات کے بعد | ۷۳ |
| امی بی | ۵۶ | حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ | ۷۴ |
| مولانا کی والدہ ماجدہ | ۵۷ | | |
| نو عمری میں علمی استعداد | ۵۹ | باب دوم | ۷۷ |
| گنگوہ میں حدیث پڑھنا | ۶۱ | ولادت | ۷۹ |
| حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ضبط کرنا | ۶۳ | | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| عقیقہ وتسمیہ | ۷۹ | بذل میں شیخ کا انہماک | ۱۷۵ |
| کاندھلہ سے گنگوہ تشریف بری | ۸۱ | شذرات الحدیث | ۱۷۶ |
| تعلیم کا آغاز | ۸۶ | تلخیص البذل | ۱۷۹ |
| گنگوہ شریف سے سہارنپور اور اردو فارسی | ۹۰ | بذل کی تکمیل | ۱۷۹ |
| باقاعدہ تعلیم کا آغاز | ۹۱ | بذل کی طباعت | ۱۸۰ |
| حدیث پاک کا آغاز | ۹۷ | بذل کی طباعت کا اہتمام | ۱۸۱ |
| مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا نرالا انداز | ۹۹ | اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ | ۱۸۲ |
| دورۂ حدیث | ۱۰۰ | الکوکب الدری | ۱۸۶ |
| بے مثال تربیت | ۱۰۸ | لامع الدراری | ۱۸۷ |
| **باب سوم** | ۱۲۳ | تالیفی سفر کی ابتدا وانتہا | ۱۹۰ |
| | | تحریر واملا | ۱۹۰ |
| درس وتدریس | ۱۲۳ | سفر وحضر میں تالیف | ۱۹۲ |
| درس حدیث کا آغاز | ۱۳۰ | تالیفی انہماک | ۱۹۳ |
| امتیازی تدریس | ۱۳۳ | خوارق تالیف | ۱۹۴ |
| بلا معاوضہ تدریس | ۱۳۳ | محرکات تالیف | ۱۹۶ |
| اوقات کی پابندی | ۱۵۱ | جامعیت تالیف | ۱۹۷ |
| ماہانہ مقدار خواندگی پابندی | ۱۵۲ | مقبولیت تالیف | ۱۹۸ |
| حضرت کے درسی افادات بخاری کے چند نمونے | ۱۵۴ | طرز تالیف | ۲۰۱ |
| **باب چہارم** | ۱۶۷ | اپنی کتابوں پر نظر ثانی کرانے کا معمول | ۲۰۱ |
| تالیفی کام کی ابتداء | ۱۶۹ | حقوق اشاعت | ۲۰۲ |
| بذل المجہود کی تالیف میں شرکت | ۱۷۰ | فہرست تصانیف حضرت شیخؒ | ۲۰۳ |





| | | | |
|---|---|---|---|
| **باب پنجم** | ۲۰۹ | اپنے اکابر کے متوسلین کو انہی کے طریقہ پر تلقین ذکر کا معمول | ۲۳۲ |
| نظام الاوقات | ۲۱۱ | اپنے گھر میں پردہ کرا رجانے کا معمول | ۲۳۳ |
| | | معمولات ہدیہ | ۲۳۵ |
| ایک عجیب واقعہ | ۲۱۳ | ہدیہ میں اشراف نفس نہ ہو | ۲۳۵ |
| معمول تصنیف | ۲۱۴ | کھانے پینے کی غیر ملکی چیزوں کا ہدیہ | ۲۳۶ |
| معمول دسترخوان | ۲۱۶ | قبول ہدیہ میں ایک خاص نکتہ | ۲۳۷ |
| معمول قیلولہ | ۲۱۷ | انگریزیت اور تجدد کی چیزوں سے نفرت | ۲۳۸ |
| آنکھ کے اپریشن کے بعد کا نظام الاوقات | ۲۱۹ | مالی ہدایا سے استغنا اور روحانی ہدایا کی احتیاج | ۲۳۸ |
| معمولات رمضان، معمولات اعتکاف | ۲۲۶ | | |
| افطار میں اکابر کا معمول | ۲۲۷ | زیب وزینت کی چیزوں سے وحشت | ۲۳۸ |
| رمضان میں خاموشی کا معمول | ۲۲۷ | استخارہ کا معمول | ۲۳۹ |
| نفلی روزوں کا معمول | ۲۲۷ | معمول مشورہ | ۲۳۹ |
| شب بیداری کا معمول | ۲۲۷ | معمول سفارش | ۲۴۰ |
| تلاوت کا معمول | ۲۲۷ | ایصال ثواب کا معمول | ۲۴۱ |
| معمولات جمعہ | ۲۲۸ | معمولات استقراض | ۲۴۲ |
| نماز فجر میں سورہ الم سجدہ اور سورۂ دہر کا معمول | ۲۲۸ | ڈاک لکھوانے کے معمولات | ۲۴۳ |
| جمعہ کے دن غسل۔ عصر بعد درود شریف | ۲۲۹ | چند تجربات | ۲۴۷ |
| سورۂ کہف پڑھنے کا معمول | ۲۳۰ | شرح صدر کے خلاف سفر کا تجربہ | ۲۴۷ |
| معمولات قربانی | ۲۳۰ | جس نے اپنے کو اہل سمجھا ناکام رہا | ۲۴۷ |
| بیعت کے معمولات۔ پہلی بیعت | ۲۳۱ | کسی کو مار دلانا | ۲۴۸ |
| اپنے اکابر کے متعلقین کو بیعت نہ کرنے کا معمول | ۲۳۲ | دعا اضطرار کی حالت میں | ۲۴۸ |

مدارس میں ذکر اللہ کا اہتمام ضروری ہے ۲۴۸
درود شریف کی کثرت دفع بلیات کا ذریعہ ہے ۲۴۹
معمولاتِ طعام ۲۴۹

## باب ششم
### اوصاف و کمالات ۲۵۱

دنیا سے بے رغبتی ۲۵۳
مالداروں پر رشک کرنے کی بجائے ترس کھانا چاہئے ۲۵۴
جدی جائداد سے دستبرداری ۲۵۵
رہائش میں زہد ۲۵۶
نانا ابا کا مکان دیکھا ۲۵۸
بوسیدہ ٹاٹ بدلنے پر نکیر ۲۵۹
لباس میں زہد، اچھے کپڑے سے نفرت ۲۶۰
کرتے کا استعمال بارہ سال ۲۶۱
دو روپے کا سویٹر پندرہ برس ۲۶۲
گھریلو ضروریات کی منجانب اللہ کفایت ۲۶۳
بازار سے بے تعلق ۲۶۴
تواضع و کسرنفسی ۲۶۴
بلند ہمتی اور علوئے استعداد ۲۷۰
توکل اور اعتماد علی اللہ ۲۷۱
ذوقِ عبادت ۲۷۲
مناصب سے گریز ۲۸۳
مہمان نوازی ۲۸۸
سخاوت و فیاضی ۲۹۱
ایثار و مروت ۲۹۸
شفقت و محبت ۲۹۹
ڈاک کی کثرت ۳۰۲
اصابتِ رائے ۳۰۶
احترام اکابر ۳۱۱
محبوبیت و مقبولیت ۳۱۸
اتباعِ سنت ۳۲۱
عشق و محبت اور سوز و گداز ۳۲۲

## باب ہفتم
### مدارس اور تبلیغ کی سرپرستی ۳۳۳

مدارس کی سرپرستی ۳۳۶
تنخواہ اور توکل ۳۳۹
مدرسہ میں انگریزی تعلیم ۳۳۹
مدرسہ کی ترقی کیلئے کوشش ضروری ہے ۳۳۹
مہتمم مدرسہ کی رہائش ۳۳۹
منتظمین کے ساتھ نرمی ۳۴۰
سیاسی مجالس اور مدرسہ کے جلسوں میں فرق ۳۴۱





سرکاری عہدیداروں کے ساتھ تعلقات سے احتراز ۳۴۱
آثارِ تقویٰ اور انابت الی اللہ ۳۴۳
مدرسہ کا عہدیدار نہ بننا ۳۴۳
مدرسہ کے مال میں احتیاط ۳۴۳
تدریس کی اہمیت ۳۴۳
حقوقِ مدرسہ کی تلافی کی صورت ۳۴۴
ترکِ تدریس کی عمر ۳۴۴
مدرسہ کی اہمیت ۳۴۴
عمل برائے حفظِ قرآن ۳۴۴
طریقۂ تدریس ۳۴۵
حواشی بر احادیث ۳۴۵
طلبہ کو نصیحت ۳۴۵
مدرسہ کی اسٹرائک معافی اور رنج ۳۴۶
مدرسہ کے معاملات اور ذاتی تعلقات ۳۴۷
تدریس میں شیطانی وسوسہ ۳۴۷
مدرسہ کی انتظامی خدمت ۳۴۸
مدرسہ کی تنخواہ ۳۴۸
حضرت کا تدریس میں انہماک ۳۴۸
چندہ کے سلسلہ میں ایک اہم مشورہ ۳۴۹
تعمیرِ مدرسہ میں جد و جہد ۳۴۹
افرادِ شوریٰ کے اوصاف ۳۴۹
حصولِ چندہ کا طریقہ ۳۵۰
محصلینِ چندہ کے لیے اہم مشورہ ۳۵۰
مدرسہ کی حفاظت ۳۵۰
مدارس کے لیے رجال کار ضروری ہیں ۳۵۱
نصابِ تعلیم میں مفید مشورے ۳۵۱
مدرسہ میں صنعت و حرفت نقصاندہ ہے ۳۵۳
طلبہ کی شکایات کے ازالہ کی صورت ۳۵۳
حفظِ قرآن کا اہتمام ۳۵۴
تدریس کے ساتھ مدرسہ کی نگرانی ۳۵۴
ترکِ تنخواہ کا فیصلہ ۳۵۴
مدرسہ اور سرکاری امداد ۳۵۵
شہرت اور نمود سے احتراز ۳۵۶
مدرسہ سے غیبت ۳۵۶
مدرسہ اور تبلیغی مرکز ۳۵۷
فقراء کے چندہ میں برکت ۳۵۷
اخلاص کا نتیجہ ۳۵۸
علوم ظاہری اور باطنی کا تلازم ۳۵۸
چندہ مانگنے میں اللہ پر اعتماد ۳۵۹
امراء کا چندہ ۳۵۹
مدرسہ کا نام اور ایک اشکال ۳۶۰
طلبہ کو ہنگاموں سے پرہیز کی نصیحت ۳۶۰

| | |
|---|---|
| کام تو بیٹھ کر ہی ہوتا ہے | ۳۶۰ |
| کھانا یاد نہیں رہا | ۳۶۱ |
| اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا کی دعا | ۳۶۱ |
| تصنیفی وقت کی قدر | ۳۶۱ |
| علمی تحقیق میں رات بھر جاگنا | ۳۶۲ |
| طلبہ کا موذی کے لیے بد دعا | ۳۶۲ |
| طلبہ کو نصیحت | ۳۶۳ |
| مدارس میں صنعت سے نفرت | ۳۶۴ |
| مدارس میں ذکر کی ضرورت | ۳۶۴ |
| طلبہ کے لیے ذکر | ۳۶۴ |


## تبلیغ کی سرپرستی


| | |
|---|---|
| اجتماع کیلیے حضرت شیخ کی دعائیں | ۳۶۸ |
| کتاب اتم الامراض | ۳۶۹ |
| سارے مرضوں کی اصل تکبر ہے | ۳۶۹ |
| ہندوستان میں فسادات اور مولانا اسعد صاحب | ۳۷۰ |
| سفر کی تکالیف | ۳۷۰ |
| دین کا چرچا تبلیغی جماعت کی برکت سے ہے | ۳۷۱ |
| تبلیغ و مدرسہ کو حضرت کی ضرورت | ۳۷۱ |
| تبلیغ والوں کے ساتھ جوڑ رکھنے کی اہمیت | ۳۷۱ |
| نظام الدین کی حاضری | ۳۷۲ |
| تبلیغ کی معاونت کی ترغیب | ۳۷۲ |
| تبلیغ کے بارے میں حضرت کا اہم اعلان | ۳۷۲ |
| اہلِ تبلیغ کو ایک اہم نصیحت | ۳۷۳ |
| یہ سمجھنا کہ تبلیغ اور ذکر جمع نہیں ہو سکتے شیطانی وسوسہ ہے | ۳۷۵ |
| تبلیغی حضرات کی رعایت | ۳۷۶ |
| تبلیغ میں شرکت | ۳۷۷ |
| تبلیغی جماعت میں چلہ | ۳۷۷ |
| حضرت مولانا الیاسؒ کے ہاں حضرت شیخؒ کا لحاظ | ۳۷۷ |
| تبلیغ میں کسی پر اعتراض نہ کریں | ۳۷۸ |
| تبلیغ میں درود شریف اور استغفار کی کثرت | ۳۷۹ |
| تبلیغی جماعت کے لیے جھنڈا | ۳۷۹ |
| حضرت کی کرامت | ۳۷۹ |


## باب ہشتم


| | |
|---|---|
| باب ہشتم | ۳۸۱ |


## سالکین کی اصلاح و تربیت


| | |
|---|---|
| سالکین کی اصلاح و تربیت | ۳۸۳ |
| حج میں اوقات کی نگرانی | ۳۸۳ |
| استخارہ کی دعا کے وقت تصور | ۳۸۵ |
| روضۂ اقدس کی حاضری ذکر کا بدل ہے | ۳۸۵ |
| دائمی حضوری میں غفلت کی فکر غیر ضروری ہے | ۳۸۶ |
| ذکر میں معیت کا تصور | ۳۸۶ |





| | |
|---|---|
| ذکر جہری شروع کرکے چھوڑنے کے نقصانات | ۳۸۷ |
| شغل شروع کرنے میں اجازت کی ضرورت | ۳۸۷ |
| ذکر کے دوران کیا تصور کریں | ۳۸۷ |
| اوقات کا انضباط ضروری ہے | ۳۸۷ |
| الزام لگانا اور عار دلانا | ۳۸۸ |
| دو گھنٹہ کی خلوت | ۳۸۸ |
| حقوق کی رعایت | ۳۸۹ |
| معمولات کی پابندی | ۳۸۹ |
| افسوس پر اکتفا | ۳۸۹ |
| قبض و بسط | ۳۹۰ |
| سلوک کی کتب کا مذاکرہ | ۳۹۰ |
| امراض کا تعدیہ | ۳۹۰ |
| حضرت مدنیؒ کے دولتکدہ اور تاج محل کا مقابلہ | ۳۹۱ |
| وقیع شر کی دعا | ۳۹۱ |
| آدابِ محبت | ۳۹۱ |
| معمولات کی پابندی | ۳۹۲ |
| ازدواجی تعلقات کو دین میں معین بنانا | ۳۹۲ |
| نہی عن المنکر کا ایک ادب | ۳۹۳ |
| اسباب معیشت میں ایک مشورہ | ۳۹۳ |
| عجب کی مذمت | ۳۹۴ |
| اکمال و ارشاد کا مطالعہ | ۳۹۴ |
| حزب الاعظم کا ورد | ۳۹۴ |
| اہتمام ذکر | ۳۹۴ |
| شریعت کی اہمیت | ۳۹۴ |
| عنایتِ الٰہی | ۳۹۵ |
| دعا کا ادب | ۳۹۵ |
| کشف ترقی کی علامت نہیں | ۳۹۵ |
| مشائخ پر اعتراض سے احتراز | ۳۹۵ |
| قبض کا نفع | ۳۹۶ |
| ادائے حقوق کا طریقہ | ۳۹۶ |
| زکوٰۃ کی اہمیت | ۳۹۶ |
| موت کی یاد | ۳۹۶ |
| اتباعِ سنت کا ایک ادب | ۳۹۷ |
| بزرگوں سے تعلق پر مسرت | ۳۹۷ |
| اپنی اپنی جگہ اجتماعی رمضان کی ترغیب | ۳۹۷ |
| اچھے احوال پیش آنے پر | ۳۹۷ |
| اتباعِ سنت | ۳۹۷ |
| مراقبہ معیت | ۳۹۸ |
| ذکر قلبی | ۳۹۸ |
| ابتدائی ولولہ | ۳۹۹ |
| دوران سفر اور ذکر | ۳۹۹ |
| اظہارِ طلب کی ضرورت | ۳۹۹ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| سفر میں معمولات کی رعایت | ۳۹۹ | ایصالِ ثواب کی اطلاع | ۴۰۵ |
| حُبِ مولیٰ کا اثر | ۳۹۹ | تصورِ شیخ کی افادیت | ۴۰۵ |
| بیماری میں معمولات میں فرق | ۴۰۰ | ذکر میں معیت کا استحضار | ۴۰۵ |
| اجتماع (تبلیغ) اہم کام ہے | ۴۰۰ | حُبِ جاہ کے ازالہ کی علامت | ۴۰۵ |
| ذکر اور درود شریف رفع مصائب کا ذریعہ ہے | ۴۰۰ | احوال رفیعہ پر ہدایت | ۴۰۶ |
| اندر کے فکر کی تشویش موجب نقصان ہوتی ہے | ۴۰۰ | سوانح و مکاتیب مشائخ | ۴۰۶ |
| ذکر سے پہلے چھ ماہ معمولات کی پابندی ضروری ہے | ۴۰۱ | دنیوی نفع کی خاطر امر و نہی کا ترک مضر ہے | ۴۰۷ |
| پاس انفاس اور ذکر قلبی | ۴۰۱ | ارشاد الملوک | ۴۰۷ |
| ذکر طلب پر بتایا جاتا ہے۔ | ۴۰۱ | تصورات پر عدم التفات | ۴۰۷ |
| ذکر میں بیماری کی وجہ سے رعایت | ۴۰۱ | آثارِ ذکر میں عُجب پر تنبیہ | ۴۰۷ |
| علمی مشغلہ کی اہمیت | ۴۰۲ | اَمردوں سے احتراز | ۴۰۸ |
| تلاوت اور اوراد اصل ہیں | ۴۰۲ | معاشرت نبوی کی اشاعت کی ترغیب | ۴۰۸ |
| ذکر قلبی اور پاس انفاس کا طریقہ | ۴۰۲ | اپنے متوسلین پر اپنے خلفاء کو نگران بنانا | ۴۰۸ |
| سلطان الاذکار | ۴۰۲ | پیار کی باتیں | ۴۰۹ |
| نماز پڑھانے میں ضعف قلب کا اثر | ۴۰۳ | اسلام میں رہبانیت نہیں | ۴۰۹ |
| اجتماعی ذکر | ۴۰۳ | حقوقِ شریعت اور دنیا سے وحشت | ۴۱۰ |
| ذکر کی تعداد پر مداومت | ۴۰۳ | انوارِ ذکر اور جنات کا اثر | ۴۱۰ |
| حزب الاعظم کی اہمیت | ۴۰۴ | محض دعا پر اکتفا | ۴۱۱ |
| مطالعہ حدیث کی وجہ سے معمولات میں کمی | ۴۰۴ | بدنظری کے اثرات | ۴۱۱ |
| میرے بعد اس کام میں مشغول رہنا | ۴۰۴ | نوعمر لڑکوں کے تعلق کو خطرے سے خالی نہ سمجھیں | ۴۱۲ |
| ایک شکایت کی تحقیق | ۴۰۴ | مدارات کا بیان | ۴۱۲ |





| | | | |
|---|---|---|---|
| شیخ کی نافرمانی کا سخت نقصان | ۴۱۲ | اللہ و رسول کے احکام اور لوگوں کی دل شکنی کے درمیان جمع کی صورت | ۴۲۰ |
| ایک اہم نصیحت | ۴۱۳ | | |
| اصل عطا طلب اور سعی پر ہوتی ہے | ۴۱۳ | حسنِ معاشرت | ۴۲۱ |
| خط میں روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی تاکید | ۴۱۳ | مصائب اور پریشانیوں کا علاج | ۴۲۱ |
| | | تلقین ذکر میں جلدی نہ کریں | ۴۲۲ |
| متوسلین کے اوقات کی نگرانی | ۴۱۴ | شفقت و نگرانی | ۴۲۲ |
| اپنا کرنا اپنا بھرنا | ۴۱۴ | کام فکر کرنے سے ہوتا ہے | ۴۲۲ |
| تالیف کو بغیر کسی معتمد کو دکھائے شائع نہ کریں | ۴۱۵ | برادرانِ طریقت کا خیال کرنا | ۴۲۳ |
| بغیر سوال اور بغیر اشرافِ نفس کے مال میں برکت | ۴۱۵ | اختلاج کا علاج | ۴۲۳ |
| تربیت میں حلم | ۴۱۶ | اہلیہ سے دینی کتب کا سننا | ۴۲۳ |
| ذکر پر بہت دوام کی ضرورت ہے | ۴۱۶ | وساوس کا علاج اور چند نصیحتیں | ۴۲۴ |
| ترقی کا راز | ۴۱۶ | ڈاک کا ایک ادب | ۴۲۵ |
| حب جاہ اور حب مال سے گریز | ۴۱۶ | اپنی اپنی جگہ سنبھالو | ۴۲۵ |
| بڑوں کے وجود کی برکت | ۴۱۷ | توبہ میں تاخیر نہیں چاہیے | ۴۲۶ |
| مریدوں سے اصلاح ہوتی ہے | ۴۱۷ | نسبت کے تحفظ کے لیے خلوت | ۴۲۶ |
| نسبت کے اقسام اور بقائے نسبت کی فکر | ۴۱۷ | دو گھنٹہ کی یکسوئی | ۴۲۶ |
| سالکین کے لیے چند مفید معلومات | ۴۱۸ | چندہ کے لیے کلمۃ الخیر کافی ہے | ۴۲۶ |
| مدینہ میں قیام اخیر عمر میں کرنا چاہیے | ۴۲۰ | کرامات اور فتوحات کی طرف توجہ نہ کی جائے | ۴۲۷ |
| اکابرین کے مریدوں کو کسی مصلحت سے بیعت کرنے میں مضائقہ نہیں | ۴۲۰ | وساوس کا علاج | ۴۲۷ |
| | | فترتوں میں تنبیہ | ۴۲۷ |
| بزرگوں کے ہدایا کی قدردانی | ۴۲۰ | نماز میں تساہل پر زجر | ۴۲۸ |

| | |
|---|---|
| انہماک سے تو ایک ہی کام ہو سکتا ہے | ۴۲۸ |
| مقدمات سے بچنے کی تاکید | ۴۲۸ |
| ترقی کے وقت حُبِ جاہ کا خطرہ | ۴۲۸ |
| مہمان کی راحت | ۴۲۹ |
| اپنے بچے کا قرآن سُننا | ۴۲۹ |
| استغفار اور آیتِ کریمہ کی کثرت | ۴۲۹ |
| اونچی کتاب کا مطالعہ | ۴۳۰ |
| نااہلی کے تصور کے باوجود بیعت کرنا چاہئے | ۴۳۰ |
| خواب و خطرات پر عدم التفات | ۴۳۰ |
| یکسوئی کے حدود | ۴۳۱ |
| وعظ عام فہم ہونا چاہئے | ۴۳۱ |
| وساوس پر عدم التفات | ۴۳۱ |
| عادات میں اتباعِ سُنت کا اصول | ۴۳۱ |
| معمولات کے متعلق | ۴۳۱ |
| مختلف نصائح | ۴۳۲ |
| عشق بڑے کام کی چیز ہے | ۴۳۳ |
| وصول اور مشیخت کی تمنا | ۴۳۳ |
| ایک حکیمانہ مشورہ | ۴۳۳ |
| مراقبہ دعائیہ | ۴۳۳ |
| غیبت اور حضوری کا فرق | ۴۳۴ |
| ترقی کی خواہش کا ممدوح ہونا | ۴۳۵ |
| رِقّت و غصّہ | ۴۳۵ |
| قبض کی حالت میں تدابیر | ۴۳۵ |
| ڈاکٹری کی دعوت | ۴۳۵ |
| تقدیر سے لڑائی مشکل ہے | ۴۳۶ |
| نگاہ کی حفاظت | ۴۳۶ |
| کرب و بےچینی موجب ترقی ہے | ۴۳۶ |
| حرم محترم کا ادب | ۴۳۶ |
| حدیث پاک کا بار بار پڑھنا موجبِ لذت ہے | ۴۳۷ |
| دین کی پختگی کا اثر | ۴۳۷ |
| گناہوں کا اثر | ۴۳۷ |
| ماحول کا اثر | ۴۳۷ |
| بخاری کے بجائے القراۃ الراشدہ پڑھانا | ۴۳۸ |
| ایک شخص کے حضرت کے نام تین ماہ میں اسی خطوط | ۴۳۸ |
| فضائل درود شریف کی برکت | ۴۳۸ |
| آج کل لڑنے والوں کی کثرت | ۴۳۹ |
| اہلِ بدعت کا مقابلہ درود شریف سے | ۴۳۹ |
| اشتہار بازی کی مخالفت | ۴۳۹ |
| مناظرہ و مجادلہ سے گریز | ۴۴۰ |
| اشتہار بازی کون کرے | ۴۴۱ |
| اختلافات سے گریز | ۴۴۱ |
| حکم، مشورہ اور استخارہ | ۴۴۲ |





| | |
|---|---|
| علمی خدمات اور خلوت پسندی | ۴۴۲ |
| اپنی مرسلہ کتابوں میں تصرف کی اجازت | ۴۴۲ |
| والدین کی ناراضگی اور دارین کا نقصان | ۴۴۳ |
| والدہ سے حسن سلوک کی تاکید | ۴۴۳ |
| اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اُسوہ | ۴۴۳ |
| صلہ رحمی کی تاکید | ۴۴۴ |
| بدخواہ کے ساتھ سلوک | ۴۴۴ |
| شکایت کی ذاتی تحقیق | ۴۴۴ |
| مجرموں کا پکڑا جانا موجبِ مسرت نہیں | ۴۴۵ |
| مجھے مظاہرِ حق کی اردو پسند ہے | ۴۴۵ |
| ایک خاص دُعا کا اہتمام | ۴۴۵ |
| حضرت کے اسفار اشارۂ غیبی ہوتے تھے | ۴۴۶ |
| سفر کیلیے اشارۂ غیبی کا انتظام | ۴۴۶ |
| میں نے تو عمر معاصی میں گزاری | ۴۴۶ |
| حسنِ ظن کا آسرا | ۴۴۶ |
| حرمین کی حاضری اور گندگی کا استحضار | ۴۴۶ |
| عدم حاضری کی توجیہ | ۴۴۷ |
| بلاوے کے لیے منت گننا | ۴۴۷ |
| میری حالت حاضری کے قابل نہیں | ۴۴۸ |
| قدم بوسی کی ممانعت | ۴۴۸ |
| میرے پاس کوئی عمل نہیں | ۴۴۹ |
| میرے پاس زادِ آخرت کچھ نہیں ہے | ۴۴۹ |
| تصوف کے اس مقام تک میں نہیں پہنچا | ۴۴۹ |
| میری حالت بیعت کے قابل نہیں | ۴۴۹ |
| حدیثِ شؤم کی تشریح | ۴۴۹ |
| حدیث کے ترجمے میں احتیاط | ۴۵۰ |
| شادی کے اسراف پر نکیر، خدام کی دلجوئی | ۴۵۰ |
| مزارات پر حاضری | ۴۵۱ |
| حضرت شیخ کے متعلقین کے لیے بشارت | ۴۵۱ |
| اخبارات سے نفرت اور اُمت کا درد | ۴۵۱ |
| آپس کے اختلافات میں وسعتِ قلبی | ۴۵۲ |
| رمضان المبارک میں بات کرنے پر پابندی | ۴۵۲ |
| معاصی کی کثرت پر سزا کا کوڑا | ۴۵۲ |
| کتبِ فضائل کا مذاکرہ ہمیشہ رہنا چاہئے | ۴۵۳ |
| حج کی عدم حاضری پر قلق | ۴۵۳ |
| مراقبۂ دعائیہ | ۴۵۳ |
| معمولات بقدر تحمل | ۴۵۳ |
| ذکر میں سینہ پر بوجھ | ۴۵۳ |
| پاس انفاس کی مقدار | ۴۵۴ |
| ذکر سے پہلے کی دعا | ۴۵۴ |
| ذکر میں دل نہ لگنا | ۴۵۴ |
| ضعفِ دماغ کی رعایت | ۴۵۴ |

| | |
|---|---|
| علماء کو نصیحت | ۴۵۴ |
| رَدِّ باطل کا صحیح طریقہ | ۴۵۵ |
| تصورِ جاناں | ۴۵۵ |
| ترکِ طعام | ۴۵۵ |
| رمضان کا اہتمام | ۴۵۵ |
| کھانا اجتماعی بہتر ہے مگر وقت ضائع نہ کیا جائے | ۴۵۵ |
| عشرہ ذی الحجہ کا اعتکاف | ۴۵۶ |
| برقعہ پر مبارک باد | ۴۵۶ |
| اختلاطِ مُضر | ۴۵۷ |
| اختلاطِ مفید | ۴۵۷ |
| اجتماعی ذکر | ۴۵۷ |
| پاس انفاس اور مراقبہ میں مشقت نہیں | ۴۵۷ |
| مجالس ذکر میں جنات کی حاضری | ۴۵۸ |
| معمولاتِ دُعا | ۴۵۸ |
| بدنظری کا اثر | ۴۵۸ |
| حفظِ قرآن کے لیے | ۴۵۹ |
| ایامِ حیض میں مباشرت | ۴۵۹ |
| غصہ کا علاج | ۴۵۹ |
| تہجد اور وتر | ۴۵۹ |
| مراقبہ اور پاس انفاس کا وقت | ۴۵۹ |
| رذائل کا علاج | ۴۵۹ |

| | |
|---|---|
| قربِ قلبی حاصل ہو تو بُعدِ جسمانی مانعِ فیض نہیں | ۴۶۰ |
| سہارنپور آنے کی شرط | ۴۶۰ |
| بدخواہوں کے بارے میں معمول | ۴۶۰ |
| مناسب رشتہ کے لیے درود شریف | ۴۶۱ |
| معمولات کی پابندی | ۴۶۱ |
| ہدایا میں ایصالِ ثواب کو ترجیح | ۴۶۱ |
| شیخ سے استفادہ | ۴۶۲ |
| مدارس کا کام اللہ کا کام ہے | ۴۶۲ |
| اُونچی چیزوں میں غور و حرص کی ممانعت | ۴۶۳ |
| حفظ کے پختہ کرنے کا طریقہ | ۴۶۳ |
| رذائل کا علاج | ۴۶۴ |
| ملازمت بلاوجہ نہ چھوڑیں | ۴۶۴ |
| انتقام لینا | ۴۶۴ |
| کتابوں پر نظرِ ثانی کا اہتمام | ۴۶۵ |
| ترکِ تلاوتِ قرآن | ۴۶۶ |
| سالک کے احوال | ۴۶۶ |
| رمضان کے معمولات اور ہدایات | ۴۶۷ |
| اجازتِ بیعت | ۴۶۷ |
| توحیدِ مطلب | ۴۶۸ |
| تکبر ام الامراض ہے | ۴۶۸ |
| بقائے سلسلہ کی حرص | ۴۶۹ |
| اجازت کے بعد بے فکری | ۴۶۹ |





| | |
|---|---|
| مراقبۂ ذات اور مراقبۂ معیت | ۴۷۰ |
| شیخ کی صحبت کتنی ضروری ہے | ۴۷۰ |
| تصورِ شیخ | ۴۷۱ |
| مراقبۂ دعائیہ | ۴۷۲ |
| حضرت شیخ کی اصلاح کا طریقہ | ۴۷۳ |
| اصلاح کے لیے کڑی نگرانی | ۴۷۴ |
| پانی کا حساب دینا | ۴۷۵ |
| فقروں سے اصلاح | ۴۷۶ |
| داڑھی منڈے ہوئے پر منقبض ہونا | ۴۷۶ |
| داڑھی منڈوانے پر تنبیہ | ۴۷۷ |
| طلبہ کے ساتھ ہمدردی | ۴۷۸ |
| بیمار پرسی | ۴۷۹ |
| محسن کا شکریہ | ۴۷۹ |
| خدام کی دلجوئی | ۴۸۰ |
| درود شریف معتدل وظیفہ | ۴۸۱ |
| کامل کے لیے صحبت کی ضرورت | ۴۸۲ |
| والدین کے ساتھ بدسلوکی کی سزا | ۴۸۲ |
| ذکر میں لذتِ حسی | ۴۸۲ |
| لاٹری پانے والے کی اصلاح | ۴۸۳ |
| ہدیہ میں حضرت کا معمول | ۴۸۴ |
| ہدیہ کا بدلہ | ۴۸۵ |

| | |
|---|---|
| محسنون کا بدلہ | ۴۸۶ |
| حضرت کو خوش کرنے کا طریقہ | ۴۸۶ |
| شکایات کے بارے میں حضرت کا معمول | ۴۸۸ |
| شادی کے بعد خادم کو حکماً بھیج دینا | ۴۸۹ |
| مخالفوں کے ساتھ حسنِ سلوک | ۴۹۰ |
| بزرگوں کی دعاء | ۴۹۱ |
| خلافت دینا اختیاری نہیں | ۴۹۱ |
| حسد سے پناہ | ۴۹۲ |
| مدینہ منورہ میں پیر کی ضرورت | ۴۹۲ |
| وفات کے بعد بقائے تعلق کی ضرورت | ۴۹۲ |
| پریشانی کے وقت توجہ الی اللہ | ۴۹۲ |
| مرید کے لیے دوسرے شغل | ۴۹۳ |
| تمام دعاؤں کا قبول ہونا مبارک ہے | ۴۹۳ |
| ماہِ مبارک میں تلاوت وغیرہ | ۴۹۳ |
| دین کی خاطر دب جانا | ۴۹۴ |
| اخلاص سے کام کرنا چاہیے | ۴۹۴ |
| تو ہی رو لے | ۴۹۴ |
| اعتدال اکسیر ہے | ۴۹۴ |
| والدین کا احترام | ۴۹۴ |
| علوئے شان الفاظ | ۴۹۴ |
| بیعت کے قبل و بعد | ۴۹۴ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| اصل سلوک اتباع سنت ہے | ۴۹۵ | یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشکال | ۵۰۲ |
| بزرگی بہت آسان ہے | ۴۹۵ | اشکال اور اس کا جواب | ۵۰۲ |
| نسبت کا زوال اور دوبارہ اس کا حصول | ۴۹۵ | طالبعلم کیلیے تعلقات سم قاتل ہیں | ۵۰۳ |
| اعتماد علی اللہ | ۴۹۵ | والدین پر ظلم کی سزا دنیا میں | ۵۰۳ |
| بدنظری کا علاج | ۴۹۶ | پھل کے بعد پانی | ۵۰۴ |
| حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور سگریٹ نوشی | ۴۹۶ | سنت اور بدعت | ۵۰۴ |
| فسخ بیعت | ۴۹۶ | تعلق مع اللہ اور اخلاق | ۵۰۴ |
| عمل تسخیر سے اجتناب | ۴۹۶ | اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ سے ایک عجیب استنباط | ۵۰۴ |
| جامع المشائخ | ۴۹۷ | مجذوبوں سے تعلق مضر ہے | ۵۰۵ |
| حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت | ۴۹۷ | حزب الاعظم کی دعا | ۵۰۵ |
| دعا برائے ادائے قرض | ۴۹۷ | ہمت سے سب کام آسان ہوجاتے ہیں | ۵۰۶ |
| حزب البحر | ۴۹۷ | عجب کا علاج | ۵۰۶ |
| دعائے گنج العرش کی اسناد صحیح نہیں | ۴۹۸ | ذکر اللہ کیلیے سخت معذوری میں اسفار | ۵۰۶ |
| کاغذ سے استنجاء | ۴۹۸ | جہاز کا نماز کے وقت اترنا | ۵۰۷ |
| ٹائی اور نماز | ۴۹۸ | انداز تربیت | ۵۰۷ |
| دلہن کو نصیحت | ۴۹۸ | خوف و رجاء | ۵۰۸ |
| اپنے آپ کو نااہل سمجھنا ضروری ہے | ۴۹۹ | ایک تعزیتی واقعہ | ۵۰۸ |
| معمولات کی پابندی | ۴۹۹ | بچوں کا انتقال | ۵۰۹ |
| دوام نقصانات کیوں! | ۴۹۹ | اپنی خدمت کیلیے بقیع سے بلاؤں گا | ۵۰۹ |
| معمولات کی پابندی اور احوال کی تبدیلی | ۵۰۱ | تمہاری اہلیہ مجھے بد دعا نہ دے | ۵۱۰ |
| پریشانی میں اللہ پاک کا نام لینا | ۵۰۱ | دنیا کی مثال خواب | ۵۱۰ |





| | | | |
|---|---|---|---|
| حب جاہ سے نفرت | ۵۱۰ | تصوف کا انکار جہالت ہے | ۵۱۷ |
| مدرسہ کے مال میں احتیاط | ۵۱۱ | تقیہ پر اپنی اصلاح | ۵۱۸ |
| "میں" کے گلے پر چھری | ۵۱۱ | دنیا ذلیل ہوکر آئے گی | ۵۱۸ |
| اکابر کا گریہ | ۵۱۱ | حیا سے عبادت کا راستہ کھل جاتا ہے | ۵۲۰ |
| قربانی سے محبت | ۵۱۲ | علمی انہماک | ۵۲۰ |
| دعا مانگنے کا ادب | ۵۱۲ | کن باتوں سے برکت ہوتی ہے | ۵۲۰ |
| طلبہ میں سنت کا شوق نہ ہونے پر قلق | ۵۱۳ | خط کی ابتدا کس طرح ہو | ۵۲۰ |
| جن سنتوں کا تحمل نہ ہوسکے | ۵۱۳ | دبئی کے مطار پر بیعت | ۵۲۱ |
| اللہ جل شانہ کے سامنے رونا | ۵۱۳ | خادموں کے ساتھ شفقت | ۵۲۳ |
| تلاوت کی لذت | ۵۱۳ | سلسلے کی اشاعت کی حرص | ۵۲۴ |
| شرائط کا لحاظ ضروری ہے | ۵۱۴ | **متفرقات** | |
| غار حرا کی خلوت | ۵۱۴ | | |
| "پیسہ" بالکل جمع کرنے کی چیز نہیں | ۵۱۴ | **تعبیر الرؤیا** | |
| مال کی حرص، مال کی کثرت کا انجام | ۵۱۴ | زیارت کے لیے کثرت درود شریف | ۵۲۵ |
| تواضع | ۵۱۵ | کتابوں کا ڈھیر | ۵۲۵ |
| اخلاص ضروری ہے نہ کہ مقدار | ۵۱۵ | کتابوں کا پھاڑنا | ۵۲۵ |
| عوام کے عقائد کا فکر | ۵۱۵ | سانپ مارنا | ۵۲۵ |
| عزیمت - توکل | ۵۱۵ | صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو | ۵۲۶ |
| اکابر کا ذکر بالجہر | ۵۱۶ | خواب میں دیکھنا | |
| پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو | ۵۱۶ | تقسیم منہ دیکھ کر کرنا | ۵۲۶ |
| موت کو یاد کرو | ۵۱۷ | آپ کی ادا بہت پسند ہے | ۵۲۶ |

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ۵۲۶
کتابوں کے درمیان بیٹھنا ۵۲۷
دودھ اور بادام ۵۲۷
میں آپ کے گھر گیا ۵۲۷
جادو کے خواب ۵۲۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھائی کھلانا ۵۲۸
میرے اوپر گرد پڑتی ہے۔ ۵۲۸
خواب میں داڑھی منڈا دیکھنا ۵۲۸
بیت المقدس میں رمضان گزارنا ۵۲۹
ڈراؤنے خواب ۵۲۹
مشائخ کا تبع ہونا مبارک ہے ۵۲۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پیسے ۵۳۰
یعقوبی ۵۳۰
کھلا ہوا نشتر دیکھنا ۵۳۱
برہنہ دیکھنا ۵۳۲
صوفی اقبال صاحب کو اپنے ہاتھ سے دینا ۵۳۲
حرمین شریفین کا دروازہ ۵۳۲
بجلی گرنا ۵۳۳
کان کو بوسہ دینا ۵۳۳
پیک پینا ۵۳۳
مولوی عبدالرحیم صاحب کا سبھی کی تربیت کرنا ۵۳۳
سورۂ دھر ۵۳۴
پاس لیٹنا ۵۳۴
عرب پر حملہ ۵۳۴
آ تیری خبر لوں ۵۳۵
تبلیغی کام میں شرکت ۵۳۵
اللہ والوں سے تعلق ۵۳۵
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری ۵۳۶
گھر آنا ۵۳۶
خواب پر اعتماد ۵۳۶
اہل بیعت کو خواب میں دیکھنا ۵۳۶
آپس کا اتحاد ۵۳۷
خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درود کی کیفیت میں دیکھنا ۵۳۷
ایک خواب اور اس کی تعبیر ۵۳۸
آسمان سے سانپ گرنے کی تعبیر ۵۳۸
محبت کی منتہا ۵۳۸
روحانی بیٹا ۵۳۹
خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا ۵۴۰
ازالۂ رذائل میں ذکر و شغل کا دخل ۵۴۱
بال کاٹنے کی تعبیر ۵۴۲





ظاہر و باطن دونوں کی درستگی ضروری ہے ۵۴۲
البلاغ المبین ۵۴۲


## تعویذات


بے وضو لکھنے کا حیلہ ۵۴۳
تعویذ سے سانپوں کا دفع ہوجانا ۵۴۴
بچھو کے کاٹے پر دم ۵۴۴
گھر کے جھگڑوں سے نجات کا عمل ۵۴۴
دشمنوں سے حفاظت کے لیے ۵۴۴
زوجین میں محبت کا عمل ۵۴۴
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تعویذ ۵۴۵
تعویذ کی اجازت ۵۴۸
بعض تعویذات کی ممانعت ۵۴۸
جن و سحر کے لیے مجرب عمل ۵۴۸
آیاتِ شفا کے عمل کا طریقہ اور وقت ۵۴۹
جس کی اولاد نہ ہو اس کے لیے عمل ۵۴۹
اگر کسی جگہ یا مکان میں جن ہو تو ۵۴۹
بے دینی سے راہِ راست پر لانے کیلیے ۵۵۰
دشمنوں سے تحفظ کے لیے ۵۵۰
پھوڑے کے لیے ۵۵۱
دم کی تاثیر ۵۵۱
دم کئے ہوئے پانی کا اثر ۵۵۲
معوذتین کا اثر ۵۵۲


## مزاح


ایک لطیفہ ۵۵۴
روٹی دودھ سے کھاوے یا گھی سے ۵۵۴
واللہ یہ وہاں کے نہیں ہیں ۵۵۵
حضرت شیخ کا گھر ملکش ہے ۵۵۶
حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی نزاکت ۵۵۷
شادی ہوئی خانہ آبادی نہیں ۵۵۷
موذی کا مال ۵۵۷
خواب میں لکھے ہوئے خطوط ۵۵۸


## متفرقات


ذکر الٰہی میں فتنوں سے حفاظت ہے ۵۵۹
مسجد نبوی کے پتھر کی خوشبو ۵۵۹
حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وقایہ حضرت شیخ ۵۵۹
فضائلِ اعمال کی حرص ۵۶۰
مانگنے کا ڈھنگ ۵۶۰
کوئی حدیث احناف کے خلاف نہیں ۵۶۱
نبوت ملنے کے بعد خلوت ۵۶۱
اختلافِ احوال ۵۶۲

ایک عالم کی ذہانت ۵۶۲
مجھے معلوم نہیں کہ حضرت مدنیؒ سے مجھے اتنا تعلق ہے۔ ۵۶۳
انشاء اللہ کہنا ۵۶۴
پھول ہی پھول ۵۶۴
تبرک کا قصہ ۵۶۴
غیروں سے مرعوبیت ۵۶۵
برکت اخلاص سے ہوتی ہے ۵۶۵
انگریزی سیکھنے کی جگہ ۵۶۵
رحمت حق بہانہ می جوید ۵۶۶
ناپاکی کی وجہ سے جنات کا اثر ہوتا ہے ۵۶۶
جنات کی درس میں حاضری ۵۶۶
عید کے تمر کا اہتمام ۵۶۶
گھٹنے کے درد کی ابتداء ۵۶۷
جنت میں قلابازیاں ۵۶۷
طویل بیان پر تنبیہ ۵۶۷
بچپن میں نمائش سے نفرت ۵۶۷
نیند میں پاؤ پارہ کی تلاوت ۵۶۸
ستون کے نیچے دودھ کی نہر ۵۶۸
اتباع اکابر ۵۶۸
دو سو طلبہ کرام کو غسل ۵۶۹
اس زمانے کا فاضل ۵۶۹
مشترک ذمہ داری میں کام نہیں ہوتا ۵۶۹
میں مانوں جبھی تو ۵۷۰
حضرت رائپوریؒ کا حضرت سہارنپوریؒ کے جوتے سر پر رکھنا ۵۷۰
حضرت سہارنپوریؒ کا اعزاز ۵۷۰
حضرت سہارنپوریؒ کی محبت ۵۷۱
حضرت مولانا الیاسؒ کا اعتکاف ۵۷۱
پیسوں کا بڑھ جانا ۵۷۲
بلا اطلاع مہمانوں کے لیے کھانے کی تیاری ۵۷۲
حضرت شیخؒ کے وقت میں برکت ۵۷۲
حضرت سہارنپوریؒ سے تعلق ۵۷۳
حضرت سہارنپوریؒ کے متوسلین کا خیال ۵۷۳
مجنوں کے کلام سے عبرت ۵۷۳
شعر ۵۷۴
مسجد میں نماز جنازہ پر اشکال ۵۷۴
حضرت کا ذوق نعتیہ کلام میں ۵۷۵
چائے بند کر دی ۵۷۵
خدام کو تسلی دینا ۵۷۵
مکان کا افتتاح ۵۷۶





نماز میں ہنسنا تو جائز ہے ۵۷۶
جفاکشی ۵۷۶
بے باکی ۵۷۸
حضرت کا تصرف ۵۷۸
سو سالہ عطر عود ۵۸۰
عورتوں کی سرگذشت ۵۸۱
حیرت انگیز میثاق کا مناظرہ ۵۸۱
دو مختلف احادیث کے درمیان جمع ۵۸۱
قوتِ استنباط اور احادیث کا یاد رہنا ۵۸۲
حافظ ابن تیمیہؒ کے بارے میں اکابر کی رائے ۵۸۲
شیخ الحدیث لقب کی شہرت ۵۸۳
خوانِ خلیل پر حواشی ۵۸۳
صحبت کا اُلٹا اثر ۵۸۳
عید اور لیلۃ القدر ۵۸۴
شاعروں کی بات شاعر سمجھے ۵۸۴
خطبہ عید اور خطبہ عید ۵۸۴
مولانا طلوع ہوچکے آسمان پر ۵۸۴
حضرت شیخ کے مالی امداد کے لیے حکم ۵۸۴
آدابِ محبت ۵۸۴
مودودی کے بڑے ابا ۵۸۵
حج کی برکت ۵۸۶
اُمت کا درد ۵۸۶
مدینہ کی تمنا ۵۸۶
شیخ الحدیث لقب کی مدینہ منورہ میں شہرت ۵۸۷
ساری عمر میں ایک بار خریداری ۵۸۷
بیرونی لوگوں کے خطوط کا اندراج ۵۸۸
استعانۃ کے مسئلہ میں ...... ۵۸۹
اللہ کے مبارک نام کی برکت ۵۸۹
حقیقی اولیاء اللہ کی پہچان ۵۹۰
حضرت کے پسینہ سے مشک کی خوشبو ۵۹۱
اکابر کا مبارک دور ۵۹۱

## باب نہم فتنوں کا تعاقب

فتنۂ مودودیت ۵۹۹
مودودی جماعت اور اس کا لٹریچر ۶۰۴
مشرقی کا فتنہ ۶۰۵
فتنۂ اسراریت ۶۰۹
ڈاکٹر اسرار صاحب کی جسارتیں ۶۱۰
حضرت شیخ کا گرامی نامہ ۶۱۱
فتنۂ خارجیت ۶۱۳
فتنۂ انکارِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۶۱۶

## باب دہم ۶۱۹

حضرت شیخؒ اکابر کی نظر میں ۶۱۹

سالے کہ خوش است از و بہار ہم پیدا ۶۲۱
قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی محبت ۶۲۲
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی محبتیں ۶۲۳
شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی محبت ۶۲۶
مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی کی کمالِ محبت و عقیدت ۶۲۹
حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری کا برتاؤ ۶۳۳
فہرست خلفاء و مجازین حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ ۶۳۶



# مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد:

حق تعالیٰ شانہٗ کے خاص مقبول و محبوب بندوں کی سیرت و سوانح کئی لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے۔

اولاً: ان کے احوال و سوانح ان کی صحبت کا بدل ہیں اور جو لمحات ان کے مذاکرہ میں گذریں وہ گویا ان کی صحبت و ہم نشینی میں گذرتے ہیں۔ جسطرح کسی مصنف کی کتاب کا مطالعہ اس کی صحبت کے قائم مقام ہے، اور اس سے مصنف کے قلبی جذبات و احساسات قاری کی طرف شعوری و غیر شعوری طور پر منتقل ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی کی سیرت و سوانح کے مطالعہ سے صاحب سیرت کی قلبی کیفیات قاری کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

ثانیاً: حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایتِ خاصہ ان اکابر کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا ذکرِ خیر رحمتِ خداوندی کے نزول کا سبب ہے، چنانچہ بزرگوں کا ارشاد ہے۔

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ — صالحین کے ذکرِ خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

راز اس کا یہ ہے کہ محبوب کا ذکر بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے عنایتِ خداوندی ان لوگوں کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے جو تعلق و محبت سے کسی

مقبول و محبوب بندے کا ذکر بالخیر کرتے ہیں۔ ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم

ثالثاً: ان کے صبر و استقامت، اخلاص و للہیت، ریاضت و مجاہدہ، عزیمت و توکل کے حالات و واقعات، شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں ہیں۔ جن کی روشنی سے انسانیت کے گم گشتہ قافلے راہ پاتے ہیں۔ ان کا نقش پا آئندہ نسلوں کے لئے جادۂ منزل بن جاتا ہے۔ اور قافلۂ انسانیت، ان کی پامال راہ پر چل کر فلاح و کامرانی کی منزل پالیتا ہے۔

رابعاً: ان مقبولانِ بارگاہ کا وجود ہر زمانے میں حقانیتِ اسلام کی دلیل و برہان رہا ہے۔ اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر قائم ہوتی رہی ہے اس لئے ان اکابر کا تذکرہ گویا اسلام کی سدابہاری کی داستان ہے، اور اس کے اس اعجازی پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔

حضرت الشیخ الامام الحافظ الحجۃ مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ ہمارے اس آخری دور میں شریعت و طریقت کے امام، علماء و مشائخ کے مرجع و مقتدا، سرحلقۂ عشاق اور قطب الاقطاب[۱] تھے۔ عنایت ازلیہ نے ان کے وجود باجود میں اوصاف و کمالات کی ایسی جامعیتِ کبریٰ ودیعت فرمائی تھی جس سے ہر صدی میں خاص خاص افراد ہی مشرف ہوتے ہیں، اور اسی جامعیت کی بنا پر

---

[۱] قطب الاقطاب۔ کا لقب آپ کو کسی خوش عقیدت مرید نے نہیں دیا بلکہ رویاء صالحہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کو عطا فرمایا گیا۔ حضرت کے اس رویاء صالحہ سے پہلے کئی صلحاء کو منامات میں حضرت کے اس مقام رفیع کا علم دیا گیا تھا۔ ہم یہاں پر حضرت کا اپنا خواب جو بہجۃ القلوب میں حضرت کے روزنامچہ سے نقل کیا گیا ہے درج کرتے ہیں۔

مکۃ المکرمہ کے قیام میں ۹ شعبان ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۸۱ء بروز جمعرات (باقی اگلے صفحہ پر)



وہ اپنے معاصرین سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔ ان کی عظیم شخصیت اپنے اندر ظاہری و باطنی کمالات کے بہت سے متنوع پہلو رکھتی ہے۔ اور وہ ہر کمال میں ایسے فرد و یگانہ ہوتے ہیں کہ بسا اوقات یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کے کمالات میں کلیدی وصف اور سب سے غالب پہلو کون سا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات بعض محبین و مخلصین نے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی قلم بند کرلئے تھے۔ اور خود حضرتؒ نے بھی اپنی آپ بیتی سات حصوں میں لکھوائی۔ آپ کے وصال کے بعد متعدد رسالوں نے آپ پر خصوصی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت اقدس زکریا نے ایک خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ولی اللہ نامی شخص کو بلایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ زکریا شیخ الحدیث سے کہہ دو کہ تجھے قطب الاقطاب بنا دیا گیا یہ اپنے آپ کو سمجھے اور لوگوں سے کہہ دے۔ چنانچہ مجھ سے کہہ دیا گیا۔ فقط۔

خواب ہی میں، میں نے بعد میں سوچا کہ ولی اللہ سے مراد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔ اور ان کو ذریعہ بنانے کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے دل میں کبھی کبھی حضرت شاہ صاحب کے متعلق یہ خیال آتا رہا کہ شاہ صاحب کی تحریرات میں جو اپنے متعلق ناطق و دراں اور یہ کہ مجھے اس عہد کا مجتہد اور اس قسم کے بہت سارے الفاظ خود حضرت شاہ کی تحریرات میں ملتے ہیں جو بہت اونچے ہیں۔ مجھے خیال ہوتا رہا کہ شاہ صاحب نے اپنے متعلق یہ الفاظ کیوں تحریر فرما دیئے خواب ہی میں مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تیرے اس خیال کی اصلاح ہے مجھے خیال ہوا کہ میرے اس خیال نازیبا کی اصلاح مقصود ہے کہ شاہ صاحب نے اس قسم کے الفاظ کیوں لکھے ہیں:

نمبر شائع کئے۔ جن میں "الفرقان لکھنؤ" کا خصوصی شمارہ بہت ہی جاندار اور شاندار تھا تاہم ایک ایسی سوانح کی ضرورت تھی جس سے آپ کی جامع شخصیت کا سراپا یک نظر سامنے آجاتے اور وہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ ہو۔ اس کام کے لئے دو شخصیتیں موزوں ترین نظر آتی تھیں، ایک حضرت مخدوم و معظم مولانا ابوالحسن علی ندوی مدفیضہم اور دوسرے حضرت شیخ کے نواسے اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہم۔

بحمد اللہ حضرت مولانا نے اپنی تمام گراں قدر مصروفیات یک قلم موقوف کر کے حضرت کی سوانح مرتب فرمائی جسے بجا طور پر حضرت کی سیرت کا جامع ترین اور حسین ترین مرقع کہا جا سکتا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اور شنید ہے کہ جناب مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری حضرت کی سوانح سنین کے اعتبار سے مرتب فرما رہے ہیں اور ۱۳۹۲ھ تک کا مواد مرتب کر چکے ہیں خدا کرے کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کر سکیں تو اندازہ ہے کہ ان کی کتاب حیات شیخ کا دائرۃ المعارف ہوگی۔

راقم الحروف کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا کہ اسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایسی نابغہ اور جامع کمالات ہستی کے بارے میں کچھ لکھنے کا اتفاق ہوگا۔

میرے مخدوم و معظم، میرے ہمنام اور ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے محبوب خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد یوسف متالا زیدت مکارمہم نے حضرت کے وصال کے بعد حضرت شیخ اور ان کے خلفاء کے موضوع پر کام کرنے کا منصوبہ بنایا، اس کے لئے حضرت کے خلفاء کی خدمت میں ایک سوال نامہ بھیج دیا اور جوابات کی ترتیب کا حکم اس ناکارہ کے نام صادر فرمایا، ان کے حکم سے سرتابی کی گنجائش نہ تھی توکلاً علی اللہ کام کی بسم اللہ کر دی۔



اس تالیف کے بارے میں اہل نظر جو رائے بھی قائم کریں، مگر خود کوتاہ قلم مولف کی رائے بصد ندامت یہ ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے کمالات کی تصویر کشی کا حق ایک فیصد بھی ادا نہ کر سکا۔

گر مصور صورت آن دلستان خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

جن عنوانات پر لکھنے کا ارادہ تھا، اور جن کا خاکہ تیار کیا جا چکا تھا، بعض ناگزیر وجوہ سے ان میں سے بہت سے عنوانات حذف کر دینا پڑے اور جو عنوانات زیر قلم آتے وہ بھی بے حد تشنہ رہے۔ ہمارے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ناقص کا ہر کام ناقص ہوتا ہے حضرت کا یہ فقرہ ناکارہ مؤلف اور اس کی تالیف پر ہر لحاظ سے صادق آتا ہے۔ ناچیز مؤلف کو کتاب کے بیشتر حصوں پر نظر ثانی اور اصلاح و ترمیم کا بھی موقعہ نہیں ملا، بلکہ قلم برداشتہ جو کچھ لکھا گیا وہی مسودہ کتابت کے لئے بھیج دیا گیا، اور کتابت کے بعد اسے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا، کیونکہ کتابت لاہور میں ہو رہی ہے اور ناچیز مؤلف، حضرت مولانا متالا صاحب کے دارالعلوم (انگلینڈ) میں بیٹھا مقدمہ کی یہ سطور لکھ رہا ہے۔ باتوفیق قارئین سے گذارش ہے کہ وہ مؤلف کی علمی و قلمی لغزشوں سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی اصلاح کی جا سکے۔

اس سوانح میں حضرت شیخ کے خلفاء کے حالات بھی شامل کئے جا رہے ہیں۔ سوانح نگاری کا یہ ایک اہم رخ ہے۔ کسی ولی کے خلفاء اور کسی شیخ کے تلامذہ اس کی حسن سیرت اور خداداد کمالات کی تربیتی صلاحیت کا پرتو ہوتے ہیں۔ جس میں اس کے حسن کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ حضرت شیخ کے خلفاء کا تذکرہ جو آخری دو جلدوں پر مشتمل ہے، حضرت کی شخصیت کا آئینہ خانہ بھی ہے

اور نگار خانہ بھی جس میں حضرت ہی کے کمالات اور حضرت کی عظیم شخصیت کی متنوع اور مختلف الوانات کی تصاویر ہیں۔ ہر آئینہ اسی ایک مہر جمال سے منور ہے۔ ان بظاہر مختلف تصاویر میں ایک جلوہ یکتائی ہے۔ اسی ایک حسن کا بیان ہے جس کی یہ الگ الگ ادائیں ہیں۔

حضرت شیخ کی سوانح کے دس باب ہیں۔ پہلے دو میں حضرت والا کا سلسلۂ نسب اور خاندانِ عالی۔ ولادت باسعادت اور تعلیم و تربیت۔ تیسرے میں درس و تدریس چوتھے میں تصنیف و تالیف، پانچویں میں نظام الاوقات اور معمولات، چھٹے میں خداداد اوصاف و کمالات، ساتویں اور آٹھویں میں مدارس و تبلیغ کی سرپرستی، ملفوظات اور سالکین کے نام تربیتی خطوط کے اقتباسات، نویں میں جدید فتنوں کا تعاقب اور دسویں میں حضرت شیخ اکابر کی نظر میں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

ملفوظات و ارشادات کے انتخاب میں اس امر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، کہ حتی الوسع ایسے ہوں جو ابھی تک شائع نہ ہوئے ہوں، نیز اس کا بھی کہ حضرت کی زبان مبارک سے ادا کئے ہوئے کلمات ہی کو نقل کیا جائے کہ ان میں ایک خاص برکت اور تاثیر ہے، تربیتی مکاتیب کے اقتباسات پیش کئے جانے کی بھی یہی مصلحت ہے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ عبارت عام فہم ہو تاکہ ہر آدمی حسب استعداد مستفید و مستفیض ہو سکے۔ حضرت کی خود نوشتہ سوانح "آپ بیتی" کے اقتباسات نے جس میں حضرت کا روزمرہ، حضرت کا لب و لہجہ اور حضرت کی جانی پہچانی آواز کا جادو ہے نہ صرف ان کے احباب و متوسلین کے لئے دل کش اور دل آویز ہے بلکہ تمام پڑھنے والوں کے لئے بھی اپنی سادگی برجستگی اور بے ساختگی کی وجہ سے بے حد دلچسپ ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے طفیل اس حقیر سی محنت کو قبول فرمائیں، اور غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائیں۔ حضرتؒ کو رحمت و رضوان کے



درجات عالیہ عطا فرمائیں، اور حضرتؒ کے خدام و متعلقین اور جملہ متوسلین کے ساتھ اس رُو سیاہ کو بھی حضرتؒ سے ملحق فرمائیں

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

خواب کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ نہ اس پر کسی حکم شرعی کی بنا ہی جائز ہے۔ البتہ رویاء صالحہ کو حدیث میں مبشرات فرمایا گیا ہے۔ اس ناکارہ کو خواب بھی شاذو نادر ہی آتے ہیں اور اپنے خوابوں پر اعتماد بھی نہیں۔ مندرجہ بالا تحریر کا آخری پیراگراف اور اس سے قبل کی کچھ عبارت نماز فجر کے بعد لکھی اور اشراق سے فارغ ہو کر ذرا آرام کیلئے لیٹا تو خواب میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت ہوئی۔ سر پر عمامہ، ہاتھ میں عصا ریش مبارک کے زیادہ بال سیاہ، جوانوں کی طرح بڑی تیزی سے چل رہے ہیں۔ نماز کا وقت قریب ہے، نماز کے بعد میں غسل کے لئے چلا گیا، مجھے خیال ہوا کہ حضرتؒ جانے کی تیاری میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے غسل سے فارغ ہونے سے پہلے تشریف لے جائیں، میں نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت! تشریف نہ لے جایئے! میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت کی آواز میرے کانوں میں آئی: بہت اچھا: غسل کرتے ہوئے سوچتا ہوں کہ حضرتؒ تو وصال فرما چکے ہیں، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جا چکا ہے، آپ کیسے تشریف لے آئے؟ اور یہ بات ذہن ہی میں نہیں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں، خیال آیا کہ یہ بات حضرتؒ ہی سے پوچھ لینی چاہیئے۔ چنانچہ غسل سے جلدی جلدی فارغ ہو کر آیا تو دیکھا کہ حضرتؒ ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں، میں معانقہ کے لئے بے ساختہ حضرتؒ سے لپٹ گیا، اور فرطِ محبت سے رخسار مبارک اور پیشانی مبارک کو اس طرح

چومنے لگا جیسے معصوم بچوں کو پیار سے چومتے ہیں۔ حضرت کی حیاتِ مبارکہ میں اس ناکارہ پر آپ کے رعب و ہیبت کا ایسا غلبہ تھا کہ سلام اور مزاج پرسی کے وقت بھی زبان گنگ ہو جاتی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ آج انس و محبت کی ایسی کیفیت غالب ہے کہ رعب و ہیبت کا نام و نشان نہیں۔ میں نے نہایت بے تکلفی سے عرض کیا کہ حضرت! آپ وہی ہیں جن کو ہم جنت البقیع میں دفن کر آئے تھے؟ فرمایا، ہاں! وہی ہوں۔ عرض کیا کہ حضرت! حیات فی القبر تو اپنا عقیدہ ہے۔ مگر آپ دنیا میں دوبارہ کیسے تشریف لے آئے؟ (اور یہ خیال ہی نہیں کہ دنیا میں دوبارہ نہیں آئے بلکہ خواب میں تشریف لائے ہیں) فرمایا، حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت قبر کی کیفیات بیان فرمانے لگے ہی تھے کہ یکایک آنکھ کھل گئی۔

میری رائے تو اس خواب کے ذکر کرنے کی نہیں تھی، مگر میرے مخدوم و محسن مولانا مشالہ صاحب نے تاکیداً فرمایا کہ اس خواب کو ضرور درج کر دو، یہ تمہاری کتاب کی پسندیدگی کی علامت اور تم نے دیباچہ کے آخر میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ملحق کیے جانے کی جو دعا کی ہے اس کی قبولیت کی بشارت ہے۔ انشاء اللہ۔ مولانا نے فرمایا کہ حکومت مصر سے اشارہ میری (یعنی مولانا مشالہ صاحب کی) طرف ہو سکتا ہے۔ حضرت نے نام کی مناسبت سے مزاحاً مجھے شاہ مصر فرمایا ہے، چونکہ میں تمہارے لئے اس کتاب کی تالیف اور اس کی وجہ سے خواب میں حضرت کی زیارت کا واسطہ بنا ہوں، اس لئے فرمایا کہ حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں۔

رعب و ہیبت کے بجائے انس و محبت کے غلبہ کی توجیہ اس ناکارہ کے ذہن میں یہ آتی ہے کہ حضرت کی حیاتِ مبارکہ میں اس بے توفیق کو حضرت کی صحبت طویلہ میسر نہیں آئی، اس لئے رعب و ہیبت کا غلبہ رہا، جو یک گونہ اجنبیت کی علامت ہے لیکن اس کتاب کی برکت سے مجھے کئی چلّے گویا حضرت کی صحبت میں گذرے، جس کی



برکت سے رعب اُنس میں بدل گیا اور ہیبت کے بجائے محبت غالب آگئی۔ جیسا کہ شمائل ترمذی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مروی ہے۔

من راٰه بداهة هابه۔
ومن خالطه معرفة احبه۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا تھا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور جو شخص جان پہچان کے ساتھ آپ سے گھل مل جاتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔

خواب تو بہر حال خواب ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم اور فضل و احسان سے اس روسیاہ کو بھی اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ملحق فرما دے (جیسا کہ ارشاد ہے: الحقنا بھم ذریتھم) تو ان کے کرم سے کیا بعید ہے۔ تاہم یہ ناکارہ اپنے مخدوم و محسن مولانا مشالہ صاحب زید مجدہم کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے لئے مجھے زبردستی گھسیٹ کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اس روسیاہ کا تعلق استوار کر دیا۔ ورنہ میری نالائقی و گندگی اور روسیاہی تو حضرت کے منتسبین میں شمار کئے جانے سے بھی مانع تھی، اور ہے۔ اس کتاب کی ترتیب بھی برائے نام ہی اس ناکارہ کی طرف منسوب ہے، ورنہ مواد کی فراہمی میں غالب حصہ انہی کا ہے اور مکاتیب کے اقتباسات کا انتخاب تو گویا تمام تر انہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس احسان کا دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائیں، اور ان کو دارین کی ترقیات سے نوازیں۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں عزیز مولوی احمد علی صاحب سلمہ کا شکریہ ادا نہ کروں کہ وہ اس تالیف میں برابر کے شریک رہے۔ مصادر و مراجع کی تلاش اور اقتباسات کا نقل کرنا گویا انہی کے ذمہ رہا۔ اگر وہ میرے سر پر ہر وقت مسلط نہ رہتے تو اس کی تسوید بھی شاید میرے لئے ممکن نہ ہوتی۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب زید مجدہم (حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز اور خادم خاص) بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ قدم قدم پر ان کی اعانت و رہنمائی بھی شامل حال رہی۔ رمضان المبارک کے بعد حضرت صوفی محمد اقبال صاحب

دامت برکاتہم اور جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی اس کام میں بہت ہی اعانت فرمائی، اور کتاب کی کتابت و طباعت کا کام بھی حضرت صوفی صاحب کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ ان تمام محسنین کو حق تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے خصوصی فیوض و برکات سے دنیا و آخرت میں بہرہ ور فرمائیں۔

سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو، علیہ توکلت، وھو رب العرش العظیم، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلامٌ علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۵/۱۱/۱۴۰۵ھ

نزیل دار العلوم العربیۃ الاسلامیہ۔ ہول کمب بری



باب اوّل

# سلسلۂ نسب
## — اور —
# خاندان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حق تعالیٰ شانہٗ جب کسی بندے سے اجتباء کا معاملہ فرماتے ہیں تو غیب سے ان تمام چیزوں کا سامان بھی مہیا فرما دیتے ہیں جو اس کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اہل نظر کا قول ہے کہ دو چیزیں کسی انسان کی تعمیر سیرت میں بہت ہی دخیل ہیں۔ ایک خاندان، کہ آدمی کے خاندانی اخلاق و عادات موروثی طور پر نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے ہیں۔ شاید یہی حکمت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ہمیشہ اعلیٰ ترین خاندانوں میں مبعوث فرمایا گیا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہرقل میں ہے کہ ہرقل شاہ روم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے (جو اس وقت نہ صرف یہ کہ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حریف تھے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں متعدد سوالات کئے تو سب سے پہلا سوال یہی تھا کہ۔

کیف نسبہ فیکم۔ — تم میں اس کا نسب کیا ہے؟

اور جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ عالی نسب ہیں تو ہرقل نے کہا

وکذلک الرسل تبعث فی نسب قومھا۔ — انبیاء کرام کو اسی طرح ان کی قوم میں عالی نسب مبعوث کیا جاتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

[1] بخاری ص ۴ ج ۱۔

| | |
|---|---|
| الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا۔ | سونے چاندی کی کانوں کی طرح انسانوں کی بھی مختلف کانیں ہیں۔ ان میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہوں گے، جب کہ وہ فہم دین کے حامل ہوں۔ |

دوسری چیز جو تعمیر شخصیت میں سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ آدمی کا ابتدائی ماحول اور مولد و منشا ہے، جس کے اثرات آدمی کے مزاج میں ہمیشہ کے لئے پیوست ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو فیاض ازل نے یہ دونوں نعمتیں اعلیٰ درجہ کی نصیب فرمائیں، آپ نے طفولیت سے جوانی تک ایک ایسے ماحول میں نشو و نما پائی جو رشک ملائکہ تھا۔ اور قدرت نے آپ کے لئے ایک ممتاز ترین صدیقی خاندان کا انتخاب فرمایا جو علم و فضل، جود و سخا، فیاضی و اولو العزمی، زہد و قناعت، تقویٰ و طہارت، ریاضت و مجاہدہ اور اخلاص و للہیت میں اپنے جد امجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کے نقش قدم پر تھا، اور جس سے آخری دور تک ایسی بلند و بالا اور قدآور ہستیاں منور ہوتی رہی ہیں، جن کے کمالات کا اندازہ کرنا اور ان کے فوق العادت کارناموں کا باور کرنا آج کی ذہنی سطح کے لئے دشوار ہے۔ حالات مشائخ کاندھلہ (تالیف مولانا احتشام الحسن کاندھلوی) کے پیش لفظ میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہم نے اس خاندان کی امتیازی خصوصیات کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

وہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت" میں لکھتے ہیں۔

"مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، عبادت گزاری، شب بیداری، ذکر و تلاوت کے

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۲ بروایت مسلم۔



قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں۔ گھر میں بیبیاں علم طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتی تھیں اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح و نوافل میں سنتی تھیں۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی عجیب بہار رہتی تھی۔ گھروں میں جابجا قرآن مجید ہوتے اور دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا[1]۔

عورتوں کو اتنا علم اور ذوق تھا کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کر مزہ لیتیں، اور نماز کے بعد اپنے مقامات کا ذکر کرتی تھیں۔ نماز میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیبیوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثہ وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے تک کا احساس نہ ہوتا[2]۔

قرآن شریف مع ترجمہ و اردو تفسیر، مظاہر حق، مشارق الانوار، حصن حصین، یہ عورتوں کا منتہیانہ نصاب تھا جس کا خاندان میں عام رواج تھا۔ اس وقت گھر کے باہر اور اندر کی مجلسیں اور صحبتیں حضرت سید صاحبؒ اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے خاندان کے قصوں اور چرچوں سے گرم تھیں، ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبانوں پر تھے مائیں اور گھر کی بیبیاں بچوں کو طوطے مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سنائیں اور یہ کچھ بہت زیادہ پرانی باتیں نہ تھیں، مولانا مظفر حسین صاحب کی آنکھوں دیکھی باتیں اور ان کی صاحبزادی اور عزیزوں کی کانوں سنی حکایات تھیں، سننے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل کی باتیں ہیں[3]۔

---

[1] روایت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب [2] مولانا محمد الیاس صاحبؒ مولانا نے ایک روز اس قسم کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ وہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی، اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی

[3] مولانا محمد الیاس صاحب نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ سید صاحبؒ کے حالات کا علم نہ ہوگا، آپ کی کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ سے میری معلومات میں اضافہ نہیں ہوا۔"

(مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص۴۰)

پھر اس خاندان کی بڑی خصوصیت یہ رہی کہ اس نے اپنے موروثی فضل و کمال، اور سلسلہ روحانی کے باوجود اپنے اپنے زمانے کے مقبول مشائخ اور خاصانِ خدا سے جو اپنے فن کے امام، اور اپنے زمانہ میں مرجع خلائق تھے، استفادہ و انتساب میں تامل نہیں کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اور دوسرے مسلم بزرگوں سے اس خاندان کے اہل کمال اور اہل طلب برابر منسلک اور وابستہ ہوتے رہے، اور یہ سلسلہ بحمد اللہ اب تک جاری ہے اور یہ اس کے صدقِ طلب و علو ہمتی کی دلیل ہے۔ اس خاندان کی قبولیت اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو نگاہِ عنایت ہے، اس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس دور میں اس خاندان سے دعوت و اصلاح کا وہ عظیم الشان کام لیا جس کی نظیر اس وقت عالم اسلام میں ملنی مشکل ہے، مشہور تبلیغی دعوت تحریک کا یہی خاندان سرچشمہ و منبع ہے۔ اسی خاندان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب جیسی شخصیت پیدا ہوئی۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دور میں تجدیدی شان کی خدمت لی اور جن کے اخلاص، علو ہمت، علو نظر، مجاہدہ اور قربانیوں کے اثرات و برکات، اور فیوض و ثمرات اس وقت دنیا کے ایک بڑے حصے میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب اس کی توسیع و تکمیل میں مشغول ہیں، ان کا صدق و اخلاص، ان کا توکل و اعتماد، ان کی صحبت کی تاثیر، ان کا جذبہ و جوش اور ان کا مجاہدہ وجد وجہد مشاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ "عیاں راچہ بیان" اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی اسلاف اور ان

له سطور بالا جب لکھی گئیں تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حیات اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور جماعت کی سرپرستی و نگرانی میں معروف و سرگرم تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔



کے کمالات کی زندہ یادگار، اور اپنے خاندان کے علو ہمت، مجاہدہ، و جامعیت اور اخلاق کی ایک جیتی جاگتی تصویر اور دورِ ماضی کے واقعات کی تصدیق ہے۔ له

ہندوستان کے ان چیدہ و برگزیدہ خاندانوں میں جو صدیوں تک علم و فضل اور ذہانت و ذکاوت کے گہوارے رہے ہیں، صدیقیوں کا ایک وہ خاندان بھی ہے جس کا اصل وطن جھنجھانہ ضلع مظفر نگر اور وطن ثانی کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے، یہ گھرانہ ان خوش قسمت خاندانوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت و عنایت سے نوازا، اس خاندان کی بنیاد کچھ ایسے صدق و اخلاص پر پڑی تھی کہ صدیوں تک یکے بعد دیگرے اس میں علماء، فضلاء، و اہل کمال اور مقبولین پیدا ہوتے رہے، علوئے استعداد اور علوئے ہمت ان کی خاندانی خصوصیت ہے اور انہیں دو چیزوں نے اس خاندان کو ایسا شرف و امتیاز عطا کیا کہ ہر دور میں اس میں باکمال اور اکابر رجال پیدا ہوتے رہے، علو استعداد و علو ہمت نے اس خاندان کے افراد میں علمی جامعیت اور تبحر کی شان پیدا کی، اور انھوں نے اپنے اپنے وقت میں مروجہ علوم اور اکثر اصناف کمال کی طرف توجہ کی، اور ان میں دست گاہ پیدا کی، اس کی وجہ سے اس میں بلند پایہ فقیہ و مفتی، جامع معقول و منقول عالم، قادر الکلام شاعر اور حاذق طبیب پیدا ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے تلمذ نے اتباعِ سنت اصلاحِ عقائد و اعمال کا ذوق اور اشاعت علم دین کا جذبہ پیدا کیا، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور توحید و اتباعِ سنت کے ساتھ جذبہ جہاد و سرفروشی کا اضافہ کیا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کے یگانۂ روزگار ورع و تقویٰ، اور ان کی بلند ہمتی و جفاکشی نے مردوں کے ماسوا بیبیوں اور بچیوں میں بھی احتیاط و تورع اور ذکر و عبادت کا ذوق پیدا کر دیا۔

له حالات مشائخ کاندھلہ (از مولانا احتشام الحسن، پیش لفظ از مولانا ابوالحسن ندوی ص ۱۹)

## سلسلۂ نسب

حضرت شیخ کا سلسلۂ نسب یہ ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن مولانا محمد یحییٰ بن مولانا محمد اسماعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن مولوی محمد ساجد بن مولوی محمد فیض بن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد اشرف بن شیخ جمال محمد شاہ بن شیخ نور محمد عرف بابن شاہ بن شیخ بہاء الدین شاہ بن مولوی شیخ محمد بن مولانا کریم الدین ذکر بن امام تاج ذکر بن امام حاج ذکر بن حضرت قاضی ضیاء الدین سنامی صدیقی۔

## مولانا قاضی شیخ محمد کا کاندھلہ میں تقرر

مولانا کریم الدین ذکر مرحوم دین کی نگہبانی اور امامت کے لئے کاندھلہ میں متعین تھے، ان کے وصال کے بعد جب سلطان ابو الفتح محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق کا ۲۲ رجب ۷۹۳ھ میں کاندھلہ نزول ہوا تو سلطان نے ایک فرمان کے ذریعہ مولانا شیخ محمد کو ان کے والد ماجد کی جگہ مقرر کیا، مولانا شیخ محمد کے پوتے شیخ نور محمد عرف بابن شاہ کسی وجہ سے کاندھلہ سے ترک وطن کر کے جھنجھانہ چلے گئے۔ مولانا شیخ محمد، مولانا شیخ بہاء الدین اور مولانا جمال محمد شاہ کے بارے میں معلومات کا فقدان ہے تاہم قدیم کاغذات میں ان حضرات کے اسمائے گرامی کے ساتھ مولانا، شیخ، کے تعظیمی الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے

---

ف ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی خصوصی اشاعت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ میں ایک تحقیقی مقالہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی (مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ) کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے حضرت شیخ الحدیث کے اجداد، صحیح نسب نامہ اور حالات؛ اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ اس خاندان کے مشہور شجرۂ نسب میں جو اب تک نقلیں اہل خاندان میں مروج ہیں اور اس خاندان سے متعلق تمام تذکروں میں بھی موجود ہے، مولوی شیخ محمد کے بعد بن شیخ محمد فاضل بن شیخ قطب شاہ ذکر کیا جاتا ہے مگر یہ دونوں نام الحاقی ہیں، ان دونوں شخصیتوں کا اس خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے صحیح نسب نامہ وہ ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے خاندانی حالات میں راقم الحروف نے مولانا راشد کے مقالہ کا خلاصہ درج کیا ہے۔



کہ یہ حضرات علم و فضل اور درس و تدریس میں ممتاز تھے۔

## مولانا حکیم محمد اشرف جھنجھانوی

مولانا محمد اشرف کے کچھ واقعات ان کے پرپوتے محمد ساجد (م ۱۲۰۸ھ) کی تالیف قرابت الہند کے حوالے سے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نے اپنی بیاض میں نقل کئے ہیں جو ان کے متعلق معلومات کا واحد ذریعہ ہے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد اشرف علم و فضل، معرفت و سلوک، اور زہد و استغناء میں فرد فرید تھے، ان کی شان اولیائے کاملین کی تھی جن سے خوارق کا صدور ہوتا تھا، اور ان کے ہم عصر علماء ان کے فضل و کمال کے معترف تھے یہاں چند واقعات مختصراً نقل کئے جاتے ہیں۔

۱- علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی، مولانا کا شہرہ سن کر زیارت کے لئے جھنجھانہ تشریف لائے، مولانا اس وقت معقول کا درس دے رہے تھے، مولانا نے علامہ کی پذیرائی اور مختصر مدارات کے بعد سبق دوبارہ شروع فرما دیا، علامہ کو شاید اپنی موجودگی میں مولانا کا دوبارہ سبق شروع کرا دینا ناگوار گزرا، انھوں نے مولانا سے علمی مسائل شروع کر دیا، مختلف مباحث پر گفتگو ہوئی معقولات و منقولات زیر بحث آتے، بالآخر سلسلہ کلام "اصول علوم" تک آ پہنچا تو مولانا نے فرمایا: ہاں! اب ہمارے اصل موضوع پر آتے۔

علامہ پر مولانا کا علمی مرتبہ منکشف ہو چکا تھا، انھوں نے خیال کیا کہ جب دوسرے مباحث میں مولانا کا علمی پایہ اتنا بلند ہے تو جس موضوع کو وہ اپنا اصل موضوع فرما رہے ہیں، اس میں شاید مجھے خاموش ہونا پڑے، اس لئے علامہ نے یہ کہہ کر سلسلۂ گفتگو ختم کر دیا کہ

منکر نفوس قدسیہ بودم، حالا معلوم شد کہ دریں جہاں موجود اند۔

میں نفوس قدسیہ کے وجود کا منکر تھا مگر اب معلوم ہوا کہ یہ حضرات اس دنیا میں واقعی موجود ہیں۔

۲- علامہ نے ایک رسالہ حقہ کی حرمت میں تالیف فرمایا تھا، علامہ چاہتے تھے کہ مولانا بھی اس کی تصدیق کر دیں تاکہ حقہ کی حرمت پر اکابر علماء کا اجماع ہو جائے، اس لئے اسے مولانا کی خدمت

ہیں پیش کرتے ہوئے کہا۔

در علم ظاہر و باطن کامل ہستند، دریں باب چہ فرمایند؟

جناب، علم ظاہری و باطنی میں کامل ہیں، اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا مباح ہے، کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اس کو حرام کہنا زیادتی ہے۔ علامہ نے کچھ رد و قدح کی تو فرمایا۔

در اجماع شرط اجماع مجتہدین است، اجماع علما معتبر نیست۔ و بر تقدیر فرض و تسلیم، اجماع را سند از کتاب یا سنت درکار است و در اینجا سند حرمت از کے خواہید؟

اجماع میں مجتہدین کا اجماع شرط ہے، عام علماء کا اجماع معتبر نہیں، اور اگر بالفرض علماء کا اجماع حجت تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اجماع کے لئے کتاب و سنت سے سند درکار ہے۔ اس مسئلہ پر حرمت کی دلیل کہاں سے لائیے گا۔

مولانا کی یہ تقریر سن کر علامہ نے اپنا رسالہ چاک کر دیا۔

۳۔ مولانا ہدایت غیبی کے اشارے سے مرشد کی تلاش میں نکلے۔ بالآخر سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ تک رسائی ہوئی۔ ان کے احوال و اقوال سے دل میں عقیدت پیدا ہوئی، ان سے بیعت ہو گئے، اور سلسلہ قادریہ کے اوراد و اشغال اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ دو سال بعد مرشد نے فرمایا کہ تمہارا باقی حصہ فلاں کے پاس ہے۔ ان سے رخصت ہو کر مذکورالذکر بزرگ کی خدمت میں پہنچے۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے ایک اور بزرگ کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ وہاں پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ تم ہر طرح کامل ہو گئے ہو، وطن واپس جاؤ۔ روحانی دولت کو اگر ظاہر کرنا چاہو تو لوگوں کو بیعت کرو اور ارشاد و تلقین کا شغل رکھو، اور اگر چھپانا چاہو تو درس میں مشغول رہو۔ عرض کیا میں علم شریعت کی خدمت کا شغل پسند کرتا ہوں۔ اس پر ان بزرگ نے مولانا کو دعائیں دیں اور فرمایا۔

تا قیامت علم ظاہری از خاندان تو نخواہد رفت۔

قیامت تک ظاہری علم تمہارے خاندان سے نہیں جائے گا۔



مولانا، اجازت و خلافت کے بعد وطن واپس ہوئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ کمالِ باطنی کے باوصف بہت کم کسی کو بیعت فرماتے تھے۔ تھانیسر کے ایک بزرگ نے مولانا کا یہ معمول سنا تو اپنے خادم کو جبہ اور ٹوپی دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ زبانی کوئی پیغام نہیں دیا۔ مولانا نے اس عطیہ پر پرانے جوتے رکھ کر واپس فرما دیا۔ حاضرینِ مجلس نے دریافت کیا کہ یہ کیا راز تھا؟ مولانا نے فرمایا ان بزرگ نے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تم سلوک کی تکمیل کر چکے ہو، بر سرِ بیعت و ارشاد کے لائق ہو، لوگوں کو بیعت کرو اور خلافت و اجازت دو۔ میں نے جواب بھیجا کہ میں تو خود کو پرانے جوتوں سے بھی کمتر و حقیر سمجھتا ہوں، بیعت و ارشاد کا اہل نہیں ہوں۔

۴۔ شاہجہان بادشاہ نے آپ کے کمالات کا شہرہ سنا تو ملاقات کا مشتاق ہوا اور مولانا کو بلانے کے لئے پالکی اور سوار جنجھانہ بھیجے۔ مولانا کو اس کی اطلاع ملی تو ایک دن خود ہی پاپیادہ دہلی کے لئے روانہ ہو گئے، اور ایک عقیدت مند امیر کے توسط سے شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے اپنے وزیر علامی سعد اللہ خاں سے کہا کہ مولوی صاحب کا امتحان لینا چاہیئے۔ انھوں نے مختلف علوم سے متعلق سوالات کئے۔ مولانا کے جوابات سن کر بادشاہ نے عرض کیا۔

شیخ را دریائے یافتم کہ کنارہ او پیدا نیست۔

میں نے شیخ کو ایک ایسا دریا پایا جس کا کنارہ معلوم نہیں۔

بادشاہ نے دو ہزار بیگھہ اراضی کا فرمان تیار کرا کر مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر مولانا نے اس کے قبول کرنے سے معذرت کی اور فرمایا۔

خدا رزاق ما است نہ بادشاہ۔ من برائے عمل بر آیۂ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم آمدہ بودم، نہ برائے تحصیل املاک۔

ہمارا روزی رساں خدا ہے بادشاہ نہیں، میں تو آیت کریمہ "تم حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور تم میں جو اہل حکومت ہیں ان کا بھی" پر عمل کرنے کی نیت سے حاضر ہوا تھا، جاگیر و املاک حاصل کرنے کے لئے نہیں

۵۔ مولانا کے گھر میں اکثر فقر وفاقہ رہتا تھا، ایک مرتبہ مولانا کا ایک مرید قریباً دو سیر سونا لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میں کیمیا جانتا ہوں، آپ کے یہاں فقر وفاقہ رہتا ہے بادشاہ کا وظیفہ بھی قبول نہیں فرماتے۔ میں یہ سونا طلباء کے خرچ کے لئے لایا ہوں۔ مولانا نے کہا مسجد کی محراب میں دبا دو، ضرورت ہوگی تو نکال لیں گے۔ کچھ دنوں بعد وہ مرید پھر آیا تو دیکھا کہ فقر وفاقہ کی وہی حالت ہے۔ آب دیدہ ہو کر عرض کیا کہ وہ سونا خرچ ہو چکا ہو تو اور پیش کر دوں۔ مولانا نے فرمایا۔ تم نے وہ سونا کہاں دفن کیا تھا، عرض کیا، محراب میں، فرمایا وہیں ہوگا۔ دیکھا تو وہ سونا موجود تھا، اس نے عرض کیا کہ حضرت اس کی قدر نہیں کرتے۔ لوگ کیمیا کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ حضرت اس وقت ڈھیلے سے استنجا خشک کر رہے تھے وہی ڈھیلا ایک پتھر پر مارا تو پتھر سونا بن گیا، اس پر فرمایا۔

| | |
|---|---|
| این ہر دو را بگذار، خود بہر فقر ما برائے | ان دونوں کو اپنے گھر لے جاؤ۔ ہمارا فقر وفاقہ |
| متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں فقر |
| فقر اختیاری است نہ اضطراری۔ | اختیاری ہے کسی مجبوری کا نتیجہ نہیں۔ |

## مولینا محمد شریف جھنجھانوی رح

مولانا محمد اشرف ؒ کے دو صاحبزادے تھے مولانا شاہ محمد شریف اور عبد المقتدر۔ مولانا محمد شریف علم وفضل اور معرفت وسلوک میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم تھے۔

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی حالات مشائخ کاندھلہ میں لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد اشرف کے پیر ومرشد نے ان کو بشارت سنائی تھی کہ تمہاری اولاد میں علم شریعت قیامت تک رہے گا، اس بشارت کے اول مظہر مولانا محمد شریف صاحب کی ذات ستودہ صفات تھی، ان کے بعد ان کی اولاد میں بھی آج تک دس گیارہ پشت گذر جانے کے باوجود ہر دور میں علم شریعت نمایاں نظر آرہا ہے اور خدا نے چاہا تو تا قیامت نمایاں رہے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔



مولانا محمد شریف کے تین صاحبزادے تھے، مولانا شیخ ابوالحسن جو لاولد فوت ہوئے، مولانا حکیم عبد القادر، جو مفتی الٰہی بخش کے جد ہیں اور مولانا فیض محمد، جو مولانا محمد الیاس ؒ اور حضرت شیخ ؒ کے جد اعلیٰ ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

مولانا حکیم محمد شریف کے دو صاحبزادے ہوئے، ایک حکیم مولانا عبد القادر جن کی اولاد میں اہل کمال اور علماء وفضلاء بڑی تعداد میں گزرے ہیں، خصوصاً مفتی الٰہی بخش اور ان کے نامور بھتیجے مولانا مظفر حسین کاندھلوی ممتاز ترین علماء وفضلاء وقت میں سے تھے دوسرے صاحبزادہ، مولانا محمد فیض تھے، جن کا قیام جھنجھانہ میں رہا، ان کی اولاد میں مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، ان کے فرزند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، داعی الی اللہ مولانا محمد الیاس کاندھلوی، اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد یوسف کاندھلوی جیسے اہل فضل وکمال اور بلند پایہ بزرگ پیدا ہوئے۔

جھنجھانہ اور کاندھلہ کی دونوں شاخیں مولوی محمد شریف صاحب پر جا کر مل جاتی ہیں پھر الگ الگ صدیوں تک بارآور اور بر ثمر رہتی ہیں، اس اتصال اور انفصال کو سمجھنے کے لئے یہاں دونوں شاخوں کا مختصر شجرہ پیش کیا جاتا ہے، جو خود حضرت شیخ الحدیث ؒ کا مرتب کیا ہوا ہے۔

---

لہ تحریر قلمی حضرت شیخ ؒ محفوظ مرقومہ مخطوطہ رائے بریلی، تحریر بعینہٖ نقل کی گئی ہے، اس لئے نام بھی اسی طرح لکھے گئے ہیں جیسے اس میں درج ہیں (سوانح حضرت شیخ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص۳۰)

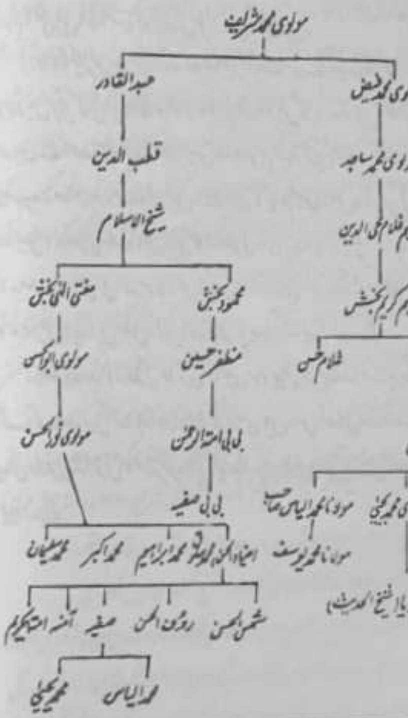


ـــــــــــــــ

؎ مولانا نور الحسن راشد لکھتے ہیں کہ مولانا کی معاصر دستاویزات اور مولانا کے صاحبزادے (باقی ص ۴۷ پر)



## مولانا محمد فیض جھنجھانویؒ

مولانا محمد ساجد نے اپنے مجموعہ مکتوبات میں اپنے والد ماجد مولانا فیض محمد کے خطوط نقل کرتے ہوئے ان کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"جامع العلوم الظاہریۃ والباطنیۃ، عالم الفارسیۃ والعربیۃ مجمع الفضائل والفواضل حاوی محاسن الشمائل فیض محمد بن محمد شریف بن محمد اشرف القادری الجھنجھانوی"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا فیض محمد بھی علم وفضل اور سلوک وتصوف میں اپنے اسلاف کے جانشین تھے۔ مولانا فیض محمد کے چار صاحبزادے تھے۔ مولانا محمد ساجد، محمد سجاد، غلام قادر، قادر بخش۔

## مولانا محمد ساجد جھنجھانویؒ

مولانا محمد ساجد ۱۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ خواجہ اکرم دہلوی نے لفظ خورشید سے تاریخ نکالی متبحر عالم، وسیع النظر، فقیہ، حاذق طبیب، خوش کلام شاعر تھے، عاشق تخلص تھا، نجوم وجفر اور تعویذات وکیمیا میں بھی ماہر تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ امراء اور نوابوں کی مصاحبت وملازمت میں گزرا۔ فارغ اوقات میں درس اور مطب کا شغل بھی رہتا۔ متعدد تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔ مولانا راشد نے ان کی آٹھ تالیفات اور دو بیاضوں کا تعارف کرایا ہے جن کے نام یہ ہیں۔ غرائب الہند فتاویٰ العجائب والغرائب۔ شرح یوسف زلیخا، شرح بوستان، شرح سکندر نامہ، مجموعہ مکتوبات سراپا، کتاب مقالات۔ بیاض (علمی وفقہی)، بیاض متفرقات۔

مولانا محمد ساجد نے ۱۲۰۰ھ میں جھنجھانہ وفات پائی۔ چار صاحبزادے غلام محی الدین گریان

ـــــــــــــــ

(بقیہ حاشیہ ص ۴۶) مولانا محمد ساجد کی تحریرات میں فیض محمد ہے۔ متاخر تحریرات ودستاویزات میں محمد فیض بھی ہے (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ۔ خصوصی اشاعت بیادگار حضرت شیخ، ص ۱۱ حاشیہ)

غلام نبی، غلام علی، شاہ خیر الدین اور تین صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔

مولانا غلام محی الدین گریاں کے صرف ایک صاحبزادے حکیم کریم بخش تھے۔ حکیم کریم بخش کے دو صاحبزادے ہوئے۔ غلام حسن اور غلام حسین۔ غلام حسین کے دو صاحبزادے تھے، مولانا محمد اسماعیل (حضرت شیخ کے جد امجد) اور مولوی محمد اسحٰق۔

## مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی رح

حضرت شیخ کے دادا مولانا محمد اسماعیل علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل، زہد و تقویٰ اور اتباع سنت میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ سے نقشبندی سلسلہ میں سلوک کے مراحل طے کئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کی روئداد ۱۳۱۳ھ میں ان کو مولانا مظفر حسین کا جانشین لکھا گیا ہے۔ روئداد کے الفاظ یہ ہیں:

"۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ کو بہ تشریف آوری حضرت گنگوہی، مولانا اسمٰعیل کاندھلوی جانشین حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی و نواب چھتاری، امور ذیل مدرسہ میں قرار پائے۔"[1]

## مدرسہ کاشف العلوم کی ابتدا

مولانا ۱۸۵۵ء میں اپنے بھائی محمد اسحٰق کے ساتھ دہلی آ گئے تھے۔ دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش (ہدایت افزا بہادر) کے بچوں کی تعلیم کے لئے بہت معمولی تنخواہ پر ملازم ہوئے۔ دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاء کے مرقد کے قریب چونسٹھ کھمبے کے نام سے جو تاریخی عمارت ہے اس کے سرخ پھاٹک پر ایک مکان میں رہا کرتے تھے۔ متصل ہی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے سامنے مرزا الٰہی بخش کی نشست گاہ تھی جس پر ٹین پڑا ہوا تھا۔ اسی بناء پر اس کو بنگلہ والی مسجد کہتے تھے۔ یہ گویا مدرسہ کاشف العلوم کی ابتداء تھی۔ مولانا کے پہلے

---

[1] مولانا نور الحسن راشد، الفرقان لکھنؤ حضرت شیخ الحدیث نمبر ص ۷۰



شاگرد مرزا الٰہی بخش کے بیٹے مرزا سلیمان جاہ اور مرزا ثریا جاہ تھے، پھر مرزا الٰہی بخش خود بھی مولانا کے تلامذہ میں شامل ہو گئے، اور مولانا سے قرآن مجید پڑھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا کے شاگردوں میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ خانوادہ تیموری کے خانماں برباد شہزادے جن کو گردش زمانہ قلعۂ معلی سے نظام الدین کے ویرانے میں لے آئی تھی، تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ان شہزادوں نے ناز و نعمت میں آنکھیں کھولی تھیں، مگر اس وقت نانِ شبینہ کے محتاج اور عسرت و بے بسی کی تصویر تھے، مولانا ان کو تعلیم دیتے، ان کی اشک شوئی فرماتے اور ان کی ہر ممکن خدمت کرتے۔ حضرت مولانا کے آخری دور میں دس بارہ میواتی طالب علم بھی رہتے تھے۔ ان کے مصارف اور کھانے کا انتظام مولانا خود فرماتے۔ چند طلبہ کا کھانا مرزا الٰہی بخش کے یہاں سے آتا تھا جو مولانا کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔

ملازمت کے ابتدائی دور میں مولانا کا مرزا الٰہی بخش کے یہاں کچھ خاص احترام نہیں تھا مگر انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب مرزا جی پریشانیوں میں مبتلا ہوئے[1] اور اس سے نجات پانے کے لئے در بدر پھرے تو ایک عارف کامل نے مولانا کی طرف رہنمائی فرمائی۔ مرزا جی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو مولانا کے مستجاب الدعوات ہونے کا ذاتی تجربہ ہوا تو مولانا کے مرتبہ و مقام کو پہچانا اور مولانا کا خاص احترام کرنے لگے۔[2]

مولانا کی تنخواہ پانچ روپے مہینہ سے شروع ہوئی تھی جو ترقی کرتے ہوئے آخر میں پندرہ روپے تک پہنچ گئی تھی، خوراک کے لئے چار روپے گیارہ آنہ کا مستقل وظیفہ تھا۔ تمام عمر اسی

---

[1] یہ پریشانی اس وقت پیش آئی ہوگی جب انگریزوں نے مرزا الٰہی بخش کی دہلی سے جلاوطنی کے احکام جاری کر دیئے تھے، بعد میں یہ احکامات واپس لے لئے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۱۱۹ (دہلی ۱۹۵۸ء)

[2] ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۳۶، حالات مشائخ کاندھلہ ص ۲۱۔

تواہیں بسر فرمائی۔ نواب دوجانہ نے بہت اصرار سے سو روپے ماہوار پر بلانا چاہا مگر یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ جو مل رہا ہے گذارے کو وہ بھی کافی ہے[1]۔

مدرسہ کی ابتداء قرآن شریف کی تعلیم سے ہوئی تھی مگر مولانا محمد اسمٰعیل کی سعی اور جانفشانی سے چند سال کے قلیل عرصہ میں اعلیٰ درسی کتابوں کے اسباق بھی شروع ہو گئے تھے۔ خواجہ حسن نظامی اور مولوی یٰسین علی نظامی نے ابتدائی کتابوں سے تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ المصابیح تک تمام کتابیں مولانا اور ان کے صاحبزادگان سے پڑھیں۔ مولوی یٰسین علی نظامی اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تمام ابتدائی کتابیں میزان الصرف سے لے کر شرح وقایہ اور مشکوٰۃ شریف اور قطبی تک حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب جھنجھانوی اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت میں تمام کیں[2]"

اور خواجہ حسن نظامی کا قول ہے۔

"میرے قدیمی استاد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی کاندھلہ کے رہنے والے تھے جن سے میں نے ابتدائی کتابیں مشکوٰۃ شریف اور جلالین تک پڑھی تھیں۔ اور جن کا مزار بھی میرے یہاں درگاہ کے قریب ہے[3]"

## میوات سے تعلق

میوات سے تعلق کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی۔ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ اس تلاش میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا مل جائے تو اس کو مسجد میں لے آئیں اور اس کے ساتھ جماعت سے

---

[1] تذکرۃ الرشید ص۱۱۹، جلد اول

[2] سیرت نظامی در سوانح حضرت نظام الدین اولیا، مولوی یٰسین علی نظامی ص۳۰ (دہلی ۱۳۳۸ھ)

[3] ہفتہ وار روزنامچہ ایڈیٹر خواجہ حسن نظامی ۲۰ دسمبر ۱۹۳۰ء ص۶ نیز ملاحظہ ہو سوانح خواجہ حسن نظامی، ملا واحدی ص۱۹ و مقالہ مولانا راشد، الفرقان ص۱۸۷ (۱۹۶۰ء)



نماز پڑھ لیں، چند میواتی تلاش روزگار کے لئے دہلی جا رہے تھے، ان سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ انھوں نے کہا مزدوری کے لئے، فرمایا کیا مزدوری ملے گی؟ انھوں نے مزدوری بتائی۔ فرمایا اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت؟ انھوں نے منظور کر لیا۔ آپ ان کو مسجد میں لے آئے اور نماز سکھانے اور قرآن پڑھانے لگے۔ یومیہ مزدوری انھیں دے دیتے اور ان کو پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول رکھتے۔ مولانا کے فیض صحبت اور اخلاص وللہیت کی برکت سے اب وہ مزدور کے، بجائے طالب علم بن گئے۔ کچھ دنوں بعد ان کو نماز کی عادت پڑ گئی۔ اور مزدوری چھوٹ گئی۔ یہ گویا میوات کے کام کی ابتدا تھی۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اس کے بعد دس بارہ میواتی طالب علم مولانا کے یہاں مستقل رہنے لگے۔

حضرت مولانا کا پہلا عقد جھنجھانہ میں ہوا، اہلیہ محترمہ کا نام مریم تھا، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا محمد ہوئے۔ اس اہلیہ کی وفات کے بعد دوسرا عقد مولانا ضیاء الحسن صاحب کی صاحبزادی بی صفیہ سے کاندھلہ میں ہوا۔ صاحب حالات مشائخ کاندھلہ لکھتے ہیں۔

"۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ایک شادی کے سلسلہ میں بارات میں آپ کا کاندھلہ تشریف لے جانا ہوا اور وہاں آپ کا ایک پرتاثیر وعظ بھی ہوا۔ اس وقت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی بی امی بی نے اپنے قرابت داروں کو جمع کر کے فرمایا کہ دین اور علم اس خاندان سے برابر کم ہوتا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ بالکل ختم ہو جائے مجھے مولوی محمد اسمٰعیل دین دار اور ذی علم معلوم ہوتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کی ان سے شادی کر دوں تاکہ ان روابط اور تعلقات کے ذریعہ خاندان میں دین اور علم کی بنیادیں مستحکم اور استوار ہو جائیں۔ مگر چونکہ اس وقت حضرت مولانا کی عمر بہت کافی تھی اور ان کی صاحبزادی بہت کم عمر اور کم سن تھی اس لئے ہر ایک کو تامل تھا۔ مگر آپ نے بالکل پروا نہ کی اور زور دے کر اسی وقت حضرت مولانا کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کرا کر رخصت بھی کر دیا۔ وہ جو دوسرے کی بارات میں آئے تھے وہ اپنی دلہن کو ساتھ لے گئے۔ اس طور سے اس خاندان کا

پھر شرع پلٹا اور دینداری نمایاں اور غالب نظر آنے لگی، اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی اس خاندان کے ساتھ ایسے مربوط و وابستہ ہو گئے کہ جھنجھانوی کے بجائے کاندھلوی بن گئے۔ اور کاندھلہ کی مستقل سکونت اختیار فرما کر ایک چھوٹا سا رہائشی مکان بھی تعمیر کرا لیا اور پھر دونوں خاندان ایک دوسرے کا جزو لاینفک بن گئے۔

درحقیقت یہ دادی صاحبہ امی بی کی انتہائی دور اندیشی اور اعلیٰ کارنامہ تھا، جس کے باعث مفتی الٰہی بخش صاحب کے خاندان کا رخ پلٹنے نہ پایا، اور جس قدر پلٹ گیا تھا، وہ بھی راہ راست پر آگیا، اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ان کے نامور فرزندوں نے اس خاندان کی خبرگیری میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، جو سرپرستی اور راہنمائی اب تک جاری اور باقی ہے۔ (ص ۱۲، ۱۳)

مولانا کو اذکار مسنونہ کا بہت اہتمام تھا، مختلف اوقات، حالات سے متعلق حدیث میں جو اذکار و اوراد آئے ہیں ان کی پابندی فرماتے، اس کا بھی اہتمام تھا کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی جاگتا رہے۔ ۱۲ بجے تک منجھلے صاحبزادہ مولانا محمد یحییٰ صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے اس وقت مولانا محمد اسماعیل صاحب بیدار ہو جاتے اور مولانا محمد یحییٰ صاحب سو جاتے۔ پچھلے پہر بڑے صاحبزادے مولانا محمد کو بیدار کر دیتے۔ ذکر و عبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت، اور قرآن مجید کی اور دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا۔ خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آ نکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے، اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے، پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی، میں اس قابل نہ تھا، عام اجتماع اور ہجوم کے زمانے میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربت خداوندی کا ذریعہ مخلوق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔[1]

[1] مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت۔



## وفات

مولانا محمد اسماعیل صاحب کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا تھا جس کا اثر بہت دنوں کے بعد ظاہر ہوا۔ بیمار ہو کر بغرض علاج دہلی منتقل ہوتے، اور کھجور والی مسجد تراہا بیرام خاں میں انتقال ہوا۔ ۲۶ شوال ۱۳۱۵ھ ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو وہیں انتقال ہوا "اِنَّ العاقبۃ للمتقین" اور "مغفرا" سے تاریخ وفات نکالی گئی، جنازہ دہلی سے نظام الدین لایا گیا ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جنازہ میں دونوں طرف بلیاں باندھی گئیں، اس کے باوجود بہت سے لوگوں کو دہلی سے نظام الدین تک کندھا دینے کا موقع نہیں ملا، اور شرکائے جنازہ کے ہجوم کا دہلی سے نظام الدین تک مسلسل تانتا بندھا رہا، اس کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور اس کی وجہ سے دفن میں بھی تاخیر ہوئی۔ ایک صاحب کشف و ادراک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کر دو، میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ میرا انتظار فرما رہے ہیں، چونسٹھ کھمبہ کی تاریخی عمارت کے سامنے بنگلہ والی مسجد کی جنوبی سمت میں تدفین ہوئی۔

جس وقت مولانا کا وصال ہوا، شاہ ابوالخیر مجددیؒ نے اپنی خانقاہ میں بعض حاضرین سے فرمایا: "دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں" بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا اسمٰعیل کا انتقال ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔[1]

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے تین صاحبزادے ہوئے، پہلی اہلیہ سے مولانا محمد اور دوسری اہلیہ سے مولانا محمد یحییٰ اور مولانا محمد الیاس، رحمہم اللہ۔

## مولانا محمد کاندھلوی رحؒ

مولانا محمدؒ جو مولانا محمد اسماعیلؒ کے بڑے صاحبزادے تھے، اور اپنے والد ماجد کے بعد نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد اور مدرسہ میں ان کے جانشین ہوئے، ایک فرشتہ سیرت انسان تھے، حلم و تواضع

[1] تذکار مولانا محمد ناظر الزماں ص، ایضاً۔

رحمت وشفقت، اور خشیت و انابت کی مجسم تصویر اور عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا کا ایک نمونہ، کم گو، بے آزار، عزلت پسند اور اپنے کام سے کام رکھنے والے، نہایت ذاکر و شاغل اور خوش اوقات بزرگ تھے، متوکلانہ و زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، صورت سے تقویٰ کا سبق ملتا تھا، انوار کی چہرہ پر نہایت کثرت تھی، اکثر وعظ بھی فرماتے تھے، مگر بیٹھ کر جیسے کوئی باتیں کرتا ہو۔ مسلسل تقریر کی صورت نہیں ہوتی تھی بلکہ اخلاق و زہد کی احادیث سناتے اور ان کا سادہ ترجمہ اور مطلب بیان فرما دیتے۔ کسی زمانہ میں آنکھ کے قریب کوئی پھنسی نکلی تھی۔ جس پر یکے بعد دیگرے سات شگاف آتے، ڈاکٹروں نے کلوروفارم ضروری بتایا مگر انھوں نے شدت سے انکار کیا اور یونہی بے حس و حرکت پڑے رہے ڈاکٹر متحیر تھے کہ ہم نے عمر بھر اس کی نظیر نہیں دیکھی۔ حدیث، حضرت گنگوہیؒ سے پڑھی تھی۔ انتقال سے پہلے ۱۶ سال تک ان کی تہجد فوت نہیں ہوئی۔[1]

ان کے زمانے میں مدرسہ میں ۲۰۔۵۰ طالب علم ہوتے تھے، جو خود ہی اپنا کھانا پکاتے اور جنگل سے لکڑیاں لاتے۔ مولانا خود بھی طلبہ کے ان کاموں میں شریک رہتے۔ خدمت خلق کا جذبہ والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا، جب کاندھلہ تشریف لاتے تو ہر ایک سے دریافت فرماتے کہ دہلی میں کوئی کام یا ضرورت ہو تو بتایئے، اور پھر ہر ایک کی فرمائش پوری کرتے۔ جھنجھانہ میں معقول جدی جائداد اور مکانات تھے۔ مگر آپ کو ان سے کوئی سروکار نہ تھا سب دوسروں کے قبضہ و تصرف میں تھے۔ کبھی جھنجھانہ تشریف لے جاتے تو اگر کوئی کچھ پیش کر دیتا اسے قبول فرما لیتے، از خود کسی سے کوئی مطالبہ نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ جھنجھانہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ایک بڑے مکان میں ایک بڑے میاں رہتے تھے۔ قاضی صاحب جن کی نگرانی میں وہ مکان تھا، ان بڑے میاں پر سختی کرتے، رعایا کی طرح خدمت لیتے اور گھنٹوں کان پکڑواتے تھے۔ ان بڑے میاں نے مولانا سے

[1] مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت (ص ۵۵، ۵۶)



شکایت کی تو آپ ان کو قاضی صاحب کے پاس لے گئے، اور بڑی نرمی سے فرمایا، کہ قاضی جی! ان پر سختی نہ کیا کرو۔ قاضی جی نے بگڑ کر کہا کہ تم مولوی لوگ ہو زمینداری کے قصوں کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ سختی کے بغیر قابو میں نہیں رہ سکتے۔ آپ نے فوراً قلم دوات لی اور اس مکان کا ہبہ نامہ اس بڑے میاں کو لکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اب تم اس کے مالک ہو۔ پھر قاضی صاحب سے فرمایا، معلوم بھی ہے کہ یہ صاحب خدمت بزرگ ہیں، کبھی بددعا کر دی تو تباہ ہو جاؤ گے۔

ایک دفعہ ایک میواتی نے قرض کی پریشانی ظاہر کی، آپ نے اس کو چاندی بنانے کا نسخہ بتا دیا، اور تاکید کی کہ قرض اتر جائے تو پھر کبھی اس نسخہ سے چاندی نہ بنانا، چنانچہ اس نے اپنا سارا قرض اتار دیا، لیکن بعد میں یہ سوچ کر کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی مولانا کی ہدایت کے خلاف چاندی بنانے کی کوشش کی، مگر بعد میں ہمیشہ ناکام رہا۔ مولانا کی صحبت کیمیا اثر کی برکت سے ان سے تعلق رکھنے والوں میں دینداری کا خصوصی رنگ، عمومی خیر خواہی اور نفع رسانی کا ایک خاص جذبہ پایا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ مولانا محمد صاحب بیمار ہو کر بغرض علاج دہلی منتقل ہوتے اور قصاب پورہ نواب والی مسجد میں قیام فرمایا۔ شب جمعہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو نماز عشاء کے بعد وتر کے سجدہ میں انتقال ہوا۔ جنازہ میں بڑا ہجوم تھا میت نظام الدین لائی گئی، اور والد ماجد مولانا محمد اسماعیل صاحب کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولانا محمدؒ کا عقد مولانا ضیاء الحسن صادق کی صاحبزادی آمنہ سے ہوا، ان سے ایک دختر تولد ہوئیں جن کی نسبت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی سے ہوئی۔[1]

## مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحؒ

حضرت شیخؒ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ، نوراللہ مرقدہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیلؒ کے

[1] مشائخ کاندھلہ مقالہ مولانا راشد، الفرقان (ص ۴۸)۔

منجھلے صاحبزادے تھے کی والدہ ماجدہ بی صفیہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی کی نواسی اور بی امۃ الرحمٰن کی صاحبزادی تھیں۔

## امی بی

مولانا کی نانی بی امۃ الرحمٰن اجو مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی تھیں اور جنھیں خاندان میں "امی بی" کہا جاتا تھا، ایک رابعہ سیرت خاتون تھیں، فرماتی تھیں کہ مجھے باوا جی (مولانا مظفر حسین کاندھلوی) نے سات سال کی عمر میں خود بیعت کیا اور نوافل و اورادِ مسنونہ بتلئے تھے اور رمضان المبارک میں گھر کے ایک گوشہ میں اعتکاف بٹھایا، جب سے اب تک ان کی پابند ہوں، ان کا بیشتر وقت نماز میں گزرتا اور نماز اتنی طویل ہوتی کہ شروع ہو کر ختم ہونے کا نام نہ لیتی، سورج نکلنے پر جو بڑی تو ال نماز شروع ہو جاتی اشراق کی نماز ختم ہونے کے تھوڑی دیر چاشت شروع ہو جاتی، پھر کچھ دیر آرام کرتیں، اور زوال کے بعد اول وقت میں ظہر کی نماز شروع ہوتی جو وقتِ عصر کے قریب جا کر ختم ہوتی، اس طرح نمازوں کے درمیان بہت کم وقت بچتا، اور اس میں بھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتیں۔ نماز میں ایسی یکسوئی ہوتی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتیں اور محویت و استغراق میں کسی بڑے سے بڑے حادثہ کی بھی انھیں خبر نہ ہوتی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امی بی کی نماز کی جھلک حضرت گنگوہی کی نماز میں دیکھی، اخیر زمانہ میں ان کا یہ حال تھا کہ کھانا خود کبھی طلب نہ فرماتیں۔ کسی نے لا دیا تو کھا لیا، اگر کسی کو مشغولیت کی وجہ سے خیال نہ رہا تو صبر کی بیٹھی رہتیں۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ اس ضعف کی حالت میں بے کھائے کیسے رہتی ہیں فرمایا میں تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہوں۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۸ جون ۱۹۲۴ء بروز یک شنبہ وفات پائی۔ رحمہا اللہ رحمۃً واسعۃً۔

له مشائخ کاندھلہ۔



## مولانا کی والدہ ماجدہ

مولانا محمد یحییٰ کی والدہ ماجدہ بی صفیہ بڑی جید حافظہ تھیں۔ انھوں نے قرآن مجید مولانا کی شیرخوارگی کے زمانہ میں یاد کیا تھا، اور ایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا، معمول تھا کہ رمضان المبارک میں روزانہ پورا قرآن مجید اور مزید دس پارے پڑھ لیا کرتی تھیں، اس طرح رمضان مبارک میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی تھیں، روزانہ اتنا تھا کہ گھر کے کام کاج اور مشغلات میں فرق نہ آتا تھا بلکہ اہتمام تھا کہ تلاوت کے وقت ہاتھ سے کچھ نہ کچھ کام کرتی تھیں، رمضان کے علاوہ امور خانہ داری کے ساتھ روزانہ کے معمولات یہ تھے۔

| | |
|---|---|
| درود شریف۔ پانچ ہزار۔ | اسم ذات۔ پانچ ہزار۔ |
| بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۹ سو بار | یامغنی۔ ۱۱ سو بار |
| لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ ۱۲ سو بار۔ | یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ دو سو بار۔ |
| حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ ۵ سو بار۔ | سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ دو سو بار۔ |
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ دو سو بار۔ | لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ دو سو بار۔ |
| اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ دو سو بار۔ | اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ ۵ سو بار۔ |
| اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ۔ سو بار۔ | حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ سو بار۔ |
| رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ سو بار۔ | رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ سو بار۔ |

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ سو بار۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا۔

آپ رمضان المبارک ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئیں اور ۴ شعبان ۱۳۳۹ھ بروز چہارشنبہ

له تذکرۃ الخلیل۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت۔

کاندھلہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مولانا محمد یحییٰ بروز پنجشنبہ غرۂ محرم ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئے تاریخی نام "بلند اختر" تھا۔ آپ فطرتاً ذہین و ذکی اور طبعاً نظیف اور لطیف المزاج تھے۔ والدہ کے دودھ کم تھا۔ اس لئے دایہ سے دودھ پلانے کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن اگر اس کے کپڑے میلے ہوتے تو آپ دودھ نہیں پیتے تھے جب تک کہ نہا کر کپڑے دبدل لے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حفظ کے بعد والد صاحب کا ارشاد تھا کہ روزانہ ایک قرآن مجید پڑھ لیا کرو، پھر سارے دن چھٹی۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں صبح کی نماز کے بعد امی ہی کے مکان کی چھت پر تلاوت کرتا، عموماً ظہر کی نماز سے پہلے ختم کر لیتا، اس کے بعد روٹی کھاتا۔ اور کھانا کھا کر چھٹی کے وقت میں اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ مہینے کے بعد والد صاحب نے عربی شروع کرا دی۔ آپ کے والد صاحب کو نماز تہجد کا بڑا اہتمام تھا۔ اس لئے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کو اخیر شب میں سویرے ہی اٹھا دیا کرتے تھے کہ شروع ہی سے اس کی عادت پڑ جائے۔ مولانا محمد صاحب تو اٹھ کر طویل نفلیں پڑھا کرتے۔ مگر مولانا محمد یحییٰ صاحب مختصر نوافل پڑھ کر کتاب دیکھنے میں لگ جاتے کہ طبیعت اس پر مجبول تھی۔ مولانا فرماتے تھے کہ والد صاحب کو وضو کے اوراد کا خاص اہتمام تھا، اور ہم پر بھی امر تھا کہ پابندی کریں مگر مجھے علم کی دھن تھی اس لئے میں وضو کرتا ہوا بھی فارسی اور عربی کے لغات یاد کیا کرتا تھا۔ والد

---

لہ مشائخ کاندھلہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں: میرے والد صاحب دودھ چھٹنے کے زمانے میں پاؤ پارہ یاد کر چکے تھے اور سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر چکے تھے، اور اس کے ساتھ میرے دادا سے مخفی اپنے چچا جان رحمۃ اللہ علیہ سے فارسی بھی سکندرنامہ، زلیخا، بوستان وغیرہ بھی پڑھ چکے تھے۔ (آپ بیتی ۳ ص ۲۹)

مہ تذکرۃ الخلیل کے الفاظ ہیں لیکن حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ شام کو اپنے شوق سے ابتدائی عربی شروع کر دی تھی۔ (آپ بیتی ۳ ص ۲۹)



صاحب میری زبانی کو سنتے تو ملامت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ خوب وضو کی دعائیں پڑھی جا رہی ہیں شرم کی بات ہے۔"

## نوعمری میں علمی استعداد

آپ کی علمی استعداد اور علوم نقلیہ کے ساتھ فنون عقلیہ کی مہارت تامہ اس کم عمری ہی میں مسلم اور مشہور ہونے کے ساتھ علمائے عصر میں حیرت کی نظر سے دیکھی گئی کہ بڑوں بڑوں کو مولانا سے علمی مکالمہ میں فخر تھا۔ عربی ادب میں آپ کو اتنی مہارت تھی کہ نظم و نثر دونوں بے تکلف لکھ لیتے ہیں۔ مولانا فرماتے تھے کہ:

"تمام ادب میں استاد سے میں نے صرف مقامات حریری کے نو مقالے پڑھے ہیں، اور وہ بھی اس طرح کہ استاد نے کہہ دیا تھا کہ میرے مکان کو آتے جاتے راستہ میں پڑھ لیا کرو۔ اس لئے میں ساتھ جاتا اور راستہ میں پڑھا کرتا، اور اکثر جگہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ اس لفظ کے معنے مجھ کو معلوم نہیں خود دیکھ لینا۔"

ادب کے یہ استاد حضرت شیخ الہند کے بھائی مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی تھے، مولانا ہمیشہ ان کا احترام کرتے اور استاد کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔ دیوبند آپ کا قیام چند روز رہا، روزانہ نصف مقامہ یا اس سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ منطق آپ نے دیوبند سے آکر کاندھلہ میں مولانا عبداللہ صاحب سے پڑھی جو مدرسہ عربیہ کاندھلہ میں مدرس اور معقولات میں مشہور تھے۔ مگر وہ علم ادب سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے آپ ظہر کے بعد پہلے گھنٹہ میں ان سے حمد اللہ پڑھتے تھے اور دوسرے گھنٹے میں وہ آپ سے مقامات پڑھتے تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ میں نے حمد اللہ اٹھارہ دن میں پڑھی۔ ظہر کے بعد اس کا سبق ہوتا تھا۔ میں صبح ہی حمد اللہ اور اس کے حواشی لے کر نانی اماں کے مکان کی چھت پر جا بیٹھتا، اور بارہ بجے اتر کر کھانا کھاتا۔ بعض اوقات حمد اللہ کے سبق میں استاد سے بحث ہو جاتی کہ میں جو مطلب سمجھا ہوتا وہ اس کو غلط بتاتے اور دوسرے عنوان سے تقریر کرتے، میں کہہ دیتا کہ مطلب تو یہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں، مگر گفتگو مقامات

کے گھنٹہ میں ہوگی، ورنہ میرا سبق ناقص رہ جائے گا۔ مولانا فرماتے تھے کہ سلم العلوم مجھے ازبر یاد تھی اور میں نے تسبیح لے کر اس کی عبارت کو از اول تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے۔ ادب کی اکثر کتابیں آپ محض حافظہ سے لکھ دیا کرتے تھے اور چلتے پھرتے نہایت بے پروائی سے پڑھا دیتے تھے۔

ادب اور منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں، مگر دہلی میں حدیث پڑھنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ نے حدیث حضرت گنگوہی قدس سرہ سے پڑھی تھی، اور آپ کو حضرت سے بہت ہی عقیدت تھی، اس لئے آپ کا اصرار تھا کہ حدیث اگر پڑھوں گا تو حضرت گنگوہی سے، ورنہ نہیں پڑھوں گا، جب کہ حضرت گنگوہی اپنے امراض و عوارض کی بناء پر چند سال سے دورہ حدیث کی تدریس بند کر چکے تھے۔

مدرسہ حسین بخش میں امتحان کا زمانہ قریب آیا تو بخاری شریف کے امتحان میں آپ کا نام بھی لکھ دیا گیا، حالانکہ آپ نے اس کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا تھا۔ اہل مدرسہ نے آپ کے والد صاحب پر زور دیا کہ آپ بخاری شریف کا امتحان ضرور دیں، والد صاحب نے کہا، دے لیجئے کیا حرج ہے، ابھی پانچ مہینے باقی ہیں، اس میں پڑھ لو۔

چنانچہ یہ پانچ مہینے نظام الدین کے ایک حجرے میں اس طرح گذارے کہ خود مسجد کے رہنے والوں کو آپ کی وہاں موجودگی کا علم نہیں تھا۔ دو لڑکے مقرر تھے جو روٹی اور وضو کے لئے وہاں پانی پہنچا دیتے۔ مولانا فرماتے تھے کہ اسی دوران کاندھلہ سے میرے نکاح کی طلبی کا تار آیا تو لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ وہ عرصہ سے یہاں نہیں ہے نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ جب ان دو طالب علموں کو خبر ہوئی تو مجھے بھی تار کی اطلاع ہوئی۔ غرض اس دوران میں نے بخاری شریف سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ اور فتح القدیر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی کہ مجھے خود حیرت ہے۔ بخاری شریف کے امتحان کے ممتحن حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تھے، انھوں نے



میرے جوابات کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ایسے جوابات تو مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔ اسی بناء پر حضرت سہارنپوری جب گنگوہ حاضر ہوئے تو حضرت گنگوہیؒ سے سفارش کی کہ ایک مرتبہ دورۂ حدیث میری خاطر سے مولوی محمد یحییٰ کو ضرور پڑھا دیجئے کہ ایسا شاگرد حضرت کو نہ ملا ہو گا۔ چنانچہ حضرت گنگوہی نے منظور فرمالیا۔

مولانا نور الحسن راشد نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بیاض کبیر ص۳۵ کے حوالے سے حضرت گنگوہی قدس سرہ کا درج ذیل مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے نام ہے اور جس میں اس منظوری کی اطلاع دی گئی ہے۔

"از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون! مطالعہ فرمانید۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ حسب حکم آپ کے مولوی محمد صدیق کو دہلی جانے کا ہی مشورہ دیا جائے گا، آپ مطمئن رہیں۔ در باب مولوی محمد یحییٰ جیسے آپ کی رضا ہو، بندہ کو عذر نہیں، اگر قلیل کثیر کا خیال نہ لاویں نفس شرکت منظور ہے تو بندہ کی طرف سے اجازت ہے، تشریف لاویں، اور ایسی حالت میں جس قدر بندہ کو صرف وقت کرنا منظور ہے وہ صرف کرتا ہوں، اس سے زیادہ سے بہر حال عاجز ہوں۔

فقط والسلام"

## گنگوہ میں حدیث پڑھنا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔ ۱۳۰۰ھ سے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے امراض اور عوارض کی کثرت سے سالانہ دورہ کو ملتوی فرما دیا تھا، اور تین چار سال کے تسلسل پر میرے والد صاحب کے اصرار اور حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کی سفارش پر کہ میری

---

لہ تذکرۃ الخلیل۔ ٹہ الفرقان ص۵۹ ۱۸۹۰ء، مولانا راشد لکھتے ہیں کہ خط کے لفافہ پر صرف ۱۵ر شوال لکھی ہوئی ہے سنہ نہیں ہے۔ لفافہ پر گنگوہ کے ڈاک خانہ کی مہر ۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء (۱۳۱۰ھ)

درخواست پر ایک دورہ اور پڑھا دیجئے۔ اس پر حضرت قدس سرہ نے یکم ذیقعدہ ۱۱ھ کو ترمذی شروع کرائی، جو صرف ایک گھنٹہ ہوتی تھی کہ امراض کی کثرت اور عوارض کی شدت کی وجہ سے اس سے زیادہ وقت نہ ملا، اسی وجہ سے یہ دورہ دو سال میں ہوا، اور ترمذی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ کو یعنی چودہ ماہ کے اندر ختم ہوئی۔ اس کے چار دن بعد ابوداؤد شریف شروع ہوئی یعنی ۲۲ ذی الحجہ کو شروع ہوئی۔ اس کے بعد چونکہ نزول آب کے آثار بھی شروع ہو گئے تھے اس لئے بقیہ کتب کو عجلت سے طلبہ کے اصرار پر ختم کرایا، اور سات ربیع الاول پنجشنبہ ۱۳۱۳ھ کو ابوداؤد ختم فرمائی۔ اور اس کے بعد بخاری شریف دو دن بعد ۹ ربیع الاول شنبہ کے دن شروع ہوئی۔ اور یکم جمادی الاول کو جلد اول ختم ہو کر جلد ثانی شروع ہوئی جو ستر ہ جمادی الثانیہ کو ختم ہوئی۔ اور اس کے بعد چونکہ نزول آب کی شدت ہو گئی تھی، اس لئے نہایت عجلت میں دو ماہ کے اندر مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ پوری فرمائی اور ۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ کو یہ دورہ ختم ہوا۔[1]

## درس حدیث میں مولانا کا التزام اور ترمذی شریف کے ایک باب کے چھوٹ جانے کا قصہ

یہ حضرت کا آخری درس حدیث تھا جو عوارض کے باوجود مولانا محمد یحییٰؒ کی خاطر شروع ہوا۔ اس میں اگرچہ اور حضرات بھی شریک ہوتے، لیکن اس بارات کے دولہا مولانا محمد یحییٰ صاحب تھے۔ مولانا کا التزام تھا کہ کوئی حدیث پڑھنے سے نہ رہ جائے۔ اس لئے آپ نے کاندھلہ جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ والدہ کے اصرار پر ایک بار حضرتؒ نے ان کو خود کاندھلہ بھیجا، اور ان کی غیر موجودگی میں سبق نہ پڑھانے کا وعدہ فرمایا۔ جب واپس آئے تو قاری ایک ولایتی تھا، اس نے ایک باب چھوڑ کر آگے پڑھنا شروع کیا۔ مولانا نے اور

---

[1] آپ بیتی ۹ ص ۱۴، ۱۵۔



دیگر شرکاء نے ہر چند کہا کہ یہ باب نہیں ہوا، مگر ولایتی صاحب نہ مانے، چند مہینے بعد حضرت نے پھر فرمایا کہ مولوی یحییٰ تمہاری والدہ کا تقاضا ہے، جاؤ گھر ہو آؤ۔ عرض کیا حضرت مجھے پہلی ہی مرتبہ کا قلق ہے کہ ایک باب چھوٹ گیا، حضرت نے فرمایا، کل وہی ہو گا۔ اور دوسرے دن بیٹھتے ہی فرمایا، مولوی یحییٰ تمہارا کون سا باب چھوٹ گیا؟ اور حضرت نے وہی باب پڑھایا، اور طویل تقریر فرمائی۔ اتفاق سے قاری آج بھی وہی ولایتی تھے۔ اس باب کے ختم پر ان کے منہ سے نکل گیا کہ کوئی اور باب چھوٹ گیا ہو تو وہ بھی پڑھوا لو۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے غصہ میں فرمایا: چل تو تو باؤلا ہے۔ چند ہی روز بعد وہ طالب علم باؤلا ہو گیا۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسول وغضب اولیاء۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے۔

میں نے بھی کوکب الدری میں اس باب کو اسی جگہ پر رہنے دیا جس جگہ پر حضرتؒ نے پڑھایا تھا، اپنی جگہ پر منتقل نہیں کیا، اور اس کے حاشیہ پر اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔[1]

## حضرت گنگوہیؒ کی تقریریں ضبط کرنا

مولانا محمد یحییٰ صاحب نے اس کا بھی اہتمام کیا تھا کہ حضرت گنگوہی کی تقریر دل کو جو سبق میں سنتے تھے فارغ وقت میں عربی میں قلم بند کر لیتے تھے، جو ہر کتاب کی مستقل تعلیق اور نادر الوجود شرح بن گئی۔ امام ربانی کے یہی درسی افادات ہیں جو بعد میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تعلیقات کے ساتھ "الکوکب الدری" اور "لامع الدراری" کے نام سے شائع ہوئے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

---

[1] آپ بیتی [illegible] ترمذی شریف کے ص ۳۳ ج ۲ باب ما جاء فی الدعاء بین الاذان والاقامۃ ہے جو کوکب کے ص ۱۹۲ پر باب الساعۃ التی ترجیٰ فی یوم الجمعۃ اور باب ما جاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر کے درمیان آیا ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کی جامع تقاریر کوکب الدری علی جامع الترمذی، لامع الدراری علی جامع البخاری، کے نام سے مطبوع ہو چکی ہیں اور ان ہی کے بقدر الدر المنضود علی سنن ابی داؤد، غیر مطبوع ہے نیز میرے والد صاحب قدس سرہٗ کی مختصر تقاریر صحیح مسلم، النسائی شریف ابن ماجہ بھی موجود ہیں، جن کی طباعت کی تمنا دل کے دل ہی میں رہتی ہے

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ ۱۲۹۸ھ میں حدیث کے طالب علم بن کر گنگوہ گئے تھے مگر اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر امام ربانیؒ کے یہاں ایسا اعتماد حاصل کر لیا کہ طالب کے بجائے مطلوب بن گئے اور پورے بارہ سال حضرتؒ کی خدمت میں گذار دیئے

## حضرت سہارنپوریؒ کا خلافت عطا فرمانا

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

"آخر کوئی چیز تھے کہ امام ربانیؒ حضرت گنگوہیؒ کو اولاد سے زیادہ پیارے ہوتے اگر حضرت ان کو بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے تھے۔ اور کسی ضرورت سے وہ چند منٹ بھی ادھر اُدھر ہو جاتے تو امام ربانیؒ بے چین اور بے کل ہو جایا کرتے تھے۔ بارہ برس کامل اس لاڈ اور پیار میں گذرے کہ کوئی اس کی نظیر بیان نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ امام ربانی کا وصال ہو گیا، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے جن کی دوربین بصیرت بارہ برس پہلے سمجھ چکی تھی کہ مولوی یحییٰ کوئی چیز ہیں، گنگوہ جا کر وہ عمامہ جو آپ کو مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے دست مبارک سے عطا ہوا اور اصل چیتھڑوں پر سیا ہوا اب تک محفوظ رکھا ہوا تھا یہ کہتے ہوئے اپنے دست مبارک سے مولوی محمد یحییٰ کے سر پر رکھ دیا کہ اس کے مستحق تم ہو اور میں آج تک اس کا محافظ و امین تھا، الحمد للہ کہ آج حق کو حق دار کے حوالے کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔"

---

۱؎ آپ بیتی ۶ صفحہ ۱۰۱۔ ۲؎ تذکرۃ الخلیل صفحہ ۱۹۳۔



## مظاہر علوم میں تدریس حدیث

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بھی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ گنگوہ میں اقامت پذیر رہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ چونکہ آپ کی ذہانت و ذکاوت کو اس وقت جانچ چکے تھے جب آپ دہلی میں طالب علم تھے اور بارہ برس حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں رہنے سے آپ کی علمی استعداد کی گہرائی گیرائی اور حدیث میں تبحر کا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے حضرت سہارنپوریؒ کی تمنا تھی کہ کسی طرح مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے آجائیں، اس لئے دو سال تو مولانا کو کتابیں ختم کرانے کے لئے سال کے اخیر میں بلاتے رہے۔ اور تیسرے سال مستقل قیام پر زور دیا چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے آپ مستقل طور پر گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہو گئے، اور ساڑھے پانچ سال تک برابر مدرسہ میں حسبۃً للہ درس حدیث دیتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ کے وصال پر ختم ہوا۔

## تجارتی کتب خانہ کا قیام

مولانا کے محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے درس حدیث کا کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ بظاہر معاش کے لئے ایک تجارتی کتب خانہ قائم کر رکھا تھا، جس کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، مگر یہ کتب خانہ بھی محض ایک پردہ تھا انھوں نے یہ کتب خانہ بھی ذریعہ معاش کے لئے نہیں بلکہ محض حسبۃً للہ اشاعت دین کی نیت سے قائم کیا تھا، ورنہ ان کا اصل ذریعہ معاش توکل تھا، حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔

"والد صاحب کے انتقال کے وقت ۸ ہزار روپے ان پر قرض تھا، اس میں ان کی تجارت کو بہت زیادہ دخل تھا، خاص طور سے بہشتی زیور کی طباعت ان کے زمانے میں دس بارہ ہزار سالانہ کی ہوتی تھی، کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرتا تھا جس میں بہشتی زیور کا کوئی حصہ بلالی پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ میں زیر طبع نہ ہو، میرے والد صاحب کے قرضے میں پریس کے بھی چار

پانچ ہزار باقی تھے۔ ان کے زمانے میں ساڑھے تین آنے فی حصہ عام اس کی قیمت رہی اور ۲ پیسے فی حصہ اس کی پڑت تھی اور تاجروں کو ہمیشہ نصف قیمت پر یعنی سات پیسے پر دیا جاتا تھا اور عوام کو بھی اکثر بالخصوص مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ پر اور دارالعلوم دیوبند شاہ کے دستار بندی کے جلسے پر سب کتابیں جلسے کے ایک دن کے لئے اور دارالعلوم کے تین دن کے لئے نصف قیمت ہو گئی تھی۔ بہت سے لوگوں کو بہشتی زیور کامل کے پانچ سات نسخے اس طرح پر دیئے جاتے تھے کہ جب فروخت ہو جاویں آدھی قیمت مجھے دے دیں، آدھی خود رکھ لیں۔

## مولانا کا سوز و گداز

مولانا محمد یحییٰ صاحب عجیب باغ و بہار طبیعت لے کر آئے تھے، بکاءٌ باللیل، بسّامٌ بالنہار (رات کو بہت رونے والے، دن کو بہت ہنسنے والے) آپ کی صفت تھی، ادھر گریہ طاری ہے، ادھر دوستوں کو اپنے نکتوں اور بذلہ سنجیوں سے ہنسا رہے ہیں، دیدۂ گریاں، رخ خنداں، دل بریاں اور زبان گل افشاں کا پورا مجموعہ تھے، دل کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی، معمولی آدمیوں کی طرح رہتے تھے۔ کوئی ان کے ظاہری طرز و انداز سے ان کے باطنی کمالات اور اعلیٰ درجات کا پتہ نہ لگا سکتا تھا، بظاہر ہنس رہے ہیں اور دوسروں کو ہنسا رہے ہیں لیکن سوزش درونی نے سارے اندرون کو جلا کر خاکستر بنا رکھا تھا۔ رات رات بھر صحن میں ٹہل کر انتہائی بے قراری اور بے تابی میں گزارتے تھے اور فراقیہ اشعار برزبان ہوتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میری ہڈیوں کا گودا پگھل چکا ہے۔ اب صرف ڈھانچہ باقی رہ گیا ہے[2]

حضرت شیخ[3] فرماتے ہیں۔

میں نے رات کو بلبلا کر روتے ہوتے اور ہچکیاں مار کر روتے ہوئے، جیسا کوئی بچہ مکتب

---

[1] آپ بیتی ص۲ صفحہ۔ [2] سوانح حضرت شیخ از مولانا سید ابوالحسن ندوی ص۲۲۔ [3] مشائخ کا مذاکرہ ص۲۲۔



میں پٹ رہا ہو، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور اپنے والد ہی کو دیکھا ہے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تو روتے ہوئے ہندی کے دوہے بھی بہت پڑھا کرتے تھے، سنا یہ ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں بھی ظہر کے بعد جب کواڑ بند ہو جاتے تھے بعض اوقات گریہ اور ہچکیوں کی آواز سہ دری تک آتی تھی[1]

## مولانا کی فیاضی

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

میں نے بارہا دیکھا کر کھانے کا وقت ہوتا تو سارے طلبہ سے کہتے اپنے اپنے کھانے لے آؤ، اور جب مختلف قسم کے کھانے سب لے آتے، کسی کو دال ملی کسی کو ساگ، کوئی گوشت لایا اور کوئی ترکاری، تو اپنے گھر سے بھی کھانا منگاتے اور ایک طشت یا کونڈے میں سب کھانوں کو مخلوط کر کے فرماتے، کھاؤ بسم اللہ۔

طلبہ کی اکثر دعوتیں کیا کرتے اور خفیہ طور پر ان کی تمامی ضروریات مالیہ پوری فرماتے۔ یتامیٰ و بیوگان اور یگانہ و بیگانہ محتاجوں کی پوشیدہ طریق سے اتنی خدمت کرتے کہ ننھے والا حیران رہ جاتے، سادگی اور اپنے نفس کی طرف سے استغنا کا یہ عالم تھا کہ شاید گھر میں پانچ روپے کا قلعی بھی ایک دفعہ نہیں ڈلوایا مگر مصارف خیر پر خرچ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت انتقال ہوا تو آٹھ ہزار روپے کے مقروض تھے اور کسی کو خبر بھی نہ تھی کہ کس مد میں قرض ہوا[2]

## مولانا کی سادگی اور تواضع

حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی سادی زندگی کو دیکھنے والے تو اب تک بکثرت موجود ہیں ان کے لباس یا طرز معاشرت سے کوئی ان کو مولوی بھی نہیں سمجھتا تھا، کپڑے زیادہ تر میل خورہ پہنتے تھے[3]

---

[1] اکابر کا رمضان ص۲۶۔ [2] تذکرۃ الخلیل ص۱۹۵۔ [3] آپ بیتی ص۲ ص۳۲۔

## قرآنِ پاک سے شغف

مولانا کو قرآن کریم سے بہت ہی شغف تھا، اور تلاوت کا کثرت سے معمول تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ میری درخواست پر آپ رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو دیکھا کہ دن بھر چلتے پھرتے پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی اس لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلیٰ پر آ گئے، اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ کہیں لکنت تھی نہ تشابہ، گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں، تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ نہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی حاجت"۔

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی لکھتے ہیں

"حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ کو قرآن شریف سنانے کے لئے کاندھلہ تشریف لاتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن مجید سنا کر واپس تشریف لے جاتے۔ جس سال ذیقعدہ میں آپ کا وصال ہوا اس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید سنایا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے"۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔

"والد صاحب کو رمضان المبارک میں میری طرح سے بخار نہیں آتا تھا، بخار کا الطیفہ حضرت شیخؒ کے معمولات رمضان میں آئے گا۔ ناقل، دوستوں کے اصرار پر ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں جا کر دو شب یا زیادہ سے زیادہ تین شب میں تراویح میں ایک قرآن پڑھ کر واپس آ جاتے تھے، مساجد

---

لے تذکرۃ الخلیل ص۱۴۳، ۱۵۰۔ لے مشائخ کاندھلہ ص۲۳۶۔



میں عموماً تین شب میں ہوتا تھا، غیر مساجد میں ایک یا دو شب میں بھی ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ شاہ زاہد حسین صاحب مرحوم کے اصرار پر دو شب کے اندر قصبہ بہٹ میں ان کے مردانہ مکان میں قرآن پاک سنا کر آئے تھے، مسجد نواب والی قصاب پورہ دہلی میں بھی ایک دفعہ کا قرآن سنانا مجھے یاد ہے، عزیزی مولوی محمد نصیر الدین سلمہ، حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کی مسجد میں ایک مرتبہ قرآن پاک سنا رہے تھے، میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کسی سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے حکیم اسحٰق صاحب کی بیٹھک میں استراحت فرما رہے تھے، نصیر الدین کا چودھواں پارہ تھا، سامع بار بار لقمہ دے رہا تھا، وہ باوضو تھے، مسجد میں تشریف لے گئے، نصیر الدین کو سلام پھیرنے کے بعد مصلّے سے ہٹا کر سوا رکعت میں سوا پارے ختم کر دیئے"۔

بعض اعزہ کے اصرار پر کاندھلہ میں امی بی رحمۃ اللہ علیہا کے مکان پر اخیر زمانہ میں ایک دفعہ قرآن سنانے کا حال تو مجھے بھی معلوم ہے، اور اپنی جوانی کا وہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ساری رات نوافل میں قرآن سنانے میں گذر تی تھی، چونکہ ہمارے یہاں نوافل میں چار سے زیادہ مقتدیوں کی اجازت نہیں، اس لئے مستورات تو بدلتی رہتی تھیں اور میرے والد صاحب مسلسل پڑھتے رہتے تھے"۔

## ورع و تقویٰ

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"میرے والد صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا، نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کی دکان تھی، گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دکان تھی، جس کا نام اسمٰعیل تھا، اس کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا سردی کے زمانہ میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے، اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو

---

لے آپ بیتی نمبر ۶ ص۱۴۷، ۱۴۸۔

جاتا تھا تو یہ فرماکر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے۔ تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی بھی نہیں لی۔

## زہد اور دُنیا سے بے رغبتی

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں، میرے والد صاحب کو میں نے جب سے ہوش سنبھالے، مقروض پایا اور اخیر تک مقروض ہی رہے۔ انتقال کے وقت بھی آٹھ ہزار قرض تھا۔ اور یہ قرض یا ذاتی اخراجات پر نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کو ایک جذبہ تھا اکابر کی کتابوں کی اشاعت کا، جو مجھ سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا..... اور اس کے ساتھ ہی میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا معمول تھا کہ رات کو اپنے پاس کوئی پیسہ نہیں رکھتے تھے، اگر روپیہ پیسہ پاس سے زائد ہوا تو کسی قرض خواہ کو دے دیا، اور کم ہوا تو ہم بچوں کو دے دیا، اور یوں فرمایا کرتے کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ رات کو اگر موت آجائے تو میری ملک میں کوئی پیسہ ہو۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات میرے اکابر کے بہت کثرت سے رہے۔

## اتباعِ سُنّت کی اہمیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں، میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مشہور مقولہ تھا جو سینکڑوں دفعہ سنا ہوگا کہ اتباعِ سنت کے ساتھ اتباع کی نیت سے پاخانہ میں جانا خلافِ سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

## مولانا کا طرزِ تعلیم

مولانا کا طرزِ تعلیم بھی عجیب اور نرالا تھا، اور تعلیم کے معاملہ میں مجتہد تھے، ان کے یہاں درس نظامی کی پابندی نہیں تھی بلکہ ہر شخص کی حیثیت کے مطابق کتاب تجویز ہوتی تھی۔ الفیہ ابن مالک کا سبق

---

لہ آپ بیتی ۔۔۔ ۔ ۲ہ اکابر علماء دیوبند ۔۔۔ ۔ ۳ہ آپ بیتی ۔۔۔



روزانہ حفظ سنا کرتے تھے۔ ان کے یہاں ہدایۃ النحو اور کافیہ ایک ساتھ ہوتی تھیں۔ کافیہ کی ترتیب پر جتنا سبق شام کو کافیہ کا مناسب ہوتا اس کے بقدر صبح کو ہدایۃ النحو ہوتی تاکہ کافیہ کے مطالعہ کے لئے کام دے، اسی طرح قدوری اور کنز ایک ساتھ ہوتی تھیں، کنز کی ترتیب پر ان کے یہاں پہلے قواعد زبانی یاد کرائے جاتے تھے اور اس کے بعد تختی پر یا رجسٹر کا غذوں پر ان قواعد کا اجرا کرایا جاتا تھا۔ ادب پر بہت زور تھا۔ نحو میر کے ساتھ ہی عربی سے اردو اور اردو سے عربی بنوانے کا اہتمام تھا۔ ادب میں چہل حدیثوں کا بہت دستور تھا۔ ادب کی کتابوں میں وہ محشی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے۔

ان کے یہاں رمضان میں تعطیل نہیں ہوتی تھی، البتہ رمضان کی کتابیں علیحدہ ہوجایا کرتی تھیں۔ وہ مدارس کے موجودہ طرزِ تعلیم کے بہت ہی خلاف تھے، فرمایا کرتے تھے کہ اس سے استعداد پیدا نہیں ہوسکتی۔ مدرس تو رات بھر مطالعہ دیکھے اور سبق میں ساری تقریریں کرے، طلبائے عظام کا احسان ہے کہ وہ سنیں یا نہ سنیں، ادھر ادھر مشغول رہیں، ان کے یہاں سارا بار طالب علم پر رہتا تھا، وہ مطالعہ دیکھے اور سبق کی تقریر کرے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کا کام صرف یہ ہے کہ وہ نہوں کرے یا ہوں ہوں۔

مولانا کو خاص ذوق تھا کہ بچوں کو گھیر گھار کر عربی تعلیم میں ڈالتے، اور ان سے بے پناہ شفقت فرماتے۔ وہ احادیث کے اسباق کے مقابلے میں ابتدائی کتابیں پڑھانے کا زیادہ اشتیاق رکھتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ بنیاد ابتدا سے پڑتی ہے، استعداد کی بھی اور صلاح و تقویٰ کی بھی۔ اور جب بنیاد خراب ہوجاتی تو پھر اخیر میں تعمیر اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ تدریس حدیث کے زمانے میں مدرسہ سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ مجھے ابتدائی سبق دے دو مگر اہل مدرسہ اس کو کیسے مانتے، انھوں نے ایک مرتبہ مدرسہ میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ درجہ

---

لہ آپ بیتی ۔۔۔ ۲ہ آپ بیتی ۔۔۔ ۳ہ ایضاً ۔۔۔ ۴ہ ایضاً ۔۔۔ ۵ہ ایضاً ۔۔۔ ۶ہ تذکرۃ الخلیل ۔۔۔

ابتدائی کا مدرس ایسا ہونا چاہیئے، جس نے شرح جامی سے اوپر کچھ نہ پڑھا ہو، ایک دو ہوشیار سمجھداروں کو ابتدائی کتب مجھ سے پڑھوا کر اور بعد کی تعلیم بند کر کے مدرس بنا دیا جائے، وہ فرماتے تھے کہ پورا مولوی ہمیشہ ترقی کی فکر میں رہتا ہے، اور جب اس کو متوسط مل جاتی ہیں تو ابتدائی میں اس کی توجہ نہیں رہتی، اور جب اس نے شرح جامی سے اوپر پڑھا نہیں ہوگا، تو وہ اوپر کی کتابیں نہیں مانگے گا۔[1]

مولانا کو طحاوی شریف سے بڑی مناسبت تھی، ان کی خواہش تھی کہ طحاوی مشکوٰۃ شریف کے ساتھ ساتھ پڑھائی جاتے، انھوں نے قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد طحاوی کی اردو شرح لکھنی شروع کی تھی، جس میں اسانید کو چھوڑ کر متن حدیث کا ترجمہ کررات کے حذف کے ساتھ اور امام طحاوی کی نظر کا ترجمہ بسط و تفصیل کے ساتھ کیا تھا۔[2]

مولانا کے یہاں تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ زور ترک تعلقات پر تھا وہ فرمایا کرتے تھے

"آدمی چاہے کتنا ہی غبی اور کند ذہن ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں تو وہ کسی وقت ذی استعداد بن کر رہتا ہے، اس کے برخلاف وہ جتنا بھی ذی استعداد اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکہ ہے تو وہ اپنے جوہروں کو کھو کر رہے گا۔"

## علالت اور وفات

مولانا محمد یحییٰ صاحب کی علالت ایک دن سے بھی کم رہی، ۹ ذیقعدہ جمعہ کی صبح سے طبیعت میں اضمحلال اور افسردگی تھی، جمعہ کی نماز دار الطلبہ (مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) میں اطمینان سے پڑھائی، جمعہ کے بعد حسب معمول کھانا کھا کر لیٹ گئے، تو کچھ معمولی اسہال کا سلسلہ شروع ہوا، جو عشاء تک بڑھتا رہا، عشاء کے بعد مولوی عبداللہ جان صاحب وکیل کی کوٹھی پر ایک سفارش کے لئے

---

[1] آپ بیتی ۵ ص ۱۵۱ [2] ایضاً ص ۱۵۲۔



جانے کا قصد کیا، لیکن مولانا محمد الیاس اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے عرض کیا کہ ہم آپ کا پیغام پہنچا دیں گے، آپ تکلیف نہ فرمائیں، علاج سے اسہال تو بند ہو گئے مگر احتباس ہو گیا، اس کے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، اگلے دن صبح ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو انتقال ہو گیا، اخیر وقت میں مولانا محمد الیاس صاحب چارپائی کی غربی جانب کھڑے ہوئے یٰسین شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت مولانا کی زبان پر ضرب کے ساتھ بجہر اسم ذات کا ذکر نہایت شدت اور سرعت کے ساتھ جاری تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

"اور ان کی ضرب کے ساتھ یہ ناکارہ بھی اسم ذات کا ذکر نہایت شدت جہر کے ساتھ بغیر اختیار کر رہا تھا، ان کی اللہ کے ساتھ میری اللہ بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی، جو لطف لذت اس وقت کے ذکر بالجہر میں آ رہی تھی وہ آج تک کبھی نصیب نہیں ہوئی۔"

محلہ کے قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی، حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کا مزار بھی وہیں ہے، انتقال ۸ بجے ہوا، اور دس بجے تدفین سے فراغت ہو گئی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

## وفات کے بعد

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں، "میرے والد صاحب قدس سرہٗ کے انتقال پر چند واقعات بڑے عجیب پیش آئے، تقریباً چھ ماہ دن میں یا رات میں جب بھی میں سوتا تھا والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھتا تھا اور خواب میں خوب محسوس ہوتا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے، اور میں ان کو خواب میں دیکھ رہا ہوں، بہت سی باتیں ان سے اس عنوان سے دریافت کیں کہ ایک بات جلدی سے یہ بتلا دیجئے، پھر تو میری آنکھ کھل جائے گی، اس زمانے میں بہت سے ایسے حضرات بھی تعزیت کے لئے آتے جن کو اللہ تعالیٰ نے کشف قبور کی دولت سے نوازا تھا، چنانچہ ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا یحییٰ صاحب نے

---

[1] آپ بیتی ۵ ص ۱۰۵ تا ۱۱۲ ملخصاً۔

مجھے چند بیانات دیتے ہیں۔

۱۔ میرے قرضہ کا بالکل فکر نہ کر، کیونکہ مجھ پر اس کا بالکل بار نہیں۔

۲۔ فلاں شخص کی وجہ سے مجھ پر کوئی گرفت نہیں اس کو اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے بہت نقصان ہوا۔

۳۔ اللہ والوں سے بہت ڈرتے رہیے ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ پہلے دو نمبر تو بالکل صحیح ہیں، میری بھی سمجھ میں آگئے ...... لیکن ۳ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ الٹی تو بہر حال الٹی ہے، لیکن ابا جان کا یہ ارشاد کہ اللہ والوں سے ڈرتے رہو ان کی الٹی بھی سیدھی ہے، سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت رائپوری نے میرے اس اشکال کے جواب میں فرمایا اور بہت ہی صحیح فرمایا کہ یہ تو تم نے صحیح کہا کہ الٹی بات بہر حال الٹی ہے، لیکن اہل اللہ کے قلوب میں اگر کسی کی طرف سے تکدر پیدا ہو جائے خواہ وہ کسی غلط بات کی ہی وجہ سے پیدا ہو تو ان کے پاک دل کا تکدر رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ اس شخص کو کسی مصیبت میں پھانس دیتا ہے۔ یہ بات میری خوب سمجھ میں آگئی۔ اور اس کے نظائر بھی دیکھے۔[1]

## حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ

مولانا محمد یحییٰ صاحب کا پہلا نکاح حافظ مولوی محمد یوسف کاندھلوی کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ سے ہوا، مگر وہ لاولد فوت ہوئیں دوسرا نکاح ان کی چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحی سے ہوا، یہ حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ خاندان کی دوسری بیبیوں کی طرح یہ بھی تقوے و طہارت میں ممتاز تھیں، حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا نکاح میری حقیقی خالہ مرحومہ سے ہوا جو میری

لہ آپ بیتی ج۲ ص۴۲ ، ۴۳۔



والدہ کی بڑی حقیقی بہن تھیں، ان کے بعد میری والدہ سے جلد ہی نکاح ہو گیا تھا، یہ تو مجھ سے بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تیری خالہ کے انتقال کے بعد اس کے حسن صورت، حسن سیرت کی وجہ سے تیری والدہ کے نکاح کے لئے بہت ہی دعائیں کیں اور بڑی ہی کوششوں سے تیری والدہ سے نکاح ہوا۔[1]

مرحومہ سے صرف دو اولادیں ہوئیں۔ ایک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ۔ دوسری آپ کی ہمشیرہ بی بی عائشہ۔ عائشہ کا نکاح مولوی محمد شعیب ابن حافظ محمد یونس کاندھلوی سے ہوا، ایک لڑکی عامرہ یادگار ہیں جو مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری سے منسوب ہوئیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب کی وفات کے دن ہی حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ کو بخار ہو گیا جو تھوڑے دنوں بعد تپ دق کی شکل اختیار کر گیا۔ اور مولانا کی وفات کے دس مہینے کچھ دن بعد ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کو شبِ قدر میں نماز تراویح کے وقت مرحومہ کا انتقال ہوا نماز جنازہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے پڑھائی۔[2]

لہ آپ بیتی ج۲ ص۱۳۵۔ ۲ہ آپ بیتی ج۲ ص۸۱ ، ۸۳۔

باب دوم

# ولادتِ باسعادت
# تعلیم وتربیت

**ولادت**

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو رات کے گیارہ بجے کاندھلہ میں، آپ کی والدہ کی سوتیلی نانی کے گھر میں ہوئی، جو اماں مریم کے نام سے مشہور تھیں۔ بڑی عابدہ و زاہدہ اور فیاض خاتون تھیں۔ خاندان کے اکابر تراویح سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر جانے کے بجائے پہلے وہاں گئے اور مبارکباد دی۔ انہوں نے اپنی فیاضی سے بہت سی مٹھائی منگوائی اور مبارکباد دینے والوں کو ان کی حیثیت کے موافق دی، بڑی چہل پہل رہی۔[1]

آپ کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نظام الدین دہلی میں تھے۔ پوتے کی پیدائش کی خبر سنی تو بے ساختہ فرمایا "ہمارا بدل آگیا" چنانچہ اسی سال ۴ شوال میں انتقال فرمایا۔[2]

**عقیقہ و تسمیہ**

ساتویں روز عقیقہ کے لیے مولانا محمد یحییٰ صاحب گنگوہ سے کاندھلہ تشریف لائے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

"میری ابتدائی عمر میں میرے سب بڑوں کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اپنے والدین یا اپنے کسی بڑے کے سامنے گود میں لینا تو درکنار، اس کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا، انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ میری پیدائش کے ساتویں دن وہ، دوپہر کے وقت میں، رمضان کا مہینہ تھا، سب سو رہے تھے، میری

---

[1] شریعت و طریقت ص ۳

[2] شریعت و طریقت ص ۵

والدہ کی نانی کے مکان پر، جہاں میں پیدا ہوا تھا، تشریف لائے، میری والدہ کی نانی کو مجھ سے بہت ہی محبت تھی، انہوں نے میرے عقیقے کے لیے، سُنا ہے کہ بہت ہی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ سارے محلہ اور برادری اور دُور دُور تک اقربا کو دعوت دینے کا ارادہ تھا، اور تاریخ مقرر کرنے کے مشورے ہو رہے تھے، وہ (حضرت والد صاحبؒ) ساتویں دن میری والدہ کی نانی کے مکان پر آئے اور گھر میں ایک عورت تھی اس کو آواز دے کر فرمایا کہ ذرا بچے کو دروازے پر لے آ، میری والدہ کی نانی نے خیال کیا کہ پدری محبت نے جوش کیا، بچے کو دیکھنے کو جی چاہ رہا ہوگا، انہوں نے ایک ننھا لچہ پر، جس پر میں پڑا ہوا تھا، عورت کے ہاتھ دروازے پر بھیج دیا۔ والد صاحب نائی کو ساتھ لائے تھے، میرے بال کٹوا کر ان کو ایک پڑیا میں لپیٹ کر اس عورت کے ہاتھ گھر میں بھیج دیے کہ بال میں نے کٹوا دیے، بکرے تم کٹوا دیجو، اور ان بالوں کی بقدر چاندی صدقہ کر دو۔ میری نانی کو بہت صدمہ ہوا کہ ساری امنگیں اور حوصلے خاک میں مل گئے"۔ [1]

بچہ کے دو نام رکھے گئے۔ محمد موسیٰ، محمد زکریا اور اسی دوسرے نام نے شہرتِ عام پائی اور آپ اسی سے مشہور و مقبولِ عوام و خاص ہوئے۔ [2]

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲ صـ ۱۳۴

[2] مقدمہ اوجز



## کاندھلہ سے گنگوہ تشریف بری

اس وقت آپ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا قیام حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں مستقل طور پر گنگوہ رہا کرتا تھا، ضرورتاً کاندھلہ اور دہلی آنا ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ وہ بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے حضرت گنگوہیؒ کا جو سرپرستانہ و مربیانہ بلکہ پدرانہ تعلق تھا (جس کا تذکرہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے حالات میں گذر چکا ہے) اس کی بنا پر اس خوش نصیب اور اقبال مند بچہ کو (جس کے لیے مستقبل میں حضرتؒ کے کمالاتِ باطنی کا حامل و امین اور آپ کے علومِ ظاہری کا ناشر و شارح بننا مقدر تھا) آپ کی خصوصی شفقتوں، محبت کی نگاہوں اور مقبول دعاؤں کا جو حصہ ملا ہو، وہ ہر طرح قرینِ قیاس ہے۔ [1]

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"ڈھائی برس کی عمر میں گنگوہ حاضری ہوئی تو وہاں حضرت قطبِ عالم گنگوہی قدس سرہٗ کے سب خدام کے یہاں والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وجہ سے لاڈ ہی لاڈ اور پیار رہتا۔ یہ منظر مجھے اب تک یاد ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے بڑے بھائی حضرت مولانا سید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ اس سیہ کار کو اپنی گردن پر دن بھر بٹھائے رکھتے۔ ایک ٹانگ سینے کے ایک طرف، دوسری ٹانگ دوسری طرف لٹکائے ہوئے میں گردن پر

---

[1] سوانح حضرت شیخ از مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

سوار رہتا، وہ اسی حالت میں اپنے کام میں مشغول رہتے۔ بازار جاتے یا کسی اور کام کو جاتے، تب بھی ان کی گردن پر سوار رہتا۔ نماز کے وقت البتہ آتار دیتے تھے"۔[1]

" اور حضرت قدس سرہٗ کی اس ناکارہ کے والد پر بہت ہی توجہ اور خصوصی تفکر تھی، خادم خاص اور کاتب خطوط اور شریک حجرہ تھے۔ اس لیے حضرت کے خدام میں ہر شخص انتہائی شفقت سے پیش آتا۔ خانقاہ سے باہر ایک مٹھائی کی دکان تھی، ابتو اس دکاندار کا نام تھا، اس نے گویا بیٹا بنا رکھا تھا، جب میں مولانا سید احمد صاحب کی گردن پر سوار اُدھر کو گزرتا تو وہ بیٹا بیٹا کہہ کر اپنی دکان سے بھاگتا اور دو تین مٹھائی کی ڈلیاں میرے ہاتھ پر رکھتا، میرے ہاتھ سے تو وہ سنبھلتی بھی نہ تھیں، حضرت مولانا سید احمد صاحب قدس سرہٗ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے مونڈھے کے اوپر کو چلتے چلتے مجھے کھلا بھی دیتے"۔[2]

" حضرت قدس سرہٗ چار زانو تشریف فرما ہوتے، اور یہ بے ادب، بدتمیز، گستاخ حضرت قدس سرہٗ کے دونوں گھٹنوں پر ایک ایک پاؤں رکھ کر حضرت قدس سرہٗ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر لپٹ کر کھڑا ہو جاتا۔۔۔ یہ بھی خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی معیت میں حضرتؒ کے ساتھ کھانا کھانے کی کئی دفعہ نوبت آئی۔۔۔۔ جب میں حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ شریک نہ ہوتا تو ڈاکٹر عبدالرحمن صاحبؒ اور ان کی اہلیہ محترمہ میرے لیے پلاؤ خاص طور سے رکھا کرتی تھیں۔ حضرت قدس سرہٗ کے سامنے سے جو کچھ بچتا، اس کا واحد وارث میں ہی تھا۔ اس کے علاوہ حضرت کی چارپائی کے نیچے پھل بتاشے وغیرہ کی ٹوکریاں اور ہنڈیاں رکھی رہا کرتی تھیں، ان پر بھی غاصبانہ تصرف میرا ہی ہوتا۔۔۔۔ صبح کے وقت دو تین بیضوں کا نیم برشت ایک حکیم بنا کرتا تھا، وہ بہت ہی عجیب چیز ہوتی تھی اور بہت اہتمام سے بنا کرتا تھا۔۔۔ اس میں سے ایک دو چمچے تو حضرت قدس سرہٗ نوش فرمایا کرتے تھے، باقی وہ سارا گاؤ تکیہ اس حقیر فقیر زاہد من الدنیا کے حوالہ ہو جاتا۔ اکابر میں سے کوئی ہوتا تو ایک دو چمچے بطور تبرک ان کی خدمت میں بھی پیش کیا جاتا"۔

" حضرت قدس سرہٗ کو ٹھنڈے پانی کا بڑا اہتمام اور شوق تھا۔ گرمیوں میں حضرت کے لیے بعد ظہر، اولے کا شربت شورہ قلمی میں ٹھنڈا کیا جاتا۔ پندرہ بیس منٹ تک حضرت مولانا سید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ المونیم کے ڈولوں میں اس کو ٹھنڈا کیا کرتے۔۔۔۔ اور باہر حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کرنے کو لے جاتے، اور ایک چوتھائی کے قریب اس ڈبہ میں خاص طور سے اس سیہ کار کے لیے بھی چھوڑ کر جاتے، حضرت قدس سرہٗ کے گلاس میں جتنا بچتا اسی میں میرا والا حصہ ملا کر مجھے مرحمت فرماتے"۔

" اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ کی ہمرکابی میں عیدگاہ میں جانا بھی خوب یاد ہے۔ ایک پالکی میں سرہانے کی طرف حضرت قدس سرہٗ ہوتے اور دوسری طرف (یعنی پاؤں کی جانب)

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۲۵

[2] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۳

یہ سہ کار بیٹھا ہوا کرتا اور بڑے بڑے مشائخِ درس، اکابر صوفیا،
محدثین اس کو اٹھانے والے ہوتے، دس بارہ آگے ہوتے، دس بارہ
پیچھے، اور دو سو ڈھائی سو کا مجمع اِدھر اُدھر ۔۔۔ تشبیہ تو اچھی نہیں
ہے مگر کوئی اور لفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ جنازہ کی طرح سے ایسی جلدی
جلدی کندھا بدلتے کہ میں بیٹھا اس منظر کی سیر کیا کرتا تھا۔ خانقاہ سے
عیدگاہ تک نہایت آہستہ خراماں خراماں وہ پالکی چلتی، اور ہر شخص
کی تمنا ہوتی کہ مجھے باربار یہ سعادت ملے، ہمت والے نوجوان
تو دو دو نمبر لگا لیتے، جس کو میں دیکھتا رہتا، اور ضعیف ایک آدھ
ہی چکر لگا پاتے"۔

"جب حضرت قدس سرہٗ دوپہر کا کھانا کھا کر مکان سے تشریف
لاتے اور خانقاہ شریف میں داخل ہوتے تو میں اس قدر زوردار
جھٹکے سے "السلام علیکم" کہتا اور دونوں مینوں کو ایسے جھٹکے سے
کہتا اور حضرت قدس سرہٗ اتنے ہی زوردار جھٹکے سے "وعلیکم السلام"
کہتے کہ حضرت قدس سرہٗ کی آواز اب بھی کانوں میں گونج رہی ہے"۔[1]

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ آٹھ سال کے تھے کہ ۸ (یا ۹) جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ[2]

---

[1] آپ بیتی نمبر ۴ صفحہ ۱۱ ملخصاً

[2] سوانح یوسفی (صفحہ مطبوعہ پاکستان) میں حضرت گنگوہیؒ کی تاریخ وفات ۳ جمادی الاولیٰ لکھی ہے اور اسی سے سوانح حضرت شیخؒ میں بھی یہی نقل ہے مگر یہ سہو کتابت ہے۔ اور نزہۃ الخواطر (ج ۸ صفحہ ۱۵۲) میں تاریخ ۸ جمادی الاخریٰ درج ہے۔



کو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا وصال ہوا اور وہ آفتابِ رشد و ہدایت غروب ہوا،
جس کی بدولت گنگوہ کی سرزمین مطلعِ انوار اور علماء و صلحاء کا مرکز و مرجع بنی ہوئی تھی۔
حضرت شیخؒ نے حضرت گنگوہیؒ کی وفات کا جو منظر آٹھ برس کی عمر میں دیکھا
وہ لوحِ ذہن پر ایسا نقش ہوا کہ اخیر عمر تک یاد رہا۔ آپ بیتی نمبر ۲ میں سلسلہ
حوادث فرماتے ہیں:

"اس سلسلہ میں سب سے اوّل قطب الارشاد سیدالطائفہ حضرت گنگوہی
نوراللہ مرقدہٗ قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہ کا حادثۂ وصال دیکھا۔ جو
۸ یا ۹ جمادی الثانیہ علیٰ اختلافِ رؤیۃ الہلال ۱۳۲۳ھ بمطابق
۱۱ اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن چاشت کے وقت ہوا۔ وہ منظر
اب تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد تدفین عمل
میں آئی۔ صبح کے بعد سے اور جنازہ کے اٹھنے تک اس قدر سناٹا
رہا کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آدمی کی آواز تو کیا، جانوروں کی آواز
بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ لب ہر شخص کے خوب ہل رہے تھے اور
اس قدر مکمل سکوت کہ قرآن پڑھنے کی بھی آواز نہیں نکل رہی تھی ۔۔۔
حفاظ بھی قرآن پڑھ رہے تھے اور ناظرہ خواں بھی مسجد میں بیٹھ کر قرآن
خوب کثرت سے پڑھ رہے تھے، مگر زبان پر ایسا سکوت کہ آواز کا
نام نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی سے بات پوچھتا بھی تھا تو ایک دو منٹ
کے بعد اشارہ سے جواب ملتا۔ جمعہ کی نماز تو میرے والد صاحبؒ
نے، جو پہلے سے حضرت قدس سرہٗ کی علالت سے امامت کر رہے
تھے، پڑھائی۔ بہت بھرائی ہوئی آواز میں جنازہ کی نماز حضرت
شیخ الہند نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے حکم سے پڑھائی۔ اسلئے

کہ سارے ہی اجل خلفاء موجود تھے۔ حضرت صاحبزادے سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا "مولوی محمود پڑھائیں گے۔ میں تو بہت ہی بچہ تھا۔ چُھپ چُھپ کر قبرستان جا رہا تھا اور جگہ جگہ سے ہٹایا جا رہا تھا۔ راستے میں مخلص کہتے کہ ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ۔ قبر شریف تک تو پہنچ ہی نہ سکا، اس لیے کہ تقریباً چاروں طرف سے ایک میل زائد جگہ کا لوگوں نے احاطہ کر رکھا تھا۔ منظر وہ خوب یاد ہے"[1]

## تعلیم کا آغاز

قرآن مجید کا حفظ اس خاندان کا خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا[2] عموماً چار پانچ سال کے بچے کو مکتب میں بٹھا دیا جاتا، لیکن سات برس تک حضرت شیخؒ کی بسم اللہ بھی نہیں ہوئی تھی، اس پر حضرت شیخؒ کی دادی صاحبہ (جو خود حافظ قرآن تھیں) اپنے لائق فرزند پر خفا ہوتیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں، مجھے انکی خفگی کے الفاظ بھی خوب یاد ہیں کہ:

"یحییٰ! اولاد کی محبت سب کو ہوا کرے، مگر اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہو جایا کرتے۔ تُو نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ یہ بیل آسمان پر جا رہا ہے۔ تُو اس سے آخر کیا کرائے گا۔ جوتے گھٹوائے گا، چمار بناوے گا، پاخانہ کمواوے گا، بھنگی بنواوے گا۔ آخر تُو نے کیا سوچ رکھا ہے؟"

---

[1] آپ بیتی نمبر ۳ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳

[2] فضائل قرآن و حدیث نمبر ۹



ان کی اس شدید خفگی پر والد صاحبؒ کا ایک ہی جواب ہوتا کہ:

"جو دن کھیلنے کو ملیں کھیلنے دو، ایک دفعہ جب اوکھل میں سر دے گا تو پھر قبر میں جاتے ہوئے نکلے گا"

اس جواب پر ناراض ہوتیں کہ:

"آخر اوکھل میں سر دینے کا کوئی وقت آوے گا بھی، یا مرنے کے بعد دے گا"

مجھ پر براہ راست بھی خوب خفا ہوتیں کہ:

"فلاں بچے کے اتنے سپارے ہو گئے، فلاں کے اتنے ہو گئے، تیرے کتنے ہوئے اندھے!"[1]

بالآخر وہ مبارک دن آیا کہ آپؒ کی بسم اللہ ہوئی۔ مظفر نگر کے ایک نیک صالح بزرگ جناب الحاج ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحبؒ، جن کا قیام اس زمانے میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت کے لیے گنگوہ میں تھا، ان کے یہاں آپ کو پڑھنے کے لیے بٹھایا گیا، شیخ فرماتے ہیں:

"ان کی اہلیہ محترمہ سے ہمارا قاعدہ بغدادی شروع ہوا.... یاد نہیں قاعدہ بغدادی کتنے دنوں میں پڑھا، یا نہیں پڑھا، اس کے بعد ہمارا سیپارہ لگ گیا"[2]

حضرت شیخؒ کو کسی مکتب میں یا باقاعدہ کسی حافظ صاحب سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ قرآن کریم حضرت والد صاحبؒ ہی سے حفظ کیا... شیخؒ

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۲۶-۲۷

[2] آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۲۸

فرماتے ہیں کہ نقل نظامی قرآن جس پر میں نے پڑھا تھا، اس کا ہر صفحہ آیت پر ختم ہوتا تھا۔ والد صاحبؒ ایک صفحہ کا سبق دیتے اور فرماتے کہ اس کو سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھ لو، پھر چھٹی، یاد ہونے کے ذمہ دار نہیں۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک صفحہ سو مرتبہ پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے، اس لیے بہت جلدی آکر کہہ دیتا کہ سو دفعہ ہوگیا، اور اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے یہ بھی خود ہی کہہ دیتا کہ کل تو کچھ یونہی سا پڑھا تھا، آج تو ٹھیک ٹھیک سو مرتبہ پڑھا ہے۔ والد صاحب اس پر زیادہ جرح و قدح نہ فرماتے، بلکہ یہ فرماتے کہ آج کا "بالکل صحیح صحیح" کل کو معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔ سارا قرآن اسی طرح پڑھ کر ختم کر دیا اور حافظ ہو گئے [1]

حضرت والد صاحبؒ کے علاوہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم میں اپنے دو اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ حافظ محمد صالح نکودریؒ، حافظ رحیم بخش صاحبؒ۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

• ایک عرصہ کے بعد عالی جناب حافظ محمد صالح صاحبؒ نکودر ضلع جالندھر کے اصل رہنے والے تھے، جو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے، نہایت بزرگ، نہایت نیک نہایت متواضع، نہایت خاشع خاضع، بڑی کثرت سے نفلیں پڑھنے والے۔۔۔ وہ جب حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تبرکاً میرے والد صاحب نے مجھے ان کی

---

[1] آپ بیتی نمبر۲، ص۳۴



شاگردی میں بھی حصولِ برکت کے لیے چند روز کے لیے رکھا۔ جب تک حافظ صاحبؒ کا گنگوہ میں قیام رہا۔

اس کے علاوہ جب کبھی کاندھلہ جانا ہوتا تو ہمارے کاندھلہ کے مشہور و معروف حافظ استاذ الکل حافظ رحیم بخش صاحب ابن خدا بخش عرف حافظ منگتو، میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے معاصرین اور ان سے چھوٹی پیڑھی میرے بعد تک کی، ساری حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ بہت ہی بزرگ اور نیک تھے۔۔۔ یہ ناکارہ جب کاندھلہ دو چار دن کو جاتا تو حافظ صاحبؒ کی شاگردی میں داخل ہو جاتا۔۔۔ شاید دو ڈھائی سیپارے پوری مقدار مختلف سالوں کی ہو گی۔" [1]

سبق سننے کے بارے میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ:

• میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا حافظہ تھیں، وہ جب گنگوہ ہوتیں تو میرا سبق سننا ان کے ذمہ تھا۔ وہ نہ ہوتیں تو والد صاحبؒ اپنے سامنے کسی بچے کو بٹھلا کر سنوا دیتے۔ میرے مخلص دوست، جن میں مولوی عبدالرحمٰن گنگوہی یا والد صاحبؒ کے محبوب شاگرد مولوی سعید مرحوم گنگوہی ہوا کرتے تھے، اس میں اٹکنے کا کوئی مطالبہ نہیں تھا، سہارنپور سنانے، گویا قرآن مجید ختم ہو جانے

---

[1] آپ بیتی نمبر۲ ص۳-۲۲۳۔ حافظ رحیم بخش صاحبؒ کا ذکر حضرتؒ نے تین صفحوں میں بہت ہی پیارے انداز میں کیا ہے اور ان کے عجیب حالات بیان فرمائے ہیں۔

کے بعد مولوی سعید مرحوم کے ذمہ میرا سیپارہ سننا بھی تھا۔ اس میں ایک سو غلطیاں معاف تھیں۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کبھی کبھی سفر میں سنا کرتے تھے، مگر اس میں تو جو یاد تھا وہ بھی بھول جاتا تھا۔" [1]

## اردو اور فارسی

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"۱۳۲۵ھ سے میری فارسی اردو اس حالت میں شروع ہو گئی کہ قرآن پاک تو گویا پڑھا بے پڑھا برابر تھا مگر ہم حافظوں میں شمار ہوتے تھے۔ میں نے فارسی زیادہ تر اپنے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔ ان پر اس زمانے میں بزرگی کا بہت ہی غلبہ تھا، مجاہدات سلوک کا بہت زور تھا۔ خانقاہ قدوسیہ کے پیچھے ایک بہت مختصر سی جگہ تھی، اس میں ایک بوریئے پر آنکھ بند کیے ہوئے دو زانو بیٹھے رہا کرتے تھے۔ میں سبق کے لیے جاتا تو قانون یہ تھا کہ ایک کتاب چچا جان کے سامنے کھول کر رکھ دیتے، ایک ساتھی میرا اور تھا، جس کا نام مجھے یاد نہیں، ہم دونوں دوسری کتاب میں پڑھتے... بیٹھنے کے بعد بسم اللہ کر کے سبق شروع کر دیتے۔ اگر اس میں ذرا دیر ہوتی تو چچا جان نور اللہ مرقدہٗ ایک انگلی سے اپنے سامنے کی کتاب بند کر دیتے اور گویا تاخیر کے جواب میں سبق بند۔ ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آتے اور کبھی دوبارہ شروع کرتے اور کتاب کھول کر دوبارہ ان کے سامنے

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۳۶



رکھتے تو موقع تھی، کبھی پڑھا دیتے، کبھی "چشت" فرما کر اٹھا دیتے۔ سبق میں بھی اپنے ہی مطالعہ پر مدار تھا۔ معمولی غلطی پر "شششت" کہتے یا "ہوں"... اور فحش غلطی پر پھر وہی ایک انگلی سے کتاب بند کر دیتے۔ اس سیہ کار میں اس زمانے میں بولنے کا مرض بہت زیادہ تھا۔ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ... "اگر تو چھ مہینے چپ رہے تو میں تجھے ولی کر دوں"... اس زمانے میں چھ مہینے تو درکنار چھ دن بھی چپ رہنا مصیبت تھا۔ میں نے بڑے ہو کر نظام الدین میں ایک مرتبہ ان کو اُن کا یہ ارشاد یاد دلایا، ان کو یاد آ گیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے اس وقت میں چھ مہینے کو فرمایا تھا۔ اب میں آپ کو چھ ماہ کامل چپ رہ کر دکھلاؤں... چچا جان نے فرمایا کہ وہ بات تو گئی، وہ تو اس وقت کی تھی۔ اس زمانے میں چچا جان دن میں سارا دن مراقبہ کرتے، نہ معلوم کیا سوچا کرتے... اور مغرب سے عشاء تک نفلیں پڑھتے"... [1]

## گنگوہ شریف سے سہارنپور اور باقاعدہ تعلیم کا آغاز

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا قیام گنگوہ ہی رہا۔ لیکن وہ کئی سال سے حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کے ارشاد پر آخر سال میں کتبِ حدیث کی تکمیل کیلئے مظاہر علوم تشریف لایا کرتے تھے اور ۱۳۲۸ھ میں حضرت کے اصرار پر وہ مظاہر علوم

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۳۸

میں تدریسِ حدیث کے لیے مستقل طور پر گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے...

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں :۔

"رجب ۲۸ھ میں یہ ناکارہ سہارن پور آ گیا، اس لیے کہ دو تین ماہ قبل والد صاحب قدس سرہٗ مستقل قیام کے ارادے سے گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے تھے... سہارن پور آکر باقاعدہ عربی تعلیم" شروع ہوئی"...[1]

حضرت شیخؒ کی یہ "باقاعدہ عربی تعلیم"... منطق کے علاوہ تمام تر حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوئی۔ اور اس کے لیے ایک باقاعدہ جماعت تشکیل دی گئی، جس کے تین رکن تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ، حضرت سہارنپوریؒ کے ایک عزیز مظہر علی خاں راجو پوری اور سید محفوظ علی... (بعد میں سید صاحب کی ہمشیرہ کا عقد حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے ہو گیا تھا اور وہ دیوبند چلے گئے تھے، اس لیے صرف دو رفیق باقی رہ گئے) تین آدمیوں کی اس... "خصوصی جماعت" کی خصوصیت یہ تھی کہ اسے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے مدرسہ کے نظام سے الگ اپنے مخصوص انداز میں تعلیم دی۔ صرف پڑھانے میں ان کا خاص طریقہ یہ تھا کہ ان کے یہاں زبانی قواعد یاد کرائے جاتے تھے اور ان قواعد کا اجراء تختی پر یا ردی کاغذ پر کرایا جاتا تھا... وہ بغیر کتاب کے زبانی قواعد لکھواتے تھے، اس کے بعد چند حروف بتا کر مثال، اجوف، ناقص، مضاعف کے صیغے بنواتے اور ان کی خوب مشق کراتے۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں :

---

[1] آپ بیتی نمبر۲، صہ ۳۹



"خود اس ناکارہ کے ساتھ بھی یہ پیش آیا کہ انھوں نے مثال، مضاعف، اجوف واوی یائی، ناقص واوی یائی کے قواعد زبانی بتا کر کاپی پر لکھوائے، اس کے بعد دو حرف ب ت لکھوائے اور پھر فرمایا کہ ان کے صیغے بنا کر لاؤ... اور کاپی پر ہر صیغہ مع اس کی تعلیل کے لکھوا کر دیکھتے تھے۔ یہ "بَتَّ" تو مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کہ اس کے بہت سے صیغے بنائے"...[1]

"میں نے میزان منشعب معروف و متداول نہیں پڑھی۔ اس زمانے میں میرے ہی لیے غالباً ایک میزان منشعب خاص تصنیف ہوئی تھی، جو دو ورق کی تھی۔ اسی مدرسہ کے پریس میں چھپی تھی۔ اس میں میرے مقدرسے گردان بھی بجائے فعل یفعل کے ضرب یضرب کی تھی۔ میزان میں بھی وہی تھی، منشعب میں بھی وہی تھی اور عمل میں بھی وہی۔ اس کے بعد وہ ایسی کہیں گم ہوئی کہ تلاش سے بھی نظر نہ پڑی۔ اس کے بعد مجھے یاد ہے کہ صرف میر اور پنج گنج تین تین، چار چار دن میں سنا دی تھیں۔ ان میں وقت خرچ نہیں ہوا البتہ فصولِ اکبری میں بہت وقت خرچ ہوا"۔[2]

رمضان میں تعطیل نہیں ہوتی تھی، البتہ رمضان کی کتابیں علیحدہ ہو جاتی تھیں۔ پہلے رمضان (؁۲۸ھ) میں نحو میر ہوئی...[3] اس کے ساتھ جملوں کی ترکیب

---

[1] مقدمہ اکمال الشیم صہ ۱۱

[2] آپ بیتی نمبر۲، صہ ۴۰

[3] شیخؒ فرماتے ہیں کہ نحو میر کے چند اسباق میں نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے بھی پڑھے۔

نحومیر کے مطابق ہوائی گئی۔ نحومیر کے ساتھ ہی عربی سے اردو اور اردو سے عربی بنانے کا بھی اہتمام تھا۔ کافیہ اور ہدایۃ النحو ایک ساتھ۔ اسی طرح کنز اور قدوری ایک ساتھ ہوتی تھی۔ شام کو جتنا سبق کافیہ کا ہوتا، صبح اسی کی ترتیب سے اتنا ہدایۃ النحو کا ہوتا، جو گویا کافیہ کا مطالعہ تھا، یہی ترتیب کنز اور قدوری کی تھی۔

ادب میں محشی کتابوں میں پڑھانے کے وہ مخالف تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:۔

"میں نے مقاماتِ حریری جو پڑھی، وہ کلکتہ کی مطبوعہ، میرے لیے خاص طور سے دی۔ پی منگوائی گئی تھی۔ جس میں نہ کوئی حاشیہ تھا، نہ اعراب۔ سبعہ معلقہ انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر پڑھایا، اس لیے کہ موجودہ سبعہ معلقہ سب محشی تھے۔ اسی طرح متنبی بھی ان کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی پوری موجود ہے"۔[1]

حدیث کی کتابوں کے علاوہ کسی کتاب کا پورا ہونا ان کے نزدیک ضروری نہیں تھا۔ بلکہ کتاب کا نصاب یہ تھا کہ جب آٹھ سبق ایسے پڑھ لو کہ استاد جو چاہے پوچھ لے اور شاگرد کچھ نہ پوچھے، وہ کتاب گویا پڑھ لی ۔۔۔ البتہ کتب احادیث کے ختم کا اہتمام تھا۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"الفیہ ابنِ مالکؒ اس ناکارہ نے پورا پڑھا۔ اور اس کا سبق حرفاً حرفاً حفظ سنا جاتا تھا ۔۔۔ الفیہ کے بعد ایک دفعہ کاندھلہ جاتے

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۴۴



وقت سہارن پور کے اسٹیشن پر شرح جامی شروع ہوئی تھی۔ کاندھلہ کے اسٹیشن تک بغیر ترجمہ کے پڑھتا چلا گیا۔ ابا جان نے کہیں کہیں مطلب پوچھا، میں نے بتا دیا۔ کاندھلہ جا کر ایک دن قیام رہا ۔۔۔ وہاں بھی ایک گھنٹہ سبق ہوا۔ تیسرے دن واپسی پر کاندھلہ کے اسٹیشن سے سبق شروع ہوا تھا، سہارن پور کے اسٹیشن پر ختم ہو گیا تھا۔ ان تین دنوں میں مرفوعات تو ساری ہو گئی تھیں، منصوبات کا بھی بہت سا حصہ ہو گیا تھا"۔[1]

مولانا ماجد علی صاحب مانی کلاں ضلع جونپور، جو گنگوہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے حدیث میں رفیقِ درس رہ چکے تھے، مینڈھو ضلع علی گڑھ میں مدرس تھے۔ معقولات میں ان کا بڑا شہرہ تھا، انہوں نے والد صاحب سے وعدہ لے رکھا تھا کہ زکریا کو منطق میں پڑھاؤں گا، اس لیے منطق سلم تک پڑھا کر چھڑا دی تھی، ان کا ارادہ تھا کہ دینیات سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال کے لیے مولانا ماجد علی صاحب کے پاس مینڈھو بھیج دیں گے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"میرے حضرت قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ والد صاحب سے پوچھا کہ زکریا نے منطق کہاں تک پڑھی ہے تو میرے والد صاحب نے مولانا ماجد علی صاحب سے اپنا وعدہ ذکر کر دیا۔ میرے حضرت قدس سرہٗ نے بڑے زور سے لاحول پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ منطق کے واسطے کہیں بھیجنا نہیں، اس بناء پر اپنی طبیعت کے خلاف میرے والد صاحب کو مجھے منطق پڑھوانی پڑی۔ میرے منطق کے تین

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۴۴-۴۵

استاد ہیں۔ قطبی میر تک تو میں نے اپنے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے مدرسہ کے اوقات میں پڑھی۔ البتہ شرح تہذیب حضرت ناظم صاحب مولانا عبد اللطیف صاحب سے قطبی سے پہلے خارج میں عصر کے بعد پڑھی۔ میبذی اور میر زاہد امور عامہ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی مدرس دوم مظاہر علوم سے دو سالوں میں پڑھیں۔ اس کے علاوہ منطق کی ساری کتابیں میرے مشفق استاد حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر علوم سے اس طرح پڑھیں کہ میر زاہد، ملا جلال، ملا حسن تو مدرسہ کے گھنٹوں میں ان ہی کے یہاں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ باقی ساری کتابیں عشاء کے بعد پڑھیں۔" ؎

"مجھے یاد ہے کہ حمد اللہ اٹھارہ یا انیس دن میں ہوئی تھی، اس زمانے میں مولانا عبد الشکور لکھنوی نور اللہ مرقدہٗ کے چھوٹے بھائی مولوی عبد الرحیم صاحب مرحوم بھی مدرسہ میں پڑھتے تھے اور وہ حمد اللہ کئی دفعہ پہلے پڑھ چکے تھے۔ انہیں حمد اللہ سے عشق تھا۔ میرا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے کہ حمد اللہ بھی ایسی چیز ہے کہ اٹھارہ دن میں پڑھ لے، وہ تو اٹھارہ برس میں پڑھنے کی کتاب ہے، مجھے سنا کر لوگوں سے کہتے کہ آپ نے اٹھارہ دن میں حمد اللہ پڑھی ہے، ماشاء اللہ کیا کہنا!۔ مقدر کی بات کہ حمد اللہ کے امتحان میں دونوں شریک تھے۔ اس سیاہ کار

؎ آپ بیتی نمبر ۲، صـ ۴۷



کے نمبر بڑھ گئے اور ان کے غالباً ان کے غرور کی وجہ سے گھٹ گئے۔ اس زمانے میں اساتذہ پر بدگمانی کا کوئی نالائق سے نالائق بھی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وہ مرحوم بار بار یوں کہتے تھے کہ عقل میں نہیں آتا کہ تیرے نمبر کیسے بڑھ گئے۔" ؎

## حدیث پاک کا آغاز

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو فیاض ازل نے گویا علم حدیث کی خدمت کے لیے پیدا کیا تھا۔ اس مبارک علم کا آغاز بھی بڑے اہتمام سے ہوا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"۱ محرم ۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔ والد صاحب نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی کہ اس زمانے میں نماز وہی پڑھایا کرتے تھے، اور نماز کے بعد غسل فرمایا، اور اس کے بعد اوپر کے کمرہ میں جو آج کل مہمان خانہ ہے، اس زمانے میں فارسی خانہ تھا، اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ میرے والد صاحب اور ہم سب کی گویا رہائش گاہ بھی تھا۔ اس میں اس در کی طرف جو مسجد کی طرف کھلتا ہے اور وہ مدرس اول فارسی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ان کا گدہ وغیرہ وہاں بچھا رہتا تھا۔ اس پر کچھ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھی، پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت ہی دعائیں مانگیں۔ مجھے معلوم

؎ آپ بیتی نمبر ۲، صـ ۴۹-۵۰

نہیں کیا کیا دعائیں مانگیں، لیکن میں اس وقت ان کی معیت میں صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ یا اللہ حدیث پاک کا سلسلہ بہت دیر میں شروع ہوا، اس کو مرنے تک اب میرے ساتھ وابستہ رکھیے۔ اللہ جل شانہٗ نے میری ناپاکیوں، گندگیوں، سیئات کے باوجود ایسی دعا قبول فرمائی کہ محرم ۳۲ھ سے رجب ۹۰ھ تک تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔ اگرچہ دعا کے وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر میں نے پڑھ بھی لیا، پھر مدرس بھی ہو گیا تو حدیث پاک پڑھانے تک دس بارہ برس تو لگ ہی جائیں گے کہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جو یکم ج ۱ ۱۲ھ سے مدرس تھے، اس وقت تک مشکوٰۃ تک نہیں پہنچے تھے۔ مگر اللہ جل شانہٗ مسبب الاسباب ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماوے تو اسباب تو خود اسکی مخلوق ہے۔ ۳۲ھ میں مشکوٰۃ پڑھی، ۳۳-۳۴ھ میں دورہ، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ۳۵ھ سے بذل شروع ہوئی جو ۴۵ھ میں ختم ہوئی اور اس کے بعد اوجز کی تالیف شروع ہوئی، جو ۵۷ھ میں ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے علم حدیث کے تالیفی سلسلے بھی شروع ہوتے رہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ساتھ دے رہے ہیں ۔۔۔۔ اور شوال ۴۱ھ سے ۱ حدیث کی تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوا ۔۔۔ جو ۸۸ھ تک رہا۔ اور اس کے بعد نزول آب کی وجہ سے تدریس کا مبارک سلسلہ چھوٹ گیا۔ اللہ ہی کا شکر و احسان ہے کہ اب ۹۰ھ تک۔ تو



حدیث کی تالیف کا سلسلہ باقی ہے۔ دیکھیے میری بداعمالیاں اس کو آگے باقی رہنے دیں گی یا نہیں۔" [1]

## مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا نرالا انداز

مشکوٰۃ شریف گویا صحاح ستہ کا متن ہے۔ حضرت شیخؒ نے جس عجیب و غریب اور نرالے انداز میں مشکوٰۃ شریف پڑھی، اس کا تصور طلبہ کے لیے تو کجا، مدرسین کے لیے بھی آج مشکل ہوگا۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"مشکوٰۃ شریف میں نے ترجمہ سے نہیں پڑھی۔ ساری بلا ترجمہ پڑھی۔ اس میں یہ اجازت تھی کہ جس لفظ کا جی چاہے ترجمہ پوچھ لوں (اگر ان کے نزدیک بتانے کے لائق ہوتا تو بتاتے، ورنہ ایک ڈانٹ پلاتے) اور وہ امتحاناً کبھی کبھی پوچھتے رہتے تھے ... (اگر صحیح بتلا دیا الحمد للہ، ورنہ ایک ڈانٹ اور پٹتی کر پوچھا کیوں نہیں) ترجمہ مثلاً ہر حق کا دیکھنا تو جرم تھا، ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا۔ اور (مشکوٰۃ شریف کے حواشی) صحاح کی کتابوں میں سے جس کتاب کی حدیث ہو، اس کو نکال کر اس کے حواشی دیکھنے کی اجازت تھی۔ قانونِ تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۶۰-۶۱: الحمد للہ! یہ مبارک سلسلہ اخیر تک قائم رہا۔ آخری ایام میں بھی جناب مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ، حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی ہدایت و رہنمائی کے مطابق حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی تقریر صحیح مسلم منضبط کردہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ پر کام کر رہے تھے اور روزانہ کام مشاورہ کے بعد حضرتؒ کو سناتے، اور حضرتؒ بغور سن کر ضروری تشریحات و اصلاح سے نوازتے۔ یہ سلسلہ ایام وصال تک جاری رہا۔

خلاف ؟ اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب، یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا، جو میرے ذمہ تھا۔ اپنی دلیل نہ بتانا تو یاد نہیں، اس لیے کہ ہدایہ اور اس کی شروح و حواشی اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھنے کی نوبت کثرت سے آتی تھی، البتہ حدیث کا جواب کبھی کبھی نہیں دے سکتا تھا تو وہ خود بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک وعید کی حدیث کی توجیہ میں بندہ نے یوں کہہ دیا کہ تشدید پر محمول ہے :... اس پر اتنی ڈانٹ پڑی کہ کوئی حد نہیں۔ اچھی طرح یاد نہیں شاید ایک تھپڑ بھی لگا، اور یہ ارشاد فرمایا کہ ... اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈرانے کے واسطے جھوٹ بول دیا، کچھ سوچ کر بھی کہا ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں تیرے ڈرانے کے واسطے ؟" اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تشدید کی توجیہ احکام میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ شارب خمر کے بارے میں چوتھی مرتبہ پینے کی صورت میں قتل کا حکم ہے، اور اسی قسم کے تشدیدی احکام، اور اخبار میں تشدید نہیں ہو سکتی "... اس کے بعد جب کبھی اکابر شراح کے کلام میں اخبار کی حدیث میں تشدید کا لفظ دیکھتا ہوں تو ڈانٹ یاد آجاتی ہے۔" [1]

## دورۂ حدیث

شوال ۳۳ھ سے دورۂ حدیث کی ابتداء ہوئی۔ ابو داؤد شریف تو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا خاص سبق تھا (جس کے بعد نسائی شریف ہوتی تھی) اور ترمذی شریف

[1] آپ بیتی نمبر ۱، صـ۱۸-۱۹ ـ مقدمہ اکمال الشیم صـ۱۹، صـ۲۰



(جس کے ختم پر بخاری شریف ہوتی تھی) حضرت سہارنپوری کا سبق تھا، لیکن شوال ۳۳ھ میں حضرت سہارنپوری کو خدمت شیخ الہند کی معیت میں حجاز کا وہ مشہور و معروف اور معرکۃ الآراء سفر پیش آیا، جس میں حضرت شیخ الہند اسیر مالٹا ہوئے۔ حضرت سہارنپوری کی عدم موجودگی میں ان کا سبق ترمذی شریف (اور اس کے بعد بخاری شریف) بھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے پاس آ گیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا ارادہ تھا کہ اس سال صرف ابو داؤد شریف پڑھیں اور ترمذی و بخاری کو حضرت سہارنپوری کی آمد پر موقوف رکھیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں :

"میرے ذہن میں یہ تھا کہ نہ تو مجھے کہیں ملازمت کرنی ہے، نہ ہی مدرسی کا شوق، اس لیے دورہ کی کتابیں ایک سال میں پڑھنے کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔ اس لیے میں نے صرف ابو داؤد میں شرکت کی اور والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو بہت ہی خوشی سے انہوں نے اس کی اجازت دیدی۔" [1]

لیکن چند روز بعد حضرت شیخ کے پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب کے مشورے سے ترمذی بھی والد صاحب کے یہاں شروع کردی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں :

"میں نے اپنی تجویز کے خلاف ابو داؤد شریف کے ساتھ ترمذی بھی شروع کردی، ترمذی شریف کے بعد بخاری شریف اور ابو داؤد شریف کے بعد نسائی شریف والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوتی اور چونکہ بخاری شریف پہلی دفعہ ہوتی تھی اس لیے

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صـ۶۱-۶۲

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نسائی شریف کا گھنٹہ بھی بخاری جلد ثانی کو دے دیا اور نسائی شریف جمعہ جمعہ پوری کرائی"۔[1]

حضرت شیخؒ کا یہ سال بڑی محنت اور انہماک کا تھا اور اس میں حضرت شیخؒ نے دو التزام کیے۔ ایک یہ کہ کوئی حدیث استاذ کے سامنے بے پڑھے نہ رہے۔ دوم یہ کہ کوئی حدیث بے وضو نہ پڑھی جائے۔ حضرتؒ اپنے رفیقِ درس حسن احمد سہارنپوری مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میرے اور مرحوم کے، والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دَورہ میں دو اہتمام تھے، ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو جو استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے، دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے۔ میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آجاتی، اس لیے کہ ۵ - ۶ گھنٹے مسلسل سبق ہوتا، وہ دوسرے کو کہنی مار کر ایک دم اٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً آبا جان پر کوئی اشکال کر دیتا، اگرچہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی... مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی تھی"۔[2]

دَورہ ختم کرکے آپؒ نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ہدایہ ثالث شروع کر دی اور یہ غالباً آخری کتاب تھی جو آپؒ نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس زمانہ میں مطالعہ کا چسکہ پڑ گیا تھا۔ حدیث کی کتابیں ہو چکی تھیں،

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صـــ ۶۲

[2] آپ بیتی نمبر ۲، صـــ ۶۳



دن بھر خوب مطالعہ دیکھتا تھا اور مغرب کے بعد موچیوں کی مسجد میں، جہاں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا قیام اکثر رہتا تھا، ہدایہ کا سبق ہوتا، میں تنہا ہی تھا۔ ہدایہ پر نقلی اور عقلی احادیث کے، اور کفایہ اور عنایہ کے، فتح القدیر کے خوب اعتراضات کیا کرتا تھا۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے دو دن کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ طالبعلموں کی طرح پڑھنا ہو تو پڑھ لو، مدرسوں کی طرح پڑھنا ہو تو اپنے آپ جا کر اشکال جواب دیکھتے رہو"۔[1]

حضرت شیخؒ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے حدیث کی صرف چار کتابیں پڑھیں، بقیہ کتابیں پڑھنے کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ

؎ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

اسی سال ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو حضرت والد صاحبؒ رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی سفرِ حجاز سے واپسی ہوئی،[2] تو ترمذی شریف کا جو سبق مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی وفات سے بند تھا حضرت سہارنپوریؒ کے یہاں شروع ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ایک سال پہلے تو یہ جذبہ تھا کہ ترمذی و بخاری حضرتؒ ہی سے پڑھنی ہے، لیکن والد صاحبؒ کے انتقال کے صدمہ سے اب اس کے برعکس یہ خیال شدت سے پیدا ہوا کہ ترمذی و بخاری حضرت

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صـــ ۶۵

[2] جس دن حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا وصال ہوا اسی دن حضرت سہارنپوریؒ بمبئی اترے۔ لیکن اترتے ہی حکومت نے نظر بند کرکے نینی تال پہنچا دیا۔ رہائی کے بعد آخر ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ میں سہارنپور پہنچے۔

والد صاحبؒ کے یہاں ہو چکی ہے، اب دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حضرتؒ نے تشریف لاتے ہی حضرت شیخؒ اور ان کے رفیق حسن احمد مرحوم کو حکم دیا کہ ترمذی و بخاری مجھ سے دوبارہ پڑھو، اگرچہ طبیعت بالکل نہیں چاہتی تھی، لیکن تعمیلِ حکم کے سوا کیا چارہ تھا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"اسی زمانہ میں اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے دوبارہ بخاری پڑھو۔ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا تشریف لے جا چکے تھے، بہت سوچتا رہا کہ خواب کی تعبیر کیا ہوگی۔ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ سے خواب عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر بھی یہی ہے کہ مجھ سے بخاری دوبارہ پڑھو۔ اس وقت تو تعبیر سمجھ میں نہ آئی، لیکن بعد میں سمجھ میں آگیا کہ اس وقت شیخ الہند فی الحدیث کا مصداق حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ [1] بہرحال تعمیلِ ارشاد میں شروع تو کر دیا، لیکن میں نے یہ کوشش کی کہ اتنے قوی اشکالات و عادم کروں کہ حضرت قدس سرہٗ میرے تبحرِ علمی کو دیکھ کر یوں فرمادیں کہ تجھے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ تقریباً یہ سال میرا ایسا گزرا کہ رات دن میں دو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ سونے کی نوبت نہیں آئی۔[2] عشا کے بعد سے

[1] اس خواب کی ایک تعبیر حضرتؒ نے اپنی کتاب الابواب والتراجم (ج: ۱ صـ۳) میں ذکر فرمائی ہے ..... اس کا تذکرہ انشاء اللہ اپنے موقع پر آئے گا۔

[2] صحبت با اولیاء صـ۱۰۲ میں ہے کہ رات کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ۔



رات کے تین بجے تک ترمذی بخاری کا مطالعہ دیکھا کرتا تھا اور فتح الباری عینی، قسطلانی، سندی کے ابواب بہت ہی بالاستیعاب اور غور سے دیکھتا اور جہاں کوئی اشکال پیش آتا اس کو نوٹ کر لیتا، جواب نوٹ نہ کرتا، اور صبح کو حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں، اللہ مجھے بہت ہی معاف فرمائے، و عادم اعتراضات کرتا ..... مگر اللہ کا بڑا ہی احسان ہے، اسی کا لطف و کرم ہے ..... اللّٰھم لا اُحصی ثناءً علیک مجھے اس کا کبھی واہمہ نہیں ہوا کہ حضرتؒ سے میری بات کا جواب نہیں آیا ..... جب شیطان ذرا سا وسوسہ کا شبہ بھی ڈالتا تو میں اپنے دل میں اسے کہتا: "بے غیرت ساری رات تو نے کتاب دیکھی، تجھے اعتراض کرتے شرم نہیں آتی"..... دو ڈھائی ماہ اسی مناظرہ میں گذار دیئے۔" [1]

حضرت شیخؒ کے تبحرِ علمی کے قائل ہو کر حضرت سہارنپوریؒ نے یہ تو نہیں فرمایا، کہ آپ کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، (جیسا کہ حضرت شیخؒ کو توقع تھی) البتہ حضرت شیخؒ کی یہ محنت ایک اور سعادت کا ذریعہ بن گئی، اور وہ تھی بذل المجہود کی تالیف میں آپؒ کی شرکت۔ اس کا ذکر انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔

اس کے بعد بھی حضرت شیخؒ کے سوال و جواب کا سلسلہ جمادی الاولیٰ تک چلتا رہا۔ جس کی وجہ سے بخاری شریف کے چند ہی پارے ہو سکے تھے کہ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ میرا تو رجب میں بہاولپور جانے کا وعدہ ہے میرے بعد مولوی ثابت علی صاحبؒ اور مولوی عبد اللطیف صاحب سے پوری کر لیجیو۔ شیخؒ فرماتے ہیں کہ:

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صـ۶۷

• اس فقرے سے زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جو آپ سے بھی پڑھانا چاہتا ہو وہ اگلے سے کیا پڑھے گا"۔

اگلے دن حضرت شیخؒ اپنی نشست بدل کر، جو حضرتؒ کے داہنی جانب ہوا کرتی تھی، جماعت کے درمیان بیٹھے... اور حضرتؒ کے بیٹھتے ہی رمضانی حافظوں کی طرح سے جو بخاری شریف پڑھنی شروع کی کہ نہ کوئی اشکال تھا نہ کوئی شبہ، کبھی آدھا پارہ کبھی پون پارہ، دونوں گھنٹوں میں پڑھ دیتا، جمادی الاخریٰ میں بخاری شریف ختم کر دی۔[1]

اگلے سال (شوال ۳۵ھ سے شعبان ۳۶ھ تک) حضرت سہارن پوریؒ کے یہاں ابوداؤد شریف اور اس سے اگلے سال (شوال ۳۶ھ سے شعبان ۳۷ھ تک) صحیح مسلم اور نسائی ہوئی، ابن ماجہ کے چند اسباق ۳۸ھ میں مدینہ طیبہ بذل کے ختم ہونے کے بعد حضرتؒ سے پڑھے، پھر حضرتؒ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔

اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا دورہ گویا چار سال میں مکمل ہوا۔ اور ابتدائی عربی سے کر مشکوٰۃ شریف تک پانچ سال لگے۔ اور کل تعلیم گویا ۹ سال میں مکمل ہوئی۔ آپ بیتی نمبر۲ میں حضرتؒ نے اپنی تعلیمی کتابوں کا سن وار نقشہ دیا ہے، ان میں سے پہلے تین سال کی کتابیں اپنی پرانی کاپی سے، جو غالباً ۲۸ھ کی ہے، نقل کی ہیں، اور باقی مدرسہ کی روئداد سے، یہاں وہ نقشہ نقل کیا جاتا ہے جس سے حضرتؒ کی تعلیم کی تدریجی ترقی کا بھی اندازہ ہو سکے گا۔

سالِ اوّل : از رمضان ۲۸ھ تا شعبان ۲۹ھ

نحو میر (تمام)، شرح مائۃ مع ترکیب (تمام)، ہدایۃ النحو (تمام)، کافیہ (تمام) کبریٰ (تمام)، ایساغوجی (تمام)، مرقات (تمام)، شرح تہذیب (نصف) مفید الطالبین

[1] آپ بیتی نمبر۲، ص



(باب اوّل) نفحۃ الیمن (دو قصیدے از باب دوم) الفیہ ابن مالک (نصف) صغریٰ کبریٰ (۲ ثلث)، ترجمہ پارہ عم (تمام) ترجمہ پارہ تبارک الذی (نصف) مجموعہ چہل حدیث ..... یہ پانچ چہل حدیثوں کا مجموعہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ملا جامیؒ کا اس زمانہ میں بہت مشہور اور شائع تھا۔ (آخری سالوں میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اس کو بہت خوب صورت شائع کرایا تھا... ناقل)

سال دوم : از رمضان ۲۹ھ تا شعبان ۳۰ھ

بقیہ الفیہ - بقیہ شرح تہذیب - قطبی تصدیقات و تصورات مع میر... تلخیص فن اوّل - مقامات ۲۳ مقامے - حساب تا کسور عام - بقیہ ترجمہ تبارک الذی - نفحۃ الیمن باب اول، باب ثانی، باب خامس - قصیدہ بانت سعاد - قصیدہ ہمزیہ

سال سوم : از رمضان ۳۰ھ تا شعبان ۳۱ھ

مختصر نور الانوار - متنبی - سبعہ معلقہ - حسامی - شرح جامی ۱/۲ حصہ - کنز - قدوری، میبذی، سلم

سال چہارم : از رمضان ۳۱ھ تا شعبان ۳۲ھ

کاپی میں اس کی تفصیل نہیں۔ مدرسہ کی روئداد میں ص ۱۰۱ پر اس سال کی کتب ممتحنہ یہ ہیں۔ مشکوٰۃ شریف - ہدایہ اولین - متنبی - حماسہ - طحاوی - شرح نخبہ - الفیہ عراقی، مگر اس کا امتحان نہیں دیا۔

سال پنجم : از شوال ۳۲ھ تا شعبان ۳۳ھ

کاپی میں اس سال کی کتب بھی درج نہیں ہیں۔ مدرسہ کی روئداد سے نقل کر رہا ہوں۔ سلم - ملا حسن - حمد اللہ - میر زاہد - امور عامہ - میر زاہد ملا جلال - میر زاہد رسالہ غلام یحییٰ - مؤطا محمد - طحاوی - اقلیدس - شمس بازغہ - مگر اقلیدس، شمس بازغہ کا امتحان نہیں دیا۔ مؤطا امام مالک کا امتحان بغیر پڑھے دیا تھا، ممتحن کو یہ علم ہوگیا تھا کہ

بغیر پڑھے امتحان دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے بغیر پڑھے کی رعایت کی کر فیل کر دیا۔ اور کرنا چاہیے تھا۔ (حضرت شیخؒ)

سالِ ششم: از شوال ۳۳ھ تا شعبان ۳۴ھ

کتب مقررہ: از والد صاحبؒ۔ اس سیاہ کار نے حدیث کی کتابوں کا امتحان نہیں دیا۔ ترمذی شریف، بخاری شریف، ابو داؤد شریف۔ ہدایہ ثالث ابتدائی حصہ۔ نسائی شریف تمام

سالِ ہفتم: از شوال ۳۴ھ تا ۳۵ھ

نزد حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ بخاری شریف دوسری مرتبہ۔ ترمذی شریف، شروع سال میں حضرتِ اقدسؒ نینی تال جیل میں تھے۔ آخر ذی الحجہ میں تشریف آوری ہوئی تھی۔ (حضرت شیخؒ)

سالِ ہشتم: از شوال ۳۵ھ تا شعبان ۳۶ھ

نزد حضرت قدس سرہٗ، ابو داؤد شریف

سالِ نہم: از شوال ۳۶ھ تا شعبان ۳۷ھ

نزد حضرت قدس سرہٗ۔ مسلم شریف۔ نسائی شریف [1]

## بے مثال تربیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تعلیم کے سلسلہ میں جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے اندازہ ہوا ہوگا کہ آپ کی تعلیم اوّل سے آخر تک منفرد انداز میں ہوئی لیکن آپ کی تربیت کا باب تعلیم سے بڑھ کر بے مثال ہے۔ بچپن سے جوانی تک جس قدر سختی آپ پر روا رکھی گئی اور سنگین قسم کے جرائم پیشہ قیدیوں کی طرح آپ کی

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۴۲-۴۳



جو کڑی نگرانی کی گئی اس کی مثال ڈھونڈنے پر بھی شاید کہیں مشکل سے ملے گی۔ آپ پر والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کی سختیوں کو دیکھ کر لوگوں کو شبہ ہوتا تھا کہ آپ ان کے لڑکے نہیں، بلکہ سوتیلے ہیں۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"بہت سے دیکھنے والوں کو اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ میں ان کا لڑکا نہیں، بلکہ اپنی والدہ سے کسی پہلے خاوند کا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اولاد سے محبت تو فطری ہوتی ہے مگر اس سیہ کار کے ساتھ ان کی محبت تادیب میں مستور ہو گئی تھی۔" [1]

ان سختیوں کو دیکھ کر، جو والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے آپ پر کی جا رہی تھیں، واقعۃً لوگوں کو ترس آتا تھا اور دیکھنے والوں کا پتّہ پانی ہوتا تھا حتیٰ کہ امامِ ربّانی حضرت گنگوہیؒ کو بھی اس پر تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ تذکرۃ الرشید میں لکھتے ہیں:

"مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہیؒ نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایک مرتبہ مارا، ان کی پھوپھی نے حضرت (گنگوہی قدس سرہٗ) سے جا شکایت کی۔۔ اگلے دن جو مولوی اسماعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا: مولوی اسماعیل اِدھر آؤ۔ مولوی اسماعیل ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل لڑکے کے مارنے کی چغلی کھائی گئی ہے۔۔۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہنستے کیا ہو، اِدھر آؤ، اور مولوی یحییٰ تم بھی آؤ ۔ ۔ ۔ (مولوی یحییٰ صاحب بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اس کے بعد چارپائی پر بیٹھ کر فرمایا ۔ ۔ ۔: مولوی یحییٰ! میں تم سے مسئلہ

[1] آپ بیتی نمبر ۱، صفحہ ۱۳۵

پوچھتا ہوں کہ لڑکے کو کس قدر مارنا چاہیے؟ "نصیحت کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔۔۔۔ اب مولوی یحییٰ صاحب جواب دیں تو کیا دیں۔۔۔؟

حضرتؒ نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا۔"[1]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنے بچپن کے ان واقعات کو مزے لے لے کر بار بار بیان کرتے ہیں، اور اس شدت و سختی کو، جو بچپن میں ان پر گزری، اپنے لیے دارین کی سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

"میں تو حدیث پاک کے سبقوں میں ہمیشہ سے انہی واقعات کو بڑے لطف اور مزے سے نقل کرتا ہوں اور بڑی دعائیں دیتا ہوں کہ ان کے جوتوں کی برکت سے دینداری کی ظاہری صورت بنائے بیٹھا ہوں اور ان کی ہر مار پر بڑی ہی دعائیں دیتا ہوں۔ گو اس وقت بتقاضائے عمر نا سمجھی جتنا بھی رو رہا ہوں، یا رنج و غضب کیا ہو ظاہر ہے"۔۔۔[2]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"مولانا الحاج ابوالحسن ندوی نے ایک زمانہ میں اخبارات میں اس عنوان (میری محسن کتابیں) پر مضامین لکھوانے کا تقاضا کیا تھا، اور اس ناکارہ پر تحریراً و تقریراً کئی دفعہ تقاضا کیا، اس پر اس ناکارہ نے زبانی تو یوں کہا تھا کہ میری محسن کتابیں تو ابا جان کا جوتا تھا۔"[3]

---

[1] تذکرۃ الرشید صـ۱۱۳، جلد ۲
[2] آپ بیتی نمبر ۱، صـ۷
[3] آپ بیتی نمبر ۲، صـ۱۶۰



حضرتؒ "الاعتدال" میں ان سختیوں کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے تحت ہوئی ہے وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی، نہ بلا معیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اور اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحب یا چچا جان کے ساتھ ہوتے بیٹھ سکوں۔ کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں یا حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کر لوں۔ مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلہ بن جائے۔ کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا اور کس قدر سخت مجرم قیدیوں کی سی زندگی گزری۔ مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھ کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کی برکات میں اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک قصہ لکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ میرا نیا جوتا مدرسہ میں سے کسی نے اٹھا لیا تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتا خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کے بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں، وہ ڈال دیتا ہے، جو اب تک بھی دستور ہے، اس وجہ سے مجھے

کسی ضرورت کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا اور نہ ہی جوتے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات گزرے ہیں۔"[1]

آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

"یہ تو میری مجال ہی نہ تھی کہ میں کسی کو سلام کرلوں، یا میں خود کسی ایسے شخص کے پاس جماعت کی نماز میں کھڑا ہوں، جس کے پاس اس سے پہلے کی نماز میں کھڑا ہو چکا ہوں۔ اگر کوئی دوسرا اجنبی مجھے سلام کرلیتا تو مجھ سے جواب طلب ہو جاتا کہ یہ کون ہے؟ (اور اس نے تجھے کیوں سلام کیا؟) اور اگر کوئی ایسا شخص جو پہلی نماز میں بھی میرے برابر ہوتا تھا، اتفاقاً میرے پاس آکر کھڑا ہو جاتا تو مجھے ڈر کے مارے نیت توڑ کر جانا پڑتا تھا، اس لیے کہ اس کا بھگتنا تو مجھے پڑتا تھا، اور اس خیال سے پاس والے کو خیال ہوگا کہ کیا بات ہوئی، کبھی کھانسنے کا بہانہ کرتا تھا اور کبھی ناک پکڑ کر گویا نکسیر آگئی ہے، وہاں سے نکلتا تھا۔"

"اس کے ساتھ ہی میرے والد صاحبؒ کی نگاہ میں بڑی اہم چیز صاحبزادگی کا منشا بھی تھا، ان کا بارہا کا سینکڑوں دفعہ کا سُنا ہوا مقولہ کہ یہ صاحبزادگی کا سور بہت دیر میں نکلتا ہے۔ اس ناکارہ کے متعلق اگر کبھی ان کو کسی فعل سے اس کا شبہ بھی ہو جاتا تھا تو پھر خیر نہیں ہوتی تھی۔"[2]

---

[1] "الاعتدال" ص۳۱

[2] آپ بیتی نمبر۱، ص۳



چونکہ حضرت شیخؒ نے اس تربیت کے عنوان کو "زیادہ اہم اور نہایت ہی اہم" قرار دے کر اس کے چند واقعات ذکر کیے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان واقعات کا خلاصہ یہاں ذکر کیا جائے ۔۔۔۔ تفصیل آپ بیتی نمبر۱ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

۱۔ حضرت شیخؒ کی عمر تین چار سال کی تھی اور اچھی طرح چلنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ والدہ ماجدہ نے ایک خوبصورت سا بچگانہ تکیہ بنا کر دیا۔ والد صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا۔۔۔ "زکریا مجھے تکیہ دے دے"۔۔۔ بچے کے منہ سے نکل گیا کہ "میں اپنا تکیہ لاؤں"؟ فرمایا "ادھر آ"، پاس گئے تو۔۔۔

"انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر داہنے ہاتھ سے منہ پر ایسا زور کا تھپڑ رسید کیا کہ آج تک اس کی لذت بھولا نہیں اور مرتے دم تک امید نہیں کہ بھولوں گا، اور یوں فرمایا۔۔ کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں! کچھ کما کر ہی کہتا کہ اپنا لاؤں"۔

غور فرمایئے، تین چار سال کے کم سن بچے کے منہ سے "اپنا" کا لفظ غیر شعوری طور پر نکل جاتا ہے مگر والد ماجدؒ کی دقیق تربیت اس کو بھی برداشت نہیں کرتی، اور ایک شفیقانہ تھپڑ کے ذریعہ اپنے لاڈلے کے "لاشعور" سے بھی "اپنا" کا تصور نکال دیتی ہے۔۔ اس واقعہ کو ذکر کر کے حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"اللہ ہی کا فضل و کرم ہے اور محض اس کا ہی لطف و احسان ہے کہ اس کے بعد سے جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں،

اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔" [1]

۲۔ دوسرا واقعہ آٹھ سال کی عمر کا ہے۔ ظہر کی نماز کھڑی تھی۔ شیخ مسجد کے ایک طاق پر ہاتھ ڈال کر لٹکنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر طاق ذرا اونچا تھا، ہاتھ نہیں پہنچ رہا تھا۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ایک شاگرد مولوی صغیر احمد گنگوہی نے شیخ کی معاونت کے خیال سے ان کو ذرا اوپر اٹھا کر لٹکا دیا اور خود جماعت میں شریک ہو گئے۔ شیخؒ کو ان کا یہ دخل در معقول پسند نہ آیا، جب وہ سجدے میں گئے تو ان کی کمر پر زور سے ٹھک مارا، چوٹ تو ان کے کیا لگتی مگر آواز بہت ہوئی۔ نماز کے بعد تفتیش ہوئی، کہ کس نے کس کے مارا۔ بڑی مشکل سے عصر کے بعد کہیں پتہ چلا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے صاحبزادے نے ان کے شاگرد کے مارا تھا۔ والد صاحب کو خیال ہوا کہ صاحبزادگی کے زعم میں یہ حرکت سرزد ہوئی ہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"اس وقت والد صاحب کا دستور عصر کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری کا تھا، یہ نابکار بھی ساتھ ہوتا اور میری ایک چھوٹی سی چھتری تھی، جو ٹوٹ گئی تھی اور اس کی ڈنڈی کو لکڑی بنا لیا تھا، جو مزار پر جانے کے وقت میرے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی... میرے ہی ہاتھ سے چھین کر اتنا مارا کہ وہ چھوٹی سی لکڑی بھی دو جگہ سے ٹوٹ گئی، اور صرف ایک لفظ ان کی زبان پر ہر مار پر ہوتا تھا کہ "ابھی سے صاحبزادگی کا یہ نشہ؟" انہیں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ

---

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۸



بمصداق صاحبزادگی باپ کے شاگرد کو مار دیا۔ سردی کا زمانہ تھا اور میں روئی کا انگرکھا پہنا کرتا تھا۔ مگر اس وقت نہیں تھا، اس لیے کہ صبح اور عشا کے وقت پہنا کرتا تھا اور عصر کے وقت چونکہ سردی نہیں ہوتی اس وقت صرف ایک ہی کرتہ بدن پر تھا۔ میرے بازو اتنے سوج گئے تھے کہ پندرہ دن تک انگرکھا بالکل نہیں پہن سکا۔ اس وقت تو نہیں، مگر ان کا ایک خاص مقولہ، جو کئی دفعہ مجھ سے فرمایا، یہ تھا کہ ...: اگر تو پٹتے پٹتے مر گیا تو تو شہید ہو گا، مجھے ثواب ہو گا"... آپ خود سوچئے کہ جس کا یہ نظریہ ہو وہ کیا کسر چھوڑے گا!" [1]

۳: اسی زمانے کا قصہ ہے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ مغرب سے عشا تک لمبی نفلیں پڑھا کرتے تھے اور والد صاحبؒ کے یہاں مختصر نوافل کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"اس نابکار کو بزرگی کا جوش ہوا اور مغرب کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے حجرہ کے سامنے لمبی نفلوں کی نیت باندھ لی۔ ابا جان نے آ کر ایک زور سے تھپڑ مارا اور یہ فرمایا کہ سبق یاد نہیں کیا جاتا؟ اس وقت تو مجھے بہت غصہ آیا کہ خود تو پڑھی نہیں جاتی دوسرے کو بھی پڑھنے نہیں دیتے۔ مگر جلد ہی سمجھ میں آ گیا کہ بات صحیح تھی۔ وہ نفلیں بھی شیطانی حربہ علم سے روکنے کے واسطے تھا۔" [2]

۴: دس سال کی عمر تھی۔ شیخؒ والدہ ماجدہ اور چند مستورات کے ساتھ بہلی میں

---

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۹

[2] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۱۰

گنگوہ سے رامپور جارہے تھے، والد صاحبؒ ایک گھوڑی پر سوار تھے، جس کے چلانے والا بھی ساتھ تھا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں

"راستہ میں ایک جگہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از راہ شفقت ارشاد فرمایا کہ ... "تو گھوڑی پر بیٹھے"... ؟ میں نے بڑے شوق سے کہا "جی"۔ اور شوق میں بہلی سے کود پڑا۔ اور گھوڑی پر بیٹھ کر شوق عزت میں گھوڑی کو بہلی کے سامنے لایا۔ میری والدہ نے اور دوسری مستورات نے، جب میں قریب پہنچا، کچھ زبان سے اور کچھ اشارے سے کہا کہ بڑی بات ہے۔ ابا تو پاؤں چل رہے ہیں اور تو گھوڑی پر بیٹھا ہے..

میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ عورتیں یوں کہہ رہی ہیں۔ انہوں نے بہت غصہ میں فرمایا کہ ...: اندھی کے تجھے نظر نہیں آتا، عورتیں ہی کہہ رہی ہیں؛ تیری آنکھیں پھوٹ گئیں ؟ مابدولت بیک جنبش دو گوش گھوڑی سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس بات پر مجھے اللہ کا شکر ہے کہ کوئی گرانی نہیں ہوئی، اور میرے ذہن میں تھا کہ تو نے بڑا کیا"۔[1]

۵- والد صاحبؒ کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ شیخؒ کے پاس روپیہ پیسہ نہ رہے۔ کسی دوسرے سے پیسہ لینا تو درکنار کسی اور چیز کا لینا بھی ممکن نہ تھا۔ البتہ خود پیسے دینے کا بہت معمول تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کا بھی اہتمام تھا کہ پیسہ ان کے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ جب روپیہ پیسہ دینے کا ارادہ فرماتے تو پہلے شیخؒ کی والدہ ماجدہ کو فرما دیتے کہ زکریا کو اتنے پیسے دیتے ہیں ... والدہ ماجدہ قرض کے بے شمار فضائل سناتیں۔ آخرت میں کار آمد ہونے کی ترغیب

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۱۰



اور دنیا میں جو خرچ ہو جائے اس کی لغویت خوب بتلاتیں، پھر فرماتیں کہ تیرے پاس کچھ پیسے ہوں تو دیدے تجھے ثواب ہوگا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"کچھ تو واقعی والدہ کی محبت، اور کچھ ثواب کی اہمیت تو کہاں ہوتی، البتہ "من نوقش فی الحساب فقد عذب" کا نقشہ بغیر حدیث پڑھے ہی سامنے تھا، اس لیے کہ ان پیسوں کا حساب دینا بھی تو کارے دارد تھا۔ اور اسی کا یہ اثر ہوا کہ اب تک پیسہ جیب میں رکھنے کی عادت نہیں"۔

۶- حضرت شیخؒ کے بارے میں والد صاحبؒ کو کسی چیز کا معمولی شبہ بھی ہو جاتا تو اس کی بھی سخت تحقیق فرماتے۔ ایک دفعہ مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے (جو مظاہر علوم میں مدرس اور مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے شریک دسترخوان تھے) مغرب کے بعد کسی طالب علم سے یہ کہہ کر کہ کباب لاکر فلاں جگہ رکھ دینا، نفلوں کی نیت باندھ لی۔ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ پیشاب کے لیے جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تو کبابوں کی خوشبو آئی۔ ان کے بعد شیخؒ پیشاب کے لیے گئے تو مولانا کو شبہ ہوا کہ کباب شیخ نے رکھے تھے اور پیشاب کے بہانے کھا کر آیا ہے.... قریب بلا کر کہا، منہ کھول۔ مگر منہ میں کبابوں کی خوشبو نہیں تھی۔ پھر دریافت فرمایا کہ وہ کباب کس کے ہیں؟ شیخؒ نے لاعلمی کا اظہار کیا ... لیکن ان کی پریشانی اس وقت دور ہوئی جب مولانا ظفر احمد صاحبؒ نے دسترخوان پر وہ کباب منگوائے۔ تب شیخؒ کی طرف سے ان کو اطمینان ہوا۔

۷- ان کی تعلیم و تربیت کے انداز نرالے تھے۔ اہم کتاب کے شروع یا ختم پر اپنے شاگردوں کو مٹھائی کے نام پر پیسے دینے کا ان کا دستور تھا، لیکن شیخؒ پر یہ بھی پابندی تھی کہ ان پیسوں کی مٹھائی نہیں کھا سکتے، کیونکہ یہ ان کے نزدیک سخت معیوب اور چٹور پن کی علامت تھی۔ ان پیسوں کا مصرف، مزدوت کی

کوئی چیز یا کتاب وغیرہ تھی، یا والد صاحبؒ کے ذریعہ کوئی مقوی دماغ چیز۔
جب شیخؒ کی فقہ (قدوری وکنز) کی بسم اللہ ہوئی تو بیس روپے عطا فرمائے،
اور دریافت فرمایا کہ ان کا کیا کروگے؟ شیخؒ فرماتے ہیں:

"میں چونکہ بہر طبیعے کی آنکھ سے سبق پڑھے ہوئے تھا، اس لیے میں نے کہا کہ میرا یوں جی چاہتا ہے کہ اپنے چاروں اکابر... حضرت سہارنپوریؒ، حضرت دیوبندیؒ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت تھانویؒ... کی خدمت میں پانچ پانچ روپے کی مٹھائی پیش کروں... یہ میری تجویز کسی اخلاص پر تو مبنی تھی نہیں... "من جوسب مذہب"... کے ڈر سے تھی، بڑی شاباش ملی اور میری فہم و دانش پر مبارک باد"... [1]

پھر دریافت فرمایا کہ کون سی مٹھائی؟ شیخؒ نے اپنی تجویز بتائی تو فرمایا: لاحول ولا قوۃ، ان میں سے کون ایسا ہے جو مٹھائی کھائے گا، تمہاری خاطر ایک آدھ ڈلی چکھ لیں گے، باقی سب دوسروں کی نذر ہو جائے گی۔ ایسا کرو کہ پانچ روپے کی شکر خرید کر حضرت کی خدمت میں پیش کردو۔ مہینہ بھر تمہاری شکر سے چائے نوش فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں شکر پیش کی گئی، اور بقیہ اکابر ثلاثہ کی خدمت میں پانچ پانچ روپے نقد پیش کر دیئے گئے جو ان حضرات نے مسرت کے ساتھ قبول فرمائے اور دعائیں دیں۔

۸- رمضان ۱۳۲۸ھ میں جبکہ شیخؒ کی عمر تیرہ سال کی تھی، اور یہ سہارنپور آنے کے بعد پہلی عید تھی، کاندھلہ میں تین چار سال کی عمر میں ایک عید کی تھی، جس کی چہل پہل کی خوشگوار یادیں شیخؒ کو یاد تھیں۔ ۱۵ رمضان کے قریب فرمایا کہ

---

۱؎ آپ بیتی نمبر۱، ص ۱۲



تیرا کاندھلہ عید کرنے کو جی چاہے؟ شیخؒ نے بڑی مسرت سے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا، اچھی بات ہے، ۲۹ کو بھیج دوں گا۔ شیخؒ فرطِ مسرت میں دن گننے لگے۔ خدا خدا کر کے ۲۹ تاریخ آئی تو خیال تھا کسی کے ساتھ جانا تجویز فرمائیں گے، لیکن...

"انہوں نے دس گیارہ بجے کے قریب نہایت رعب دار منہ بنا کر فرمایا۔ بس کیا رے گا جا کر... آواز سے تو ہم رو ہی نہیں سکتے تھے، آنسوؤں پر قابو ہی نہیں تھا، بے اختیار نکل پڑے، اور حجرہ میں جا کر پھر جو ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کیا۔ اللہ بہت ہی معاف فرمائے، جو منہ میں آیا، سب کہہ دیا... اور دوسرا دن عید کا میرے لیے محرم تھا۔ وہ میری لال آنکھوں اور آنسوؤں کو خوب دیکھ رہے تھے، مگر ایک لفظ نہیں کہہ کر دیا۔ عید سے دوسرے دن یوں فرمایا کہ... "میرا جی تو چاہے تھا تیرے بھیجنے کو، اور میرا ارادہ بھی تھا مگر جتنی خوشی تو نے جانے کی کی، وہ مجھے اچھی نہیں لگی"۔

اس وقت تو بھلا آپ جانیں کہ کیا سمجھ میں آتی، مگر اب واقعی سمجھ میں آگئی کہ "لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم"... کی داغ بیل پڑ گئی"۔ [1]

۹- چونکہ والد صاحبؒ زیب و زینت کے سخت مخالف تھے، اس لیے حضرت شیخؒ کو بچپن میں کبھی اچھا کپڑا پہننے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ (حضرت شیخؒ فرماتے ہیں، اپنے شعور سے پہلے والدہ نے پہنائے ہوں تو یاد نہیں) اس زمانے میں

---

۱؎ آپ بیتی نمبر۱، ص ۱۲

ہر ہفتہ سر منڈانا بھی ضروری تھا کہ یہ بھی زینت کی علامت ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں جبکہ شیخؒ کی عمر سترہ سال تھی، والدہ ماجدہ کاندھلہ میں سخت علیل ہو گئیں، اور مایوسی کی حالت ہو گئی۔ والد صاحبؒ کو اطلاع ہوئی تو یہ سمجھ کر کہ پانچ سات دن کا قصہ ہے، شیخؒ کو کاندھلہ بھیج دیا، اور اتنا لمبا چوڑا کام سپرد کیا جو پندرہ سولہ گھنٹے میں بھی پورا نہ ہو سکے:

"روزانہ تاریخ وار مقامات کے سو لغت لکھنا۔ اور صراح وغیرہ دوسری کتب کی مدد سے ان کا ترجمہ بھی لکھنا۔ پھوپھا رضی الحسن مرحوم سے سلّم کا سبق پڑھنا... ایک منزل روزانہ قرآن کی دو تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دادی صاحبہ کو (جو حافظِ قرآن تھیں) سنانا... اور تین سبق فارسی کے گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، حاجی محسن مرحوم کو سنانا۔"

والدہ کی خواہش تھی کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنی زندگی میں اچھا کپڑا پہنتے ہوئے دیکھ جائیں، جس کا موقع اب تک والد صاحب کے خوف کی وجہ سے نہیں آیا تھا... انہوں نے شیخؒ کی خالہ اور پھوپھیوں سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ بہت عجلت میں ایک نفیس اور خوشنما جوڑا تیار کیا گیا۔ نہایت ہی نفیس حسین گلابی جنیان، اس پر خوبصورت باریک چکن کا کرتہ، اور نہایت ہی عمدہ سیلے کا عمامہ، باٹا کا بہترین مضبوط سلیپر۔ شیخؒ کا یہ شاہی جوڑا پہنتا تھا کہ اتنے میں والد صاحبؒ تشریف لے آئے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"ما بدولت اس شاہی جوڑے کو پہن کر اور اس کی نمائش کرنے کے واسطے اپنے دروازے سے نکل رہے تھے، ایک دم ایک کی نگاہ دوسرے پر پڑی۔ ان کی نگاہوں میں تو شیرِ ببر کی طرح خون کی لہر دوڑ گئی، اور میں لنگور کے سامنے بندر ایسی حالت میں تھا۔ کہ پاؤں کے نیچے سے زمین



نکل گئی۔ اور انہوں نے للکار کر فرمایا کہ آ گئے۔ تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا، وہ نہایت ہی نفیس اور مضبوط سلیپر، جو چار پانچ منٹ پہلے ہی پاؤں میں پہنا تھا، وہ ان کے ہاتھ میں تھا اور بجائے پیر کے سر پر پڑ رہا تھا۔ اور ایک ہی لفظ زبان پر تھا کہ: "تجھے معشوق بننے کے واسطے بھیجا تھا"... یہ اللہ کا احسان تھا کہ ایڑی کی طرف سے نہیں پڑے، بلکہ پنجے کی طرف سے پڑے جس سے سر نہیں پھٹا، البتہ "مبیغ" کی طرح دماغ کا بہترین علاج ہو گیا:

"اللہ کے فضل وانعام و احسان سے اچھے کپڑے سے جو نفرت اس وقت بیٹھی تھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اب واقعی اس کے اندر تصنع نہیں کہ اب اچھے کپڑے سے کچھ اس قدر نفرت سی ہو گئی کہ اپنے ہی نہیں دوسرے کے بدن پر بھی اچھا نہیں لگتا۔"[1]

۱۰۔ تربیت ہی کے سلسلہ کا ایک واقعہ حضرتؒ نے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا لکھوایا ہے۔ جو تعلیم کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ اسی کے ذیل میں حضرت شیخؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"ان کو یہ بھی اہتمام تھا کہ شاگرد سے استاد کی بے ادبی نہ ہو۔ میں نے چونکہ مشکوٰۃ شریف اس طرز سے پڑھی، یہ اوپر گزرا، مدرسہ کے اندر مشکوٰۃ اور حدیث کی کتب لمبی لمبی تقریروں سے ہوتی تھیں میں نے کئی دفعہ اجازت چاہی کہ حدیث کی فلاں کتاب کی سماعت کر لوں، مگر بڑی شدت سے منع فرمایا، اور یہ فرمایا کہ حدیث کی کتاب اپنے والد اور حضرت (مولانا خلیل احمد سہارنپوری) قدس سرہٗ

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۱۳-۱۵

کے علاوہ کسی سے نہیں پڑھی، البتہ منطق و فلسفہ کسی اور سے پڑھے تو مضائقہ نہیں، اور ارشاد فرمایا کہ تو چونکہ بے ادب گستاخ ہے، منطق فلسفہ وغیرہ کے اساتذہ میں سے اگر کسی کی گستاخی کرے گا تو وہ کتابیں جاتی رہیں گی، بلا سے جاتی رہیں، لیکن حدیث کے اساتذہ میں سے اگر کسی کی گستاخی کی تو یہ گوارا نہیں کہ تیری حدیث ضائع ہو۔"[1]

۱۱- نمبرہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت شیخؒ کے لیے کسی سے پیسہ لینا تو درکنار، کسی اور چیز کا لینا بھی ممکن نہیں تھا، ایک جگہ اسی کی تفصیل حضرت شیخؒ نے یہ بیان فرمائی ہے:

"اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہمیں پیسہ لینے کی اجازت نہیں۔ مجال ہے کہ اعلیٰ حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام یا والد صاحبؒ کے دوستوں میں سے مجھے کوئی پیسہ دیدے۔ اتنی پٹائی ہوتی تھی کہ اس کے ڈر کی وجہ سے پیسہ کی جنت ت پٹائی کی دوزخ سامنے آجاتی تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ مجھے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کسی شخص کا ہدیہ، جو بزرگی کی لائن سے دیتا تھا اس سے اس قدر نفرت تھی کہ کوئی حد و حساب نہیں۔"[2]

---

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۱۸

[2] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۱۲۸، ۱۲۹



باب سوئم

# درس و تدریس

حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا سانحۂ وفات مدرسہ مظاہر علوم کے لئے ایک عظیم حادثہ تھا۔ مدرسہ اپنے ایک بے لوث خادم، ایک بلند پایہ محدث اور حدیث کے ایک لائق ترین استاد کی خدمات سے محروم ہو چکا تھا۔ یہ ایک ایسا خلا تھا جسے کوئی شخص محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے سب کی خواہش تھی کہ اس خلا کو مولانا مرحوم کے نورِ نظر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ذریعے پُر کیا جائے۔ جن کی علمی استعداد طالب علمی میں کھل چکی تھی۔ اور جن کی بے نظیر تعلیم اور فوق العادت تربیت کی تکمیل کے بعد مولانا مرحوم نے بساطِ حیات لپیٹ دی تھی چنانچہ سرپرستانِ مدرسہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا مظاہر علوم کے مدرس کی حیثیت سے انتخاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"مولوی (محمد یحیٰی) صاحبؒ کے حقوق مدرسہ پر بہت ہیں۔ نظر برآں مناسب ہے کہ مولوی زکریا کو بیس روپے مشاہرہ پر مدرسے میں لیا جاوے[1] اور دو تین اسباق سے زیادہ ان کو نہ دیئے جائیں۔ باقی وقت کچھ اپنے اوقات درس میں اور کچھ تجارت میں خرچ کریں۔" (دستخط سرپرستان مدرسہ)[2]

چنانچہ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا بحیثیت مدرس مدرسہ مظاہر علوم تقرر ہوا، اور اصول الشاشی جو پہلے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں ہو رہی تھی۔) اور علم الصیغہ (جو پہلے مولانا ظفر احمد تھانویؒ کے یہاں ہو رہی تھی) کے اسباق آپ کے پاس منتقل

---

[1] آپ بیتی (ص ۴۳) حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا ابتدائی تقرر پندرہ روپے مشاہرہ پر ہوا تھا۔

[2] تاریخ مظاہر جلد دوم ص ۱۳۲ بحوالہ رجسٹر احکامات سرپرستان مدرسہ ص ۱۰۵

ہو گئے، ان کے علاوہ غالباً ایک اور سبق تجویز ہوا۔[1] اصول الشاشی اور علم الصیغہ دونوں حضرت[2] کی پڑھی ہوئی نہیں تھیں۔ یوں بھی یہ دونوں اسباق ایک نوعمر ابتدائی مدرس کی حیثیت سے بظاہر اونچے تھے، لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی ذہانت وفطانت اور محنت ومطالعہ سے بہت جلد طلبہ کو ایسا گرویدہ کیا کہ انہوں نے کتاب کا پڑھا ہوا حصہ بھی حضرت شیخؒ سے دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی، اور اس سے ان حضرات کو اطمینان ہوا جو آپ کی نوعمری کی بناء پر آپ کے لئے ان اسباق کے تجویز کئے جانے میں متأمل تھے۔ آپ بیتی میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

" علم الصیغہ کا زیادہ فکر نہ ہوا، البتہ اصول الشاشی اہم تھی۔ جماعت بھی اس کی کچھ بڑی تھی۔ میں نے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے پوچھا۔ کہ سبق کہاں سے ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ فصلٌ فی الامر کے ایک ورق کے بعد سے ہے۔ مگر میں نے اس لئے کہ مجھے طلبہ کا اندازہ تھا کہ طالب علم دھوکا دیا کرتے ہیں چچا جان سے امر کی بحث کے دو ورق پڑھ لئے ایک طلبا کا پڑھا ہوا اور دوسرا بے پڑھا۔ ان سے تو اپنے ہی ضابطے پر پڑھے کہ جلدی جلدی لیکن چونکہ اعلان بدھ کو ہوگیا تھا اور شنبہ سے سبق شروع

[1] حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اس سال کی کتب زیر درس کی فہرست درج کرانے کے بعد فرمایا ہے: "تین سبق متعلق" (آپ بیتی ص۶۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ تین اسباق تجویز کئے گئے تھے۔ اور ان تین اسباق میں یکے بعد دیگرے آٹھ کتابیں آخر سال تک ہوئیں۔ واللہ اعلم

[2] آپ بیتی میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اصول الشاشی کے مطالعہ میں کئی گھنٹے صرف ہوتے تھے۔ (ص۶۲)



تھے۔ اس لئے دو تین دن میں نے کتب اصول میں اصول الشاشی کے شروح وحواشی نور الانوار ومنار اس کی شرح کشف الاسرار حسامی اور اس کی جتنی شروح مل سکیں توضیح تلویح دو دن میں امر کی ابتدائی بحث سب میں نے خوب دیکھے اور درس گاہ میں پہنچنے کے بعد اجنبیانہ پوچھا سبق کہاں سے ہے؟ سب نے متفق اللسان ہوکر کہا فصل فی الامر سے میں تو پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ دھوکہ دیں گے۔ میں نے ایک گھنٹہ امر کی بحث میں خرچ کردیا معلوم نہیں کیا کیا کہا ہوگا۔ اتنا یاد ہے کہ پہلا دن تو صرف فصل فی الامر میں خرچ ہوا تھا۔ اس کے بعد پورا ایک ہفتہ اس ایک ورق میں لگا جو چچا جان ایک دو دن میں پڑھا چکے تھے۔ ایک ہفتہ بعد میرے پاس اصول الشاشی کی جماعت کی نہایت مؤکد تحریری اور زبانی درخواست پہونچی کہ ہم اصول الشاشی تجھ سے اول سے پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا مدرسہ کا سبق ہے میرا ذاتی نہیں مہتمم صاحب حکم دیں گے تو مجھے انکار نہیں چونکہ ایک بڑے مدرس کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی تھی اس لئے باضابطہ تحریری درخواست کی تو لوگوں نے ہمت نہیں کی۔ البتہ خصوصی لوگوں نے زبانی ان سے کہا انہوں نے انکار کردیا۔ البتہ یہ نفع ضرور ہوا کہ بعض اکابر مدرسین نیز بعض طلبا نیز بعض منتظمین میرے امرد اور کم عمر اور حسین وجمیل ہونے کی وجہ سے مدرسی پر اعتراض تھا۔ مگر اکابر کی طرف سے چونکہ تجویز تھی اور علی الاعلان اعتراض کا اس زمانہ میں دستور نہیں چلا تھا بالخصوص بڑوں کی طرف سے اس لئے مہتمم صاحب کو بھی کچھ سوچ ہو رہا تھا۔ اس لئے اصول الشاشی کی جماعت کی اس درخواست نے مہتمم صاحب کو میری طرف سے مطمئن کردیا۔ اللہ ان پڑھنے والوں کو بڑی جزائے خیر دے۔"[1]

[1] آپ بیتی نمبر۲ ص۵

اس پہلے سال میں حضرت شیخؒ کے یہاں مندرجہ ذیل کتابیں ہوئیں: علم الصیغہ خاتمہ عامل منظوم، شرح مائۃ عامل، خلاصہ نحو میر، نفحۃ الیمن، منیۃ المصلی اصول الشاشی قال اقول

دوسرے سال (از شوال ۱۳۳۵ھ تا شعبان ۱۳۳۶ھ) مرقات، قدوری، شرح تہذیب، کافیہ، نور الایضاح، اصول الشاشی، شرح جامی بحث فعل، بحث اسم نصف عجب العجاب اور نفحۃ الیمن ہوئیں۔

تیسرے سال (از شوال ۱۳۳۶ھ تا شعبان ۱۳۳۷ھ) مقامات، سبعہ معلقہ، قطبی میر، کنز، قدوری اور اصول الشاشی ہوئیں ـــــ مقامات اور سبعہ معلقہ کے اسباق میں بھی دلچسپ لطیفہ پیش آیا۔

(جسے طوالت کے باوجود آپ بیتی سے نقل کرنا مناسب ہے) حضرت فرماتے ہیں:

" شوال ۱۳۳۶ھ میں ایک اہم واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔ اوپر لکھ چکا ہوں حضرت (مولانا خلیل احمد سہارنپوری) قدس سرہ کے زمانے میں کسی مدرس کی یہ ہمت نہ پڑتی تھی کہ اپنے لئے کوئی کتاب مانگے۔ حضرت قدس سرہ کی موجودگی میں مہتمم صاحب اسباق کا نقشہ اور مدرسین کا نقشہ لیکر بیٹھتے تھے۔ نام کتاب پکارا جاتا اور اکابر مدرسین میں سے کوئی شخص کسی مدرس کا نام تجویز کر دیتا۔ اگر کسی دوسرے مدرس کی طرف سے کوئی جرح نہ ہوتی۔ تو حضرت کی منظوری پر اس کے نام لکھ دی جاتی اکابر مدرسین میں سے اگر کسی کی طرف سے جرح ہوتی۔ مثلاً اونچی معلوم ہوتی ہے یا اس سے نیچے کی کتاب ابھی نہیں پڑھائی یا پوچھ لیجئے آپ کو اس کتاب کے پڑھانے میں کوئی اشکال تو نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ تو پھر دوسرے مدرسین کی تائید کے ساتھ یا نکیر کے ساتھ حضرت قدس سرہ کا فیصلہ ناطق ہوتا یہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ کوئی مدرس اپنے لئے کوئی کتاب نہیں مانگ سکتا تھا۔ البتہ جو کتاب کوئی مدرس کئی دفعہ پڑھا چکا ہو اس کے مانگنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تھا۔ کوئی مدرس نئی کتاب مانگنا چاہتا تھا تو آپس کے مدرسین میں یہ طے ہو جاتا



تھا کہ جب فلاں کتاب کا نام آوے تو اس کے نام تجویز کرا دی جائے۔ مجھے ادب سے کچھ شوق بھی تھا اور والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھا بھی کچھ محنت سے تھا۔ شوال ۱۳۳۶ھ میں میں نے مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ اگر نامناسب نہ ہو تو مقامات تقسیم اسباق کے وقت میں میرے لئے تجویز فرما دیں۔ مہتمم صاحب نے بہت ہی شفقت سے یہ فرمایا کہ ایک ہی سال تیری مدرسی کا ہوا ہے۔ ابھی تقاضا ہی کیا ہے؟ انشاء اللہ مقامات بھی پڑھا دیگا اور حدیث بھی پڑھا دیگا جلدی نہ کر، ابھی ہرگز مناسب نہیں۔ میرا خیال تھا کہ اگر مہتمم صاحب نیم راضی ہوں تو پھر میں کسی مدرس سے چچا جان یا مولانا ظفر احمد صاحب سے کہوں کہ مقامات میرے نام کرا دیں۔ اس لئے کہ زیادہ جرح مہتمم صاحب یا مولانا ثابت علی صاحب مرحوم کی طرف سے ہوا کرتی تھی اس زمانے میں ادب کی سب کتابیں پہلے گھنٹے میں ہوتی تھیں اور اس گھنٹے میں جلالین شریف، مختصر المعانی، شرح جامی بحث اسم بھی ہوتی تھی۔ مولانا ظفر احمد صاحب کے یہاں امسال جلالین ان کے بڑے شوق پر میرے چچا جان نے تجویز کرائی تھی اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں ان کی خواہش سے مختصر المعانی آئی تھی۔ جب ادب کی کتابوں کا نمبر شروع ہوا تو متنبی کا نام بولا گیا اور وہ مولانا ثابت علی صاحب کے یہاں لکھی گئی اس لئے کہ ادب کے سبق اس زمانے میں تین ہی مدرسوں کے یہاں ہوا کرتے تھے، مولانا ثابت علی صاحب مولانا ظفر احمد صاحب اور چچا جان نور اللہ مرقدہٗ متنبی کے بعد سبعہ معلقہ کا نام بولا گیا ادب کی کتابیں آدھ گھنٹہ بھی ہو جاتی تھیں۔ یا دو گھنٹے جب متنبی کے بعد سبعہ معلقہ کا نام لیا گیا۔ ادب کے تینوں مدرسین کا گھنٹہ پر ہو چکا تھا اور مولانا ظفر احمد صاحب اور چچا جان اپنی اپنی کتابیں بدلنا پسند نہیں کرتے تھے کہ پہلی دفعہ ہو رہی تھیں اور جب ان سے کہا گیا کہ اپنی اپنی کتابیں بدل لو تو انہوں نے عرض کیا کہ پہلی پہلی دفعہ آئی ہیں اور ادب کی کتابیں یہ حضرات کئی دفعہ پڑھا چکے تھے۔ مہتمم صاحب نے مولانا ثابت علی صاحب

پر اصرار کیا کہ متنبی اور سبعہ معلقہ آدھا آدھ گھنٹہ پڑھا دیں۔ مولانا ثابت علی صاحب نے ذرا شدت سے انکار کیا جلدی بولنے کے مولانا بہت عادی تھے۔ فرمایا پہلے گھنٹہ میں آدھ گھنٹہ مشکل ہے، پہلے گھنٹہ میں آدھ گھنٹہ مشکل ہے یہ لفظ دو چار دفعہ دہرایا اور فرمایا کہ چائے بھی تو پینی ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم اپنی چائے خود اپنے ہاتھوں سے بناتے تھے اور بڑی لذیذ ہوتی تھی تین چار منٹ سکوت اور رد و قدح میں گذرے مولانا عبداللطیف صاحب نے زکریا کا نام پیش کر دیا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے بڑے زور سے تائید کی ضرور بہت اچھی پڑھا دیگا۔ میرے چچا جان نے بھی فرمادیا کہ اچھی پڑھائیگا اس پر اگر مخالفت کرنے تو مولانا ثابت علی صاحب کرتے مگر وہ بھی متنبی کی وجہ سے دبے ہوئے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا الحمد دبھر کیا تھا۔ مجھے وہ منظر ہمیشہ یاد رہے گا اور بڑا لطف آتا ہے۔ حضرت مہتمم صاحب کے ہاتھ میں قلم اور نقشے پر جھکے ہوئے اور بہت دبی ہوئی، مری ہوئی زبان سے فرمایا، میں نے تو مقامات کو بھی انکار کر دیا تھا: ہن ہن تو سب نے سنی مگر مطلب میں ہی سمجھا۔ اس کے بعد مقامات کا نام لیا گیا۔ اب تو میری بھی زبان زور سے کھل گئی۔ میں نے عرض کیا میں تو دونوں کتابیں آدھے گھنٹے میں پڑھا دوں گا، بلکہ حضرت مہتمم صاحب اگر اعلان فرمادیں تو مقامات کا سبق آدھ گھنٹہ پہلے ہی شروع ہو جائے گا، تو دونوں سبق پون پون گھنٹہ ہو سکتے ہیں۔ مجھے چائے پینی نہیں، نہ میں چائے پیتا ہوں، وہ بھی میرے نام لکھی گئی۔

مقامات پر تو کوئی شور شغب نہ ہوا، اس لیے کہ یہ جماعت مشکوٰۃ کی جماعت تھی، لیکن سبعہ معلقہ کی جماعت دورے کے بعد کی جماعت تھی اور یہ وہ لوگ تھے جو گذشتہ سال دورے میں میرے ساتھی بھی رہ چکے تھے۔ اس لیے معلقہ کی جماعت نے بہت زور و شور ابتداءً میرے خلاف اس طرح کیا



کہ حضرت قدس سرہٗ تک نہیں پہنچا۔ البتہ مہتمم صاحب تک بڑی بڑی شکایات پہنچی تھیں۔

اس زمانے میں مدرسہ کا قانون یہ تھا کہ مدرس ہر کتاب کو، جس کو پڑھائے تو دو نسخے ایک مطبع کے بھی لے سکتا تھا۔ ایک گھر پر مطالعہ کے لیے ایک درس گاہ میں پڑھانے کے لیے، اور مختلف مطابع کی تو ہر کتاب کا ایک نسخہ مختلف حواشی کی وجہ سے بھی لے سکتا تھا۔ اس سیہ کار نے ایک تو مکاری یہ کی کہ کوئی نسخہ معلقہ کا مدرسہ سے نہیں لیا، اور شرحیں بھی اپنے نام پر کوئی نہیں لی۔ ایک آدھ مولانا ظفر احمد صاحب سے کہہ کر ان کے نام پر لی، ایک چچا جان کے نام پر، اور معلقہ کے چند نسخے مختلف مطابع کے میرے تجارتی کتب خانے میں بھی موجود تھے، جو لوگ میرے مخالف تھے اور وہ ابتدائی مدرسین بھی جن کو میرے معلقہ پر رشک و حسد فطری چیز تھی، انھوں نے ان طلباء کی بہت مدد کی۔ اور جو لوگ معلقہ پڑھ چکے تھے، ان کو بھی پڑھا کر میرے سبق میں مجھے دق کرنے کے واسطے بھیجا کرتے تھے۔ مگر اللہ کے انعامات کا نہ یہ سیہ کار شمار کر سکتا ہے، نہ شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ جو لوگ مجھے دق کرنے کے واسطے معاند بن کر معلقہ میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی درخواستیں معلقہ میں داخلہ کی مہتمم صاحب کے پاس دعادم پہنچنی شروع ہوئیں۔

ایک صاحب نے جو میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مخالفین میں سے تھے، مہتمم صاحب سے کہا کہ معلقہ والے بہت ہی رو رہے ہیں۔ ان کا ناس تو مار دیا۔ ان کو حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ کی اردو شرح التعلیقات علی السبع المعلقات مدرسہ سے دے دو کہ ان کو کچھ تو پتہ چلے۔

مہتمم صاحب نے فرمایا کہ اردو شرح ادب کی کتاب کی ملنے کی ممانعت ہے۔

نگران صاحب نے بہت زور دیا کہ معلقہ والے بہت رو رہے ہیں۔

مہتمم صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس تو معلقہ میں داخل ہونے کی درخواستیں آ رہی ہیں، تم کہہ رہے ہو ... لیکن ان کے شدید اصرار پر مہتمم صاحب نے ایک تحریر میرے پاس بھیجی کہ معلقہ کے طلباء تعلیقات مانگتے ہیں، تیری کیا رائے ہے؟ میں نے اس پر لکھ دیا کہ میرا کوئی حرج نہیں، بڑے شوق سے دے دیں، لیکن طلباء کے لیے اردو ترجمہ مُضر سمجھتا ہوں۔

مولانا ادریس صاحب کی تصنیف نے یہاں بھی مجھے بہت کام دیا اور اس دن سے میں تعلیقات کو خاص طور سے دیکھ کر جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی اپنی حماقت سے یہ لفظ بھی کہہ دیتا تھا، تم میں سے کسی کے پاس تعلیقات ہو تو دیکھ لینا۔ مولانا نے یہ مطلب تحریر فرمایا ہے، مگر میرے نزدیک یہ مطلب زیادہ اچھا ہے۔ اس پر اور بھی طلباء میں شوق و ذوق پیدا ہوا۔ اور معلقہ کی شرکت کی درخواستیں بڑھ گئیں تو آخر میں ناظم کتب خانہ نے سبعہ معلقہ کا کوئی نسخہ کتب خانہ میں نہیں ہے مزید خریدنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر حضرت مہتمم صاحبؒ نے کتب خانہ سے دریافت کیا کہ زکریا کے پاس کتنے نسخے ہیں۔ کتب خانہ نے جواب دیا کہ اس کے پاس نہ کوئی متن ہے نہ کوئی شرح۔

مہتمم صاحب نے اس قاصد سے، وہی اصل کتاب کی درخواست لانے والا تھا، دریافت فرمایا کہ وہ اپنی کتاب میں پڑھاتا ہے۔ طالب علم نے جواب دیا کہ اس کے پاس تو کوئی کتاب نہیں ہوتی۔ اشعار حفظ پڑھتا ہے اور حفظ ہی ترجمہ اور مطلب سب کچھ کہتا ہے۔

لڑکپن تھا، زمانۂ جاہلیت تھا۔ سبعہ معلقہ کے سارے ہی اشعار عشقیہ مضامین کے تھے۔ بالخصوص امرؤ القیس کا قصیدہ خوب یاد تھا۔ حضرت مہتمم صاحبؒ



نے میرے حضرت قدس سرہٗ کے یہاں درخواست لکھی کہ سبعہ معلقہ کتب خانہ میں ختم ہو گئی، جماعت بڑھ رہی ہے مزید خریداری کی اجازت دی جائے۔ میرا اندازہ یہ ہے جو اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ میرے حضرت قدس سرہٗ کو بھی مہتمم صاحب کی اس تحریر سے بڑی مسرت ہوئی۔ حضرت قدس سرہٗ نے لکھوا دیا کہ دس نسخے فوراً خرید لیے جاویں...

دوسری صبح کو میں اپنے مکان سے دار الطلبہ سبق پڑھانے کے لیے جا رہا تھا اور مہتمم صاحب کھالے پار کی طرف سے مدرسہ تشریف لا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے اور بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے... مرحوم کا مکان قاضی کے محلہ میں تھا، لیکن نور اللہ مرقدہٗ کا دستور یہ تھا کہ گھر سے چلتے وقت ایک دن مغربی نالے پر کو آتے اور ایک دن شہر کے بیچ بازار سے آتے اور ایک دن مشرقی نالہ کھالہ پار کی طرف کو آتے۔ اور ان کے گھر سے مدرسہ تک تینوں سڑکوں پر جن جن چندہ دینے والوں کے گھر پڑتے چاہے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہوتے، ان کے گھر پر جا کر بہت خوشامدانہ لہجے میں کہتے:

"بھائی تمہارا چندہ نہیں آیا...؟"

وہ بہت شرمندہ ہو کر یا تو اسی وقت پیش کرتا، یا تھوڑی دیر بعد خود لے کر مدرسہ آتا۔ حضرت مہتمم صاحب کو اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے۔ وہ مہتمم مدرسہ بھی تھے، مفتی مدرسہ بھی وہی تھے کہ ان کے زمانہ میں کوئی مستقل مفتی اخیر زمانہ کے علاوہ نہیں تھے۔ خصوصی محصل چندۂ شہر بھی وہی تھے کہ محصل چندۂ شہر تو ایک اور صاحب تھے، لیکن جب وہ یہ کہتے کہ فلاں کے ہاں گئے تھے اس نے چندہ نہیں دیا، تو مہتمم صاحب خود اس کے گھر جا کر تقاضا فرماتے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا... اور مقدمات کی عدالتی کارروائی میں بھی خود جایا کرتے، کوئی ناظم اوقاف علیحدہ

نہیں تھے، جو عدالتی کام کرتا۔ اللہ بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے۔ جب میں مقابلہ سے سلام کرتے ہوئے آگے گذرا۔ تو یہ منظر بھی ہمیشہ یاد رہے گا کہ حضرت مہتمم صاحبؒ نے تسبیح، جو اُن کے ہاتھ میں تھی وہ پڑھتے ہوئے آ رہے تھے، میرے مونڈھے پر ماری اور فرمایا کہ تیرے سبعہ معلقہ نے تو میری آنکھ نیچی کر دی۔ میں نے تو مقامات کو بھی انکار کر دیا تھا۔ بھائی معاف کر دیجئے۔

مجھے بھی بہت ندامت ہوئی، اور اب بھی جب یہ قصہ یاد آتا ہے، تو مہتمم صاحب کی تواضع پر بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت اس میں معافی کی کوئی بات نہیں، جناب کا ارشاد ابتدائی مدرس ہونے کے لحاظ سے بالکل مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کہ معلقہ بالخصوص امرؤ القیس کا قصیدہ پڑھنے کے زمانے ہی سے یاد تھا... اور یہ واقعہ تھا کہ مجھے معلقہ جتنا یاد تھا مقامات اتنی یاد نہیں تھی۔"[1]

شوال ۱۳۴۲ھ میں آپ کے پاس ہدایہ اولین اور حماسہ ہوئیں.... چونکہ بذل المجہود کی تالیف کے لیے دوپہر سے پہلے تک کا سارا وقت فارغ کر لیا گیا تھا، اس لیے ہمارے اسباق عشاء کے بعد ہوتی تھی۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

"بذل کی وجہ سے بعض سبق خارج میں ہوا کرتے تھے۔ ایک سبق حضرتؒ کی اشراق کی نماز تک اور ایک سبق عصر کی نماز کے بعد بھی اکثر پڑھانے کی نوبت آتی۔"[2]

اس سال ہدایہ اوّلین کے سبق کی تجویز میں زبردست معرکہ ہوا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت! دل یوں چاہتا ہے کہ حضرت کے زیر سایہ فقہ کی کتابیں پڑھا لیتا۔ ہدایہ ایک دو سال حضرت کی زیر تربیت پڑھا لیتا تو پوچھنے میں سہولت رہتی۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا، بہت اچھا۔ جب حضرت قدس سرہٗ، مہتمم صاحب وغیرہ حضرات تقسیم کے لیے بیٹھے تو بیٹھتے ہی حضرت قدس سرہٗ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے ہدایہ اولین کو کہا تھا، یا اخیرین کو؟ میں نے عرض کیا... حضرت اولین کو! حضرت قدس سرہٗ نے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ ہدایہ پہلے اس کے نام لکھ دو، پھر آگے چلو۔ اس پر سارے ہی مدرسین کی آنکھیں کھلی رہ گئیں، اور جو گذشتہ سال معلقہ میں اپنی مساعی کو ناکام دیکھ چکے تھے، ان کو پھر اپنا غصہ نکالنے کا موقع ملا۔ اور تقسیم اسباق کا نقشہ چھپاں ہوتے ہی ایک محاذ اس ناکارہ کے خلاف پیدا ہوا۔ میرے حضرت قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ تقسیم اسباق کے بعد اس خیال سے کہ مدرسین اور طلباء کو کتابیں لینے میں کئی دن لگیں گے، سیوہارہ وغیرہ کے سفر میں تشریف لے گئے اور یہاں حضرت مہتمم صاحبؒ پر ہدایہ کے تبادلہ کی یورش ہوئی... مولانا عبد اللطیف صاحب نے بھی مہتمم صاحب سے کہا کہ طلباء میں شورش ہے اس کو بدل دینا چاہیئے...

مہتمم صاحب نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت نے بیٹھتے ہی کس اہتمام سے ہدایہ کو لکھوایا تھا؟ میں تو نہیں بدل سکتا۔ آپ تحریری حکم بھیجیں کہ صدر مدرس ہیں، مہتمم جزئیات ہیں، نگران دار الطلباء ہیں،

[1] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۸۰ تا ۸۷
[2] آپ بیتی نمبر ۲، صفحہ ۷۷

آپ کے حکم کی تعمیل میں بدل دوں گا۔۔۔۔ اتنی ہمت تو مولانا عبداللطیف صاحب بھی نہ کرسکے کہ حضرت قدس سرہٗ کے حکم کو تحریری حکم سے منسوخ کرسکیں۔"[1]

بہرحال ہدایہ کا سبق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہی ہوا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی محنت ولیاقت سے پڑھایا کہ ساری شورش خودبخود ختم ہوگئی۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

"میں نے دو تین دن تک تو مسلسل فقہ کی لغوی، اصطلاحی تعریفیں، ان کا درجہ، مصنف کے احوال اور جو جو سمجھ میں آیا، سب کچھ کہا۔ اور تین دن کے بعد بسم اللہ سے لے کر کتاب الطہارۃ تک ایک صفحہ پانچ دن میں پڑھایا۔ اس کے بعد بعض طلباء تو توڑ میں پڑگئے لیکن بعض شریر طلباء نے پھر بھی درخواست کا ارادہ کیا۔ مگر اکثریت نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ درخواست کا حشر معلوم ہے، گھنٹہ کے نیچے ہوگا (یہ اس زمانے کی ایک خاص اصطلاح تھی) اور اس کا حشر معلوم ہے کہ اخراج اگر نہ ہوا تو کھانا تو کم از کم بند ہو ہی جائیگا۔ اس پر وہ درخواست رل گئی۔"[2]

رشک وحسد انسانی کمزوریاں ہیں، جو شخص ترقی کے منازل ایسی سرعت کے ساتھ طے کررہا ہو، اس کا محسود اقران بن جانا ایک طبعی امر ہے۔۔۔ لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی یہ محسودیت بحمد اللہ بہت جلد محبوبیت میں بدل گئی۔

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۹۴، ص ۹۵

[2] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۹۶، ص ۹۷



حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:-

"اللہ کے فضل سے ان دو کے علاوہ کوئی واقعہ ان ۴۵ سالہ زمانۂ مدرسی میں طلباء کی طرف سے اعراض یا ناگواری کا پیش نہیں آیا بلکہ طلب اور اس سیاہ کار کی طرف اسباق کے منتقل ہونے کی مساعی کے پیش آتے رہے۔"[1]

## درسِ حدیث کا آغاز

۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۱ھ تک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں مشکوٰۃ شریف سے نیچے کی کتابیں ہوتی رہیں۔ ان میں سے بہت سی کتابیں مکرر سہ کرر پڑھانے کی نوبت آئی۔ رجب ۱۳۴۱ھ میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بخاری شریف کے تین پارے، تیرہ سے پندرہ تک دیئے گئے۔ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تدریسِ حدیث کا آغاز تھا۔ جو حسنِ اتفاق سے صحیح بخاری شریف سے ہوا۔ اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ اس زمانے میں ترمذی وبخاری کے دو گھنٹے تھے اور دونوں کتابیں یکے بعد دیگرے ہوا کرتی تھیں۔ اس سال ترمذی وبخاری کا سبق حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے پاس تھا۔ اور طویل تقریر کی وجہ سے جمادی الاخریٰ کے ختم تک بخاری شریف کی پہلی جلد بھی پوری نہیں ہوپائی تھی۔

حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ اس پر خفا ہوئے اور مہتمم صاحب کو حکم فرمایا کہ بخاری کے پارے دوسرے مدرسین پر تقسیم کردیئے جائیں اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نام خاص طور سے لے کر فرمایا کہ کچھ پارے

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۹۷

ان کو بھی دے دینا . . . یہ فرما کر حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ بلند شہر وغیرہ کے سفر پر تشریف لے گئے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"مجھ پر اس قدر بوجھ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے مشکوٰۃ بھی اس وقت تک نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ بہت نامناسب ہوگا، آپ مجھے ہرگز نہ دیں۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہی کو دیں . . . مہتمم صاحب نے بھی موافقت کی، ان دونوں حضرات کو پانچ پانچ پارے دے دیئے گئے۔ اور سات آٹھ پارے مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس بدستور رہے۔

تیسرے دن حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں ڈاک لکھ رہا تھا، مہتمم صاحب سے دریافت کیا . . . "پارے بانٹ دیئے؟ . . ." مہتمم صاحب نے عرض کیا، حضرتؒ! تقسیم کر دیئے: اس نے لینے سے انکار کر دیا . . . . حضرتؒ اس سیاہ کار پر خوب ناراض ہوئے اور فرمایا . . . . بہت اچھا، انکار کر دیا تو ہماری پاپوش سے، یوں چاہتے ہیں کہ ہماری خوشامد ہو، حضرت قدس سرہٗ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ غصے میں چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر نعلین شریفین اٹھا کر مکان تشریف لے جانے لگے۔ میں نے جلدی سے حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھ سے نعلین شریفین لے لیے اور پیچھے پیچھے دروازے تک گیا . . . دروازے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر میری طرف متوجہ ہو کر نہایت غصے سے فرمایا۔ کچھ کہنا ہے؟



میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ تو ناراض ہی ہو گئے . . . فرمایا، ناراض نہ ہوں جب میرا کہنا نہ مانا . . . میں نے کہا، حضرتؒ! توبہ توبہ، مجھے تو یہ خیال ہوا کہ مدرسہ کی بڑی بدنامی ہے۔ دوسرے مدرسہ والے کیا کہیں گے کہ نوعمر لڑکے کو، جس نے مشکوٰۃ شریف بھی نہیں پڑھائی، بخاری شریف دے دی . . . حضرت نے فرمایا، کہ نوعمر لڑکے کو میں جانوں، دوسرے لوگ کیا جانیں، اگر کوئی الزام دے گا، تو مجھے دے گا، تمہیں تو نہیں دے گا . . . میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ مجھے تعمیلِ ارشاد میں کیا انکار ہے . . . حضرتؒ نے فرمایا۔ کہنا مان لو گے تو میں بھی راضی ہو جاؤں گا . . . اسی وقت از تیرہ تا پندرہ پاروں کا اعلان اس سیہ کار کے نام ہوا . . . اس بخاری شریف میں قاری سعید مرحوم بھی تھے۔ جو بعد میں مفتیٔ اعظم مظاہرِ علوم ہو گئے تھے۔ ممکن تھا کہ اس بخاری پر کوئی معلقہ یا ہدایہ کی طرح خرخشہ اٹھتا، لیکن طلباء میں میرے انکار اور حضرت قدس سرہٗ کی ناراضگی کا شہرہ قاری سعید مرحوم کے ذریعے اعلان سے پہلے ہی ہو گیا تھا، اس لیے اگر کوئی کچھ بھی چاہتا تو اس واقعے کے بعد کس کی ہمت پڑ سکتی تھی"۔ [۱]

اس کے بعد تین سال (شوال ۱۳۴۱ھ سے شعبان ۱۳۴۴ھ تک) مسلسل آپؒ کے پاس مشکوٰۃ شریف ہوتی رہی۔ شوال ۱۳۴۴ھ میں آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں سفرِ حجاز پیش آیا،

---

[۱] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۹۸، ص ۹۹

جس میں بذل المجہود کی تکمیل اور اوجز المسالک کی ڈیڑھ جلد کی تسوید ہوئی۔ . . (اس کی تفصیل دوسری جگہ آئے گی) اس دوران آپ نے مدرسہ علوم شرعیہ میں مغربی طلباء کو ابوداؤد شریف اور الحاج عبدالحمید صاحب کو مقامات عربی زبان میں پڑھائی۔

۱۸ صفر ۴۶ھ کو حجاز کے طویل سفر سے واپسی ہوئی۔ اسی دن ابوداؤد شریف صفحہ . . سے حضرت ناظم صاحب (مولانا عبداللطیف صاحبؒ) کے پاس سے منتقل ہو کر آپ کے پاس آئی۔ اس کے ساتھ نسائی شریف شروع ہوئی۔ اس کے بعد مؤطا امام محمد اور بخاری شریف کے چار پارے (پارہ نمبر ۱۲ سے) ہوئے آئندہ ۵۳ھ تک ابوداؤد شریف تو آپ کا مستقل سبق رہا۔ بخاری شریف ۴۶ھ تک حضرت ناظم صاحب کے پاس ہو رہی تھی، چونکہ ان کی انتظامی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں، ادھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہٗ نے مدرسہ کا "شیخ الحدیث" تجویز کیا تھا۔ اس لیے حضرات سرپرستان کی تجویز تھی کہ بخاری شریف مستقل طور پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور ترمذی شریف صدر مدرس حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوا کرے۔ مگر حضرت ناظم صاحب کے تاثر و قلق کے خیال سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے با اجازت سرپرستان مدرسہ یہ طے کر دیا کہ حضرت ناظم صاحب بخاری شریف کا افتتاح کرا دیا کریں، اور بقر عید کے بعد وہ آپ کے پاس منتقل ہو جایا کرے اور جلد ثانی حضرت ناظم صاحب مغرب کے بعد پڑھا دیا کریں۔

۶۰ھ میں حضرت ناظم صاحب کا رنگون کا سفر ہوا۔ اس سال ابوداؤد کے ساتھ بخاری شریف کی دونوں جلدیں بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے



یہاں ہوئیں اور ۶۲ھ میں حضرت ناظم صاحب کی مسلسل علالت کی وجہ سے بخاری شریف اور ابوداؤد دونوں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوئیں۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد (جو ۲ ذوالحجہ ۷۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۵۴ء کو ہوا) ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں منتقل ہو گئی۔ اور بخاری شریف کی دونوں جلدیں حضرت شیخؒ کے یہاں رہیں۔ یہ سلسلہ شوال ۷۳ھ سے شعبان ۸۸ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضرتؒ نے نزول الماء (موتیا بند) کی وجہ سے تدریس بند کر دی۔[1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تدریسی زندگی چوّن (۵۴) برس پر محیط ہے۔ اور اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۳۵ھ سے ۴۱ھ تک ابتدائی اور متوسط کتابیں زیر درس رہیں۔ ۴۱ھ سے ۴۵ھ تک دیگر علوم و فنون کے ساتھ حدیث کی کتابیں بھی ہوتی رہیں، اور ۴۶ھ کے اوائل سے ۸۸ھ کے اواخر تک صرف حدیث پاک کا درس دیا۔ . . . ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے نواسہ جناب مولانا محمد شاہد صاحب زید مجدہٗ لکھتے ہیں:

"اس چوّن سالہ مدت میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے (۳۵) کتابوں کا درس دیا۔ جس میں علم الصیغہ اور نحو میر جیسی ابتدائی کتابوں سے لے کر بخاری شریف اور ابوداؤد شریف جیسی بلند پایہ کتابیں شامل

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۷۹

ہیں۔ ان میں بعض کتابیں بلکہ سبھی مکرر سہ کرر پڑھائیں ... چنانچہ نورالانوار تین مرتبہ، مشکوٰۃ شریف تین مرتبہ، ابوداؤد شریف تقریباً تیس مرتبہ، بخاری شریف صرف جلد اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھانے کی سعادت ملی۔" [1]

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :-

"ہدایہ اولین تین دفعہ پڑھانے کی نوبت آئی اور قطبی میر تو لا تعداد واقعی شوال ۱۳۳۶ھ سے شعبان ۱۳۴۴ھ تک شاید ہی کوئی سال ایسا گزرا ہوگا جس میں قطبی تصدیقات اور میر قطبی میرے یہاں نہ ہوئی ہو۔ میں نے تین سال نورالانوار پڑھائی اور ہر سال نورالانوار کے بعد اس کی جگہ حسامی ہوا کرتی تھی شرح جامی بحث فعل کے بعد بحث اسم بھی اکثر تین ربع کے قریب ہو جاتی تھی۔" [2]

نیز فرماتے ہیں :-

"صفر ۱۳۴۶ھ کے بعد چونکہ زکریا کے اوقات زیادہ فارغ تھے، اس لیے دورہ کے مدرسین میں سے علالت یا طویل سفر کی وجہ سے جس کا سبق منتقل ہوتا، ترمذی، مسلم وغیرہ وہ زکریا کے پاس منتقل ہوا کرتا تھا۔ شمائل تو کئی سال مسلسل رہی، جس کی تفصیل میں تطویل ہے۔" [3]

---

[1] مقدمہ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

[2] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۷۷

[3] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۷۹ ۔ ۸۰



## امتیازی تدریس

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی تدریس متعدد امتیازی خصوصیات کی حامل تھی۔ جو اس زمانے میں قریباً عدیم النظیر ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے :

## بلا معاوضہ تدریس

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کا ابتدائی تقرر باتنخواہ مدرس کی حیثیت سے ہوا تھا۔ ۱۳۴۴ھ تک آپ کبھی تنخواہ لے لیتے اور کبھی نہ لیتے۔ شعبان ۱۳۴۴ھ میں بسلسلہ بذل طویل قیام کے لیے آپ کا حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ حجاز جانا طے ہوا ... (جس کی تفصیل ان شاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر آئے گی) تو حضرت قدس سرہٗ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے خرچ کا کیا ہوگا؟ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں :

"میں نے عرض کیا حضرتؒ! اس کا تو بالکل فکر نہیں۔ میں ۱۳۳۵ھ میں بھی قرض لیکر گیا تھا۔ حالانکہ اس وقت قرض ملنا بہت دشوار تھا اور اس وقت آسان ہے۔ اب بھی لے لوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا، تمہاری مدرسہ میں تنخواہ بھی کچھ جمع ہے؟..."

اس کی شرح یہ ہے ۱۳۳۵ھ میں جب میں ملازم ہوا تھا اور میری تنخواہ پندرہ روپے ہوتی تھی [1]۔ اس وقت بڑے حضرت اقدس رائے پوری شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے مدرسہ میں تو سفارش کی تھی کہ پندرہ روپے تنخواہ بہت

---

[1] حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ابتدائی تقرر کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ حضرات سرپرستان مدرسہ نے آپ کی تنخواہ بیس روپے تجویز کی تھی۔ آگے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا جو گرامی نامہ ناظم مدرسہ کے نام آ رہا ہے اس میں بھی بیس روپے کا ذکر ہے، لیکن آپ بیتی میں پندرہ روپے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

کم ہے کم از کم پچیس روپے ہونی چاہیئے۔ اور مجھ سے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو۔ جس کا اثر یہ تھا کہ میرا حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کے ارشاد کی وجہ سے تو تنخواہ لینے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا مگر میرے حضرت قدس سرہٗ لیتے تھے، اگرچہ میرے والد صاحب نے کبھی نہیں لی، پھر بھی چونکہ میرے حضرت لیتے تھے اس لیے میں نہ لینا بے ادبی سمجھتا تھا۔ اس لیے کسی ماہ میں اس کا غلبہ ہوتا، کسی ماہ میں اُس کا۔ البتہ نہ لینے سے میری ترقیاں رُکتی رہیں۔ جب مدرسین کی ترقی کا وقت آتا اور دوسرے مدرسین کی ترقی ہوتی تو اگر میں اس سے پہلے مہینوں میں تنخواہ لینے والا ہوتا تو میری بھی چار پانچ روپے ترقی ہو جاتی۔ اور جس زمانے میں میں تنخواہ نہ لیتا مہتمم صاحب فرما دیتے وہ تو پہلے ہی سے نہیں لیتا، اس کی کیا ترقی؟

بہر حال محرم ۱۳۳۵ھ سے شعبان ۱۳۴۴ھ تک لعالله نو سو پینتالیس (۹۴۵) روپے میری تنخواہ کے جمع تھے، جو اس زمانے میں حج کے اخراجات سے بہت زائد تھے۔ حج کا خرچ اس زمانے میں زیادہ سے زیادہ ۔۔۔ چھ سو روپے تھا۔ حضرتؒ کے ذہن میں یہ تھا کہ بقدر اخراجات لے کر بقیہ اہل و عیال کے خرچ کے لیے دے دیئے جاویں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا فکر نہ فرماویں خرچ کا انتظام ہو جائے گا۔ اس تنخواہ کا لینا تو جائز نہیں۔ اکابر کی خدمت میں گستاخ تو ہمیشہ ہی رہا۔۔۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "کیوں؟" عرض کیا حضرتؒ جن مہینوں کی تنخواہ نہیں لی، ان میں اس نیت سے پڑھایا کہ تنخواہ نہیں لوں گا۔ اب اس کے لینے کا کیا حق ہے۔۔۔

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم نے کوئی درخواست مدرسہ کو دی؟ تم اجیر تھے مدرسہ مستاجر۔ تمہیں یکطرفہ فسخ اجارہ کا کیا حق تھا۔ جب تک کہ ہم قبول



نہ کریں۔۔۔

میں نے عرض کیا، حضرت اس میں اجارے کی تو کوئی بات نہیں۔ ایک شخص کام کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ لوجہ اللہ کر رہا ہوں، اس کے بعد اس کو معاوضہ لینے کا کیا حق ہے؟

حضرت ناظم صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرتؒ سے عرض کیا، "حضرتؒ میں انہیں سمجھا دوں گا"۔۔۔

حضرت قدس سرہٗ بہت خوش ہوئے۔ اور میں بھی بہت خوش ہوا۔ حضرتؒ کے سامنے تو میں بہت ادب سے ڈرتے ڈرتے کوئی لفظ کہوں تھا اور ناظم صاحب سے خوب کھل کر مناظرہ ہوا۔ انہوں نے حضرتؒ سے عرض کر دیا کہ حضرتؒ یہ نہیں مانتا۔۔۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ بھی مدرسہ کے سرپرستوں میں تھے اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی تھانہ بھون کے مفتئ اعظم اور مجھ سے بے حد بے تکلفی۔۔۔ میں نے ان سے کہا کہ مدرسہ کے کاغذات میری تنخواہ کے سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ کے پاس آویں گے، حضرتؒ سے میری تنخواہ نامنظور کرا دیجیو۔

انہوں نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے نہ معلوم کیا کہا۔ جب میری درخواست ۱۔۱/۲ سال کی چھٹی کی اور مہتمم صاحب کی طرف سے اس پر یہ تحریر کہ اس کی تنخواہ بھی کچھ رکی ہوئی ہے، اس کے دینے کی بھی اجازت دی جائے۔ تو حضرت تھانوی نے چھٹی بخوشی منظور فرمائی اور تنخواہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ اگر قبض الوصول میں تنخواہ درج ہے اور انہوں نے وصول نہیں کی تو اس میں سرپرستان سے اجازت کا کیا مطلب؟ دی جائے، اور اگر اس میں کوئی اور اشتباہ ہے تو اس کو ظاہر کیا جائے تاکہ اس پر غور کیا جائے۔۔۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب بھی اسی وقت سرپرست بنائے گئے تھے،

یہاں آئے، میں نے ان سے بھی عرض کیا کہ تم سرپرست ہو اس تنخواہ کا لینا میرے لیے جائز نہیں، اسے نامنظور کر دیجیو، لیکن حضرت قدس سرہٗ کی منظوری کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو رد فرما سکتے تھے۔ خدام میں سے کس کو ہمت پڑتی۔ یہ گستاخیاں تو اللہ میاں نے اس ناکارہ کے حق میں رکھی تھیں، جو ہمیشہ کرتا رہا۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اوّل تو مجھ سے مناظرہ کیا اور جب ناظم صاحب کی طرح وہ بھی مناظرے میں غالب نہ آئے تو انہوں نے بحیثیت سرپرست میرے کاغذ پر لکھا، ڈیڑھ سال رخصت منظور ہے اور تنخواہ کے سلسلہ میں جیسا کہ اس کی طرف سے رخصت کی درخواست ہے، اسی کی طرف سے یہ درخواست بھی ہونی چاہیے کہ میری تنخواہ مدرسہ سے دلوا دی جائے . . .

حضرت قدس سرہٗ نے جب حضرت میرٹھی کی تحریر دیکھی تو سمجھ گئے کہ میرا ان سے بھی مناظرہ ہوا . . . تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے بہت ہی شفقت سے مجھ سے یوں فرمایا کہ بذل میرا ذاتی کام تو نہیں، مدرسہ ہی کا کام ہے، اگر میں سرپرستان کی منظوری کے بعد تمہیں بکار مدرسہ اپنے ساتھ لے جاؤں اور آمد و رفت کے خرچ کے علاوہ وہاں کے قیام کی تنخواہ مدرسہ سے دلواؤں تو تم کیا کہو گے؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت یہ عرض کروں گا بالکل جائز ہے، ذرا تردد نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، تمہاری جمع شدہ تنخواہ تو بہت کم ہوگی، جتنا کہ اس صورت میں مدرسہ تم کو دے گا . . . میں نے کہا، بالکل صحیح ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ پھر تم یہی سمجھ لو، اس پر میں نے تنخواہ تو لے لی لیکن حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا اثر کچھ ایسا غالب تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے سب سے پہلے مہتمم صاحب کو ایک خط لکھا، جس میں اس تنخواہ کا تو کوئی ذکر نہیں کیا، البتہ یہ لکھا[1] . . .

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)



بحضرت مہتمم صاحب مدفیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، الحمد للہ کہ ہم سب یہاں بخیریت ہیں۔ حضرت اقدس بھی بعافیت ہیں۔ میرا ارادہ ایک عرصہ سے مدرسہ کے ان حقوق کے معاوضہ میں، جو مجھ پر ہیں، ایک بڑی رقم مدرسہ میں پیش کرنے کا ہو رہا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ مجھ سے جمع ہونا ناممکن ہے، اس لیے بالفعل میری طرف سے صرف ایک ہزار روپے کا وعدہ اس طرح تحریر فرما لیں کہ اسی ماہ جمادی الاولیٰ سے پانچ روپے ماہانہ میری واپسی تک میرے کارکن مولوی نصیر الدین سے اور بعد واپسی کے خود مجھ سے وصول فرماتے رہیں۔ اگر اس کے پورا ہونے تک میرا انتقال ہو جائے، تو اس وقت جس قدر رقم باقی ہو وہ میری وصیت ہے جو کہ متروکہ سے وصول کی جائے۔ اگر ممکن ہوا تو اس ماہانہ کے علاوہ یکمشت بھی اس رقم میں ان شاء اللہ واپسی پر کچھ جمع کر دوں گا۔ یہ مجھے اعتراف ہے کہ مدرسہ کے حقوق اس سے کہیں زیادہ ہیں مگر . . . ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ . . . اور خدا کرے کہ اس کے پورا ہو جانے کے بعد کچھ اور بھی پیش کر سکوں؛

فقط والسلام

زکریا عفی عنہ، مدینہ طیبہ ۵ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ

اللہ کے فضل سے جب یہ رقم ادا ہو گئی تو مجھے رائے پوری جذبے سے یہ خیال

---

[1] (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) آپ بیتی میں یہ مکتوب گرامی مختصراً نقل ہوا ہے۔ یہاں تاریخ مظاہر علوم جلد دوم، ص ۶۸ سے پورا نقل کیا گیا ہے۔

ہوا کہ اس سے پہلے زمانہ میں جو تنخواہیں لی ہیں وہ بھی واپس کردی جاویں۔ اللہ نے وہ بھی واپس کرادیں۔ بلله الحمد و المنة

اللھم لك الحمد كله و لك الشكر كله، اللھم لا احصی ثناءً علیك انت كما اثنیت علی نفسك

اس سلسلہ میں بقیہ رقم کی ادائیگی کے لیے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ناظم مدرسہ کے نام دوسرا خط حسب ذیل تحریر فرمایا:

بگرامی خدمت حضرت ناظم صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

زاد مجدکم۔ بعد سلام مسنون!

یہ ناکارہ محرم ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ میں بیس روپے (-/۲۰) ماہانہ پر مدرس مقرر ہوا تھا، جبکہ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ جو کئی سال پہلے سے مدرس تھے، ترقیات کے بعد اکیس روپے (-/۲۱) تک پہنچے تھے اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب دام مجدہم جو پہلے سے مدرس تھے، ترقی کے بعد سترہ روپے (-/۱۷) تک، اور مولانا منظور احمد صاحب، جو مجھ سے پہلے مدرس تھے، پندرہ روپے (-/۱۵) تک پہنچے تھے۔ میرا خیال ہے کہ میری تنخواہ محض اکابر کے حسنِ ظن اور شفقت کی وجہ سے اتنی مقرر ہوگئی تھی، جو میری حیثیت اور استعداد سے زائد تھی۔ ان حضرات کے حسنِ ظن کا ہی میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا طرزِ تعلیم تھا کہ وہ خصوصی طلبہ سے تعلیم کے زمانے میں بھی اسباق پڑھوایا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے انتقال ۱۳۳۴ھ کے سال میں بھی اپنے مخصوص شاگردوں کے اسباق مقامات وغیرہ اس ناکارہ کے حوالہ فرما رکھے تھے ...



اس کے بعد شوال ۱۳۴۴ھ تک جب کہ یہ ناکارہ دوسری مرتبہ حجاز گیا اور ۱۳۴۱ھ کے بعد سے مستقل طور سے تنخواہ چھوڑ دی تھی، متفرق ترقیات کے بعد تنخواہ -/۳۵ روپے تک پہنچی تھی، ان تمام ایام کی تنخواہ جو اس ناکارہ نے مدرسہ سے وصول کی تھی، دو ہزار سات سو سترہ (-/۲۷۱۷) روپے تھی۔ اس ناکارہ کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ یہ تنخواہ جو ملتی رہی وہ میری حیثیت و استعداد سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ گو اس ناکارہ نے مدرسہ کے اوقات کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا اور شدید بخار وغیرہ اور دوسرے امراض میں بھی رخصت بیماری بہت کم لی، لیکن اکابر کے جو واقعات مدرسہ کی تنخواہ اور تحفظ اوقات کے سنتا اور دیکھتا رہا ہوں، وہ بہت شدید ہیں۔

میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا معمول تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں اگر کوئی ذاتی مہمان آ جاتا اور اس سے مزاج پرسی وغیرہ میں چند منٹ خرچ ہو جاتے، تو ان کو اسی وقت یادداشت میں لکھ لیتے اور مہینہ کے ختم ہونے پر ان سب منٹوں کو جمع فرما کر اتنے وقت کو رخصتِ اتفاقیہ میں لکھوا لیتے اور حسبِ ضابطہ تنخواہ وضع کرایا کرتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس سہارن پوری قدس سرہٗ آخر ۱۳۳۴ھ میں جب حجاز سے واپس تشریف لائے تو یہ فرما کر تنخواہ چھوڑ دی تھی کہ میں اپنے ضعف وغیرہ کی وجہ سے مدرسہ کے اوقات کا پورا تحفظ نہیں کرسکتا۔ اب تک میں تنخواہ اس لیے لیتا رہا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں بلا تنخواہ کام کیا کرتے تھے اور میرا

اور ان کا کام مل کر ایک مدرس سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا۔ مگر اب ان
کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے میں اب تنخواہ لینے سے معذور ہوں۔
تقریباً ایک سال تک حضرت قدس سرہٗ اس زمانے کے سرپرستان
حضرت اقدس رائے پوری، حضرت تھانوی وغیرہ نور اللہ مرقدھم
سے اس پر اصرار فرماتے رہے۔

میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ سردی میں مدرسے کے حمام کے
سامنے اپنا سالن وغیرہ رکھ دیتے، جو اس کی دُھوکی شعاع (آنچ)
سے گرم ہو جاتا، لیکن اس پر بھی سردی کے ختم پر دو چار روپے اس
کے معاوضہ میں چندہ کے نام سے داخل فرمادیا کرتے تھے۔ اس قسم
کے متعدد واقعات کی بناء پر مجھے ہمیشہ سے اپنی تنخواہ کے واپس
کرنے کا داعیہ رہا، مگر بعض دوسرے خیالات اس کی تکمیل میں مانع
رہے ...

مندرجہ بالا مقدار میں سے تقریباً ایک ہزار (-/۱۰۰۰) روپے
کی رقم میں تو مجھے خصوصی اشکال تھا، اس لیے اس کی پیش کش
تو بندہ ۱۳۴۵ھ میں کر چکا تھا، جو اسی سال رد تمادی میں منفصل طبع
ہو چکا تھا .... اور وہ رقم پوری ہو گئی تھی۔ بقیہ ....
(۱۷۱۷-۱۱-۶) روپیہ کی پیش کش اس وقت کرتا ہوں، اس
طرح پر کر پانچ سو سترہ (-/۵۱۷) روپے تو نقد پیش ہیں البقیہ
بارہ سو (-/۱۲۰۰) روپے میں سے اس ناکارہ کی حیات تک مبلغ
بیس (-/۲۰) روپے ماہانہ بندہ سے وصول فرماتے رہیں اور
تکمیلِ رقم سے قبل اگر اس ناکارہ کا انتقال ہو جائے تو جتنا اس



وقت باقی ہو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ بندہ کے کتب خانہ سے
وصول کر لی جائے۔" [1]

محمد زکریا، ۱۱ شوال ۱۳۸۰ھ

## اوقات کی پابندی

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے درس کا ایک خصوصی امتیاز وقت کی پابندی

تھی۔ شادی غمی، سردی گرمی، بارش آندھی کوئی چیز اس میں حائل نہیں ہوتی تھی۔
کبھی مہینوں میں بھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ٹھیک مقررہ
وقت پر درس گاہ میں نہ پہنچے ہوں اور چند منٹ کی تاخیر ہو گئی ہو۔ اس شدید
پابندی کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا، جو مولانا تقی الدین صاحب نے
تحریر فرمایا ہے:

• ایک بار موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، تمام سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں
پانی بھر رہا تھا۔ ناکارہ راقم سطور مدرسہ قدیم میں کتاب لیے ہوئے
منتظر تھا کہ بارش کا زور کم ہو تو سبق میں حاضر ہو۔ حضرت مولانا
اسعد اللہ صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر علوم اس وقت دفتر
نظامت (جو مدرسہ قدیم میں واقع ہے) میں تشریف رکھتے تھے۔
اس ناچیز نے ان سے دریافت کیا کہ کیا حضرت شیخ الحدیث آج
بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے؟
انہوں نے فرمایا کہ اس طوفانی بارش میں تو بظاہر مشکل ہی معلوم
ہوتا ہے، باہر جا کر معلوم کر لو ... چنانچہ میں نے مدرسہ کے

---

[1] تاریخ مظاہر علوم، جلد دوم ص ۱۷۵، ۱۷۶

دروازے پر آکر سائبان میں بیٹھے ہوئے پھل فروشوں سے معلوم کیا... بارش کا زور برابر قائم تھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو دیر ہوئی تشریف لے گئے ہیں، جبکہ حضرت کے مکان سے دارالحدیث کا خاصہ فاصلہ ہے۔ سڑک پر پانی بہہ رہا تھا، یہ کم ہمت بھی بہ عجلت تمام دارالحدیث میں حاضر ہوا، وہاں بجلی غائب تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا، مگر درس شروع ہو چکا تھا۔ ناچیز راقم سطور چپکے سے بیٹھ گیا کہ مبادا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑ جائے مگر آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا، جانتے ہو کیسے آیا ہوں؟ ... اپنے مکان سے روانہ ہوا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا پارہ تھا، اور دوسرے میں چھتری تھی۔ جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا، نصف راستہ تک آیا تو ایک رکشہ والا مل گیا، اس نے بہ اصرار مجھے رکشہ پر سوار کر لیا اور یہاں پہنچانے کے بعد میرے پاؤں اور پاجامہ کے نچلے حصہ کو دھویا... یہ ناکارہ یہ سن کر پانی پانی ہو گیا۔" [۱]

## ماہانہ مقدار خواندگی پابندی

مظاہر علوم میں منہاج تعلیم کو اعتدال پر رکھنے کے لیے ہر کتاب کی ماہانہ مقدار خواندگی متعین کر دی گئی تھی، جس کی پابندی اساتذہ کو لازم تھی اور اس کی نگرانی صدر مدرس کے ذمہ تھی۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سال میں ایک دو مرتبہ ان نقشوں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اس کا بھی شدید التزام رہا کہ ماہانہ مقدار خواندگی میں

[۱] مقدمہ تقریر بخاری اردو حصہ ۲ و الفرقان اشاعت خاص ص ۲۳۴



کمی نہ رہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس سیاہ کار نے محض مالک کے فضل سے اوقاتِ اسباق کی وہ پابندی کی، جس پر سرپرستانِ مدرسہ نے بھی تحریراً استعجاب لکھا ہے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ کے ذمہ ان کی سرپرستی کے زمانہ میں مدرسین کے اسباق اور خواندگی کے نقشوں کی نگرانی تھی، ماہانہ دستخط نگرانی کے تو صدر مدرس کے ہوتے تھے لیکن سال کے درمیان میں اور سال کے ختم پر ایک دو مرتبہ وہ بھی نقشوں کو ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر مرتبہ اس سیاہ کار کے نقشہ پر نصاب کی ماہانہ پابندی پر پسندیدگی اور مبارکباد لکھ کر جایا کرتے تھے۔ اگر وہ نقشے اب بھی دفتر مدرسہ میں ہوں گے تو ان پر تحریر ضرور ملے گی۔" [۱]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے، مثلاً ۱۳۵۲ھ کے تعلیمی نقشے مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ بھیجے گئے تو مولانا نے تحریر فرمایا:

"بالاجمال تعلیمی شعبہ میں ضعف محسوس ہوتا ہے، اور نصاب مجوزہ کی رعایت بجز شیخ الحدیث کے اور کسی نقشہ میں پوری نہیں بعض میں تو بہت زیادہ کمی ہے۔"

اور ایک بار وجاہت حسنی کے نقشہ پر مولانا نے تحریر فرمایا:

"حسبِ نقشہ مجوزہ کتاب ایک سو پندرہ صفحات تک ہونی چاہیے

[۱] آپ بیتی نمبر ۵، ص ۳۴

تھی جبکہ صرف پینتالیس(۴۵) صفحے ہوئے - وجہ تحریر فرمائی کہ ستر(۷۰) صفحات کی کمی یوں رہی - ہر مہینہ مسلسل کمی ہونا، جس کی تلافی اخیر سال میں اوراق گردانی سے کی جائے بہت مضر ہے"۔ عاشق الٰہی "

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تعلیمی نقشہ پر موصوف نے تحریر فرمایا:

" ماشاءاللہ، جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ نصاب مجوزہ کی پوری تکمیل باوجود مزدیات ذاتیہ وخارجیہ وشاغل تصنیف ومہمانداری وعوارض امراض وحوادث حضرت ممدوح میں دیکھی - طرہ براں کہ محض لوجہ اللہ اور بلا تنخواہ ... کاش میرے مخدوم ومحترم دیگر حضرات مدرسین انکو اسوۂ حسنہ قرار دے کر صرف ضبطِ اوقات وتکمیل نصاب ہی میں اتباع فرمالیں - عاشق الٰہی " سلہ

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ | حضرت کے درسی افاداتِ بخاری کے چند نمونے

شانہٗ نے فہم حدیث میں بھی ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا - یہ موضوع ایک مستقل تالیف کا متقاضی ہے مگر ہم بطور نمونہ حضرت رحمہ کے درسی افاداتِ بخاری کی چند مثالیں اہل علم کے مطالعہ کے لیے نقل کرتے ہیں -

باب الضجعۃ علی الشق الایمن ٥

اس لیٹنے کو ابن حزم نے واجب کہا ہے - بلکہ اس کو فرائض کی طرح بتایا ہے اور امام مالکؒ اور بعض صحابہؓ نے اس کو بدعت کہا ہے اور اس کو بدعت اسی وجہ سے کہا کہ جب ایک مباح چیز کو یا مندوب کو واجب کا درجہ دے دیا جاوے

---

سلہ تاریخ مظاہر، جلد دوم، صفحہ ۱۰۰



تو وہ چیز مکروہ اور ناجائز ہو جاتی ہے - امام احمدؒ اس کو مستحب کہتے ہیں - امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ لیٹنا فرض اور سنت کے درمیان فصل کے لیے ہے اور احناف کے نزدیک یہ استراحت کے لیے ہے اور روایت اسی کو راجح قرار دیتی ہے - کیونکہ دو طرح کا لیٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے - ایک تہجد کے بعد اور ایک فجر کی سُنت کے بعد - تو یہ لیٹنا استراحت کے لیے ہے اور صوفیاء کے نزدیک چونکہ الصلوٰۃ معراج المومنین ہے اور روایات میں ہے المصلی یناجی ربہٗ اور اخیر شب میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرماتے ہیں - تو اللہ جل شانہٗ کا نزول اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا (عبادت کے ذریعے سے) عروج، یہ ایسی چیز تھی کہ ملکوتیت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے اس جلال کی (صحابہ کرامؓ) تاب نہ لا سکتے - اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر زمین پر لیٹ جاتے تاکہ ارضیت پیدا ہو جائے تاکہ نا ام زیارت اور کلام کی تاب لا سکیں - ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم تخلیہ کے بعد جب لاتے تھے تو ہر وقت کے خادم کو بھی جلدی نہیں پہچانتے تھے -

۲ - حدثنا عبداللہ الخ انی لاراکم من وراء ظہری - عـ۱ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے پیچھے کا حال معلوم ہو جاتا تھا - یہ قول میرے نزدیک ضعیف ہے - عـ۲ جو پہلے قول سے بھی اضعف ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں پیچھے دو آنکھیں تھیں - بلکہ اس کو تو لغو بھی کہہ سکتا ہوں - اس لیے کہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ذکر کیا گیا ہے - اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں - عـ۳ بعضوں نے کہا دیوار آئینہ کا حکم رکھتی ہے جیسے موٹر میں آئینہ ہوتا ہے کہ پیچھے کی موٹر کا حال معلوم ہو جائے - عـ۴ التفات فرما کر دیکھتے تھے - عـ۵ جو انشاء اللہ تم انشاء اللہ میرے نزدیک زیادہ اچھا قول ہے - جمہور تو اس کو مانتے نہیں وہ

یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ جنت میں رؤیتِ باری تعالیٰ ہوگی اور جنت میں مومن کی آنکھوں میں وہ قوت ہوگی جو جہت سے بالاتر ہوگی۔ تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ کے طور پر دنیا میں (وہ قوت) عطاء کر دی گئی تو کیا حرج ہے۔ نیز جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے ہیں تو اس قوت کے پھر چھننے کا کیا مطلب اگرچہ یہاں اس میں بھی اختلاف ہے کہ (معراج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی رؤیت ہوئی یا نہیں۔ میرے نزدیک بہت قوی قول یہ ہے کہ رؤیت ہوئی ہے اگرچہ امام رازی کے نزدیک یہ قول اضعف ہے۔

فتح الباری ص ۲۰۸ ج ۲

(۳) باب عقد الشیطان ۔ لم یصل ۔ نماز سے مراد کونسی نماز مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عشاء مراد ہے۔ اس صورت میں تہجد سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ گرہیں لگتی ہوئی بھی اور کھلتی ہوئی بھی نظر آدیں اور شاہ صاحب کو کب نوبت آئی ہوگی کہ عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے وہ گرہ کھل جاتی ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ نماز نہ پڑھے تو باقی رہتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد دو رکعت مختصر نماز پڑھتے تھے تاکہ وہ گرہ جلدی سے کھل جاوے اور بقیہ نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہو کر پڑھی جاوے۔ جادو بکثرت بالوں میں ہوا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں بھی کیا گیا۔ اسی لیے بچے کے پہلے بال زمین کھود کر گاڑ دیئے جاتے ہیں اور شیطان کیلئے چھوٹے بالوں میں بھی گرہ لگانا مشکل نہیں۔ نیز عقدہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ مذکورہ صورت میں عقد سے مراد حقیقتاً گرہ لگانا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے



کہ اس سے مجاز مراد ہے کہ تین گرہ سے مراد سہ آتشہ ہے جیسے ماء اللحم سہ آتشہ کہ تین دفعہ اس کا عرق پکایا گیا ہو اور شیطان ہر عقدہ پر علیک لیل طویل افسون پڑھتا ہے۔

فتح الباری ص ۳۴۲/۲ عینی ص ۱۹۲/۷ الابواب ص ۵۲/۳

باب الامر باتباع الجنائز ۔ امرنا بسبع

ان سات میں امرنا باتباع الجنائز بھی ہے اور اسی بناء پر شراح بخاری نے اس جگہ مسئلہ چھیڑ دیا کہ جنازے کے ساتھ جانے میں (۱) آگے جانا افضل ہے (۲) یا پیچھے چلنا افضل ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے (۳) یا اختیار ہے جیسا کہ حنابلہ کے یہاں ہے (۴) سواری ہو تو پیچھے چلنا افضل ہے ورنہ آگے جیسے کہ مالکیہ کے یہاں ہے۔

شراح کہتے ہیں کہ یہ روایت امر باتباع الجنائز کی ہے اور جنازے کے پیچھے چلنے کے قائلین کا مستدل ہے مگر جہاں تک بخاریؒ کے ترجمے کا تعلق ہے یہ سب غلط ہے اس لیے کہ ابھی تو وہ مرا نہیں ابھی تو نہ اس کو کفن دیا نہ نماز پڑھی نہ کچھ۔ ابھی سے قبرستان اس کو کہاں لے جاتے ہو یہ مسئلہ اس باب سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ ص ۱۷۵ سطر نمبر ۲۶ اور ص ۱۷۴ سطر نمبر ۲۶ پر یہ مسئلہ آرہا ہے اور وہ سب ابواب اپنی جگہ آرہے ہیں ابھی سے قبرستان کہاں لے جا رہے ہو۔

دراصل امام بخاریؒ بہت باریک بین ہیں اس لیے یہاں میری رائے یہ ہے کہ امر باتباع الجنائز کا معنی امام بخاریؒ پیچھے لگنے کے لیتے ہیں جیسے اتباع امام ابو حنیفہؒ اور جیسے الجیش یتبع الامیر اگرچہ دونوں اتباع کے علاوہ ہیں۔ مگر دونوں میں فرق ہے اس لیے میرے نزدیک یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے سارے

انتظامات میں مشغول ہو جاؤ یہ روایت اس روایت کے ہم معنی ہے جن میں تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مروی ہے کہ اس فرض کفایہ میں جتنوں کی ضرورت ہے ان کو اس کے پیچھے لگ جانا ہے۔ فتح ص ۱۳۱/۳ عینی ص ۲/۸ الابواب التراجم ص ۶۶/۳

باب صوم یوم عرفۃ ص ۲۶۸

یہاں روزہ توڑنے کی روایت ذکر کی اس سے معلوم ہوا کہ سنن کی روایات جس میں دو سال کے گناہ معاف ہونے کا ذکر ہے اس پر رد ہے ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ یوم عرفہ کا روزہ ثابت ہے افضل ہے اور عاشورہ کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف ہوں اور عرفہ کے روزے سے دو سال کے معاف ہوں اسی لیے کہ اس امت کو کفلین عطا کیا گیا ہے۔

یہاں پر میری ایک اور رائے یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ جو رکھے گا وہ آئندہ سال نہیں مرے گا جس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا جس کو دوسرے سال جینا ہو وہ رکھے۔

(یہ آخری جملے مجھے درس بخاری کے دوران اس نکتہ کو لکھتا ہوا دیکھ کر

---

۱ے حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم نے درس بخاری میں اس جگہ فرمایا کہ حضرت شیخؒ کا اشارہ ابو داؤد کی اس روایت کی طرف ہے جو باب تعجیل الجنازۃ طلحہ بن البراءؓ کی حدیث سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں إنی لا أری طلحۃ إلا وقد حدث فیہ الموت فآذنونی بہ وعجلوا فإنہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم أن یحبس بین ظہرانی أہلہ



حضرت شیخؒ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز لکھنے کی نہیں ہوتی بعض چیزیں سینہ بسینہ کی بھی ہوتی ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کو بھی لکھ لے۔ نیز حضرت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توافق نصیب ہوا کہ حضرت نے بھی آخری سال چونکہ حج فرمایا تھا اسی لیے عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا۔ فالحمد للہ علی ذلک)

کتاب الزکوٰۃ وقول اللہ عز وجل وأقیموا الصلوٰۃ چونکہ قرآن پاک اور احادیث میں نماز کا قرین زکوٰۃ ہے اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ شروع ہو گئی ہے۔

وقول اللہ عز وجل وأقیموا الصلوٰۃ اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وجوب کی تاریخ بھی بتلانا ہے کہ آیت شریفہ مکی ہے اس لیے اس کا تو جواب قبل الہجرت ہوا ہے لیکن اس پر اشکال ہے کہ زکوٰۃ ۲ھ مدینہ میں ہوئی تو ہے کہ فرضیت مجملاً تو مکہ میں ہی ہوئی لیکن مفصلاً فرضیت ۲ھ مدینہ میں ہوئی جیسا کہ صلوٰۃ فرض تو ہوئی صلوٰۃ المعراج میں اور ابتدا اس کی صلوٰۃ الظہر سے ہوئی تو ایسے ہی یہ بھی ہے!

حدثنا ابو عاصم الی قولہ فإن ہم أطاعوا لذلک ایک اشکال یہ ہے کہ جملہ فرائض کا اقرار بیک وقت ضروری ہے پھر یہاں اس کا کیا مطلب کہ پہلے صلوٰۃ خمسہ کو بیان کرو پھر وہ لوگ اس کو قبول کریں پھر زکوٰۃ کا حکم دیجیے! تو جواب یہ ہے کہ مطلب یہ نہیں جو تم نے سمجھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز چونکہ سب سے اہم ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے کیا ہے ورنہ فرضیت میں سب برابر ہیں۔ فتح ص ۲۶۱/۳ عینی ص ۲۳۳/۸ الأبواب ص ۱۳۰/۲

باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ مالی جائز نہیں چاہے نافلہ ہو یا واجبہ ہو۔

کیسا بھی ہو! جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کھجوریں لے کر آئے تو آپ نے پوچھا کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ نے فرمایا کھاؤ بھائی! دوسرے دن بھی لے کر آئے تو پھر آپ نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمانا شروع کیا اور فرمایا آؤ بھائی !

**وَآلہ** صدقہ واجبہ زکوٰۃ امام شافعیؒ صدقہ نافلہ کو جائز قرار دیتے ہیں تو ان کے لیے جائز نہیں لیکن صدقہ نافلہ جائز ہے ! امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ قرض جائز ہے چونکہ اس کے قبول کرنے میں زکوٰۃ دینے والے پر احسان ہوگا اس کے قبول کرنے کا ہاں صدقہ نافلہ ان کے لیے جائز نہیں کیونکہ ان میں صدقہ دینے والے کا لینے والے پر احسان ہے بعض کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سیدوں کی سیدوں پر جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور سیدوں سے مراد عند الاحناف صرف بنو ہاشم ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بنو ہاشم و بنو عبد المطلب بھی شامل ہیں۔

**کتاب الصوم** بخاریؒ نے کتاب الصوم کو کتاب الحج کے پیچھے کر دیا؟ کیونکہ زکوٰۃ صلوٰۃ حج وغیرہ افعال ہیں اس لیے ان کو ساتھ ساتھ ذکر کر دیا چونکہ صوم میں ترک فعل ہے اس لیے اس کو بعد میں کر دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ روایت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بعض روایت میں بنی الاسلام علی خمس میں صوم رمضان حج کے بعد ہے تو ان طرق روایت کی طرف اشارہ ہے۔

فتح ص ۱۰۲/۴ عینی ص ۲۵۳/۱۰ الابواب ص ۲/۳

**باب اذا احال علی ملیّ الخ ...... الی قولہ فان افلست۔** قال الشراح یہ لفظ غلط ہے صحیح فان افلس ہے کیونکہ اگر محال مفلس ہو جائے تو اس سے حوالے پر کیا اثر پڑے گا؟ میری رائے یہ ہے کہ صحیح ہے اور مطلب یہ ہے کہ



محال مفلس ہو گیا تو محال علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب تو فلاں کا مقروض ہے اور مفلس ہے اس لیے قرض کا دسواں ہی حصہ دوں گا۔ اگر محال علیہ ایسا کہے تو محیل کی طرف رجوع کا اس کو حق ہوگا۔ فتح ص ۳۴۶/۴ عینی ص ۱۱۱/۱۲ الابواب ص ۲۸۱/۳

**باب الوکالۃ فی قضاء الدیون** قال الشراح اگر کوئی قرض ادا کرنے میں وکیل بنا دے تو یہ جائز ہے اور یہ مطل الغنی ظلم میں داخل نہیں کہ اصل مقروض نے اس کو ٹال دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ ابوداؤد میں ہے کہ **علی الید ما اخذت** یعنی جس نے لیا اسی کے ادا کرنے کی ذمہ داری ہے یعنی مثلاً دس روپے قرضخواہ کے تھے اور اس مقروض کو اس کے منی آرڈر میں آٹھ آنے خرچ ہوئے تو وہ آٹھ آنے دس روپے میں سے نہیں کاٹ سکتا کیونکہ **علی الید ما اخذت** اسی کے اس کو پہنچانا ہے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان روایات کی تائید کر رہے ہیں۔ فتح ص ۲۸۳/۴ عینی ص ۱۳۵/۱۲ الابواب ص ۲۸۶/۳

**باب لا تحلب ماشیۃ الخ** ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب کوئی کسی کے جانور پر گزرے تو **فلیصوت ثلاثا ثم الیحلبہا** و کما قال عند الشراح بخاری کی غرض مذکورہ باب سے اس روایت کی تضعیف کرنا ہے عندی یہ عرب کے دستور کے موافق تھا ان کے یہاں عرف ایسا ہی تھا کہ بغیر اجازت کے جانور کو دودھ کر پی لیتے تھے جیسا کہ یہاں بھی تقسیم سے قبل تک یہ عرف رہا کہ جامنوں و شہتوت کے درخت نہیں بکے جاتے تھے بلکہ جس کا جی چاہے جا کر کھا لے اور یہ آواز صرف اطلاع کے طور پر دی جاتی تھی۔ فتح ص ۶۵/۵ عینی ص ۲۰/۱۲ الابواب ص ۱۶/۴

**باب حدثنا اسحٰق بن ابراہیم** مذکورہ روایت پر اشکال ہے کہ اس کو کتاب اللقطہ سے کیا تعلق؟ جواب یہ ہے کہ جیسے کہ مالکیہ کی رائے ہے کہ **لک او لاخیک او للذئب** کی وجہ سے بکری کا لینا جائز ہے تو اس طرح

دودھ دھولینا بھی جائز ہے دوسرا یہ کہ اس کی عرب میں بہت کثرت تھی میری رائے یہ ہے کہ آگے گزر چکا ہے کہ کسی کی ماشیہ کو نہ دودھنا چاہیئے تو بخاریؒ یہ بتلاتے ہیں کہ اگر یہ معلوم ہو کہ کس کے جانور ہیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

فتح ص ۹۳/۵ عینی ص ۲۴۳/۱۲ الأبواب ص ۱۷/۴

**باب الانتصار من الظالم** قال الشاہ ولی اللہ ان آیات کی ترتیب سے خلفاء کرام کی ترتیبِ خلافت ثابت ہوتی ہے والذین یجتنبون الکبائر الخ سے اوصاف حضرت ابوبکرؓ پر صادق آتے ہیں کیونکہ آپ نے حضرت مسطحؓ کو باوجود ایسی سخت بات کے معاف کر دیا اور الذین استجابوا الخ سے اوصاف خاصہ ہیں حضرت عمرؓ کے آپ ہی سے تراویح کی سنت مروج ہوئی اور وامرھم شوریٰ بینھم یہ حضرت عمرؓ سے خلافت حضرت عثمانؓ کی طرف شوریٰ سے منتقل ہوئی اور مما رزقنھم ینفقون یہ اوصاف خاصہ ہیں حضرت عثمانؓ کے ھکذا الخ

فتح ص ۹۹/۵ عینی ص ۲۹۱/۱۲ الأبواب ص ۱۹/۴

**باب کسب الرجل وعملہ بیدہ** جملہ شراح کہتے ہیں کمائی کے اصولِ مقاصد پانچ ہیں (۱) تجارت (۲) اجارہ مزدوری (۳) زراعت (۴) حرفت پیشے (۵) جہاد (غنائم) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پانچ کس طرح ہو گئے کیونکہ آمدنی کا ذریعہ جہاد ہے لیکن کمائی کا نہیں اس طرح حرفہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کمائی کا ذریعہ ہے کیونکہ خالی حرفہ سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ مثلاً ایک کاریگر دن میں ایک ہزار جوتے بنائے تو اس کو کیا کرے گا کھائے گا؟ بلکہ اس کو بیچے گا تو یہ تجارت ہو گیا اور اگر کسی کے یہاں نوکری کرتا ہے تو اجارہ بن گیا بہر حال حرفہ اصالۃً پیشہ نہ رہا ایسے ہی جہاد میں بھی آ گئی تو



فبھا ورنہ نہیں معلوم ہوا کہ کمائی کا پیشہ نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جعل اللہ رزقی تحت رمحی! احناف وشوافع کے نزدیک افضل تجارت ہے اور غزالیؒ نے لکھا ہے کہ زراعت ہے۔

فتح ص ۳۰۳/۴ عینی ص ۱۸۴/۱۱ الأبواب ص ۲۳۴/۳

**باب شرکۃ الیتیم واھل المیراث** حدثنا الاویسی أنہ سال عائشۃؓ۔ یہ روایت مختلف جگہ پر مختلف طریقہ پر آئی ہے یہاں جو ہے اس میں پہلی تو صحیح ہے باقی دوسری غلط ہے صفحہ ۳۸۷ پر یہ روایت بالکل صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے عروۃ نے وان خفتم کی تفسیر پوچھی تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ یتیمہ کسی ولی (چچازاد بھائی) کے گود میں ہو اور وہ عصبہ بھی ہو اور یتیمہ صاحب مال بھی ہو اور صاحب جمال بھی ہو اب اس کا ولی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کا مہر پانچ ہزار ہو مثلاً تو وہ اس کی اتنی مقدار ادا کرے تو اس کے بارے میں یہ آیت شریفہ ہے کہ وان خفتم کہ اگر ولی کو نکاح کرنا ہو تو مہر بھی پورا ادا کرنا ہو گا ورنہ اور عورتوں سے نکاح کرے۔ فانکحوا ما طاب لکم عورتوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے۔

فتح ص ۱۳۳/۵ عینی ص ۵۷/۱۳ الأبواب ص ۲۹/۴

**باب فضل الطلیعۃ** طلیعہ وہ گروہ جو دشمن کی جاسوسی کے لیے جاوے تو چونکہ اس میں چند آدمی ہی ہوتے ہیں اس لیے گویا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے لیکن چونکہ جہاد پورا خطرہ والا ہے اس لیے اس کا جواز بتلاتے ہیں آگے کا باب بمنزلہ تکملہ کے ہے کہ ایک آدمی کو بھی طلیعہ میں بھیجا جا سکتا ہے اب دوسرے باب کی روایت پر اشکال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے

پر طلیعہ کے طور پر جانے کے لیے حضرت زبیرؓ تیار ہوئے تین مرتبہ آپ نے پوچھا اور تینوں مرتبہ حضرت زبیرؓ جانے کے لیے تیار ہوئے لیکن دوسری روایت میں حضرت حذیفہؓ کا نام آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعہ ہیں ایکمرتبہ حضرت زبیرؓ تیار ہوئے اور ایکمرتبہ حضرت حذیفہؓ تیار ہوئے۔ بعض شراح نے باب ھل یُبْعَثُ الطلیعۃ وحدہٗ کی غرض یہ بتائی کہ اس سے تنہا سفر کا جواز ثابت کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الراکب شیطان والراکبان شیطانان اور تین جماعت ہے! لیکن عندی یہ صحیح نہیں کیونکہ صفحہ ۴۲۰ پر باب السیر وحدہ مستقل آرہا ہے اس لیے عندی تو یہ بطور تکملہ اور بطور تتمہ کے ہی ہے۔

فتح ص ۵۳/۶ عینی ص ۱۳۲/۱۴ الأبواب ص ۹۲/۴

---

باب قول اللہ عزوجل و آتینا داودَ زبورا الی . . . . قولہ أفرغ انزل اس میں حافظ جیسے نے کہہ دیا کہ افرغ بے محل ہے اور بے جوڑ ہے مجھے حافظ پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ فہزموھم باذن اللہ وقتل داوٗد میں یہ آیت شریفہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے واقعہ ہی میں مذکور ہے پھر کیسے حافظ نے اشکال کر دیا۔

فتح ص ۴۵۳/۶ عینی ص ۵/۱۶ الأبواب ص ۱۷۴/۴

---

باب مناقب سعد بن معاذؓ حدثنا محمد بن المثنی الی قولہ من جابر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھتز العرش لموت سعد بن معاذؓ یعنی حضرت سعدؓ کے انتقال پر اللہ کا عرش بھی ہل گیا لیکن ایک آدمی نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ براءؓ یوں فرماتے ہیں کہ اھتز السریر یعنی جو [illegible] ہوا اس کا جنازہ ہلتا ہوا جایا کرے تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں میں کینہ ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ اوسی ہیں اور حضرت براءؓ خزرجی ہیں اور روایت



اھتز عرش الرحمٰن ہی ہے ان دونوں قبیلوں میں رقابت ہمیشہ سے ہی رہتی ہے علامہ خطابیؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ سعد اوسی اور براء خزرجی اور ابن عبد البر المالکی نے الاستیعاب میں بھی یہی لکھا ہے میری رائے یہ ہے کہ یہ غلط ہے حضرت براءؓ بھی اوسی ہی ہیں ہاں ان کے اجداد میں اوس کا نام آتا ہے لیکن اوس سے مراد وہ اوس نہیں جو قبیلہ اوس ہیں عندوالدیؒ حضرت براءؓ و سعدؓ تو اوسی ہیں لیکن حضرت جابرؓ خزرجی ہیں اور وہ یوں فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج میں ہمیشہ رقابت رہی ہے تو سعد اوسی ہیں اور میں خزرجی ہوں اور اس کے باوجود یوں کہتا ہوں کہ اھتز عرش الرحمٰن اگر اھتز السریر کوئی کہتا تو میں کہتا لیکن اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ میں نے اھتز عرش الرحمٰن سُنا ہے۔

فتح ص ۱۳۲/۷ عینی ص ۲۶۷/۱۶ الأبواب ص ۲۰۹/۴

---

باب ذکر جریر ابن عبداللہ البجلی۔ آپ کا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چالیس روز اور ایک قول کے مطابق ۸۰ دن پہلے ہے۔ بعض حضرات کو حضرت حافظ جیسے کو بھی اس پر اشکال ہے کہ حضرت بخاری کو حضرت جریر کی تاریخ بیان کرنا تھی تو پھر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی جگہ بیان کرتے کیونکہ ان کا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ۴۰ دن قبل ہے اور اگر مناقب بیان کرنے تھے تو مناقب کے بیان میں بیان کرتے تو حافظ کے نزدیک یہ کتابت کی غلطی سے یہ باب یہاں آگیا میری رائے یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور کعبہ یمانیہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں بنایا گیا تھا اس کو حضرت جریرؓ نے توڑا تھا۔ اس کو اصل میں بیان کرنا ہے اور حضرت جریرؓ کا ذکر تبعاً ہے اس لیے نہ تو اس کو مناقب میں بیان کیا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر!

فتح ص ۱۳۱/۷ عینی ص ۱۸۲/۱۶ الأبواب ص ۲۱۳/۴

---

باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ۔ شراح کے نزدیک یہ حدیث بڑی مشکل ہے اور وہ اس کی توجیہ کرتے کرتے بھی تھک گئے۔ میرے نزدیک کوئی مشکل نہیں اور نہ کوئی اشکال ہے مؤرخین کا اختلاف ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح ۱۲؁ نبوی یا ۱۰؁ نبوی میں اگر ۱۲؁ نبوی میں ہوا ہے تب تو یہاں ذکر کرنا صحیح ہے کیونکہ وفود ۱۱؁ سے شروع ہو گئے تھے اور اگر ۱۰؁ نبوی میں ہوا، جیسا کہ میری رائے ہے تو پھر اس پر اشکال ہے یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے کہ نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا اور رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

فتح ص ۲۲۳/۷ عینی ص ۳۴/۱۴ الأبواب ص ۲۲۴/۴



باب چہارم

# تصنیف و تالیف

# تصنیف و تالیف

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو تصنیف و تالیف کا نہایت اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا۔ جو گویا آپ کی فطرت میں ودیعت تھا۔ اس شعبہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو کام لیا وہ خاص مقبولانِ الٰہی کا حصہ ہے۔

## تالیفی کام کی ابتدا

حضرت شیخ کے تالیفی کام کی ابتدا زمانۂ طالب علمی سے ہو چکی تھی۔ گویا جب سے قلم پکڑنا سیکھا تب سے تالیفی کام کا آغاز ہوا۔ پہلی کتاب جو آپ کے قلم سے نکلی وہ الفیہ ابن مالک (علم نحو کی معروف کتاب) کی شرح تھی اور یہ حضرت کی طالب علمی کا دوسرا سال تھا۔ جبکہ سن مبارک تیرہ چودہ کے درمیان تھا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:-

"درس کے دوسرے سال میں الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اس کی اردو شرح بھی شروع کی۔ جو کئی تین جلدوں میں پوری ہوئی۔ پہلا جز بہت مفصل شرح کے طور پر، اس کے بعد مختصر ہوتی چلی گئی اور ۱۱ شعبان ۳۵ھ پنجشنبہ کو پوری ہوئی۔ اس کا مسودہ الماری میں موجود ہے"[1]

اسی طرح شرح سلم العلوم، اضافہ بر اشکال اقلیدس، تقریر مشکوٰۃ اور تقاریر کتب حدیث بھی زمانۂ طالب علمی میں لکھی گئیں[2]

---

[1] آپ بیتی ص ۱۲۵، ۱۲ [2] ایضاً ص ۱۲۶

طالب علمی سے فراغت کے بعد جب آپ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم میں مدرس ہوئے تو اسی سال دو کتابیں تالیف فرمائیں ، ایک مظاہر علوم کے حالات میں ، جو بعد میں تاریخ مظاہر کے نام سے شائع ہوئی اور دوسری اپنے مشائخ سلسلہ کے حالات پر جو "تاریخ مشائخ چشت" کے نام سے طبع ہوئی ۔

## بذل المجہود کی تالیف میں شرکت

تالیف کے سلسلہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے لیے ایسی سعادت میسر آئی جو نہ صرف آپ کی ظاہری و باطنی ترقیات کا پیش خیمہ بنی ۔ بلکہ حدیث شریف کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کا سنگِ بنیاد بھی ثابت ہوئی ۔ یہ تھی بذل المجہود کی تالیف میں آپ کی شرکت ۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ ایک عرصہ سے ابوداؤد شریف کی شرح لکھنے کا سوچ رہے تھے مگر مشاغل و مصروفیات نے اس کا موقع نہ دیا ، ۱۳۳۵ھ میں جب کہ حضرت شیخؒ دورہ حدیث سے فارغ ہو کر مظاہر علوم میں مدرس ہوئے حضرت سہارنپوری نے آپ کو اور آپ کے رفیق مولانا حسن احمد مرحوم کو اپنے درسِ ترمذی میں شرکت کا حکم فرمایا ( جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ) درس کو شروع ہوئے ابھی دو مہینے گزرے تھے کہ حضرت سہارنپوریؒ کو ان حضرات کی علمی استعداد کا اندازہ ہوا اور ان کی معاونت سے ابو داؤد شریف کی شرح لکھنے کا داعیہ از سرِ نو تازہ ہوا ۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں :۔

میرا اور حسن احمد مرحوم کا یہ معمول تھا کہ سبق کے بعد ہم دونوں حضرت کے پیچھے پیچھے دارالطلبہ سے مدرسہ قدیم تک آتے ، حضرت قدس سرہ

---

آپ بیتی ص ۱۲۸



دو ماہ کے بعد حسبِ معمول دارالطلبہ سے تشریف لا رہے تھے اور ہم دونوں پیچھے تھے مدرسہ قدیم کے قریب ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو کر یوں ارشاد فرمایا کہ ۔ ساری عمر یہ تمنا رہی کہ ابوداؤد شریف پر کچھ لکھوں اور کئی دفعہ شروع بھی کیا مگر پورا نہ ہو سکا حضرت گنگوہیؒ کی حیات میں ہمیشہ تقاضا رہا کہ لکھوں اور جو اشکال ہو گا حضرت سے پوچھتا رہوں گا حضرت کے بعد طبیعت سرد ہو گئی لیکن پھر خیال ہوا ہمارے مولانا یحییٰ صاحب تو حیات ہیں جیاں اشکال ہو گا ان سے الجھتے رہیں گے مگر ان کے انتقال پر تو خیال بالکل ہی نکل گیا تھا اب یہ خیال ہے کہ اگر تم دونوں میری مدد کرو تو شاید لکھ سکوں ۔" حضرت کا ارشاد صحیح تھا اس لیے کہ میں نے خود حضرت کے مسودات میں ایک مسودہ دیکھا تھا جس پر حل المعقود فی ابی داؤد مرۃ ثالثۃ کا لفظ لکھا ہوا تھا مسودہ کو دیکھا جاوے جو مدرسہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے نام میں کچھ اشتباہ ہے ۔ علی گڑھ سے واپسی پر اگر وقت ملا تو میں خود دیکھ کر تصحیح کرا دوں گا ۔ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو مدرسہ کے کتب خانہ میں دیکھ لے میں نے عرض کیا کہ حضرت ضرور ! اور یہ میری دعا کا ثمرہ ہے حضرت نے فرمایا ۔ اس کا مطلب ؟ میں نے مشکوٰۃ شریف کی ابتدائی دعا کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضرت اب تک اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اب سمجھ میں آ گئی کہ آٹھ دس برس تو حضرت کو اس شرح میں لگ ہی جاویں گے اور اس وقت تک ان شاء اللہ یہ ناکارہ بھی حضرت کی برکت سے حدیث پڑھانے تک پہنچ ہی جاوے گا ۔ حضرت کا چہرہ مسرت سے کھل گیا ۔ میرے حضرت قدس سرہ خوبصورت بہت تھے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا مقولہ میرے حضرت کے متعلق کہیں طبع شدہ بھی میں نے دیکھا ہے

اور سنا بھی ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب تو گلاب کا پھول ہیں۔ اس پہ حضرت قدس سرہٗ کے چہرے پر غصہ اور خوشی ایسی صاف نظر آیا کرتی تھی کہ بے تکلف محسوس ہوا کرتی تھی۔ حضرت قدس سرہ نے اگلے دن مجھے بلا کر کتب خانہ سے کتابوں کے نکالنے کی ایک فہرست مجھے لکھوائی چنانچہ ۱۰ ربیع الاول کو مدرسہ کے کتب خانہ سے کتابیں لی گئیں اور دارالطلبہ کے خزانے والے کمرہ میں بذل المجہود کی تالیف کی ابتدا ۲ ر یا ۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔"[1]

بذل کی تالیف کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت سہارنپوریؒ کتابوں سے متعلقہ مضامین تلاش کرنے کے لیے حضرت شیخؒ کی رہنمائی فرما دیتے۔ شیخؒ مضامین کو تلاش کرکے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیتے اور حضرت ان پر غور فرما کر مناسب ترتیب سے حضرت شیخ کو املا کرا دیتے۔ گویا کتابوں کی مراجعت، مضامین کی تلاش سے لے کر کتاب کی تسوید و تحریر تک حضرت شیخؒ کے ذمہ تھی چنانچہ حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

واعانني عليه بعض احبابي خصوصاً منهم عزيزي وقرة عيني وقلبي الحاج الحافظ المولوي محمد زكريا بن مولانا الحافظ المولوي محمد يحيى الكاندهلوي رحمه الله تعالى فاني كنت لا اقدر على الكتابة ولا على التتبع لرعشة حدثت في يدي وضعف في دماغي وبصري فكنت أملي عليه وهو يكتب ويتتبع المباحث المشكلة من مظانها فيسهل على املائها فشكر الله سعيه واحسن جزائه وما بذل فيه من جهده واكرم الله تعالى بعلوم الباطنة والظاهرة في الدنيا والآخرة وبالاعمال المبرورة المتقبلة الزاهرة۔[1]

اور اس تالیف میں میرے بعض احباب نے میری اعانت کی بالخصوص میرے عزیز اور میری آنکھ اور دل کی ٹھنڈک الحاج الحافظ مولوی محمد زکریا بن مولانا حافظ مولوی محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے چنانچہ میں ہاتھ پر رعشہ کی تکلیف کی وجہ سے خود لکھنے پر اور ضعف دماغ اور ضعف بصر کی بنا پر مضامین کی تتبع تلاش پر قادر نہیں تھا اس لیے میں املا کراتا تھا اور عزیز موصوف لکھتے رہے مشکل مباحث کو ان کے مقامات سے تلاش کرتے رہے جس کی وجہ سے مجھے ان کا املا کرانا آسان ہوا پس اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے جو محنت و مشقت برداشت کی ہے اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں علوم باطنہ اور علوم ظاہرہ کے ساتھ نیز اعمال حسنہ متقبولہ کے ساتھ ان کو سرفراز فرمائیں۔

[1] آپ بیتی ۲ ص ۶۸۔۶۱



حضرت سہارنپوریؒ نے اس مقدمہ میں یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے ہیں:

وهو جدير بان ينسب هذا التعليق اليه — اور وہ اس لائق ہیں کہ اس شرح کی نسبت انہی کی طرف کی جائے

لیکن حضرت شیخؒ نے ادباً یہ الفاظ مقدمہ سے حذف کر دیے۔[2] اور جب حضرت سہارنپوریؒ نے یہ کٹا ہوا مسودہ ملاحظہ فرمایا تو ناراضگی اور غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ میری عبارت کو کس نے کاٹا؟ حضرت نور اللہ مرقدہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ الفاظ میں نے حذف کیے ہیں کیونکہ ان میں میری تو تعریف ہے لیکن حضرت کی کتاب کی توہین ہے۔ بذل کے کام میں شرکت سے نہ صرف یہ کہ حضرت شیخؒ کا شرح حدیث کا ملکہ راسخ ہوا۔ اور مباحث مشکلہ کا استحضار ہوا بلکہ حضرت سہارنپوریؒ کی کمال توجہ سے بذل کا کام آپ کی باطنی تربیت اور مدارج روحانی کی ترقی کا بہترین ذریعہ بھی بن گیا اور آپ کو اس کی برکت سے ظاہری و باطنی علوم میں وہ ترقی نصیب ہوئی جو برسہابرس کے مجاہدوں اور

[1] مقدمہ بذل المجہود ص ۴ مطبوعہ سہارنپور [2] مقدمہ تقریر بخاری اردو ص ۱۵: از مولانا تقی الدین ندوی

اور ریاضتوں سے بھی کم نصیب ہوتی ہے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے مندرجہ ذیل ملفوظ میں حضرت شیخ کی اس باطنی کیفیت کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

" چونکہ حضرت سہارنپوری کے زمانہ میں حضرت قدس سرہ تھانوی کی سہارنپور میں تشریف آوری بکثرت ہوتی تھی اور معمول یہ تھا کہ جب بھی سہارنپور کی طرف پورب لائن یا پنجاب لائن جانا ہوتا یا وہاں سے واپسی ہوتی تو شباب کے زمانے میں مدرسہ تشریف لائے بغیر روانگی نہیں ہوتی تھی بہت ہی شاذ و نادر ایسا ہوتا تھا کہ وقت کی قلت کی وجہ سے مدرسہ تشریف لانا نہ ہوا اور اگر کبھی ایسا ہوتا تو ہم خدام اسٹیشن پر ضرور حاضر ہوا کرتے۔

ایک دفعہ یہ ناکارہ اسٹیشن پر حاضر ہوا بڑا مجمع موجود تھا جیسا میں نے مصافحہ کیا تو مصافحہ کے ساتھ ہی حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اکابر کے یہاں تربیت کے بھی طرق عجیب اور مختلف ہوتے رہے ہیں۔ "الکتاب لکھوانا بھی ایک طریقہ ہے۔" وہ زمانہ بذل المجہود کی اس سیاہ کار کی کتابت کا تھا۔" [1]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم فرماتے ہیں۔

" شیوخ کاملین سے استفادہ اور باطنی ترقیات میں اس کو بڑا دخل ہے کہ ان کی مفوضہ خدمات کی تکمیل اور ان کے ذوقی مشغلہ میں (جو ان کو دل و جان سے عزیز ہوتا ہے) تندہی، خود فراموشی اور جانکاہی سے رفاقت و اعانت کی جائے اہل بصیرت کے نزدیک ایک مسترشد کو اس سے اپنے شیخ کی جو محبوبیت و اعتماد حاصل

[1] آپ بیتی ۶ ص ۵۸



ہوتا ہے اور اس سے جو باطنی ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جس سرعت کے ساتھ سلوک کے مدارج طے ہوتے ہیں وہ عام طور سے کسی اور راہ سے اور بعض اوقات بڑے بڑے مجاہدات سے بھی طے نہیں ہوتے اس زمانہ میں حضرت سہارنپوری بہمہ تن بذل المجہود کی تالیف کی طرف متوجہ تھے اور اس کی تکمیل کا جذبہ اور ذوق ہر چیز پر غالب تھا۔ یہ شیخ کی بڑی خوش قسمتی اور اسی کے ساتھ ان کی بڑی ذہانت اور حقیقت شناسی تھی کہ انہوں نے اپنے کو اس کام کے لیے وقف کر دیا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر اور بے تعلق ہو کر اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ اس میں لگ گئے [2]

## بذل میں شیخ کا انہماک

شیخ نے اس عرصہ میں سوائے شدید مجبوری کے ہر طرح کے سفر، نقل و حرکت اور ہر اس چیز سے جس سے اس کام میں حرج واقع ہو، گریز کیا۔ ان کو پہلے ہی سفر سے وحشت اور عدم مناسبت تھی اس زمانہ تالیف میں تو انہوں نے اپنے کو گویا بالکل پا بہ زنجیر بنا لیا۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بعض بزرگوں اور عزیزوں کے اصرار سے حضرت نے کسی سفر میں اپنے ساتھ لے لیا۔ شیخ نے موقع دیکھ کر راستہ میں عرض کیا کہ اگر اس سفر میں ہمرکابی رہی تو بذل کی کاپیوں کی تصحیح میں حرج واقع ہوگا اس لیے راستہ ہی سے واپسی کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت نے یہ سن کر بخوشی اجازت دے دی اور شیخ راستہ ہی کے کسی اسٹیشن سے واپس آ گئے [1]

حضرت شیخ کو بذل کے کام میں کس قدر انہماک تھا؟ اس کا اندازہ حضرت شیخ رح کے مندرجہ ذیل ارشاد سے ہوتا ہے۔

[1] سوانح حضرت شیخ رح ص ۶۷ - ۶۸

[2] سوانح حضرت شیخ رح: از حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ص ۶۹

"اس ناکارہ کا وہ زمانہ درحقیقت طلبِ علم کا تھا۔ بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ سونا نہیں ہوتا تھا اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھائی یاد نہیں رہی۔ مہمانوں کا ہجوم اس زمانے میں میرے پاس نہیں ہوتا تھا۔ البتہ طلبہ ساتھ کھانے والے ہوتے تھے ان سے کہہ دیتا تھا کہ تم کھا لو میرا انتظار نہ کرو۔ عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا اس وقت یاد آتا کہ دوپہر روٹی نہیں کھائی۔ اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے چھوٹ گیا تھا۔ تیس پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گزر جاتے تھے۔"[1]

حضرت قدس سرہ کی تمنا عرصہ دراز سے بذل المجہود کو ٹائپ پر طبع کرانے کی تھی کہ عرب حضرات لیتھو کی طباعت سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے اس کے لیے مولانا ابوالحسنؒ کی نے مصر میں طباعت کا انتظام فرمایا تو حضرت بے حد خوش ہوئے مگر اس پر سات لاکھ روپے کا خرچ ہوتا تھا اس لیے حضرت کو وقتی طور پر تھوڑا سا فکر ہوا کہ اتنی بڑی رقم درکار ہے تو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری "کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رائے پوری" نے بہت سے لفافے حضرت شیخ" صاحب کو دیئے جن میں مختلف رقمیں تھیں۔ اس خواب کے بعد حضرت کو اطمینان ہو گیا کہ غیب سے انتظام ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بذل مجہود ٹائپ پر طبع ہو گئی اور اس کے بعد اوجز اور لامع بھی ٹائپ پر طبع ہو گئی۔

## شذرات الحدیث

بذل المجہود کی تالیف کے دوران حضرت شیخ" کو شروحاتِ حدیث و فقہ وغیرہ کی مراجعت کثرت کرنا پڑی کہ مطالعہ کے دوران مختلف کتب سے متعلق جو علمی جواہر و فوائد نظر پڑ جاتے شیخ" نے ان کو "شذرات الحدیث" کے عنوان سے جمع کرنا شروع کر

---

[1] آپ بیتی ۵ ص ۱۲۰



دیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

"اس ناکارہ کا معمول یہ رہا کہ بذل کے لکھنے کے زمانے میں شروح بخاری وغیرہ میں جب کسی دوسری کتاب کے متعلق کوئی مضمون نظر سے گزرتا تو میں نے ہر کتاب کی ایک کاپی بنا رکھی تھی اور اس کتاب کے نام سے اس کاپی پر نام لکھتا تھا۔ "شذرات بخاری" اسی طرح "شم"، "شت"، "شد" وغیرہ صحاح ستہ کی ہر کتاب اور موطین اور طحاوی اور ہدایہ کی کاپیاں بنا رکھی تھیں۔ اس کو تفصیل سے اس واسطے لکھوا رہا ہوں کہ میری مطبوعہ تالیفات پر کذا فی الشذور و ابسط فی الشذور کے حوالے کہیں کہیں آ گئے ہیں"[2]

حضرت شیخ" کو شذرات لکھنے میں فرصت کی تلاش رہتی تھی اس سلسلہ میں ایک تھانیدار صاحب کا لطیفہ بیان فرمایا ہے:

"اس ناکارہ کی بذل کی تالیف کے زمانہ میں اس کی بہت خواہش رہا کرتی تھی کہ کوئی شخص حضرت سے دو چار منٹ بات کرنے کے واسطے آ جائے تو میں جلدی جلدی وہ دیکھے ہوئے مضامین شذرات کی کاپیوں پر لکھوں اگرچہ حضرت قدس سرہ کو اس وقت میں کسی کا بات کرنا بہت ناگوار ہوتا تھا جس کو میں خوب سمجھتا تھا مگر میں اپنی غرض کو چاہتا تھا کہ ایک دو منٹ کو کوئی آ جاتا ہے مجھے اس کا وقت صرف ڈاک کی آمد پر ملتا تھا کہ مدرسہ کی ڈاک اول حضرت قدس سرہ کے پاس آتی تھی حضرت قدس سرہ اپنی ڈاک چھانٹ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور میری میرے پاس ڈال دیتے تھے نہ تو حضرت اس وقت اپنی ڈاک پڑھتے تھے نہ یہ ناکارہ۔ البتہ اگر قلم سے یا مرسل کے نام سے کوئی اہم خط سمجھتے تو حضرت بھی سرسری دیکھ لیا کرتے اور میں بھی

ایک لطیفہ اس جگہ کا بہت پر لطف یاد آگیا۔ حضرت قدس سرہ کے اہلیہ کی طرف سے کوئی عزیز جو کسی جگہ تھانیدار تھے اور اس زمانے کا تھانیدار اس زمانے کا وائسرائے ہوتا تھا۔ نہایت لحیم شحیم، وجیہ تھانیداری سوٹ میں ملبوس آئے۔ میرا منہ چونکہ دروازہ کی طرف ہوتا تھا اور حضرت قدس سرہٗ کی پشت۔ اس لیے میں ان کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ اس لیے کہ میرے کئی شذرات جمع ہو رہے تھے اور مجھے یہ فکر ہو رہا تھا کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ انہوں نے آکر حضرت قدس سرہ کو پشت کی طرف سے سلام کیا اور حضرت متوجہ ہوئے۔ اور میں نے بذل کی کاپی ہاتھ سے رکھ کر جلدی سے اپنے شذرات اٹھا لیے ہمارے مدرسہ کے ناظم کتب خانہ بھائی ظہیر صاحب جو ابتدائی زمانہ میں میرے شریک درس بھی رہ چکے ان تھانیدار صاحب کے بہت قریب کے رشتہ دار تھے وہ ساتھ تھے چند منٹ وہ بیٹھے اور حضرت بڑی گرانی سے ان سے باتیں کرتے رہے اور میں نے جلدی جلدی اپنے شذرات پورے کیے جب وہ واپس چلے اور حضرت ادھر متوجہ ہوئے میں نے بذل لکھنی شروع کردی وہ صاحب اٹھنے کے بعد مجھ پر بہت ہی ناراض ہوئے باہر جا کر بھائی ظہیر سے کہا کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنے والوں کے بھی اخلاق ایسے ہوا کرتے ہیں۔ یہ شخص جو حضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے اس قدر مغرور اور متکبر ہے کہ میں اتنی دیر بیٹھا رہا اور حضرت اس قدر شفقت سے مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ لیکن اس مغرور اور بددماغ نے ایک دفعہ بھی تو نگاہ اٹھا کر یوں نہیں دیکھا کہ یہ آدمی بیٹھا ہے۔ گدھا بیٹھا، کتا بیٹھا، سور بیٹھا ہے بھائی ظہیر نے اس ناکارہ کی طرف سے بہت صفائی پیش کی کہ یہ بات نہیں بلکہ یہ مشغول بہت رہتا ہے لیکن اس کے دماغ میں یہ بات نہیں آسکی کہ ایسی بھی مشغول ہوسکتی ہے وہ دیر تک خفا ہی ہوتے رہے ان کی خفگی بجا تھی کہ ناواقف



آدمی کو یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ اس قسم کی مشغولی بھی ہو سکتی ہے [1]

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے لیکن قیاس کیا جاسکتا ہے کہ علمی فوائد کا کیسا ذخیرہ ہوگا جس کو حضرت شیخؒ کی نگاہ جوہر شناس نے منتخب کیا۔

## تلخیص البذل

جب سے بذل المجہود شروع ہوئی حضرت شیخ کا معمول رہا کہ اپنی یادداشت کے لیے بذل المجہود کے مباحث طویلہ کا خلاصہ مختصر عبارت میں روز کے روز تیار کر لیتے تھے یہ خلاصہ قریباً تمام جلدوں کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ جس میں اسانید کی بحث کسی ضرورت شدیدہ کے بغیر نہیں ہوتی تھی [2]

## بذل کی تکمیل

بذل المجہود کی تکمیل کا آغاز ربیع الاول ۱۳۳۵ھ سے ہوا تھا لیکن ۱۳۴۴ھ تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی تھی بلکہ قریباً ساڑھے تین جلدیں لکھی گئی تھیں اس سال حضرت سہارنپوری نے سفر حج کا ارادہ فرمایا جو درحقیقت سفر ہجرت تھا۔ اس سفر میں حضرت شیخ کو بھی ہمرکابی کی سعادت نصیب ہوئی (اسکی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) مناسک حج سے فراغت کے بعد حضرت سہارنپوریؒ مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوئے اور حضرت شیخؒ کی رفاقت میں بذل المجہود کی تکمیل ہوئی حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان کے قیام میں نو سال اور کچھ مہینوں میں بذل المجہود کی ساڑھے تین جلدیں لکھی گئیں اور مدینہ پاک میں ۸ ماہ میں ڈیڑھ جلد پوری ہوگئی اور ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ یوم چہارشنبہ بوقت تقریباً نو بجے ہندی بذل المجہود کا اختتام ہوا اور حضرت کو اتنی مسرت اس کی تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور ۲۲ شعبان جمعہ کے دن

---

[1] آپ بیتی ۲ صفحہ ۱۲۸   [2] ایضاً ص ۱۲۰

جمعہ کی نماز کے بعد مدرسہ شرعیہ میں حضرت قدس سرہ نے بڑی طویل و عریض دعوت علماء مدینہ کی کی، جس کے دعوت نامے بھی طبع کرائے وہ دعوت نامہ بھی اکمال الشیم کے مقدمہ میں لکھوا چکا ہوں۔ ؎

## بذل کی طباعت

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا کام بذل المجہود کی تحریر تسوید تک محدود نہ تھا بلکہ پریس میں طباعت اور پروف کی تصحیح بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ذمہ تھی۔ طباعت کا انتظام پہلے میرٹھ میں کیا گیا اس کے بعد تھانہ بھون میں مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے پریس میں اس کو منتقل کیا گیا۔ اس زمانے میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا ہر پندرہ بیس دن میں تھانہ بھون جانے کا معمول تھا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

تھانہ بھون کی طباعت کا قصہ ۱۳۳۰ھ یا ۱۳۲۹ھ کا ہے۔

یہ ناکارہ علی الصباح تھانہ بھون پہنچتا اور مولانا شبیر علی صاحب مرحوم حضرت قدس سرہ کی وجہ سے میرے جاتے ہی میری سب کاپیاں، جمواد یتے اور ظہر کے وقت تک مجھے چھ سات پروف مل جاتے اور شام تک ان کی واپسی کا تقاضا ہوتا تاکہ اگلے دن ان کی سنگ سازی اور طباعت شروع ہو جائے اس لیے یہ ناکارہ مسجد کے شمالی جانب سہ دری میں، گرمی کی شدت کی وجہ سے کرتا نکال کر اور پروفوں کو بہت غور سے جھک کر عصر کے وقت تک دیکھتا رہتا اور یہی ظہر سے لے کر عصر تک کا وقت حضرت اقدس حکیم الامت کی عام مجلس کا تھا۔ مجھے اس کا بہت قلق رہتا ہے کہ تھانہ بھون رہتے ہوئے بھی حضرت کی خدمت میں حاضری کا وقت نہیں ملتا تھا میں نے ایک مرتبہ بہت قلق کے ساتھ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ سے عرض

---

؎ آپ بیتی ۳۲ ص ۲۲۰



کیا کہ لوگ تو دور دور سے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا میرے حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ایسا جواب مرحمت فرمایا کہ میری مسرت کے لیے مرنے تک کافی ہے۔ حضرت نے فرمایا:۔

مولوی صاحب! اس کا آپ بالکل فکر نہ کیجئے، آپ اگرچہ میری مجلس میں نہیں ہوتے مگر میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں۔ میں بار بار آپ کو دیکھتا رہتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے۔ میں آپ کو ظہر سے عصر تک اپنے اوراق سے سر اٹھاتے نہیں دیکھتا۔ ؎

اس کے بعد ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۴۳ھ تک دہلی کے ہندوستانی پریس میں طباعت کا کام ہوتا رہا۔

## بذل کی طباعت کا اہتمام

آخری زمانے میں حضرت کو بذل کی اشاعت کا بہت اہتمام رہا، لیتھو اور ٹائپ دونوں پر اسے طبع کرایا۔ اپنے ایک خادم کو لکھتے ہیں۔

• اس وقت مجھ پر اوجز اور بذل کی طباعت کا بھوت سوار ہو رہا ہے مولوی نصیر بھی بار بار طعنہ دیتے ہیں کہ اب مرتے مرتے تو نے کیا شروع کر دیا اور میری بھی تمنا ہے کہ میری زندگی میں بذل ٹائپ پر چھپ جائے کہ میرے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے حجاز سے واپسی پر ۱۳۴۶ھ میں مجھے بذل المجہود کی طرح شرح ترمذی لکھنے کا حکم فرمایا تھا جس کی تعمیل میں اپنی نالائقی سے نہیں کر سکا۔ چند سال سے یہ خیال ہو رہا ہے کہ بذل المجہود کی خوب اشاعت کر جاؤں بعد میں تو کون کرے گا اس سے شاید تعمیل حکم نہ کرنے کی کچھ تلافی ہو جائے ۳۰ برس سے چونکہ یہ نایاب ہو گئی اس لیے میں نے لیتھو پر اس کی

---

؎ آپ بیتی ۳۳ ص ۵۹ - ۶۰

؎ لیکن الکوکب الدری کے حواشی کی شکل میں اس حکم کی فی الجملہ تعمیل ہو گئی (محمد یوسف)

طباعت شروع کرادی تیسری تو بحمد اللہ طبع ہوگئی پہلی اور دوسری قریب الطبع ہے دو پریسوں میں چھپ رہی ہے ٹائپ والی بھی پہلی دو جلدیں تقریباً مکمل ہوگئی اور تیسری بھی انشاء اللہ قریب الختم ہے لیکن ٹائپ کی تین جلدیں اصل بذل کی ایک جلد میں ہوں گی اور ساری بذل کی ۱۵ جلدیں تجویز ہیں۔ لیتھو کی تیسری جلد مولوی تقی کے ہاتھ تمہارے ہی پاس بھیجنے کا ارادہ ہے کہ مصر میں طبع ہوجائے تو جلدی ہوجائے گی دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے ان منصوبوں کو جلد پورا کرادے۔"

(مکتوب بنام مولانا محمد یوسف ۲۹ اگست ۱۹۶۳ء)

## اوجز المسالک شرح موطا امام مالک رح

بذل المجہود کی تکمیل کے آخری مراحل میں تھی کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے (بلدۂ طیبہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام کی برکات سے مستفید ہونے کی غرض سے) یکم ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو اقدام عالیہ میں بیٹھ کر موطا امام مالک کی شرح "اوجز المسالک" کی بسم اللہ کردی۔ شیخ رح فرماتے ہیں:۔

"بذل کے ختم ہونے تک تو دو چار سطریں لکھی جاتی تھیں اور بذل کے ختم کے بعد ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ سے مدینہ پاک روانگی تک تقریباً ڈیڑھ جلد کا مسودہ ہوگیا لیکن ہندوستان واپسی کے بعد مشاغل کا ایسا ہجوم رہا اور اس کے درمیان دوسری تصانیف کا بھی سلسلہ رہا، جیسا کہ آئندہ رسالوں سے معلوم ہوگا، تدریس کے علاوہ مدرسہ کے دوسرے مشاغل نے بہت وقت لے لیا۔ اس لیے تیس سال سے زائد اس کی تالیف میں لگ گئے"۔[1]

کتاب چھ ضخیم جلدوں میں ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ کو مکمل ہوئی اور حضرت کے

---

[1] آپ بیتی ۲ ص ۱۳۶



کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے متعدد بار لیتھو میں شائع ہوئی۔ ۱۳۹۳ھ میں مولانا عبد الحفیظ مکی دام مجدہم کے مکتبہ امدادیہ باب العمرہ مکہ مکرمہ کی جانب سے مطبعۃ السعادہ مصر سے پندرہ جلدوں میں المحدث الکبیر مولانا سید محمد یوسف بنوری رح اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ اور اس کا جدید ایڈیشن شیخ احمد بن عبد العزیز آل مبارک کے زیر اہتمام امارات متحدہ عربیہ کی جانب سے بھی شائع ہوا۔

حضرت شیخ رح نور اللہ مرقدہٗ نے اس شرح میں جن امور کا التزام فرمایا ان کا تذکرہ مقدمہ میں فرمایا ہے۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

اول یہ کہ اس کے اکثر مباحث اکابر مشائخ سے منقول ہیں۔ البتہ بعض جگہ روایات کی توجیہ و تطبیق میں حضرت شیخ رح نے منفرد نکات بھی پیش فرمائے ہیں۔

دوم: مشائخ کا کلام جہاں بھی نقل کیا ہے باحوالہ نقل کیا ہے البتہ بذل المجہود اور شرح زرقانی چونکہ بہت کثرت سے نقل کیا گیا ہے اس لیے ان کا حوالہ بطور خاص دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

اسی طرح رجال سند پر کلام بیشتر حافظ کی تہذیب، تقریب، تعجیل، جامع الاصول کے رجال سے منقول ہے۔ اس لئے ان چار کتابوں کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، جہاں کہیں ان چار کے علاوہ کسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ وہاں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

سوم: موطا کے رواۃ میں جس راوی کا ذکر سب سے پہلی جگہ آیا ہے وہاں اس کے حالات درج کر دیئے ہیں۔ آخر میں رجال موطا کی فہرست درج کر دی ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اوجز میں کسی راوی کا ترجمہ کہاں آیا ہے۔[1]

---

[1] ایسی فہرست اوجز کے ساتھ مطبوعہ نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم

چہارم: مصنف امامؒ نے جن روایات کو مرسلاً یا تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ شیخؒ نے جہاں تک مل سکیں ان کی اسانید کی تخریج کر دی ہے۔

پنجم: اس شرح میں صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب ذکر کیے گئے ہیں دیگر مذاہب کو غیر ضروری سمجھ کر ذکر نہیں کیا گیا۔

ششم: اس شرح میں نقلِ مذاہب میں یہ اچھوتا التزام کیا گیا ہے کہ ہر مسلک کو اس کی کتب فروع سے نقل کیا جائے۔ شیخؒ فرماتے ہیں:۔

• بیانِ مذاہب میں میں نے عام طور سے ائمہ اربعہ کی کتب فروع پر اعتماد کیا ہے۔ اور صرف شارحین کی نقل و حکایت پر اکتفا نہیں کیا۔ کیونکہ شارحین کے درمیان کسی امام کا مسلک نقل کرنے میں اختلاف ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مسلک غلط نقل کر دیا جاتا ہے۔"

یہ اس کتاب کی ایسی منفرد خصوصیت ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

ہفتم:۔ چونکہ مؤطا "امام مالکؒ" کی تصنیف ہے اس لیے اس کی تائید میں مدونہ وغیرہ سے امام مالک کے اقوال کثرت سے نقل کیے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں کتب مالکیہ کی مراجعت میں کوئی کوتاہی نہیں کی گئی واقعہ یہ ہے کہ اوجز میں امام مالکؒ اور حضرات مالکیہ کے اقوال اس کثرت سے جمع کر دیئے گئے ہیں کہ خود کسی مالکی عالم کے لیے بھی ان کی تلاش آسان نہیں تھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے علامہ حجاز مفتی مالکیہ سید علوی مالکی سے جو نہ صرف حجاز کے بلکہ اپنے دور کے نہایت متبحر اور وسیع النظر عالم تھے۔ وسعت علم اور استحضار میں ان کو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اوجز کی تعریف سنی وہ اس پر تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ خود مالکیہ کے اقوال و مسائل کا اتنا گہرا علم۔ اتنی صحیح نقل ہوجب



حیرت ہے وہ فرماتے تھے کہ:۔

• اگر شیخ زکریا مقدمہ میں اپنے کو حنفی نہ لکھتے تو میں کسی کے کہنے سے بھی ان کو حنفی نہ مانتا۔ میں ان کو مالکی بتاتا۔ اس لیے کہ اوجز المسالک میں مالکیہ کے جزئیات اتنی کثرت سے ہیں کہ ہمیں اپنی کتابوں میں تلاش میں دیر لگتی ہے۔"

مالکی علماء و قضاۃ نے اس کتاب کی بڑی قدردانی کی۔ امارات خلیج کے رئیس القضاۃ (جو مذہب مالکی کے بڑے عالم ہیں) شیخ احمد عبدالعزیز بن مبارک نے بھی اس کی طباعت و اشاعت سے بڑی دلچسپی لی[1]

ہشتم: کتاب میں امام ابوحنیفہ کے مسلک کے دلائل اور وجوہ ترجیح کو بڑی جامعیت و وضاحت مگر اختصار کے ساتھ تحریر فرمایا ہے

• ایک مالکی مسلک عالم نے اس شرح کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہذا المصنف حنف الموطا اس مصنف نے تو مؤطا کو حنفی کر دیا۔

فضیلۃ الشیخ سید علوی مالکی استاذ الحرم مکہ المکرمہ نے جب اس کتب کا مطالعہ کیا تو اپنی مجلس میں ان الفاظ کے ساتھ اس شرح کی پذیرائی کی کہ۔

• متقدمین میں بھی اس کتب کی نظیر نہیں ہے[2]

نہم: حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

باوجود کہ میں نے اپنے فہم قاصر کے مطابق بعض ائمہ مشائخ کے اقوال کو بعض پر ترجیح دینا ترک نہیں کیا۔ لیکن بحمد اللہ میں نے ان اکابر کی شان میں سوءِ ادب سے اجتناب کیا ہے کیونکہ ان حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق روایات کی تنقیح اور مسائل کی تحقیق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا (اور جسکے اجتہاد میں جو پہلو راجح ہوا اس نے اسی کو اختیار کیا) اور ہر امام کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے مقتدا ہیں اور یہ سب حضرات الشارحۃ

---

[1] سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ص ۲۴۳ [2] علمائے مظاہر ص ۱۰۵-۲۰۶

اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ لاریب کہ ان اکابر کی تجلیل اور ان کی شان میں سوءِ ادب قبائح رفض میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ان التزامات و خصوصیات کو پیش نظر رکھا جائے تو اہل علم کے لیے کتاب کی عظمت و جلالت، اس کی جامعیت و افادیت، مصنف کی محنت و جانفشانی اور سب سے بڑھ کر حدیث و فقہ اور ان کے متعلق علوم میں آپ کی حذاقت و مہارت کا اندازہ کرنا مشکل نہ ہوگا۔

## الکوکب الدری

حضرت شیخ رحؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے حضرت اقدس قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے صحاح ستہ سے متعلق درسی افادات عربی میں قلمبند کرلیے تھے اور اکابر مشائخ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا اصرار تھا کہ اسے شائع کیا جائے، لیکن حضرت شیخ رحؒ قطب عالم کے مختصر جملوں کی تشریح و توضیح کے لیے حواشی کی ضرورت محسوس فرماتے تھے جب اکابر کا اصرار شدید ہوا تو دو سال کے لیے اوجز المسالک کی تالیف کا کام روک کر حضرت شیخ رحؒ اس میں مصروف ہوگئے چنانچہ جلد اول کے حواشی اور نظر ثانی سے وسط ربیع الاول ۵۲ھ میں اور جلد ثانی سے ۱۶ رجب ۵۲ھ میں فراغت ہوئی [1]۔ حضرت قطب عالم گنگوہیؒ کے افادات اور حضرت شیخ رحؒ کے ضروری و مختصر حواشی کی وجہ سے اہل علم کو اس کتاب کی بڑی قدر تھی، اور اکابر مشائخؒ حدیث اس کے مطالعہ کا اہتمام فرماتے تھے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں حضرت شیخ رحؒ فرماتے ہیں :۔

میرے حضرت مدنی قدس سرہ کو ترمذی کے سبق میں کوکب الدری کے دیکھنے کا بہت اہتمام تھا۔ اور طلبہ کو ترغیب بھی فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی مستقل سفر دیوبند

[1] آپ بیتی ۵ ص ۱۳۹



سے سہارنپور کا اوجز و کوکب کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آپ نے کوکب کا حاشیہ لکھا ہے یا اوجز کا اشتہار دیا۔ ہر جگہ دو ہی لفظ لکھ کر لکھ دیتے ہیں کہ والبسط فی الاوجز، ایک دفعہ کوکب دیکھو، اور ایک دفعہ اوجز دیکھو، حضرت اکثر بہت ہی شفقت سے کوکب اور اوجز کے مضامین پر اصل ماخذ کا بھی مطالبہ فرمایا کرتے تھے، یہ آپ نے کہاں سے لکھ دیا؟ اس کا ماخذ دکھلایئے۔ [1]

کوکب دری کے بھی متعدد اڈیشن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ مکتبہ یحیوی سہارنپور سے شائع ہوئے اور ۱۳۹۵ھ میں حضرت مولانا ابوالحسن ندوی کی تقدیم اور حضرت مولانا سید محمد عاقل صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم کے مقدمہ کے ساتھ چار جلدوں میں مطبع ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ٹائپ میں شائع ہوئی۔

## لامع الدراری

یہ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے درس بخاری کے افادات ہیں جو حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے قلمبند کیے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے اصرار پر حضرت شیخ رحؒ نے لامع کے حواشی تحریر فرمائے ،محرم ۱۳۴۷ھ یوم چہارشنبہ کو اس کی ابتدا ہوئی اور ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ کو اس کی تکمیل ہوئی [2] حضرت شیخ فرماتے ہیں :۔

لامع الدراری بھی دراصل حضرت (شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کے شدید اصرار پر لکھی گئی۔ کوکب کے بعد حضرت اس کی طباعت کا بہت ہی اصرار فرما رہے تھے۔ اور میں اوجز کی تکمیل کا عذر کر دیتا۔ ایک مرتبہ بہت ہی قلق سے فرمایا کہ میرے سامنے طبع ہو جاتی تو میں بھی متمتع ہوتا، میرے بعد طبع

[1] آپ بیتی ۶ ص ۹۷ [2] آپ بیتی ۵ ص ۱۳۲

کر دگے تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ بہت ہی قلق اور رنج ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت کے مرض الوصال اور شدت میں بہت ہی زور باندھ کر چار صفحے اس کے چھاپے تھے جو حضرت کی خدمت میں مستقل آدمی کے ہاتھ بھیجے تھے جو وصال کے وقت بھی حضرت کے سرہانے رکھے رہے۔ مگر میرا مقدر کہ حضرت قدس سرہ کی زندگی میں کم از کم ایک ہی جلد طبع ہو جاتی تو بے حد مسرت ہوتی۔ لیکن مقدرات کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ اللہ جل شانہ لامع کا اجر و ثواب حضرت کو مرحمت فرما دے کہ حضرت ہی کے حکم سے لکھی گئی ہے[1]

لامع پر حضرت شیخؒ کے مفصل حواشی نے نہ صرف حضرت گنگوہیؒ کے مختصر ارشادات کی توضیح کر کے انہیں چار چاند لگا دیے۔ بلکہ ایک مختصر سی امالی تقریر کو ایک مبسوط اور جامع شرح میں تبدیل کر دیا۔ لامع پر حضرت شیخؒ نے ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا جس میں علم حدیث، صحیح بخاری اور امام بخاری کے سلسلہ میں معلومات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اس مقدمہ کی تیسری فصل جو تراجم بخاری ہے اس کا تعارف کراتے ہوئے المحدث الکبیر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"بہر حال یہ تیسری فصل جو شرح تراجم بخاری پر حاوی ہے۔ نہایت ہی اہم ہے اور اگر اس مقدمہ میں اس کے سوا کچھ نہ ہوتا تو اس کے امتیاز کے لیے کافی تھا۔"

نیز فرماتے ہیں:-

میں آخر میں کہتا ہوں کہ ابن خلدون کے بقول شرح بخاری کا قرض امت کی گردن پر ہے۔ اور امام سخاوی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرض ان کے شیخ حافظ ابن

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲ ص ۹۸



حجرؒ کی فتح الباری کی تالیف سے چکا دیا گیا ہے۔ ہمارے شیخ (امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند نے فرمایا کہ "بخاری کے تراجم کا قرض ابھی امت پر باقی ہے اسے آج تک کسی نے ادا نہیں کیا۔" میں اور (یعنی حضرت بنوری) ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگر حضرت شیخ الہند کی کتاب "شرح الابواب والتراجم" مکمل ہو گئی ہوتی تو یہ قرض ادا ہو جاتا لیکن افسوس کہ وہ پوری نہ ہو سکی اب میں کہتا ہوں کہ یہ سعادت از لیہ شیخ زکریا کے لیے مقدر تھی کہ وہ اس قرض کو ادا کریں اس لیے میں امید کرتا ہوا کہ حضرت شیخ نے شرح الابواب والتراجم" کی جو خدمت کی ہے اس سے انشاء اللہ یہ قرض ادا ہو گیا[1]

لامع کی تکمیل پر حضرت شیخؒ نے اس کی دعوت کی، جس میں غالباً اپنے شیخ حضرت سہارنپوریؒ کے طریقہ کا تتبع بھی مقصود تھا کہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے "بذل المجہود" کے اختتام پر عمائد اہل مدینہ کی دعوت فرمائی تھی۔ لامع کی دعوت کے سلسلہ میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:-

اور چونکہ اپنے ضعف اور امراض کی کثرت کی وجہ سے تالیف حدیث کے سلسلہ کو ختم سمجھ رہا تھا اس لیے ۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۶۸ء کو اس کے اختتام کی ایک دعوت کی جو شروع میں تو بہت مختصر مدرسہ کے مدرسین اور مخصوص احباب سو ڈیڑھ سو کا انداز تھا مگر نہ معلوم کس طرح اس کی شہرت ایسی عام ہوئی کہ دہلی، لکھنؤ، کلکتہ، بمبئی تک خبریں پہنچ گئیں اور تقریباً ایک ہزار کا مجمع جمعہ کی شب اور صبح تک جمع ہو گیا، برابر دیگیں چڑھتی رہیں اور پلاؤ زردہ مولوی نصیر الدین شیخ انعام اللہ، شیخ اظہار وغیرہ کی مساعی جمیلہ سے بہت جلد تیار ہوتا رہا اور

---

[1] تقدیم لامع الدراری مشمولہ ج ۱

اور اس غلط شہرت سے کہ آج عزیزان زبیر و شاہد کا نکاح ہے حالانکہ اس کا کوئی تذکرہ یہاں نہیں تھا۔ مقامی اور بیرونی عورتوں کا مجمع بھی گھر میں بہت ہوگیا تھا۔[1]

لامع کی پہلی اشاعت بڑی تقطیع کی تین ضخیم جلدوں میں حضرت شیخ رح کے مکتبہ یحیوی سہارنپور سے ہوئی اور ۱۳۹۵ھ میں مکتبہ امدادیہ باب العمرہ مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام دس جلدوں میں اسے ٹائپ پر طبع کیا گیا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تمام تالیفات کا تعارف ایک مستقل کتاب کا موضوع ہے یہاں بطور نمونہ چند تالیفات کا ذکر بہت اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تاہم مناسب ہوگا کہ حضرت شیخ کے تالیفی کام کے سلسلہ میں چند نکات ذکر کر دیے جائیں

## تالیفی سفر کی ابتدا و انتہا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا تالیفی سفر جو زمانہ طالب علمی ۱۳۴۱ھ سے شروع ہوا تھا۔ بغیر کسی وقفہ کے قبیل وفات تک مسلسل جاری رہا، آخری سالوں میں ڈاک کی غیر معمولی کثرت، واردین و صادرین کے شبانہ روز ہجوم، گوناگوں امراض کی شدت، اور ضعف و نقاہت کے غلبہ کے باوجود آپ کا تالیفی کام جاری رہتا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ زیر تالیف رہتا۔ یہاں تک کہ آپ یکم شعبان ۱۴۰۲ھ (۲۴ مئی ۱۹۸۲ء) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے اور قلم کے ۶۰ سالہ مسافر نے دم لیا۔

## تحریر و املاء

جب تک صحت و قوت تھی آپ کسی کی اعانت و مدد کے بغیر ماخذ و مصادر سے مضامین کی تفتیش خود فرماتے اور ترتیب و تسوید بھی خود اپنے دست مبارک سے

[1] آپ بیتی ج ۲ ص ۱۴۴



فرماتے تھے لیکن جب سے آنکھ میں نزول آب کی وجہ سے خود لکھنے پڑھنے سے معذور ہوگئے تو آپ نے تصنیف و تالیف کے لیے املائی طریقہ کو اپنایا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:۔

آنکھ میں نزول آب کا سلسلہ دسمبر ۱۹۳۰ء سے شروع ہوا تھا مشغولیت اور آنکھ کے پختہ نہ ہونے کی وجہ سے آپریشن کا معاملہ ملتا رہا۔ ۸ مارچ ۱۹۷۰ء ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو علی گڑھ کے مخلصین (جن میں حاجی عظیم اللہ صاحب و حاجی نصیر الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں) اور احباب و خدام کے اصرار پر پہلی مرتبہ علی گڑھ کے مشہور آنکھ کے اسپتال گاندھی آئی ہسپتال میں داخل ہوتے ۱۴ مارچ ۱۹۷۰ء کو دائیں آنکھ کا آپریشن ہسپتال کے مشہور سرجن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر امراض چشم ڈاکٹر شکلا نے کامیاب طریقہ پر کیا۔ شیخ بغیر علمی مشغولیت اور افادہ و ارشاد کے رہ نہیں سکتے۔ پڑھنے لکھنے کا کوئی سوال نہ تھا جب بولنے کی اجازت ہوئی تو اپنی زندگی کے سبق آموز حالات اپنے اساتذہ و مشائخ کے کمالات اور طرز زندگی، اخلاص و ایثار کے واقعات خدام کو سنائے جس کو قلم بند کرنے کا سلسلہ انہوں نے شروع کر دیا۔ اس سے "آپ بیتی" کا وہ مفید سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر سات حصوں میں مکمل ہوا اور جو دور ماضی کی ایک بولتی ہوئی تصویر اور جیتا جاگتا مرقع بن گیا، جو علماء و اساتذہ مدارس اور تازہ واردانِ بساطِ علم، کے لیے خاص طور پر چشم کشا اور بصیرت افروز ہے۔[1]

آخری دور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مخصوص تلامذہ آپ کی نگرانی میں علمی مضامین کی تفتیش و تدوین کرتے اور حضرت شیخ رح یومیہ ان کے مسودہ

[1] سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۹، ص ۲۶

کی سماعت فرماکر ضروری اصلاحات فرماتے ۔ الابواب والتراجم للبخاری" (چھ جلد) اور جزء حجۃ الوداع و عمرات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل اسی طرح ہوئی۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی الحل المفہم صحیح مسلم" ہے۔

## سفر و حضر میں تالیف

حضرت شیخ کے ہاں تالیف کا سلسلہ سفر و حضر میں برابر جاری رہتا تھا۔ ابتدائی دور میں خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی" خالص سفری تالیف ہے بذل المجہود کی طباعت کے سلسلہ میں آپ کو بار بار دہلی جانا ہوتا تھا۔ دو تین دن دہلی میں قیام رہتا۔ اور بذل کی تصحیح سے جو فرصت کے لمحات میسر آتے، شیخ ان کو شمائل ترمذی کی شرح پر صرف کرتے۔ دو تین دن کے بعد واپسی ہوتی تو اوراق حاجی محمد عثمان صاحب کے پاس مدرسہ کلاں میں چھوڑ آتے۔ اسی طرح یہ پوری کتاب سفر میں لکھی گئی۔ ۱۳۴۲ھ میں اس کی تالیف شروع ہوئی اور جمادی الاخریٰ ۱۳۴۳ھ شب جمعہ میں پوری ہوئی [1]

## تالیفی انہماک

حضرت شیخ کے تالیفی انہماک کا نقشہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بہت ہی خوبصورتی سے کھینچا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

• شیخ کی زندگی اپنے علمی انہماک، خدمت خلق یکسوئی اور شدید مصروفیت کے اعتبار سے اس بیسویں صدی میں ان علمائے سلف کی زندہ یادگار تھی جن کا ایک ایک لمحہ عبادت و خدمت اور علم کی نشر و اشاعت کے لیے وقف تھا اور جن کے کارنامے دیکھ کر ان کے اوقات کی برکت، ان کی جفاکشی، اور بلند ہمتی اور ان کی جامعیت کے سامنے آدمی تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے اور ان کی روحانیت اور تائید الٰہی

---

[1] آپ بیتی ۲ ص ۱۳۱



کے سوا اس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد [1] گھر میں [2] تشریف لے آتے اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ چائے نوش فرماتے۔ جن کی تعداد پچاس، ساٹھ سے شاید کبھی کم ہوتی ہو بعض دنوں میں اس سے بہت بڑھ جاتی، کچھ لوگوں کے لیے ناشتہ کا بھی انتظام ہوتا۔ لیکن اس وقت شیخ کا معمول صرف چائے پینے کا تھا اگر کوئی ایسا عزیز اور اہم مہمان ہوتا، یا تھوڑے وقت کے لیے سہارنپور آیا ہوتا یا اس سے کوئی ضروری باتیں کرنی ہوتیں تو تخلیہ کر لیا جاتا، اور کچھ دیر وہیں تشریف رکھتے، پھر بالاخانہ پر اپنے علمی و تصنیفی معمولات پورا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے، جاڑے، گرمی، برسات حوادث، تحریکات اور کسی بڑے سے بڑے معزز مہمان کی آمد کے موقع پر بھی اس میں کمتر فرق واقع ہوتا۔ بعض مرتبہ فرمایا کہ حضرت رائے پوری، یا ایسے اکابر و مشائخ کی تشریف آوری کے موقع پر میں نے احتراماً اپنا معمول ترک کر دینا چاہا تو سر میں درد ہو گیا۔ اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لیے گیا اور تھوڑا سا کام کر کے واپس آگیا، اکثر یہ حضرات خود ہی باصرار شیخ کو رخصت فرما دیتے۔ اور حرج گوارہ نہ فرماتے۔ اوپر کی نشست گاہ دیکھنے کی تھی: کہ شیدائی، ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں کتابوں کا اس طرح ذخیرہ تھا گویا در و دیوار اسی کے ہیں۔ ان کتابوں کے درمیان "پناہ" لیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی پرندہ جو دن بھر غیر جنس میں رہا ہے، ابھی اپنے آشیانہ میں واپس آگیا ہے اس وقت اس کا وہی حال ہوتا جس کی تصویر خواجہ میر درد نے اس

---

[1] اس وقفہ میں اب روز بروز طول ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے فجر کی نماز کے کچھ ہی دیر بعد تشریف لے آتے تھے، اس کے بعد دیر تک تلاوت و وظائف میں مشغول رہنے لگے تھے، سوائے خاص مواقع کے کہ کوئی عزیز مہمان آیا ہوا ہو۔ [2] شیخ کا مکان اسی نام سے مشہور ہے۔

شعر میں کھینچی ہے ؎

جانیے کس واسطے اے دردِ میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

اگر کسی کو اس وقت کوئی ضروری بات کہنے کے لیے یا کسی عزیز مہمان کو ملنے کے لیے جانا پڑتا تو اس کو بمشکل بیٹھنے کی جگہ ملتی، چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر، ایک آدھ چیرٹو یا چٹائی کا فرش، کچھ پرانی شیشیاں اور دواؤں کی بوتلیں، گرد جس میں معلوم نہیں کتنے علم کے جواہر اور اخلاص کی تب وتاب ہوتی ہے، ساڑھے گیارہ بجے تک شیخ پوری یکسوئی کے ساتھ وہاں کام کرتے رہتے۔ اور ان کا جی چاہتا کہ سوائے نہایت ضروری اور فوری کاموں کے خلل واقع نہ ہو، ان اوقات میں ان خاص مہمانوں اور ذکر وشغل کرنے والے عزیزوں کو اجازت ہوتی کہ صحن میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے رہیں وہ کام میں مشغول رہیں، اس سے شیخ کی یکسوئی میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا"

(سوانح حضرت شیخ؛ ص ۱۰۱، ۱۰۲)

## خوارقِ تالیف

حضرت شیخ کی بعض کتابیں ایسی ہیں جن کی تالیف کو کرامت اور خرقِ عادت ہی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال رسالہ حجۃ الوداع ہے، جس کی تالیف ایک دن اور ڈیڑھ رات میں ہوئی شوال سنہ ۴۱ھ میں حضرت شیخؒ کو مشکوٰۃ شریف کا پہلی بار سبق ملا، کتاب الحج پر پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ حجۃ الوداع میں معرکۃ الآراء حدیثی وفقہی مباحث کے پیش نظر اس رسالہ کی تالیف کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۲۲، ربیع الاوّل شب جمعہ کو ۱۲ بجے اس کی تالیف شروع کی اور شنبہ کی صبح کو اس کی تکمیل ہوگئی۔

حواشی کا اضافہ اگرچہ بعد میں ہوتا رہا۔ لیکن رسالے کا اصل متن اسی وقت



تیار کرلیا گیا تھا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں :-

"اب تو مشائخ اکابر دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ ایک دن ڈیڑھ رات میں تو اس کی نقل بھی مشکل ہے۔" یہ رسالہ مسودہ کی شکل میں تھا اور بہت سے اکابر نے اس کی نقلیں بھی حاصل کیں لیکن طباعت کی نوبت نہ آئی، شعبان سنہ ۸۹ھ میں حضرت شیخؒ کو یکایک اس کی طباعت کا خیال ہوا، آنکھوں میں نزولِ آب کی وجہ سے حضرت شیخؒ خود لکھنے پڑھنے سے معذور تھے۔ اس لیے مولانا محمد عاقل اور مولانا محمد سلمان سے اس کی تبییض کروائی۔ اور بین السطور اور حواشی میں جن احادیث وحبارات کی طرف اشارات تھے۔ ان کو نقل کروایا۔ ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۹۰ھ پنجشنبہ کو اس کی تبییض مکمل ہوئی۔ بعد میں ایک خواب کی بنا پر اس کے ساتھ رسالہ عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ املا کروایا۔ جس کی ابتدا ۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۰ھ بروز چہارشنبہ ہوئی۔ اور ۱۵ رجب سنہ ۹۰ھ یوم جمعہ کو اسکی تکمیل ہوئی۔ شعبان سنہ ۹۰ھ میں اس کی لیتھو طباعت ہوئی، اسی کے ساتھ ٹائپ پر اس کی طباعت ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مولانا سید ابوالحسن ندوی کے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ ہوئی۔ راقم الحروف کو اس کے اردو ترجمہ کی سعادت نصیب ہوئی جو ربیع الآخر سنہ ۱۳۹۶ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مقدمہ کے ساتھ کراچی میں شائع ہوا۔

خارق عادت تالیف کی دوسری مثال "حکایات صحابہ" ہے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی طرف سے حضرت شیخ پر کئی سال سے اصرار ہو رہا تھا کہ ایک رسالہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات پر تحریر فرما دیا جائے مگر ہجوم

---

لہ آپ بیتی ۲ ص ۱۳۰

مشاغل کی بنا پر حضرت شیخؒ کو اس کی فرصت نہیں تھی۔ صفر ۵۷ھ میں اجراڑے جاتے ہوئے میرٹھ میں حضرت شیخؒ پر نکسیر کا شدید حملہ ہوا، گھڑوں خون نکل گیا اور بے ہوشی کے عالم میں آپ کو سہارنپور لایا گیا۔ کافی عرصہ صاحب فراش رہے اور اطباء نے دماغی کام یکسر بند کرادیا لیکن حضرت شیخؒ اور بے کاری؟ ضدان لا یجتمعان۔ چنانچہ بیماری کے اس زمانے کو غنیمت سمجھ کر بڑے بڑے حکایات صحابہؓ لکھنا شروع کر دی۔ جو ۱۲ شوال ۵۷ھ کو پوری ہوئی۔

## محرکاتِ تالیف

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تالیفات میں فضائل کے رسائل تو اکابر اہل اللہ کے اصرار پر لکھے گئے چنانچہ فضائل قرآن مجید اور فضائل درود شریف حضرت مولانا شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی کے تعمیل ارشاد میں لکھی گئیں، فضائل تبلیغ، فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل ذکر فضائل صدقات اور فضائل تجارت حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ کے حکم سے لکھیں حکایات صحابہ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ رائے پوری کے اصرار پر لکھی۔ اور فضائل حج حضرت مولانا محمد یوسفؒ دہلوی کے اصرار پر تحریر فرمائی۔

شروح حدیث کے سلسلہ کی کتابوں میں حضرت شیخؒ کا ذوق اشتغال بحدیث سب سے قوی محرک تھا۔ اور کتابوں کے انتخاب میں اکابر مشائخ کا اصرار وجہ ترجیح بنا رہا۔ چنانچہ اوجز المسالک کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب طلبہ کے اصرار پر لکھی گئی۔ کوکب دری اور لامع الدراری کے حواشی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے اصرار پر تحریر فرمائے

بعض کتابیں ہنگامی ضرورتوں کی بنا پر تحریر فرمائیں مثلاً الاعتدال فی مراتب الرجال، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم۔ رسالہ اسٹرائک وغیرہ۔ اور بعض مقامی مبشرات کی بنا پر تحریر فرمائے۔ مثلاً رسالہ فضائل زبان عربی۔ رسالہ



عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

## جامعیتِ تالیف

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں۔

" عام طور پر جو لوگ علمی اور تحقیقی طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ خالص دعوتی واصلاحی اور عام فہم طرز پر تصنیف وتالیف کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے اور جو دوسرے طرز کے عادی ہوجاتے ہیں وہ پہلے طرز میں اس کے آداب ومعیار کو قائم نہیں رکھ سکتے لیکن شیخؒ کی دونوں طرز کی تصنیف موثر اور کامیاب ہیں پہلے طرز کا نمونہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا "اوجز المسالک" مقدمہ لامع الدراری، حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علمی وتدریسی رسائل "جزء اختلافات الصلوٰۃ" جزء اختلاف الائمہ اور جزء المبہمات فی الاسانید والروایات ہیں۔ دوسرے طرز کا نمونہ "حکایات صحابہ" اور فضائل کے رسائل اور کتابیں ہیں اور ان دونوں طرزوں کی جامع شمائل ترمذی کا ترجمہ "شرح خصائل نبوی" اس طرح شیخ بیک وقت مصنف ومحقق بھی نظر آتے، شارح حدیث ومورخ بھی معلوم ہوتے ہیں اور خالص داعی، مذکر اور مختلف طبقات امت کے ان کی زبان میں مخاطب کرنے والے مصلح بھی نظر آتے ہیں۔

وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔" [1]

حضرت شیخؒ کی جامعیتِ تالیف کا ایک پہلو یہ ہے کہ علوم حدیث کے علاوہ جن میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا۔ اور جو آپ کے ذوق ومزاج بلکہ روح کی گویا غذا بن گئے تھے، آپ نے دیگر متعدد علوم پر بھی کتابیں تالیف

---

[1] سوانح حضرت شیخؒ ص ۲۵۳)

فرائی ہیں مثلاً تجوید وقرات، تفسیر، کلام و عقائد، اصول فقہ، سلوک و طریقت، سیرت، سوانح تاریخ وغیرہ۔

اور جامعیت تالیف ہی کا ایک پہلو یہ ہے کہ حضرت شیخؒ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں حتی الوسع اس کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں اور بحث کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہتا جس پر وہ مختصر یا مطول بحث نہ فرمائیں اوجز المسالک اور لامع الدراری میں حضرت کی یہ جامعیت بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے۔ یہاں ایک لطیفہ کا ذکر کردینا نامناسب نہ ہوگا۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری (جامع رشیدیہ ساہیوال) فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار حضرت شیخؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے "اوجز" میں اتنے تو مباحث بھر دیئے اور نام اس کا اوجز رکھا، اس کا نام تو اطول المسالک ہونا چاہیے تھا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا جتنا کثیر مواد میرے سامنے تھا اس کے پیش نظر اس کا نام اوجز ہی رکھا واقعہ یہ ہے کہ اوجز میں کمال اختصار کے ساتھ مباحث کا جسقدر استیعاب کیا گیا ہے اس کی مثالیں بہت کم یاب ہیں۔

## مقبولیت تالیف

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی روحانیت واخلاص اور اکابر ومشائخ کی توجہات کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی تالیفات کو جو قبولیت عطا فرمائی وہ کسی تشریح و وضاحت کی محتاج نہیں۔ آپ کے فضائل کے رسائل، جو تبلیغی نصاب کے نام سے معروف ہیں دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو، بعض حضرات کے اندازے کے مطابق دن رات کے چوبیس



گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطے میں کتب فضائل کا مذاکرہ نہ ہورہا ہو۔ بلا مبالغہ لاکھوں بندگان خدا اس سے مستفید ہوئے اور ان کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور یہ سلسلہ ماشاءاللہ روز افزوں ہے کثرت اشاعت کے لحاظ سے بھی اردو کتابوں میں کوئی کتاب کتب فضائل کی ہمسر نہیں مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہمیں سرسری جائزہ اور چند روز میں حاصل کی ہوئی مختصر سی معلومات کے بعد اب تک ہندوپاک کے تیس ادارے ایسے معلوم ہوئے ہیں جنہوں نے فضائل کی یہ کتابیں کئی کئی بار طبع کرائیں اور کتنی ہی ہزار طبع کرائیں۔ صرف ادارہ اشاعت دینیات۔ دہلی نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۴ء تک چودہ سالہ عرصہ میں اس کے چوبیس ایڈیشن نکالے۔ جن کی تعداد کی مجموعی تعداد بیاسی ہزار پانچ سو (۸۲۵۰۰) ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ اعداد ان کے یہاں صرف عکسی ایڈیشن کے ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے قبل ایک عرصہ تک جو لیتھو پر طبع ہوتا رہا۔ وہ اس شمار سے باہر ہے"۔[1]

واضح رہے کہ یہ تحریر آج سے دس سال قبل (فروری ۱۹۷۵ء) کی ہے جب صرف ایک اشاعتی ادارے کی چودہ سالہ تعداد اشاعت ساڑھے بیاسی ہزار ہے تو آج تک کے تمام اشاعتی اداروں کی مجموعی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور پھر اسی کے ساتھ چودہ پندرہ زبانوں میں ان کے تراجم کی اشاعت اس پر مستزاد ہے۔

مولانا موصوف نے اس مقدمہ میں کتب فضائل کے تراجم کا بھی جائزہ لیا ہے

---

[1] مقدمہ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۳۶

اور ہر زبان کے مترجم اور ترجمہ کے محل اشاعت کا بھی تذکرہ کیا ہے اور علماء مظاہر علوم سہارنپور میں ان موصوف متراجم کا حسب ذیل اجمالی تذکرہ کیا ہے۔

۱. **فضائل قرآن** : گیارہ زبانوں میں ، برمی ، انگریزی ، عربی ، بنگلہ ملیالم ، ٹامل ، فارسی ، گجراتی ، تلگو ، پشتو ، ہندی۔

۲. **فضائل رمضان** :۔ بارہ زبانوں میں ، برمی ، انگریزی ، مدراسی بنگلہ تلگو ، ملیالم ، ٹامل ، گجراتی ، ہندی ، فارسی ، فرانسیسی ، پشتو

۳. **فضائل تبلیغ** :۔ پندرہ زبانوں میں : عربی ، برمی ، انگریزی ، ہندی ، مدراسی ، ملیالم ، پشتو ، گجراتی ، ملیشیائی ، بنگلہ ، فارسی ، تلگو ، سہالی (افریقی) ، فرانسیسی ۔ ٹامل

۴. **حکایات صحابہ** :۔ پندرہ زبانوں میں برمی ، انگریزی ، مدراسی ملیالم ، ٹامل ، گجراتی ، بنگلہ ، فارسی ، جاپانی ، ہندی ، مرہٹی ، تلگو پشتو ، فرانسیسی ، ملیشیائی۔

۵. **فضائل نماز** :۔ پندرہ زبانوں میں : عربی ، برمی ، انگریزی مدراسی بنگالی ، تلگو ، ملیالم ، ٹامل ، فرانسیسی ، گجراتی ، فارسی ، ملیشیائی سہالی (افریقی) پشتو ۔

۶. **فضائل ذکر** :۔ دس زبانوں میں ، برمی ، مدراسی ، بنگلہ ، ملیالم ٹامل ، فارسی ، پشتو ، ملیشیائی ، ہندی ، انگریزی

۷. **فضائل حج** : چھ زبانوں میں ، برمی ، گجراتی ، ٹامل ، ہندی ، انگریزی فرانسیسی۔

۸. **فضائل صدقات** : سات زبانوں میں : برمی ، مدراسی ، ملیالم گجراتی ، انگریزی ، ٹامل ، ہندی۔



**فضائل درود شریف** :۔ سات زبانوں میں : گجراتی ، تلگو ، فارسی انگریزی ، ملیشیائی ، پشتو ، ہندی [1]

## طرزِ تالیف

شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا طرزِ نگارش نہایت سادہ اور سلیس ہے جس میں کسی جگہ بھی عبارت کا تکلف نظر نہیں آتا ۔ اردو رسائل میں مشکل سے مشکل مضمون کو بھی بڑھی صاف اور بے تکلف زبان میں ادا فرماتے ہیں جس کو ایک متوسط درجے کا پڑھا لکھا بھی بلا تکلف سمجھ سکتا ہے ۔ اسی طرح عربی کتابوں میں بھی آپ کا انداز بیان ہر قسم کی بناوٹ اور تصنع سے پاک ہے جس سے متوسط استعداد کے طالب علم کو بھی مضامین کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ۔

## اپنی کتابوں پر نظر ثانی کرانے کا معمول

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بڑے اہتمام سے اکابر اہل علم سے اپنی تالیفات پر نظر ثانی کرواتے تھے اور ان کے مشورں کو قبول فرماتے تھے ۔ حضرت شیخ رح نے اپنے اس معمول کا ذکر بہت سی جگہ فرمایا ہے ۔ آپ بیتی میں فرماتے ہیں :۔

• اس ناکارہ کا معمول اپنی جملہ تصانیف عربی اور اردو میں بھی ہمیشہ یہی رہا کہ ان دونوں اکابر ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری اور مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی مظاہر علوم سہارنپوری رح کی زندگی میں تو بڑے اہتمام سے

---

[1] علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد دوم ص ۱۱۰

[2] حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری حضرت شیخ کے معاصر تھے اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب حضرت شیخ کے شاگرد تھے جیسا کہ آپ بیتی ۵ ص ۳۰ میں ہے حضرت شیخ کا ان دونوں کو "اکابر" کہنا آپ کی نہایت تواضع ہے۔

دونوں کو ہر جہ کملا تا تھا اور وہ دونوں حضرات بڑی فراخدلی سے میرے مسودہ کے صفحہ کے صفحہ قلم زد کر دیتے تھے، میں قرآن و حدیث سے دلائل بھی پیش کرتا مگر ان کا... اب یہ ہوتا تھا کہ مضمون تو صحیح ہے مگر عوام کے قابل نہیں، فقہا کے قول حدثوا بما یعلم ولا یفتی کی آڑ لے کر قلم زد کر دیتے تھے، اب تو نہ وہ جوش و خروش رہے اور نہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ رہا۔ پھر بھی جو تھوڑا بہت ہوتا ہے وہ احباب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں

## حقوق اشاعت

دور جدید میں حقوقِ طبع محفوظ کرنے کا مستقل قانون ہے جس کی رو سے کوئی شخص مصنف کی اجازت کے بغیر کتاب شائع نہیں کر سکتا۔ بڑے بڑے ثقہ لوگ اس قانون سے متاثر ہیں اور ناشرین سے کتابوں کی رائلٹی وصول کرتے ہیں لیکن ہمارے اکابر کے یہاں حق طبع محفوظ۔ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ اخباروں میں ایک اعلان شائع کر دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بندہ ناکارہ نے جو رسائل تالیف کئے ہیں، حکایات صحابہ، فضائل نماز وغیرہ نیز جو بھی اس ناکارہ کی تالیف ہے، اردو کی ہو یا عربی کی، نہ تو اس کا حق تالیف کسی کے لیے محفوظ ہے۔ نہ کسی کو ان کی رجسٹری کرنے کا حق ہے۔ بندہ کی طرف سے ہر شخص کو اجازت ہے جس کا دل چاہے طبع کرا لے، بشرطیکہ مضامین میں تصرف نہ کرے۔ البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ تصحیح کا حتی الوسع اہتمام کرے۔"

محمد زکریا کاندھلوی

مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ رجب ۱۳۹۰ھ



، جس زمانے میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلے میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کیے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اپنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں۔ اگر اس کا کوئی فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو کتب کی چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔

## فہرست تصانیف حضرت شیخ

ذیل میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی جو تالیفات ہمارے علم میں آئی ہیں ان کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جاتی ہے:۔

۱۔ الابواب والتراجم للبخاری
۲۔ الاعتدال فی مراتب الرجال
۳۔ آپ بیتی (۷ حصوں میں)
۴۔ اختلاف الائمہ
۵۔ اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ
۶۔ اضافہ بر اشکال اقلیدس
۷۔ اکابر علمائے دیوبند
۸۔ اکابر کا رمضان
۹۔ اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ
۱۰۔ تاریخ مشائخ چشت
۱۱۔ تاریخ مظاہر علوم
۱۲۔ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات
۱۳۔ تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۱۴۔ تقریر بخاری شریف
۱۵۔ تقریر نسائی شریف
۱۶۔ تقریر مشکوٰۃ شریف
۱۷۔ تلخیص البذل
۱۸۔ تلخیص الملقات والمؤتلفین
۱۹۔ تین مکتوبات مع اضافات

۲۰. جامع اختلافات الصلوٰۃ
۲۱. جزء اختلافات الصلوٰۃ
۲۲. جزء الاعمال بالنیات
۲۳. جزء افضل الاعمال
۲۴. جزء امراء المدینہ
۲۵. جزء الحجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶. جزء الجہاد
۲۷. جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲۸. جزء رفع الیدین
۲۹. جزء روایات الاستحاضہ
۳۰. جزء صلوٰۃ الاستسقاء
۳۱. جزء صلوٰۃ الخوف
۳۲. جزء صلوٰۃ الکسوف
۳۳. جزء طرق المدینہ
۳۴. جزء المناط
۳۵. جزء المبہمات فی الاسانید والروایات
۳۶. جزء المعراج
۳۷. جزء مکفرات الذنوب
۳۸. جزء ملتقط المرقات
۳۹. جزء وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۴۰. جزء اولیات القیامہ
۴۱. جزء تخریج حدیث عائشہ فی بریرہ
۴۲. حکایات صحابہ
۴۳. حواشی الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ
۴۴. حواشی اصول الشاشی
۴۵. حواشی بذل المجہود
۴۶. حواشی کلام پاک
۴۷. حواشی مسلسلات
۴۸. حواشی ہدایہ
۴۹. خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۵۰. داڑھی کا وجوب
۵۱. رسالہ التقدیر
۵۲. رسالہ اشتراکیت
۵۳. رسالہ در احوال قراء سبعہ (البدور الطبعہ مع نجوم مہم الاربعۃ العشر)
۵۴. رسالہ فرائد حسینی
۵۵. رسالہ مجددین ملت
۵۶. رسالہ معمولات برائے طالبین
۵۷. رسالہ نسبت واجازت
۵۸. رسالہ نصائح حج و مکتوب گرامی



۵۹. سیرت صدیق رضی اللہ عنہ
۶۰. شذرات الحدیث
۶۱. شرح الفیہ
۶۲. شرح جزری
۶۳. شرح سلم العلوم
۶۴. ضمیمہ خوان خلیل
۶۵. فتنہ مودودیت
۶۶. فضائل تبلیغ
۶۷. فضائل تجارت
۶۸. فضائل حج
۶۹. فضائل درود شریف
۷۰. فضائل ذکر
۷۱. فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم
۷۲. فضائل صدقات
۷۳. فضائل عربی زبان
۷۴. فضائل قرآن
۷۵. فضائل نماز
۷۶. قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم
۷۷. کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ؍
۷۸. الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۷۹. لامع الدراری علی صحیح البخاری
۸۰. المؤلفون والمؤلفات
۸۱. مختصات المشکوٰۃ
۸۲. مشائخ تصوف
۸۳. مشرق کا اسلام
۸۴. معارف الشیخ (مکتوبات مشتمل بر مضامین ابجد)
۸۵. معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی
۸۶. معجم الصحابہ التی اخرج عنہم ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ۔
۸۷. معجم المسند للامام احمدؒ
۸۸. مقدمہ ابن ماجہ شریف
۸۹. مقدمہ ارشاد الملوک
۹۰. مقدمہ اکمال الشیم
۹۱. مقدمہ بخاری شریف
۹۲. مقدمہ بذل المجہود
۹۳. مقدمہ ترمذی
۹۴. مقدمہ شمائل ترمذی
۹۵. مقدمہ طحاوی شریف
۹۶. مقدمہ علم حدیث
(شیخ کے مکتوبات: مرتبہ مولانا سید محمد شاہد) ۹۷. مکتوبات بنام اکابر

۹۰ مکتوباتِ تصوف
۹۱۔ مکتوباتِ علمیہ
۱۰۰۔ موت کی یاد
۱۰۱۔ میری محسن کتابیں
۱۰۲۔ نظامِ مظاہر علوم
۱۰۳۔ الوقائع والدہور

یہاں تک مذکورہ تصانیف یا تو سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی اپنی تحریر شدہ تالیفات و تصنیفات تھیں، یا حضرتؒ ہی کے معارف و ملفوظات و تقاریر بلفظہٖ تھیں مگر دوسرے حضرات نے انہیں صرف ترتیب دیا تھا۔

اب آئندہ جو کتابیں درج کی جا رہی ہیں یہ ایسی ہیں کہ جن کی تصنیف و تالیف یا ترتیب کا حکم حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی نے فرمایا اور پھر تکمیل کے بعد انہیں بالاستیعاب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود سن کر پسند بھی فرمایا اور اکثر کی نشر و اشاعت بھی اپنے خرچ پر ہی فرمائی۔ ان کی نسبت براہِ راست حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف بھی ہو سکتی تھی کہ گذشتہ کئی بزرگوں اور اہلِ علم کا یہ معمول بھی رہا ہے، بلکہ خود حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ہاں بھی بہت سے خطوط کے بارے میں یہی معمول رہا کہ حضرتؒ نے اپنے کسی کاتب سے فرما دیا کہ اس خط کا جواب لکھ دو۔ وہ (کاتب) لکھ کر لے آئے، حضرتؒ کو سنا دیا، حضرتؒ نے پسند فرمایا تو اسے مرسل الیہ کو بھجوا دیا اور اس میں کوئی اشکال بھی نہیں، یہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی کا گرامی نامہ کہلائے گا۔ البتہ بمصالح مختلفہ حضرتؒ نے ان تالیفات کے بارے میں یہ طریقہ پسند فرمایا کہ ان حضرات مرتبین کے نام سے ہی ان کو موسوم کیا جائے اور حقیقتِ حال کی وضاحت کے لیے ٹائٹل پر اس طرح عبارت لکھ دی جائے کہ:

"یہ تالیف حسبِ ارشاد حضرت شیخؒ ہوئی ہے۔"



اب اس طرح کی تالیفات ذکر کی جا رہی ہیں:

۱۔ اکمل المفہم بصحیح مسلم
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ صدر المدرس جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

۲۔ انعام الباری فی شرح اشعار البخاری
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہٗ

۳۔ حقوق الوالدین
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہٗ

۴۔ تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہٗ

۵۔ فضائلِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہٗ

۶۔ ابتدائی اذکار و اشغال برائے متوسلین حضرت شیخ الحدیثؒ
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

۷۔ فیضِ شیخؒ
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

۸۔ مجموعۂ رسائلِ ثلاثہ (یہ تین رسالوں کا مجموعہ ہے، ۱۔ دعوت و تبلیغ میں ذکر کی اہمیت (۲) اشغال کی اہمیت کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اہم گرامی نامہ (۳) ایک نصیحت آموز ترغیبی خط
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

۹۔ اکابر کا سلوک و احسان
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

۱۰۔ مجموعہ وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہٗ

۱۱۔ اہم الاسرار
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

۱۲۔ اکابر کا تقویٰ
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہٗ

۱۳۔ صقالۃ القلوب
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہٗ

۱۴۔ شجرہ نقشبندیہ امدادیہ خلیلیہ مع طریقۂ ذکر برائے متوسلین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نور اللہ مرقدہٗ
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہٗ

(اس رسالے کے ابتدائی چار صفحے خود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے تحریر فرمائے تھے، بقیہ کی تکمیل کے لیے حضرت صوفی محمد اقبال مدظلہٗ کو ارشاد فرمایا)



باب پنجم

# نظام الاوقات اور چند معمولات

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا نظام الاوقات مختلف اوقات میں مختلف رہا ہے۔ حضرت کے خادم حاضر اور خلیفہ مجاز جناب مولانا عبدالرحیم نے سنہ ھ کے قریب کا نظام الاوقات قلمبند کیا ہے۔ جسے من و عن نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت کے متفرق معمولات ذکر کئے جائیں گے۔

## نظام الاوقات

حضرتؒ کا معمول تہجد کے لئے سوا ڈیڑھ گھنٹے اذان فجر سے پہلے اٹھنے کا تھا۔ استنجا سے فراغ پر طویل تہجد ادا فرماتے۔ جس میں کئی پارے قرآن پاک کے ہوجاتے۔ اس کے بعد اذان فجر صبح صادق سے متصل ہوجاتی۔ احقر اور رفیق محترم مولانا غلام محمد دیلسائی صاحب حضرت کو لینے کے لئے حاضر ہوتے۔ کواڑ کھٹکھٹاتے۔ جس پر حافظ جی اچھا" زور سے فرما کر کواڑ کھولتے حضرت عموماً تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما ہوتے۔ کبھی دو چار منٹ اذان کے بعد دیر ہوتی تو حضرتؒ فرماتے میرے یار بڑی دیر کردی۔ ہم تو انتظار میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد حضرت والا مسجد تشریف لاتے۔ مسجد کے دروازہ سے مولانا غلام محمد صاحب شروع میں جب کہ حضرتؒ کے ایک دست مبارک میں چھڑی ہوتی بعد میں چھڑی اٹھانے والے دو صاحب ہوگئے تھے، حضرت کو سہارا دے کر مسجد میں لے جاتے، احقر گاڑی رکھ کر آجاتا۔ حضرتؒ سنتوں میں مشغول ہوجاتے۔ سنت فجر میں ڈیڑھ دو پارے پڑھنے کا معمول رہا ہے چند ذاکرین مسجد کے متصل مولانا اکرام صاحب کے حجرے کے باہر ذکر جہر میں مشغول ہوجاتے۔ اسفار میں نماز ہوتی۔ کئی سال تک احقر فجر کا عموماً اور گاہ بے گاہ عشا کا امام رہا۔ قرأت مسنونہ کا نماز میں بہت اہتمام ہوتا۔ جمعہ کے دن سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کا بھی اہتمام تھا۔ نماز سے فراغت پر شروع میں تو حضرتؒ اشراق تک مسجد میں معتکف رہتے اور خدام قرب وجوار میں بحر نوم میں مستغرق رہتے۔ بعضوں کا یہ بھید خراٹے فاش کردیتے۔ حضرتؒ اکثر فرماتے آج تو سارے اوپر نیچے ہوتے تھے۔ اخیر کے پندرہ سولہ سالوں میں تو حضرت کے یہاں بعد فجر بھی ذکر بالجہر کی مجلس ہوتی تھی کہ کچے گھر میں اور ہندوستان سے باہر حضرت کی قیام گاہ پر بعد نماز فجر ذکر کی مجلس ہوا کرتی تھی جو چائے تک رہتی۔

اس کے بعد کچے گھر تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے۔ حضرت

عموماً کوئی خمیرہ اور دو تین انڈے نیم برشت کبھی پانی میں پکے ہوئے چمچے سے نمک مرچ یا نمک سلیمانی ڈال کر نوش فرماتے۔ لیکن یہ نوش فرمانا مہمانوں کی آمد سے پہلے ہو جاتا۔ اس کے بعد چائے مہمانوں کے ساتھ نوش فرماتے۔ چائے عموماً بہت تیز اور کم میٹھے کی ہوتی۔ اخیر میں مولانا نصیر الدین صاحب اس میں ایک چھوٹا چمچہ کافی کا ملانے لگے تھے حضرت کی چائے مستقل ایک کیتلی میں بہت اہتمام سے مولانا مرحوم دم کرتے تھے۔ حضرت کی پیالی بھی بہت اہتمام سے دھوئی جاتی اور بہت نفیس قسم کی چائے کا اہتمام مولانا مرحوم فرماتے تھے۔ اس کیتلی میں کچھ عرصہ کے بعد جب مولانا مرحوم کی شفقتیں حضرت کی برکت سے مجھ پر بہت ہو گئی تھیں تو مجھے بھی اس میں سے شروع میں آدھی اور پھر ایک پیالی ملنے لگی تھی۔ چائے میں کوئی خاص مہمان ہوتا اس کے لئے بسکٹ وغیرہ بھی (جسے حضرت سورتی بسکٹ سے یاد فرماتے تھے) رکھے جاتے اور حضرات نظام الدین کی آمد پر حلوہ پراٹھے بھی بازار سے منگوائے جاتے لیکن حضرت چائے کے ساتھ کچھ نوش نہیں فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے چائے کے ساتھ کچھ کھانے سے اس کا مزہ جاتا رہے۔ چائے پینے والوں میں جن کی دو پیالیاں روزانہ ہوتیں ان کا برابر خیال رہتا۔ دریافت فرماتے دوسری آگئی اگر نہ آئی ہوتی تو فوراً تقاضا ارے بھائی ان کی دوسری نہیں آئی۔ نئے خصوصی مہمان سے یہ بھی دریافت فرماتے اصلاح کرانی ہو کرالیں دودھ شکر وغیرہ پھر مزاحاً فرماتے مولوی کی چائے میں تو شکر اور دودھ ہی ہوتا ہے۔ عام طور سے چائے پلانے والے بھی ہم لوگ ہی ہوتے جس میں قاسم اور منتظم مولانا غلام محمد صاحب ہوتے جو کبھی کبھی ایسے کہ حضرت کو معلوم نہ ہو جائے۔ بہت مکسوئی انداز میں چائے پینے والے کی اصلاح بھی فرما دیتے۔ کہ جلدی پیالی خالی کر دو نئے آنے والوں کا چائے سے فراغ پر مشورہ بھی ہو جاتا اور جانے والوں کا الوداعی مصافحہ کسی کو کوئی مختصر بات کہنی ہوتی تو چائے کے دوران وہ بھی ہو جاتی۔ کبھی نظام الدین خط کا جواب بھی کوئی جماعت نظام الدین کی ہوتی تو لکھوا دیتے۔ چائے کے



ساتھ ایک پاپا بھی ہوتا تھا۔ مصافحوں سے فراغ پر حضرت کو اٹھوا لیتے اور استنجا سے فارغ ہوتے۔ استنجا سے فراغ پر چند منٹ کے لئے گھر میں تشریف لے جاتے۔ اس کے بعد اوپر کتب خانہ میں تشریف لے جاتے۔

اوپر جاتے ہوئے ایک صاحب حضرت کو سہارا دیتے۔ حضرت کا دست مبارک ان کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی مبارک ہوتی۔ ایک خادم آگے آگے جا کر اوپر کے دونوں کواڑ برآمدہ کا بہت بوسیدہ سا کواڑ جو بہت گھٹیا قسم کے ٹین کا تھا اور پھر کتب خانہ کا دروازہ اور اس کی ایک کھڑکی کھول دیتے۔

## ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ برآمدہ کا دروازہ کھولنے کے بعد جب کتب خانہ کا قفل کھولا تو دروازہ اندر سے بند تھا بہت کوشش کی دروازہ نہیں کھل سکا۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ جواب پر حضرت مسکرائے اور خود ہی دروازہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ابے کھول دروازہ کھل گیا۔ ہم لوگ حیران تھے کہ یہ کیسے بند ہو گیا! اس لئے کہ حضرت کا کتب خانہ ۱۱½ بجے پر جو بند ہوتا اس کے بعد دوسرے روز صبح ہی کھلتا۔ اس کی چابی بھی حضرت کے پاس ہی رہتی اور دوسرا تعجب اس پر تھا کہ حضرت نے دروازہ کو پیچھے کی طرف دبایا اور فوراً کیسے کھل گیا! اس پر حضرت نے خود ہی فرمایا میرے دوست یہاں پر برآمدہ میں بھی رہتے ہیں کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں اس وقت اندازہ ہوا کہ حضرت کے بعض خدام جنات حضرات کا قیام وہیں رہتا تھا۔

کتب خانہ میں تشریف فرما ہوتے ہی حضرت پہلے بخاری شریف کے سبق کا مطالعہ فرماتے۔ چونکہ نزول آب کی وجہ سے نظر مبارک کمزور حتی کہ آتشیں آئینہ کی مدد سے بخاری شریف کا پارہ دیکھتے۔ حضرت کی بخاری شریف میں بین السطور اور حواشی بہت ہی باریک قلم سے بہت مختصر لیکن ٹپ ٹاپ لکھا ہوا ہوتا تھا۔ اس قدر باریک تھا کہ ہم جیسوں کے لئے اس کا پڑھنا مشکل تھا۔ الغرض سبق کا مطالعہ بہت اہتمام سے فرماتے کبھی یاد نہیں ہے

کہ حضرت نے سبق کا مطالعہ نہ فرمایا ہو، یا کہیں کہیں بہت ہی باریک ہوتا تو حضرت فرماتے ذرا پڑھیو کیا لکھا ہے؟ اس کے بعد رجسٹر میں لکھواتے جس میں چند ماہ مسلسل شمسی و قمری تاریخیں (یعنی سن و شہور کے پڑی ہوتی ہوتیں سوائے آخری ۳۰ ویں چاند کی تاریخ کے اس کا خانہ تو ہوتا لیکن خالی ہوتا، بعد میں مہینہ کے ختم پر اس پر اندراج ہو جاتا کہ رویت ہوگئی۔ پارسی ماہ کی ۳۰ ویں تاریخ پڑ جاتی۔ اس رجسٹر میں مخصوص مہمان کی آمد و رفت، پیدائش و وفات مخصوص حضرات واعزا۔ اور کسی مخصوص مہمان سے اگر کسی خاص موضوع پر تخلیہ میں ہوتی تو اس کا پورا پورا اندراج ہوتا۔ حضرات نظام الدین کی آمد و رفت ان کے اجتماعات کی یا اخبار رسائل میں کوئی خاص واقعہ آتا تو وہ بھی لکھا جاتا اور کوئی بہت ہی اہم اور خاص واقعہ ہوتا تو حضرت کی التاریخ الکبیر میں اندراج ہوتا۔ عام طور سے ان دونوں چیزوں کا لکھنے والا بھی ان دنوں میں احقر ہی ہوتا۔ اس کے لئے خاص ہدایت یہ ہوتی کہ بہت باریک خط میں لکھا جاتے، پھر چونکہ خانے مختصر ہوتے اور بعض مرتبہ ایک ایک خانے میں کئی کئی آمد و رفت اور دیگر واقعات بھی ہوتے تو اس کے لکھنے کی بھی ایک خاص ترکیب حضرت کی تھی۔ اس کا اہتمام ضرور ہوتا۔ رجسٹر سے فراغ پر ڈاک شروع ہو جاتی جو روزانہ ۴۰/۵۰ اور آخر میں ۶۰/۷۰ ہونے لگی تھی۔

(مولانا عبدالرحیم صاحب)

## معمول تصنیف

کتب خانہ میں ڈاک کا سلسلہ ۹½ تک رہتا۔ ۹½ پر مولانا عاقل صاحب تشریف لے آتے، حضرت اس احقر کو فرماتے "آب آمد تیمم برخاست"۔ اس کے بعد تصنیفی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ فضائل درود شریف بھی میری حاضری کے زمانہ میں تصنیف ہوئی۔ الحمد للہ بعض صفحے احقر سے بھی حضرت نے لکھوائے عام طور سے عربی تصانیف کا سلسلہ اس وقت رہتا۔ لامع الدراری، الابواب والتراجم۔ جزء حجۃ الوداع وغیرہ۔



اس کی صورت یہ ہوتی کہ حضرت شروع میں تو آتشی آئینہ کی مدد سے مختلف کتب کو دیکھتے اور پھر لکھواتے۔ بعد میں جب نزول آب کی شکایت کافی بڑھ گئی اور کتاب کا پکڑنا بھی ضعف کی وجہ سے مشکل ہونے لگا اس وقت حضرت کو مختلف عبارات مختلف کتب سے اس مضمون کے متعلق سنائی جاتی۔ حضرت پھر لکھوانا شروع فرماتے۔ حضرت فرماتے کہ فلاں فلاں کتاب دیکھو، اس کے بعد ۱۰½ پر مولانا یونس صاحب مدظلہ تشریف لے آتے اور مولانا موصوف بھی اس سعادت میں شریک ہوتے۔ آخری دور میں جب لامع کا سلسلہ ختم ہو گیا تو الابواب والتراجم یا اس طرح کی اور کسی چیز کے لئے جمعہ کے دن چائے کے بعد سے ہی یہ سلسلہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ کی موجودگی میں شروع ہو جاتا اور جمع شدہ مواد حضرت مفتی صاحب کو سنایا جاتا۔ بعد میں مولانا سلمان صاحب بھی اس سلسلہ میں شریک ہونے لگے تھے۔ اس طرح پورے ۱۱½ پر ہم لوگ حضرت کو اتارنے کے لئے اوپر پہنچ جاتے۔ حضرت تقریباً فرماتے: ہو گئے ساڑھے گیارہ؟ ہم لوگ عرض کرتے جی۔ حضرت فرماتے: "تم لوگوں کی گھڑی میں بڑی جلدی ساڑھے گیارہ ہو جاوے"۔ گرمیوں میں اس وقت حضرت کا عجیب عالم ہوتا پسینہ میں گویا نہائے ہوئے ہوتے۔ کمری مبارک آتاری ہوئی ہوتی اور پرانے کپڑوں کے چند ٹکڑے جس سے حضرت پسینہ پونچھتے اور جب وہ ختم ہو جاتے تو پہلے والے اٹھوا کر رکھ لیتے۔ اس دوران ذاکرین کے ذکر کا سلسلہ برابر جاری رہتا۔ دو تین چار آتے رہتے سامنے ہی صحن میں اپنا اپنا ذکر کر کے فارغ ہو کر چلے جاتے۔ کوئی اس کے بعد تلاوت حزب الاعظم وغیرہ میں بھی لگ جاتا۔ لیکن اور کسی کا گذر اس وقت نہیں تھا۔ مولانا نصیر الدین صاحب جو حضرت کے محب و محبوب تھے ان کے لئے کوئی قانون اور کوئی وقت نہیں تھا جس وقت جی چاہتا پہنچ جاتے۔ کبھی پیسوں کے لئے کبھی کوئی اور بات پوچھنے کے لئے، غرض مولانا نصیر صاحب کے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔ کبھی کبھار کوئی صاحب آجاتے اور وہ ملاقات کا تقاضا کرتے مولانا نصیر صاحب کو باوجود خوب اچھی طرح علم ہونے کے کہ اس وقت کسی کا گذر نہیں ہے ایک پرچہ حضرت کے

نام تحریر کرتے کہ فلاں صاحب آئے ہیں ابھی جانا ہے سلام کرنا چاہتے ہیں اسے کر اوپر بھیج دیتے حضرت کو جب مولانا نصیر صاحب کے نام سے دیا جاتا فوراً سنتے اور پھر ہنس دیتے اور ان صاحب سے مصافحہ فرما لیتے۔ فرماتے نصیر کی حماقت پر بڑا غصہ آوے۔ مولانا مرحوم بھی سمجھتے تھے کہ حضرت کو غصہ تو آئے گا لیکن اس پرچی کے سننے سے وہ غصہ خوشی میں تبدیل ہو جائے گا اور تھوڑی دیر کے لیے حضرت خوش ہو جائیں گے۔ واقعی ان کو حضرت سے عجیب ہی محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے عظیم احسانات کا اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرماوے اور حضرت کا قرب و جوار جنت الفردوس میں نصیب فرماوے اور ان کے صدقہ و طفیل ہم لوگوں کو بھی۔

## معمولِ دسترخوان

ساڑھے گیارہ پر نیچے تشریف لے آتے۔ مہمان سب منتظر ہوتے۔ جلدی جلدی دسترخوان بچھتا اور حضرت کی طرف سے تقاضے پر تقاضے شروع ہو جاتے۔ کھانے میں خدام جو واقف تھے مہمانوں کو ترتیب سے بٹھاتے۔ حضرت کے دائیں بائیں اور اس کے علاوہ بھی کچھ جگہ چھوڑی جاتی۔ مہمان زیادہ ہوتے تو دوسرے چبوترے پر بھی دسترخوان لگ جاتا۔ اس وقت ڈاک بھی آئی ہوتی، اس میں مخصوص حضرات کے خطوط حضرت اس وقت سُن لیتے۔ کچھ رہ جاتے کھانے کے بعد جلدی جلدی سن لیتے۔ مخصوص حضرات کی جگہ حضرت کے قریب ہوتی۔ لیکن حضرت کی رکابی میں بہت ہی مخصوص قسم کے اعزا، اور بعض خدام ہوتے جو نمبر وار بٹھائے جاتے۔

احقر اور عزیز یوسف سلمہ بھی الحمدللہ تقریباً حضرت کی رکابی ہی میں شریک ہوتے تھے اور حضرت گرم گرم آدھی آدھی چپاتی بھی دو تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ ضرور مرحمت فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے لیتے بھی۔ کچھ شستناً یہ بھی فرماتے، "اب حضرت کے سامنے سے تبرک کھالے"۔ یہ مجلس طعام بڑی بے تکلفی اور حضرت کی تفریحی باتوں کی ہوتی اور حضرت خوب کھلاتے پہلی پیڑھی، دوسری پیڑھی، تیسری پیڑھی بیٹھتی رہتی اگر کسی کو دیکھتے بیٹھے ہیں حضرت فرماتے ارے بھائی کھاؤ وہ کہتے فارغ ہو گیا ہوں معاف فرماتے تو پھر ہاتھ دھو دو۔ مہمان کچھ زیادہ ہوتے تو



خشکہ پکتا۔ زیادہ گجراتی ہوتے تو گجراتی کھچڑی پکتی اور یو۔ پی کے کچھ زیادہ ہوتے تو پلاؤ کی دیگ پکتی مولانا نصیر صاحب چھوٹی چھوٹی دیگچیوں میں دال شوربا اور سبزی لاتے لیکن وہ نکالتے رہتے اور مہمان کھاتے رہتے اور کھانا بچ جاتا۔ القصہ کھانے سے فراغ پر سیلفچی اور صابون لوٹا لایا جاتا حضرت ہاتھ دھوتے منہ صاف فرماتے پھر پان نوش فرماتے جانے والے آنے والے کا مصافحہ بھی ہو جاتا۔

## معمولِ قیلولہ

پھر آرام فرماتے۔ حجرہ شریف میں تشریف لے جاتے، اور کواڑ لگ جاتے۔ ظہر کی اذان پر حضرت کو لینے کے لیے ہم لوگ آجاتے پیشاب وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد پہنچ جاتے۔ نماز باجماعت ادا فرما کر پھر گھر پر تشریف لاتے اور ڈاک کے جواب میں مشغول ہوتے اور گرمی کے دنوں میں نمکین لسی بھی نوش فرماتے اور خدام کو بھی تھوڑی تھوڑی ملتی۔

جلدی جلدی کئی خطوں کے جوابات ہو جاتے۔ بہت مخصوص حضرات کو اس وقت حاضری کی اجازت تھی وہ حضرات اپنے مراقبہ میں مشغول رہتے بار بار وقت دریافت فرماتے رہتے آخری گھنٹہ میں بخاری شریف ہوتی تھی۔ وقت سے پہلے استنجا، وضو سے فارغ ہو کر دارالطلبہ تشریف لے جاتے عموماً ایسا ہوتا کہ ایک دو منٹ گھنٹہ میں باقی ہوتے اور حضرت کی گاڑی مسجد کے صحن کے متصل ہوتی۔ بہت کم راستہ میں گھنٹہ کی آواز آتی۔ حضرت کا درس شروع ہوتا کتاب تپائی پر رکھی رہتی کبھی کھولتے تھے اور کبھی نہیں، عموماً جب حدیث پاک کا ترجمہ کرنا ہوتا تو کھولتے تھے۔

بخاری شریف کا سبق عصر سے ۱۰ منٹ پہلے ختم ہوتا۔ بعد نماز عصر ختم خواجگان میں شرکت فرماتے۔ بعد دعا گھر تشریف لاتے اور پیشاب وغیرہ سے فراغت پر سیدھے مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ اس وقت چائے کا دور ہوتا، تعویذات لکھے جاتے۔ علماء کرام چبوترہ پر تشریف فرما ہوتے۔ کوئی بات چیت ہوتی کوئی نئی خبر اخبار وغیرہ ہوتی تو اس کا بھی کوئی صاحب ذکر تذکرہ کرتے۔ دیہات کے لوگ بھی اور مقامی حضرات بھی اور جماعتیں بھی اس وقت زیارت و

مصافحہ کے لئے آتیں۔ کبھی کوئی مضمون بھی پڑھوا کر سنتے۔ اس مجلس میں ناظم مدرسہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت اہتمام سے تشریف لاتے اور حضرت کی چارپائی پر اپنی جگہ پائنتیں پر تشریف فرما ہوتے۔ مغرب سے پہلے مجلس ختم ہوتی۔ کبھی سیدھے مسجد کبھی پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد پہنچ جاتے۔ وظائف میں مشغول ہو جاتے اور بعد مغرب اوابین بہت لمبی پڑھتے اس وقت ذاکرین اپنا ذکر کرتے رہتے۔ نوافل سے فراغ پر حضرت کچھ اور بھی پڑھتے۔ نوافل سے فارغ ہو کر کسی سالک نے وقت لیا ہوتا تو اس کو آواز دیتے اس کی بات تخلیہ میں سن کر اس کو ہدایت فرماتے۔ بیعت ہونے والوں کو بیعت فرماتے۔ اس وقت گاڑی آجاتی اور حضرت گھر تشریف لے جاتے۔ مہمانوں کا کھانا ہوتا۔ حضرت چارپائی پر تشریف فرما ہوتے کبھی کچھ سنتے یا کوئی خط وغیرہ لکھواتے۔

اذان عشاء پر فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لے آتے اور بعد عشاء نوافل لمبے ہوتے اور پھر گھر واپسی ہوتی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے یٰسین شریف کے بعد حضرت خود ہی دعا کراتے لیکن دعا سری ہوتی کبھی کبھی کچھ کچھ کلمات زور سے بھی نکل جاتے تھے۔ اس کے بعد گھر واپسی ہوتی اور کچھ دیر کے لئے مجلس ہوتی اور اس مجلس میں بہت ہی مخصوص قسم کے لوگ ہوتے۔ اس کے بعد آرام فرماتے اور کواڑ لگ جاتے۔

جمعہ کے دن ان معمولات میں کچھ کمی بیشی ہوتی۔ بجائے ۱۱½ گیارہ بجے اوپر تشریف لاتے اور مجلس ہوتی تھی۔ اس میں دینیات کا طبقہ خاصا ہوتا تھا اور ختم مجلس پر تقریباً پونے بارہ بجے بیعت ہوتی بیعت کے بعد حضرت تسبیحات کے متعلق ارشاد فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ جمعہ کا غسل اور خوشبو کا اہتمام تھا خدام کو بھی بعض مرتبہ ملتی۔ پھر جمعہ حکیم ایوب صاحب کی مسجد میں ادا فرماتے۔ کبھی کبھی کسی ضرورت کے موقع پر حکیم جی کے گھر میں تشریف لے جاتے اور عموماً بعد جمعہ کھانا ہوتا۔ کھانے کے بعد آرام اور بعد عصر ۸۰ مرتبہ درود شریف کے معمول کا بہت اہتمام، پھر بہ نیت اعتکاف مغرب تک مسجد میں قیام اور حاضرین و ذاکرین سے ملاقات مسجد ہی میں ہو جاتی۔ اور جمعہ کے دن کی اس مجلس ذکر



کا بھی عجیب رنگ ہوتا تھا

## آنکھ کے اپریشن کے بعد کا نظام الاوقات

آنکھوں کی وجہ سے دھوپ میں نکلنے کی سختی سے ممانعت ہے۔ اس لئے ایک گھنٹہ صرف چائے کے دوران مہمانوں اور دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس کے بعد کچے گھر میں داخل ہو جاتا ہوں، اور بارہ تک اندھیرے میں پڑا ہوا آنکھ بند کئے ہوتے ایک دو گھنٹہ تو ڈاک لکھواتا ہوں۔ پھر عزیزان عاقل اور سلمان آجاتے ہیں اور وہ میرا رسالہ جزء الوداع ۱۳۷۵ھ میں لکھا تھا مجھے سناتے ہیں اور حفظاً اس میں اصلاحیں کراتا ہوں کہ اب اس کی طباعت کا خیال ہو گیا۔ عصر سے مغرب تک مدرسہ قدیم کی مسجد میں اعتدال یا کوئی رسالہ سنتا ہوں جو شاہد سناتا ہے:

## معمولات رمضان

## معمولات اعتکاف

حضرت شیخ کا ایک طویل عرصہ سے پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کا معمول رہا، لیکن اتباع سنت میں ہر عشرے کی نیت الگ فرماتے ہیں ایک گرامی نامہ میں فرماتے ہیں:

بحمد اللہ کے فضل و کرم سے یہاں پہنچنے کے بعد ڈرتے ڈرتے ایک عشرہ کی نیت کی تھی یہ تو میرا ہمیشہ کا معمول ہے کہ میں ماہ مبارک کا اعتکاف ہر عشرہ کا مستقل کیا کرتا ہوں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال پورے ماہ کا اعتکاف کیا تھا تو تینوں عشرے کی علیحدہ علیحدہ نیت کی تھی۔ بخاری میں یہ قصہ موجود ہے:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے معمولات رمضان پر ایک مستقل رسالہ شائع ہو چکا ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدفیضہم نے بھی سوانح حضرت شیخ

میں اس پر بہت ہی تفصیل سے نہایت خوبصورت انداز میں لکھا ہے۔ اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ موصوف نے اکابر کے رمضان کا نقشہ کھینچنے کے بعد حضرت شیخؒ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

"اس سنت کا تسلسل و استمرار بلکہ اس کی ترقی و توسیع اس شخصیت کے حصہ میں آئی جس کے ہاتھوں سے اپنے اسلاف و شیوخ اور اساتذہ و مربیوں کے بہت سے کارناموں کی حفاظت، بہت سی تصنیفات کی اشاعت اور بہت سی ناتمام چیزوں کی تکمیل مقدر ہو چکی تھی، یوں تو رمضان کا اہتمام اس میں تلاوت و عبادت کا انہماک، انقطاع و یکسوئی، اہل قلوب اور اہل معرفت کا ہر دور میں خصوصی شعار رہا ہے۔ لیکن شیخ کے یہاں اس بارے میں رمضان کی مشغولیت اور یکسوئی اور انقطاع کی جو کیفیت نظر آتی تھی اس کے سمجھنے کے لئے ایک واقعہ جو لطیفے کی حیثیت رکھتا ہے مدد دے گا۔

شیخ کے یہاں رمضان میں ملاقات تو ملاقات بات کرنے کی بھی فرصت نہ تھی اور جبکہ روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرنے اور احتیاطاً کچھ زیادہ پڑھنے کا معمول تھا کہ مبادا انتیس ۲۹ کا چاند ہو جائے[1] تو یوں بھی تواضع اور خاطر داری میں گفتگو ملاقات کی فرصت ملنی مشکل تھی، حکیم طیب صاحب رام پوری مرحوم کے حضرت شیخؒ سے خاندانی تعلقات و عزیزداری تھی اور حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب سے تعلقات کی بنا پر جو اس سلسلے کے مشائخ میں تھے، حضرت شیخؒ اور اس سلسلے کے سب بزرگ ان کا خاص لحاظ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ رمضان المبارک میں شیخؒ کے یہاں آگئے، جب بھی انھوں نے ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا تو خدام نے کہا کہ یہ وقت

---

[1] شیخ کی آپ بیتی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۳۸ھ کے ماہ مبارک میں ایک قرآن روزانہ پڑھنے کا معمول شروع ہوا، جو تقریباً ۱۳۸۵ھ تک رہا۔ بلکہ اس کے بھی کچھ بعد تک (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آپ بیتی ۲ ص ۳۵، ۳۶)



حضرت شیخؒ کی مصروفیت کا ہے۔ اس وقت بات کرنے کی فرصت نہیں، جب ان کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے شیخؒ سے کہا

"بھائی جی! السلام علیکم، بات نہیں کرتا صرف ایک فقرہ کہوں گا، رمضان اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں بھی آتا ہے، مگر یوں بخار کی طرح کبھی نہیں آتا، السلام علیکم جا رہا ہوں۔"

اس ناکارہ کو حضرتؒ کے ۱۴۰۰ھ کے رمضان کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ حضرتؒ کا آخری سے پہلا رمضان تھا، واپسی پر اس ناکارہ نے اپنے تاثرات ماہنامہ "بینات" میں لکھے تھے۔ اس کا اقتباس ذیل پر پیش کیا جاتا ہے۔

"باتوفیق و سعادت مند حضرات ماہ مبارک شروع ہونے سے پہلے ہی وہاں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ جو حضرات شروع رمضان ہی سے معتکف تھے، ان کی تعداد دو سو کے قریب تھی آخری عشرہ میں معتکفین کی تعداد پانچ سو سے متجاوز ہو گئی، غیر معتکف حضرات شروع میں پانچ سو کے قریب تھے اور آخری عشرہ میں ان کی تعداد پندرہ سو سے بڑھ گئی تھی، روزانہ سینکڑوں آدمیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا، اس ناکارہ کا عزم پورے ماہ مبارک کی حاضری کا تھا لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر یہ آرزو تو پوری نہ ہو سکی، البتہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آخری عشرہ کے اعتکاف کی توفیق عطا فرما دی، وہاں انوار و برکات کا جو فیضان اور رحمت و تجلیات کی جو بارش ہو رہی تھی اس کا ادراک تو مجھ ایسے کور باطن کو کیا ہو سکتا ہے، تاہم ظاہری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس کی منظر کشی بھی اس کوتاہ قلم کے لئے ممکن نہیں۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیکن حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اس منظر کو دیکھتے ہی پہلا تاثر جو قلب پر نقش ہوا وہ یہ تھا کہ گویا نور کا ایک دریا بہہ رہا

---

[1] سوانح حضرت شیخؒ ص ۱۱۷ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آپ بیتی ۲ ص ۳۷)

ہے، اور خدا تعالیٰ کے سعادت مند بندے حسب توفیق اس کی غواصی میں مصروف ہیں فمن مقل ومن مکثر۔

ذاکرین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد گرامی ہے۔

| | |
|---|---|
| لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ وذکرہم اللہ فی من عندہ۔ | جب کچھ لوگ ذکر الٰہی کے لئے بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں رحمت ان کو ڈھک لیتی ہے سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کے فرشتوں میں فرماتے ہیں۔ |
| (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۹۶) | |

اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو رہا تھا جسے دیکھ کر مجھ جیسے روسیاہ کو بھی "ھم القوم لا یشقی بہم جلیسہم" کی آس بندھتی تھی۔ ماہ مبارک کے انوار و تجلیات کا شباب تھا شبانہ روز ذکر و تلاوت کے انوار تھا کہ فضا کو معمور و منور کر رہے تھے اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کی صحبت و توجہ مردہ دلوں کی مسیحائی کر رہی تھی۔

نظر ہی سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر دیدہ برق تپاں ہو رہا ہے

اس سرآتشہ شراب محبت سے پورا مجمع مست و مخمور نظر آتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ کاش ساری دنیا یہاں سمٹ آتی اور اس دولت بے بہا کی بہاریں لوٹ لے جاتی۔

گرچہ توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے پورے رمضان مبارک کا روزنامچہ جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب (نزیل مدینہ منورہ) نے قلم بند کیا ہے۔ یہاں شب و روز کے معمولات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔



افطار کے دس منٹ بعد اذان ہوتی تھی، نماز کے پندرہ منٹ بعد دسترخوان لگ جاتا معتکفین کے لئے سحری و افطاری کا انتظام مسجد میں ہوتا تھا اور غیر معتکفین کے لئے مسجد سے باہر مدرسہ کے صحن میں۔

۸½ بجے حضرت کے معتکف کا دروازہ کھلتا اور بیعت ہوتی، بیعت ہونے والے حضرات کا ہجوم مغرب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا، اسی وقفہ میں بعض بچے قرآن کریم کے حفظ کا افتتاح بھی کرتے، اور پانی یا نمک پر دم کرانے والوں کا بھی خوب زور بندھتا۔

۹ بجے عشاء کی اذان ہوتی اور ۹½ بجے نماز شروع ہوتی۔ تراویح مولانا سلمان صاحب زید مجدہٗ نے (جو حضرت شیخ مدظلہ کے عزیز ہیں) پڑھائیں، جو خوب صاف اور تیز پڑھتے ہیں ساڑھے دس بجے کے قریب نماز سے فراغ کے بعد سورۂ یٰسین شریف پڑھی جاتی اور طویل دعا ہوتی (جو معمولاً مولانا عبدالحفیظ صاحب کے ذمہ تھی) دعا میں پوری امت کے لئے خیر و رشد، دنیا و آخرت کی بھلائی اور ہدایت و توفیق مانگی جاتی، حضرت مدظلہ العالی کے حکم سے حرمین شریفین کی تمام فتنوں سے حفاظت کی دعا کا بہت ہی اہتمام ہوتا۔ دعا سے فراغ کے بعد پہلے درود و سلام کی چہل حدیث پڑھی جاتی (معمولاً یہ مولانا معین الدین صاحب مرادآبادی کے ذمہ تھی اور وہ اپنے مخصوص انداز میں درود و سلام اس طرح پڑھتے کہ سننے والوں کو بھی وجد آجاتا) ۲۰ویں شب کو وہ تشریف لے گئے تو ان کے بعد مولانا احسان الحق رائے ونڈ والوں کے ذمہ رہی) اور پھر کتاب فضائل درود شریف پڑھی جاتی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہتا اس کے بعد بعض حضرات آرام کرتے اور بعض تلاوت میں مشغول ہو جاتے، مسجد کا صحن اسی مقصد کے لئے خالی رکھا گیا تھا پانچ سات جگہ قرآن مجید سنا جا رہا تھا اور بہت سے حضرات اپنی تلاوت فرماتے۔

رات ۲ بجے سحری کے لئے دسترخوان لگ جاتا اور ۱½ بجے سونے والوں کو سحری کے لئے اٹھا دیا جاتا، گویا تہجد اور کھانا بیک وقت چلتے، وقت سحر ختم ہو جانے پر اذان ہوتی، اور اس کے دس منٹ بعد نماز۔ فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ ہوتی جس میں افغانستان کے علاوہ حرمین شریفین کی

خانقاہ کے لئے بطور خاص دعا ہوتی، نماز فجر کے بعد نئے آنے والے یا رخصت ہونے والے مہمان حضرت شیخ مدظلہ سے مصافحہ کرتے جس کا سلسلہ کم و بیش آدھ پون گھنٹے تک جاری رہتا۔ آخری ایام میں ہجوم بہت بڑھ گیا تھا۔

نماز فجر کے بعد اکثر حضرات آرام کرتے، ۸½ بجے کے قریب اٹھ کر اپنے انفرادی معمولات میں مشغول ہو جاتے۔ ۱۱ بجے حضرت مفتی محمود گنگوہی مدظلہ العالی کی سلوک و تصوف کے موضوع پر آدھ گھنٹہ کے قریب تقریر ہوتی (بعض حضرات نے ان تقریروں کا خلاصہ قلم بند بھی کیا اور کچھ ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ بھی محفوظ کی گئیں۔

۲ بجے ظہر کی اذان اور ۲½ بجے جماعت ہوتی۔ ظہر سے فراغ کے بعد پہلے ختم خواجگان ہوتا، اور پھر طویل دعا ہوتی (جو مولانا عبد الحفیظ صاحب کے ذمہ تھی) دعا سے فارغ ہو کر ذکر ہوتا۔ جن حضرات کو ذکر بالجہر کی اجازت ہے وہ ذکر جہر کرتے۔ باقی حضرات اپنی تسبیحات و معمولات میں مشغول رہتے۔ ۵½ بجے عصر کی نماز ہوتی، اور عصر کے بعد مغرب سے آدھ گھنٹہ پہلے تک حضرت کی مجلس میں کتاب پڑھی جاتی۔ آخری عشرہ میں "ارشاد الملوک" ختم ہو کر "اکمال الشیم" شروع ہوئی۔ اس کے بعد نماز مغرب کی تیاری شروع ہو جاتی اور افطار تک دعا و استغفار میں مشغول رہتے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد کتاب سے پہلے اسی مرتبہ درود شریف (اللّٰہم صل علی سیدنا و مولانا محمد ن النبی الامی وآلہ وسلم تسلیما) کا التزام کیا جاتا۔

پانچوں نمازوں کے علاوہ مغرب کے بعد بیعت کی نشست میں اور عصر و عشاء کے بعد کی مجلسوں میں نیز فجر کے بعد مصافحہ میں مشتاقین کو حضرت شیخ مدظلہ العالی کی زیارت کا موقع مل جاتا، اس کے علاوہ جس شخص کو کچھ عرض معروض کرنا ہوتی، یا کچھ دریافت کرنا ہوتا اس کو الگ وقت دیا جاتا۔ مولانا نذیر احمد صاحب، استاذ حدیث دار العلوم فیصل آباد کی تحریک پر علماء کرام کی ایک جماعت کو دو الگ الگ نشستوں میں حدیث کی اجازت بھی مرحمت فرمائی گئی اور انھیں سندیں بھی عطا کی گئیں۔ عید کے دن نماز فجر کے بعد حضرت شیخ مدظلہ کی طرف سے کھجور اور پانی کی



ضیافت کی گئی اور حدیث مسلسل بیوم العید اور مسلسل بالاسودین سنا کر مسلسلات کی اجازت دی گئی۔[۱]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس اعتکاف کرنے اور حضرتؒ کے اس اصلاحی و تربیتی نظام کی پابندی کرنے والوں کو اس سے کس قدر باطنی و روحانی منافع حاصل ہوتے ہیں وہ کسی تشریح و وضاحت کے محتاج نہیں، نہ جانے کتنے خوش قسمت حضرات اس روحانی ماحول کے فیضان سے صاحب نسبت بن کر نکلتے تھے، لیکن حضرت شیخؒ پر تواضع اور فنائیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ کبھی کبھی اپنے احباب سے اس کی افادیت کے بارے میں دریافت فرماتے۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی کے نام ایک گرامی نامہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے یہاں کے ہجوم کے متعلق آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں کئی سال سے مولوی منور، مفتی محمود وغیرہ خصوصی احباب سے بار بار یہ سوال کیا کرتا تھا کہ اس میلہ سے، جو رمضان میں یہاں لگتا ہے، فائدہ زیادہ ہے یا نقصان؟"

چنانچہ آپ نے اپنے خادم خاص جناب صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہٗ سے بھی ایک بار یہی سوال کیا کہ تم نے ہمارے پہلے یکسوئی والے رمضان بھی دیکھے ہیں اور اب یہ ہجوم والے رمضان بھی دیکھ رہے ہو، پہلے طرز کے رمضانوں میں زیادہ فائدہ تھا یا اس پرہجوم طرز میں؟

جناب صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، حضرت! زبانی عرض کرنے کی تو جرأت نہیں تحریری جواب بھیج کر دوں گا۔ چنانچہ تحریری جواب لکھ کر دوسرے وقت کانپتے ہاتھوں کے ساتھ پیش کر کے الٹے پاؤں خود لوٹ آیا۔ جواب کا خلاصہ یہ تھا۔

"اس بارے میں تو کیا عرض کر سکتا ہوں کہ حضرت کا پہلے طرز کا رمضان زیادہ فائدہ مند تھا یا اس دوسرے طرز کا۔ البتہ میں نے تھوڑا سا جغرافیہ پڑھا ہے۔ جس سے اتنی بات معلوم ہوتی کہ

---

[۱] ماہنامہ بینات کراچی شوال ۱۴۰۰ھ [۲] سوانح حضرت شیخ ص ۱۳۴۔

دریا جب اپنے منبع سے نکلتا ہے تو معاون دریاؤں، ندی نالوں اور پہاڑی چشموں کو اپنے اندر شامل کرتا جاتا ہے۔ پہاڑوں کی نہایت زرخیز مٹی کو کاٹ کاٹ کر اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے اور نوع در نوع قیمتی معدنیات کو اپنے اندر جذب کرتا جاتا ہے۔ اس وقت یہ نہایت گہرا ہوتا ہے اس کا پاٹ بہت کم اور اس کی رفتار بڑی تیز اور پُر شور ہوتی ہے۔ اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان سے پیچ اور بل کھاتا ہوا گذرتا ہے۔ اس وقت دریا تک پہنچنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے جس سے ہر شخص فائدہ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن طویل مسافت طے کرنے کے بعد جب وہ میدانی علاقے میں پہنچتا ہے تو اس کا پاٹ میلوں چوڑا ہو جاتا اور رفتار پُرسکون ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس سے بہت سی نہریں نکالی جاتی ہیں۔ دور دور تک کے علاقے سیراب ہوتے جاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ بہائی ہوئی زرخیز مٹی میدانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے کنارے بڑے بڑے شہر آباد ہو جاتے ہیں اور ہر کس و ناکس کو اس سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ اس مثال سے میں یہ سمجھا ہوں کہ امت کا فائدہ انشاء اللہ حضرت کے موجودہ طرز میں زیادہ ہے۔"

## افطار میں اکابر کا معمول

آپ نے روزہ کے افطار کے بارے میں اکابر حضرت گنگوہی، مدنی، رائپوری، تھانوی رحمہم اللہ کے معمولات پوچھے، ان سب حضرات کے معمولات بہت تفصیل سے میرے رسالہ اکابر کا رمضان میں ہیں۔ اگر قاری یوسف متالا کے پاس ہو تو لے کر مطالعہ کر لیں۔ ان میں سب کے معمولات علیحدہ علیحدہ لکھے ہیں۔ اتنی بات میں یہ سب شریک ہیں کہ رمضان میں مغرب کی اذان اور نماز میں کہیں کم کہیں زیادہ فصل ضرور ہوتا تھا عموماً آٹھ دس منٹ تو سبھی کے یہاں ہوتا تھا۔



## رمضان میں خاموشی کا معمول

میرے نزدیک تو ان لوگوں کی بہت قدر ہے جو زیادہ چپ رہتے ہیں، یہ صفت آپ میں پہلے ہی سے موجود ہے اللہ اور زیادہ فرمائے۔ مجھے تو اپنا وہ دور بہت یاد آتا ہے جب تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ کے سوا ۲۴ گھنٹے میں نہ کسی سے ملنا نہ جلنا نہ کسی سے بات کرنا اللہ کے فضل سے بہت سے رمضان ایسے گذرے کہ جن میں آدھ گھنٹہ کے سوا جن میں خصوصی احباب کے ملنے کے علاوہ ۲۴ گھنٹے میں کوئی وقت نہ کسی کے بات کا تھا نہ ملنے جلنے کا۔ تلاوت یا نوافل، چائے کے بعد سے سحر تک گھر میں قرآن سنانے کا تھا۔

## نفلی روزوں کا معمول

اس ناکارہ کو ہمیشہ سے بہت بچپن سے ۹ ذی الحجہ کے روزہ کی عادت رہی، اور اس میں افطار کے بعد ایک پیالی چائے کے علاوہ رات کو کچھ نہیں کھاتا تھا، اس لئے کہ اللہ کے یہاں کل کو دعوت ہے (آپ بیتی ۳ ص ۳۷)

## شب بیداری کا معمول

اس ناکارہ کا دستور رات کو کام میں مشغول رہنے کا خوب رہا اور ساری رات جاگنا معمولی بات تھی حضرت قدس سرہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری اس چیز پر بڑا رشک آتا ہے (آپ بیتی ص ۹۹)

## تلاوت کا معمول

جب ادب کا ذوق شروع ہوا تو سہارنپور سے دہلی تک اشعار کا دور تھا۔ کھڑکی سے باہر منہ نکال کر شعر پڑھتا جایا کرتا تھا اس کے بعد قرآن پاک کا دور شروع ہوا۔ سہارنپور سے دہلی تک ۱۵ اور ۲۰ تک کے درمیان میں پاروں کا ہمیشہ معمول رہا۔ اس زمانہ میں ریل کے سفر بڑی کثرت سے ہوا کرتے تھے (آپ بیتی ۳ ص ۱۲۵)

۳۸ھ سے ماہ رمضان میں ایک قرآن روزانہ پڑھنے کا معمول شروع ہوا تھا جو تقریباً ۸۰ھ

تک رہا ہوگا بلکہ اس کے بعد تک (آپ بیتی ۳ ص ۳۷)

# معمولاتِ جمعہ

## جمعہ کے دن نمازِ فجر میں سورۃ الم سجدہ اور سورۃ الدہر کا معمول

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت کی مسجد میں امام کو ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی تھی کہ وہ ان مسنون سورتوں کا بہت اہتمام کرے اور ہمیشہ اس پر مواظبت ہر ماہ مبارک میں مجمع بہت زیادہ ہوتا، اس میں نو وارد بھی کافی ہوتے۔ لیکن اس کے باوجود اس پر عمل برابر جاری رہتا، اور لوگوں کی سہولت کے لئے نماز سے پہلے اعلان بھی کر دیا جاتا کہ پہلی رکعت میں سجدہ ہے۔ کبھی حضرت امام کو بلا کر یہ بھی فرما دیتے کہ سورۃ سجدہ اور سورۃ دہر نہ چھوڑ دینا۔ کہیں مجمع کی زیادتی سے چھوڑ دے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام عذر کر دیتا کہ میرے بس کا نہیں ہے تو حضرت مسکرا دیتے اور جو امام بہ آسانی پڑھ سکتا ہوتا اس کو متعین فرما دیتے۔

اور اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رائے پور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ تھا۔ جمعہ کی فجر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ کسی کو امام بننے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھائی۔ سلام کے فوراً بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے؟ (یعنی سورۃ سجدہ، سورۃ دہر کیوں نہ پڑھی) میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہی غنیمت ہے کہ نماز پڑھا دی۔ آپ کے سامنے کس کی ہمت جو آپ کی امامت کرے اور فرمایا کہ میرے حضرت مدنیؒ کے یہاں بھی اس کا بہت اہتمام تھا۔ کبھی کبھار حضرت اقدس کے یہاں اس کو چھوڑ دیا جاتا جو کہ عین سنت ہے۔ (اتباع شریعت ص ۵۵، ۵۶)

## جمعہ کے دن غسل

جمعہ کا غسل جو کہ مسنون ہے باوجود ضعف و پیری اور سخت احتیاج کے پانچ چھ خادم مل کر حضرت



والا کو غسل کراتے تھے۔ سخت سردیوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے۔ ساتھ ہی غسل میں سر اور داڑھی میں خطمی کا استعمال جو کہ مسنون ہے اور جس پر عمل قریب قریب بالکل ہی متروک ہے، حضرت والا کو اس کا بہت ہی اہتمام ہوتا تھا۔ اور احقر کو اس خدمت کی اکثر سعادت حاصل رہی" اس کے علاوہ عطر کا استعمال اور دوپہر کے کھانے کا بعد جمعہ ہونا امور مسنونہ کا اس مبارک دن میں حضرت کے ہاں ہمیشہ بہت اہتمام دیکھا (اتباع شریعت ص ۵۶)

## عصر جمعہ بعد درود شریف کا معمول

بندہ کا معمول جمعہ کے دن بعد عصر اللھم صل علی سیدنا محمدن النبی الامی وعلی اٰلہ وسلم تسلیما۔ اسی مرتبہ پڑھنے کا ۲۵۔۳۰ سال سے ہے۔ فضائل درود کی تالیف کے بعد سے اس کے اخیر کے دو قصیدے ملا جامی اور حضرت نانوتوی کا کبھی کبھی سننے کی نوبت آجاتی ہے۔[1]

## جمعہ کے دن عصر کے بعد تخلیہ یا اعتکاف کا معمول

حضرت اقدس شیخ کی مجلس عام کا معمول ہمیشہ سے بعد عصر کا رہا ہے۔ اسی مجلس میں بلا طلب افادہ کے علاوہ نئے مہمانوں کی ملاقات چائے گفتگو تعویذ وغیرہ اور ضروری مختصر ڈاک وغیرہ کئی کام ہو جاتے تھے۔ بعد میں اس مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا دستور بھی ہوگیا تھا۔ یہ مجلس جمعہ کے روز عصر کے بعد نہیں ہوتی تھی بلکہ عصر کے بعد حضرت مسجد میں اسی دفعہ والا درود شریف پڑھ کر اپنی قیام گاہ (کچا گھر) میں تشریف لا کر کواڑ بند کر لیتے اور مغرب سے چند منٹ پہلے کواڑ کھولتے تھے۔ اس میں دعا اور مراقبے میں مشغول ہوتی تھی جب حضرت کو اٹھنے بیٹھنے میں معذوری ہوگئی اور خود کواڑ بند کرنے بند ہوگئے تو حضرت کا ایک خادم مکان کے باہر تالا لگا دیتا تھا تاکہ حضرت کے معمول سے ناواقف اجنبی بھی نہ آسکے۔[2]

---

[1] آپ بیتی ۳ ص ۲۱۱۔ [2] کتاب اتباع سنت ص ۵۳۔ مصنفہ صوفی محمد اقبال صاحب۔

## جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کا معمول

جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھنے کا بھی دائمی معمول حضرت کا رہا ہے بلکہ اپنے متوسلین کے لئے جو معمولات کا پرچہ مرتب فرمایا ہے اس میں بھی سورۂ کہف شامل ہے۔[1]

## معمولات قربانی

قربانی کے لئے حضرت شیخؒ بہت اہتمام سے قربانی سے کافی دن پہلے جانور خرید کرا لیتے تھے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"تقسیم سے پہلے تو میرا معمول تھا کہ شعبان یا رمضان میں بقرات خرید کر سرساوہ شیخ پورہ چلکانہ وغیرہ کے احباب ہی کے ذریعہ سے خریدتا تھا اور انہی کے یہاں چھوڑ دیتا تھا کہ ۹ ذی الحجہ کو پہنچا دیں مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے یہ تو نہیں رہا، پھر بھی اخیر ذیقعدہ ورنہ زیادہ سے زیادہ شروع ذی الحجہ میں خرید والیتا ہوں کہ اطمینان سے اچھا جانور اچھے داموں سے مل جاتا ہے"[2] (۱۰ ذی الحجہ ۹۱ھ)

حضرت شیخؒ کو اپنے اکابر کی طرف سے قربانی کرنے کا بھی بڑا اہتمام تھا، اسی کے ساتھ اکابر کے ساتھ قربانی کے جانور میں شرکت کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔ آپ بیتی میں لکھتے ہیں

"اس سیہ کار کا دستور تقسیم ہند سے پہلے زندوں اور مردوں کی طرف سے قربانی کے حصص کی کثرت کا بہت تھا۔ آٹھ دس گائیں تو مستقل خود میری ہی ہوتی تھیں اور جس کی گائے میں ایک آدھ حصہ بچ جاتا تھا اس کے لئے عام دستور تھا کہ وہ مجھے اطلاع کرے اور میرا حصہ اپنے یہاں کرلے۔ نسبی، سلوکی، علمی مشائخ کے خصوصی صحابۂ کرام، ائمہ فقہ، ائمہ حدیث غرض جتنی بھی گنجائش ہوا کرتی مجھے حصہ لینے میں انکار نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی شوق تھا کہ اکابر کے جانوروں میں میرا حصہ ہو جائے۔ حضرت اقدس سہارنپوری، اعلیٰ حضرت رائپوری اور عجیب بات یہ کہ حکیم الامت

---

[1] اتباع سنت ص۵۵ مصنفہ صوفی محمد اقبال [2] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا۔ ۱۰ ذی الحجہ ۹۱ھ



تھانوی نور اللہ مرقدہم کے جانوروں میں بھی ایک ایک حصہ میرا ہوتا تھا جس کے گوشت وغیرہ سے مجھے کوئی تعلق نہیں وہ جس طرح چاہیں تصرف فرماویں۔ حضرت رائپوری ثانی نے تو اس کا ردعمل یہ کیا کہ مستقل ایک جانور میری طرف سے حضرت خود دیا کرتے تھے، چاہے رائپور میں ہوں چاہے پاکستان میں۔ رائپور کے قیام میں حضرت کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں ۱۲، کو ضرور پہنچوں اور جانور میرے سامنے ہی ذبح ہوتا۔"[1]

# بیعت کے معمولات

## سب سے پہلی بیعت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بیعت کی ابتدا حضرت مولانا الیاس صاحب کے حکم سے عورتوں میں ہوئی اس کا مفصل تذکرہ آپ بیتی ۲ ص ۱۳۲ پر ہے۔ اس کے حاشیہ پر شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

(از یونس عفی عنہ) یہ بیعت علی منہاج النبوۃ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بھی سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت اسلام کی۔

حضرت اقدس قطب عالم مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دست مبارک پر بھی گنگوہ میں سب سے پہلے ایک عورت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے حکم سے بیعت ہوئی تھیں حضرت اقدس مدظلہم کی نسبت بھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کی نسبت کا عکس ہے کہ جملہ امور تصوف مع مشاغل علمیہ خدمت حدیث تعلیماً و تصنیفاً ظاہر باہر ہے۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیعت فرمانا

حضرت شیخؒ کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ بیعت ان الفاظ سے فرماتے تھے، کہ بیعت کی میں نے

---

[1] آپ بیتی ۲ ص ۲۴۳

مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے زکریا کے ہاتھ پر۔ لیکن مولانا امجد اللہ صاحب گورکھپوری حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے متوسلین میں سے تھے اور مجاز بالصحبت بھی تھے حضرت مولانا کے وصال کے بعد مولانا امجد اللہ صاحب نے حضرت شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کر لیا تھا۔ مدینہ منورہ کے قیام میں جب حضرت شیخ روضۂ شریف پر اقدام عالیہ میں بیٹھتے تو مولانا امجد اللہ صاحب بھی حضرت کے پیچھے بیٹھے رہتے، ایک دن حضرت نے مولانا کو طلب فرمایا اور خلافت عطا فرمائی تو مولانا امجد اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اپنی غلامی میں بھی داخل فرما لیجئے تو حضرت نے وہیں انھیں اقدام عالیہ میں بیعت فرمایا، لیکن ہمیشہ کے معمول بیعت ذکر میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے زکریا کے ہاتھ پر کے بجائے یہ کہلوایا بیعت کی میں نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے زکریا کے ہاتھ پر؎

## اپنے اکابر کے متعلقین کو بیعت نہ کرنے کا معمول

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"عزیزم مظہر سلمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے والد صاحب نے مجھے کوئی خط لکھا، مجھ تک تو پہنچا یاد نہیں لیکن میرا معمول اپنے اکابرین کے مریدین کو دوبارہ بیعت کرنے کا نہیں، البتہ رجوع سے انکار نہیں کرتا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت قدس سرہ کے معمولات پر عمل کرنے کے بعد آگے چلنا چاہیں یا ضعف و پیری کی وجہ سے تبدیل کرنا چاہیں تو حالات معلوم ہونے کے بعد حذف و اضافہ کر دیتا ہوں۔" ۷ صفر ۹۲ھ

## اپنے اکابر کے متوسلین کو انہی کے طریقہ پر تلقین ذکر کا معمول

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

؎ روایت صوفی محمد اقبال صاحب



"جیسا کہ میں زبانی عرض کر چکا ہوں کہ دوبارہ بیعت کی ضرورت نہیں، حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ بار بار اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو فرماتے ہیں کہ جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے کو اس کا مرید سمجھیں معمول وہی باقی رکھئے جو حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ کا تھا کہ اس میں انشاء اللہ زیادہ ترقی ہے۔ میں حضرت مدنی اور حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہما کے لوگوں کو انہی شیخین کی طریقہ پر بتایا کرتا ہوں تاکہ ان کے طریق کی برکات شامل رہیں؎"

## اپنے گھر میں پردہ کرا کر جانے کا معمول

تمہیں میرے زنانہ مکان کا حال معلوم ہے کہ اس میں ایک کوٹھری اور ایک سہ دری بہت مختصر ہے۔ اس میں میرے اہل و عیال عزیز طلحہ کی اہلیہ اور میری سب بچیاں بسا اوقات تو سب مجتمع ہو کر دس بارہ مجتمع ہو جاتی ہیں۔ اور بغیر پردہ کرائے ہم میں سے کوئی بھی گھر نہیں جاتا۔ میں خود بھی حجاز سے واپسی کے بعد سے تو اب تک گھر میں نہیں گیا مگر جب گھر میں میری آمد و رفت تھی اس وقت بھی باوجودیکہ سب میری محرم تھیں بغیر پردہ کا حال معلوم کئے کبھی گھر میں نہیں جاتا تھا۔ اس لئے کہ اجنبی عورتیں گھر میں آتی رہتی ہیں اور میرے سب داماد بھی گھر میں جاتے رہتے ہیں، اور جو بھی جاتا ہے پہلے پردہ کرا لیتا ہے پردہ والیاں کوٹھری میں ہو جاتی ہیں اور نامحرم باہر سہ دری میں ہو جاتا ہے۔ تمہارے مکان میں بھی اگر دو کوٹھریاں ہوں تب تو کوئی دقت ہے ہی نہیں اور اگر صرف ایک ہی مکان ہو تو درمیان میں پردہ لٹکا لینے کے بعد کوئی دقت نہیں رہتی۔

مولوی عبد الرحیم کی اہلیہ کے قیام کے زمانہ میں رات کو تم اور وہ دونوں مسجد میں آرام کرو اور گھر میں دونوں مستورات قیام کریں" اس میں کیا دقت ہے۔ دن میں تم دونوں میں جس

؎ مکتوب بنام مولانا قاری امیر حسن صاحب ۲۴ شوال ۹۳ھ۔ روایت صوفی محمد اقبال صاحب۔

کا جانا ہو وہ آواز دے کر پردہ کرا کر گھر میں چلا جاتے۔ اس کی اہلیہ اس کے پاس رہے اور دوسرے کی اہلیہ کوٹھری میں یا پردہ کے پیچھے ہو جاتے۔ میں نے جو کچھ لکھا اپنے گھر کی حالت کے اعتبار سے لکھا۔ مجھے تمہارے گھر کے حالات کا حال معلوم نہیں۔

بھائی اکرام مرحوم تو سب کے ہی نامحرم تھے اور وہ بھی اکثر گھر میں جاتے تھے، لیکن پہلے دروازہ میں کھڑے ہو کر پردہ کرا کر جاتے تھے۔ البتہ اجنبی عورتوں کے لئے میرے یہاں بھی یہی شرط ہے کہ وہ صبح کو آ کر شام کو چلی جائیں اور جو غیر ملکی یا دور دراز کلکتہ، بمبئی کے آتے ہیں ان کے لئے ہوٹل کا کوئی کمرہ رات کے لئے لے لیا جاتا ہے۔ دن میں مستورات میرے گھر رہتی ہیں اور رات کو اپنے مستقر پر چلی جاتی ہیں اور علی الصباح پھر آ جاتی ہیں۔ مگر یہ اجنبی عورتوں کے لئے ہے۔ یہ بھی اس وجہ سے کہ مکان کی تنگی کی وجہ سے اجنبی عورتوں کو دقت ہوتی ہے۔ مگر جب افریقہ وغیرہ کی عورتیں کہتی ہیں کہ مکان کی تنگی سے ہمیں دقت نہیں تو وہ بھی رات کو یہیں سوتی ہیں کہ ہم میں سے گھر میں کوئی نہیں سوتا۔

میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ بھائی صاحب کی آمد پر آپ کو بیٹھک مستقل اور بیت الخلاء مستقل کیوں چاہیئے۔ دونوں عورتیں زنانہ بیت الخلاء میں جائیں اور تم چند روز کے لئے اپنی شان کے خلاف مسجد کے بیت الخلاء میں چلے جاؤ۔ اس لئے میری سمجھ میں تو دوسرے مکان کی ضرورت نہیں آئی۔

باقی یہ صرف میں نے اپنے تجربات بتائے ہیں۔ تم اپنے یہاں کی ضرورت اور حالات سے زیادہ واقف ہو۔ میرا کوئی حکم نہیں صرف مشورہ ہے کہ جب تم دونوں باہر سوؤ گے تو یہ چیز الزام کا سبب نہیں ہوگی بلکہ لوگوں کی نگاہ میں پردہ کی اہمیت کا موجب بنے گی۔

(یکم محرم الحرام ۹۲ھ ص ۱۲۵)



# معمولاتِ ہدیہ

## ہدیہ میں اشرافِ نفس نہ ہو

ہدایا میں اشراف نفس تو ہونا نہیں چاہیئے اور اس کا معیار یہ ہے کہ جو لوگ آمد پر ہدیہ دیتے ہوں ان کی آمد پر خیال تو آ جائے مگر نہ دینے پر قلق نہ ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ بکثرت ہدیہ دیتے ہیں ان کو میں آنے پر سمجھا دیتا ہوں کہ ہر آمد پر نہ دیا کریں، کچھ دوستوں نے منظور کر لیا اور کچھ ضدی لوگوں نے قبول نہیں کیا۔

اشراف نفس کے سلسلہ میں کوئی ضابطہ مقرر کرنا بہت مشکل ہے۔ معمولی چیزیں جیسے تخم، قلم وغیرہ کو لکھا ہے۔ ان میں تو ہدیہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ان میں تو یہ ناکارہ خود اپنے متعلق بھی بہت اشکال میں ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس۔ بعض دوستوں کا ہدیہ اس وجہ سے زبردستی واپس کرنا پڑتا ہے جو ان کو بہت ناگوار بھی ہوتا ہے کہ چونکہ پہلی دفعہ بھی دے گئے تھے اس لئے تمہاری ہر آمد پر خیال لگے گا، سمجھدار تو مان لیتے ہیں لیکن گاؤں کے جاہل نہیں سمجھتے۔ ایک دو گاؤدی کا ہدیہ ان کے سامنے پھاڑ کر بھی پھینک دیا پھر اپنے آپ ہی کو دینا پڑا۔ جن لوگوں سے تعلقات زیادہ وسیع ہو گئے اور ان کی مالی حیثیت بھی ایسی ہو جو ان کے لئے موجب بار نہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔

## کھانے پینے کی غیر ملکی چیزوں کا ہدیہ

تم نے کھانے پینے کی چیزیں میرے پاس بھیجنے کے لئے منگوائی تھیں اس کا بالکل ارادہ نہ کریں۔ یہاں کے احباب جو غیر ملکی چیزیں کھانے پینے کی لاتے ہیں میں ہرگز نہیں لیتا۔ رات ایک دوست شامی پنیر لائے تھے، میں نے دوستوں کو بانٹ دیا اور بھی

احباب کوئی چیز لاتے ہیں تو میں سختی سے روک دیتا ہوں وہاں مدنی چیزیں نصیب نہیں ہوتیں اور یہاں بھی ہم کافروں کی چیزیں کھاویں. تمہارے لئے یہاں کی چیزیں بھیجنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر لے جانے والا نہیں ملتا. تم نے بہت اچھا کیا کہ خرید کردہ اشیاء اپنے استعمال میں لاکر ختم کر دیں مجھے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی تمہارا کھانا تو میرا ہی کھانا تھا:

## قبولِ ہدیہ میں ایک خاص نکتہ

تم نے موزے اور چار جوڑے گرم کپڑوں کے بھیجے، جن میں سے ایک تو روانہ ہو گیا، تین رہ گئے، اس نوع کے ہدایا کے متعلق میں پہلے کئی مرتبہ منع کر چکا ہوں کہ اس کی تکلیف بالکل نہ کیا کریں، یہ رسمی انکار نہیں بلکہ اپنے غایت تعلق کی وجہ سے انکار کرتا ہوں، میں نے اپنے گھر والوں کو بھی نہایت شدت سے منع کر رکھا ہے کہ مجھ سے پوچھے بغیر میرا کوئی کپڑا نہ بنائیں، تمہارا ہدیہ تو میرے لئے موجب مسرت ہے مگر جو چیز میرے کارآمد ہو اس سے تو میرا جی خوش ہوتا ہے اور جو کام نہ آئے اس سے قلق ہوتا ہے پیشاب کی بیماری کی وجہ سے تمہارے دو لبترے زنجیر دار اب تک کام نہیں آسکے. البتہ تمہارا بجلی والا بسترہ سال سے مسلسل بہت کام دے رہا ہے، سحر بھی ساتھ لے گیا تھا اور باوجودیکہ اپنے سب کپڑے وہاں چھوڑ آیا تھا لیکن تمہارے اس بسترے کو خاص طور سے واپس لایا اور اب فروری کے ختم پر بھی اسے خوب وصول کر رہا ہوں. یہ بسترہ لیٹنے کے علاوہ تہجد سے لے کر صبح کی نماز تک ٹانگوں پر لپیٹنے میں بڑی راحت دیتا ہے اور تہجد میں تمہاری یاد تازہ کر دیتی ہے. پاجامہ تو حجاز سے اب تک پوری سردی پاکی تیانیں کے علاوہ جو تمہیں بھی یاد ہو گا مستقل پہن رہا ہوں لیکن قریشی صاحب کو اللہ جزائے خیر دے وہ ہر سال ایک اونی اور ایک سوتی پاجامہ بھیج دیا کرتے تھے اور میں دوسرا آنے پر پہلا کسی کو دے دیا کرتا تھا، مدینہ میں جو ساتھ تھے صوفی اقبال اور مامون یامین کو دے آیا تھا، لیکن قریشی صاحب کے انتقال کے بعد سے اپنی حماقت سے خیال ہو رہا ہے ورنہ جس مالک نے قریشی صاحب کو پیدا کیا تھا وہ دس قریشی اور پیدا کر سکتا ہے. بہر حال میں آپکی



خدمت میں بہت زور سے کہتا ہوں کہ پیسوں کے علاوہ کوئی استعمال چیز ہرگز نہ بھیجیں وہ تو ایسی چیز ہے کہ بہر حال کام آجاتی ہے. بالخصوص طباعت کتب کا جذبہ آج کل بہت بڑھ رہا ہے.

(مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا - ۱۳ محرم ۱۴۰۲ھ)

## انگریزیت اور تجدد کی چیزوں سے نفرت

عزیز یوسف کا مرسلہ ہیٹر پہنچ گیا، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اس کی اس محبت کا، جس کا یہ ثمرہ ہے، دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے مگر بالکل پسند نہیں آیا، ہر چیز کے کچھ مناسبات ہوا کرتے ہیں، یہ نفیس چیزیں مجھ گاؤدی کے مناسب نہیں. ڈاکٹر اسمٰعیل نے بھی پارسال ایک بہت لمبا چوڑا ہیٹر ایک جہاز سا بھیجا ہے اس نے بھی کام نہیں دیا بوجھ سا رکھا ہے.

نقلت الطبخ الی جبة وقيصا.

مجھ سے غریب کے لئے تو بہترین ہدیہ وہ ہے جو میرے ساتھ جائے اور اگر مادی بغیر چارہ نہیں تو صرف پیسے کہ وہ ہر نوع کی ضرورت میں کام آسکتا ہے. اس کا آئندہ خیال رکھیں میرے لئے کبھی کوئی ہدیہ نہ بھیجیں اور اگر بھیجنا ہی ہے تو صرف پیسے.

(مکتوب ۹ رمضان ۸۸ھ)

قاری ابراہیم صاحب سے بھی ہیٹر کے بارے میں کوشش کرالیں گے، مگر میرا کچھ حسن ظن اپنے بارے میں یہ بھی ہے کہ ایسی چیزوں کے ساتھ میری طبیعت کو مناسبت نہیں ہے ایسی پانچ چھ چیزیں آئی رکھی ہیں. ڈاکٹر اسمٰعیل کے ہیٹر کا تو بہت قلق ہے کہ انھوں نے دو سو کی رقم ضائع کی اور مجھ سے بیکار، آئندہ میرے لئے کوئی ایسی چیز جس میں انگریزیت اور تجدد ہو ہرگز نہ بھیجیں، ایسی چیزیں مجھے راس نہیں آتیں. تجھے یاد ہو گا میں نے کئی دفعہ گھڑی کہ گھڑی میں نے تین چار مرتبہ خریدی اور ہر مرتبہ چوری ہو گئی.

## مالی ہدایا سے استغنا اور روحانی ہدایا کی احتیاج

تم نے یہ بھی دریافت کیا ہے۔ میں تیرے لئے کیا لاؤں۔ میرے پیارے عزیز مجھے مادی چیزوں میں اللہ کے فضل سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو فضلت الطبخوالی جبہ وقیصا کی بنا۔ پر روحانی چیزوں کی احتیاج ہے کہ ان سے یہ ناکارہ بالکل عاجز ہے۔ اس لئے میرے لئے طواف وعمرہ آپ جتنا کر سکتے ہوں مکہ کی حاضری میں اور صلوٰۃ وسلام جتنے پڑھ سکتے ہوں مدینہ پاک کی حاضری میں ان کا بہت محتاج ہوں اور بہت ممنون ہوں گا۔

(۱۸ جمادی الاولی ۹۳ھ)

## زیب و زینت کی چیزوں سے وحشت

تمہارے عطیہ کا بہت بہت شکریہ مگر میرے کارآمد نہیں ہے۔ اس لئے کہ بجز اس کے کہ قاشیں لکڑی کی بہت خوبصورت بن جاتی ہیں یا ٹوس بہت باریک کترے جاتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں بغیر دانت والوں کے لئے کچھ مفید ہے۔ پہل مشین مدینے کسی نے بھیجی تھی وہ غالباً تم نے بھی دیکھی تھی وہ ہر چیز کو پیس دیتی ہے جو بغیر دانت والوں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ بہرحال تمہارا عطیہ ہے سر آنکھوں پر مگر اتنا ضرور لحاظ رکھا کریں کہ کوئی چیز بھیجا کریں تو ضرورت کی اور کارآمد محض زینت اور شو کی چیزوں کی میرے یہاں قدر نہیں یا بیکار ضائع ہوتی ہے یا کسی کو دی جاتی ہے۔

(۱۰ صفر ۹۰ھ ۔ اپریل ۷۰ء)

مگر میرے پیارے تو اب تک مجھ سے واقف ہی نہیں ہوا۔ زیب وزینت کی چیزوں سے مجھے بڑی وحشت ہے۔ ضرورت کی مجبوری کی چیزیں مجھے پسند ہیں۔ مولانا عبدالرحیم صاحب نے بھی از راہ شفقت ایک سویٹر بھیجا۔ میں نے ان کو لکھا کر یا تو میری طرف سے یوسف کو بھیج دو ورنہ میں یہاں کسی اور کو دے دوں گا۔ اس لئے کہ میرے پاس استعمال کے دو سویٹر پہلے سے موجود



ہیں۔ حجاز میں بھی مجھے پانچ سویٹر ملے تھے۔ میں ان کو وہیں تقسیم کر کے آیا۔ بہرحال میرے لئے تو تمہارا ہدیہ موجب مسرت ہے۔

## ہدیہ کی بجائے ایصال ثواب

تمہیں ہدیہ دینے کی ضرورت نہ تھی۔ آئندہ اس کا لحاظ رکھیو کہ اتنے بہت زیادہ ثروت میسر نہ ہو ہدیہ نہ دیجیو اور اگر میں مر جاؤں تو ایصال ثواب کر دیجو۔

(مکتوب یکم رمضان ۹۵ھ)

# استخارہ کا معمول

## معمولِ استخارہ

سب سے اہم اور نہایت اہم تو استخارہ مسنونہ ہے۔ اس کو ابھی سے شروع کر دیں۔ میرا نہایت مجرب ہے۔ سہارنپور آنے کے بعد مدینہ جانے کا اور مدینہ جانے کے بعد سہارنپور آنے کا استخارہ کرنا معمول ہے چاہے کئی برس لگ جائیں۔

(۱۰ جون ۷۱ء ۔ ص۹۰)

## معمولِ مشورہ

اہم امور میں اپنے خدام اور متعدین سے مشورہ فرماتے حتیٰ کہ اگر کسی اہم مہمان کے آنے کی اطلاع ہوتی تو اس کے لئے کھانے کی تیاری کے معاملہ میں بھی مشورہ فرماتے، اہل مشورہ میں سے اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ جیسے حضرت کی رائے ہو" تو فوراً فرماتے: "یہ کیا مہمل جواب ہے۔ حضرت تو تجھ سے تیری رائے پوچھتے ہیں۔ تو کہتا ہے جیسے حضرت کی رائے ہو۔ اپنی رائے بتا:

حضرت شیخ کا معمول اپنے خدام ومتعلقین کے ذاتی ودینی معاملات میں مشورہ دینے یا

---

لہ تحریر مولانا عبدالرحیم متالا۔

ان کی طرف سے استخارہ کرنے کا بالکل نہیں تھا جب کوئی خادم شادی یا کاروبار شراکت وغیرہ کے بارے میں مشورہ طلب کرتا تو حضرت فرماتے، دعا کرتا ہوں، دعا سے دریغ نہیں، لیکن چونکہ مجھے جانبین کے پورے حالات معلوم نہیں اس لئے کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ تم خود اہتمام سے استخارہ کرو، دعائیں بھی کرو، میں بھی دعا کرتا ہوں۔ جو صورت تمہارے حق میں بہتر ہو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب باحسن وجوہ پیدا فرما دیں۔ مشورہ سے گریز میں یہ حکمت تھی کہ بعض لوگ شیخ کے مشورہ کو مشورہ سے بڑھ کر حکم کا درجہ دے لیں گے اور یہ چیز بعض صورتوں میں شیخ سے استفادہ میں مانع ہو جاتی ہے[1]۔

## معمول سفارش

اسی طرح حضرت نوراللہ مرقدہٗ سفارش کے معاملے میں بھی بڑی احتیاط فرماتے تھے۔

مجھے سفارش سے ہمیشہ وحشت رہی۔ میں نے سنا کہ میرے دادا صاحب نوراللہ مرقدہ جب نواب چھتاری کے یہاں جاتے تو اپنے ساتھ اتنی درخواستیں لاتعد ولاتحصیٰ لے جاتے کہ حد نہیں۔ اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو تو ہمیشہ خود بھی دیکھا کہ حضرت قدس سرہ سے جو شخص جہاں بھی سفارش چاہتا، چاہے مہتمم مدرسہ ہو چاہے وزیراعلیٰ صوبہ ہو یا وزیراعلیٰ مرکز فوراً اس کے نام سفارش کر دیتے۔

میں تو بعض دفعہ عرض کر دیتا تھا کہ آپ سے اگر کوئی یہ سفارش کرا دے کہ پنتھ صاحب وزیراعلیٰ یوپی استعفا دے کر مجھے اپنی جگہ وزیراعلیٰ کر دیں تو آپ اس کی بھی سفارش فرما دیں۔ حضرت ہنس دیتے، مجھے سفارش میں ہمیشہ اسی واسطے گرانی رہی کہ اب سفارش، سفارش کے درجہ میں نہیں رہی۔ جس کے متعلق اشفعوا توجروا ولیقض اللہ علی لسان رسولہٖ ماشاء۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اسی بنا پر مجھے سفارش سے ہمیشہ گھبراہٹ رہی کہ وہ اب سفارش کے درجہ

---

[1] روایت صوفی محمد اقبال صاحب۔



میں نہیں بلکہ وہ اب بار اور حکم کے درجہ میں ہو گئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہدیہ کے قبول کرنے کی ترغیب میں وارد ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد بخاری شریف میں وارد ہوا ہے کہ ہدیہ حضور کے زمانہ میں تو ہدیہ تھا اب تو رشوت ہے۔ الخ۔ صحیح فرمایا۔

ایک دفعہ میرے عزیز مولوی ظہیر الحسن مرحوم نے یہ کہا کہ اگر کوئی شخص میری سفارش قبول نہ کرے تو میری ہمیشہ کے لئے اس سے لڑائی ہو جاتی ہے، اس سے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ جانا آنا بھی بند کر دیتا ہوں۔ میں نے مرحوم سے کہا کہ جو میری سفارش رد کر دے مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ جو اس کو قبول کر لے۔ اس لئے کہ سفارش قبول کرنے والے کے متعلق مجھے یہ فکر ہو جاتی ہے کہ اس پر کہیں بوجھ نہ پڑا ہو[1]۔

## ایصالِ ثواب کا معمول

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو مرحومین کے لئے ایصال ثواب کا بہت ہی اہتمام رہتا تھا۔ اپنے اکابر کے لئے تو مختلف مالی و بدنی عبادتوں کے ذریعہ خصوصاً تلاوت قرآن کریم، قربانی، طواف اور عمرہ کے ذریعہ بکثرت ایصال ثواب فرماتے رہتے تھے۔ عام مسلمانوں کے لئے بھی دعا، و استغفار اور ایصال ثواب کا اہتمام رہتا۔ حضرات صحابہ کرامؓ، ائمہ دینؒ، محدثینؒ اور اولیاء کرام کے لئے فرداً فرداً بھی ایصال ثواب فرماتے، اور کبھی کبھی خدام کی تعلیم و تلقین کے لئے اس کا اظہار بھی فرما دیتے جنت البقیع میں گھنٹوں بیٹھے اور ایصال ثواب کرتے کا ہمیشہ معمول رہا، اور جب ضعف و علالت کی بناء پر جنت البقیع تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اپنے حجرہ میں روزانہ ایصال ثواب فرماتے۔ اسی طرح شہداء احد یا شہداء خیبر کی زیارت کے لئے جاتے تو بہت دیر تک بیٹھے ایصال ثواب فرماتے رہتے۔ جب بھی باہر سے مدینہ منورہ حاضری ہوتی۔ راستے میں شہداء بدر

---

[1] آپ بیتی ۲ ص ۳۹۔

کی زیارت اور ان کیلئے دیر تک ایصال ثواب کا معمول رہا۔

اپنے معاصرین میں سے کسی بزرگ کا انتقال ہو جاتا تو خود بھی ایصال ثواب فرماتے اور اپنے متعلقین و متوسلین کو بھی متوجہ فرماتے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کی وفات پر ان کے ایصال ثواب کے لئے دس قرآن کریم ختم کئے۔ اس ایک مثال سے کثرت ایصال ثواب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے احباب اور خصوصی متعلقین میں سے کسی کے عزیز کا انتقال ہو جاتا تو اس کے لئے بھی خصوصی طور پر ایصال ثواب کا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی فرمائش کرتے۔ جناب صوفی محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں۔

"حضرت اقدس کے ساتھ رمضان گذارنے سہارنپور حاضر تھا کہ لاہور سے میری والدہ مرحومہ کی شدت علالت کی اطلاع پہنچی۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے مجھے فوراً لاہور جانے کا حکم فرمایا اور ایک مدنی رومال مرحمت فرمایا، آٹھ دن بعد والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی، میں نے وہ تبرک (رومال) کفن میں اوڑھنی کے طور پر شامل کیا اور حضرت کو وفات کی اطلاع کی، حضرت اقدس نے ایصال ثواب کے لئے مدرسہ میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کروایا؟"

اور حضرت مولانا عبدالرحیم متالا لکھتے ہیں۔

"ہمارے والد صاحب کی علالت کی اطلاع آئی تو حضرت نے مجھے میرے وطن بھیجا اور جب میں نے والد صاحب کے انتقال کی اطلاع کی تو حضرت نے بہت ہی شفقت کا گرامی نامہ تحریر فرمایا، اور پھر دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ گھر میں سوالاکھ کلمہ طیبہ کا ختم کر کے تمہارے والد صاحب کے لئے ایصال ثواب کرایا گیا:"

## معمولاتِ استقراض

ایک بات جو میرا اصول ہے، تمہیں بھی لکھتا ہوں کہ میرے قرض لینے پر اگر کوئی شخص ادائیگی کے وقت معاف کرتا ہے تو میں اس سے یوں کہتا ہوں کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ آپ کو تکلیف نہ دوں ویسے ہی صاف صاف کہہ دو کہ مجھ سے پھر کبھی قرض نہ لینا اس لئے میں اسی پر اصرار



کیا کرتا ہوں کہ قرض تو ضرور وصول کر لیں، اگر آپ کو کچھ ہدیہ دینا ہو تو اب نہیں، پھر کسی وقت اس مقدار سے کم ہدیہ کر دیں، اگر اسی کو واپس کر لیں گے تو میں سمجھوں گا امانت واپس کر دی۔ جو احباب میری اس عادت سے واقف ہو گئے ہیں وہ تو انکار بھی نہیں کرتے ہیں۔ مدت العمر میں اب سے ۴۰ برس پہلے ایک شخص کے قرض کی قیمت کو انھوں نے معاف کر دیا تھا میں نے ان کے لحاظ میں زیادہ جرح نہیں کی تھی۔ مگر اب تک اس پر قلق ہو رہا ہے۔ اب تک بھی خیال یہ ہے کہ میں نے اچھا نہیں کیا اور ان سے اب تک بھی کبھی قرض مانگنے کی میری ہمت نہیں پڑی اس لئے خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ حسب ضرورت مخلصوں سے قرض لینے میں تو مضائقہ نہیں مگر قرض کی ادائیگی میں کچھ تامل کریں تو ہرگز اس کو قبول نہ کریں کہ ایک تو اس میں آنکھ نیچی ہوتی ہے اور دوسرے اس شخص سے دوبارہ قرض مانگنے کی ہمت میری تو ہوتی نہیں۔

(۲۴ محرم ۱۳۹۲ھ صہ ۲۳)

## ڈاک لکھوانے کے معمولات

حضرت شیخ کے یہاں ڈاک کے بھی خاص معمولات تھے، ایک معمول یہ تھا کہ اہم خطوط فوراً سنتے اور بعض کا جواب بھی فوراً لکھواتے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قدیم عادت یہ ہے کہ ڈاک آنے کے بعد چاہے کتنا ہی وقت تنگ ہو کھانے یا پینے میں کتنی ہی دیر لگے میں اپنے کاتبوں سے بھیجنے والوں کے نام پوچھ لیا کرتا ہوں اور اگر نام سے کوئی بہت اہم معلوم ہو تو منتظراً اس کو اسی وقت سنتا بھی ہوں۔[1]

یہ بھی معمول تھا کہ غیر اہم خطوط کے لئے زیادہ اچھے کاغذ کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ آپ بیتی میں فرماتے ہیں۔

"اس ناکارہ کی ہمیشہ یہ عادت رہی کہ اکابر کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں تو ہمیشہ اچھے

---

[1] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا، ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ

کاغذ اور سادے لفافہ کا اہتمام، لیکن دوستوں اور چھوٹوں کے خطوط میں عمدہ کاغذ اور سادہ لفافہ لکھنے کا معمول نہیں رہا۔[1]

یہ بھی معمول تھا کہ کسی کو اپنی ضرورت کے لئے گرامی نامہ تحریر فرماتے تو جوابی لفافہ بھیجنے کا اہتمام فرماتے چنانچہ۔

۹۰ھ کا واقعہ ہے حضرت نے الابواب والتراجم کی تالیف شروع فرمائی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے ابواب وتراجم کی تلاش تھی۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ کو بھی اس سلسلہ میں ایک خط لکھوایا۔ اس خط کے ساتھ جواب کے لئے پاکستانی ٹکٹ بھی بھیجنے تھے جو مل نہیں رہے تھے۔ کئی روز تک اپنے سامان میں ٹکٹ تلاش کرواتے رہے۔ جب وہ ٹکٹ مل گئے تب وہ خط روانہ فرمایا۔ حضرت کا معمول تھا کہ اپنی غرض کے لئے کسی کو جواب کے لئے خط لکھا تو جوابی لفافہ یا ٹکٹ ضرور بھیجتے۔[2]

ایک معمول یہ تھا کہ لفافہ کا وزن کرنے کے لئے آپ نے کانٹا رکھا ہوا تھا۔ بڑی احتیاط سے لفافے کا وزن کیا جاتا، اور وزن کے مطابق اس پر ٹکٹ چسپاں کئے جاتے۔

خطوط کے جوابات میں بھی عجیب وغریب معمولات تھے۔

کسی خط میں کوئی مسئلہ دریافت ہوتا تھا۔ اس پر یہ مختصر مضمون لکھوا کر کہ تم نے مسئلہ پوچھا ہے۔ یہ ناکارہ مفتی نہیں ہے۔ مسائل کا جواب نہیں لکھا کرتا۔ مسائل ہمیشہ مفتی سے پوچھنا چاہیے۔ آئندہ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو دارالافتاء کے نام براہ راست بھیجیں اور اس خط کو دارالافتاء ہی بھجوا دیتے۔ اس کے علاوہ ایک بات مشترک سب خطوط میں یہ رہتی جو خط کے مضمون کے ختم پر لکھی جاتی کہ درود شریف کی کثرت بلا لحاظ مقدار اور بعد میں بلحاظ مقدار کی جگہ درود شریف کی پانچ تسبیح کم از کم روزانہ اہتمام سے پڑھتے رہیں — مکارہ سے حفاظت

---

[1] آپ بیتی ج ۶ ص ۲۴۳۔ [2] تحریر ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب۔



اور مقاصد کی کامیابی کے لئے بہت مجرب اور مفید ہے۔ اس کا خود بھی اہتمام کریں، گھر والوں اور دوستوں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہیں۔ نیز اس ناکارہ کے فضائل کے رسائل میں سے کسی کا مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے۔ فقط۔

نیز جب شعبان المعظم کا چاند نظر آجاتا تو یکم شعبان سے ہر خط کے ختم پر ایک مستقل کاتب ایک مضمون لکھتے رہتے کہ ماہ مبارک قریب آرہا ہے۔ اس ناکارہ کو اس میں خط وکتابت کا بالکل موقع نہیں ملتا، آئندہ جو خط لکھنا ہو ماہ مبارک کے بعد لکھیں۔ آپ بھی اس کا اہتمام کریں کہ اس مبارک مہینہ کا کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ اس ناکارہ کا رسالہ فضائل رمضان اہتمام سے ابھی سے مطالعہ میں رکھیں۔ اگر مسجد یا مجمع میں سنانے کی کوئی صورت ہو جائے تو اور بھی اچھا ہے۔

بعض حضرات وہ ہوتے جو ذریعۂ مواصلات یا اعذار کی وجہ سے سفر نہ کر سکنے کی وجہ سے خط سے بیعت کی درخواست کرتے، ان کا جواب اس طرح ہوتا۔

تم نے بیعت کی درخواست کی ہے یہ ناکارہ لب گور ہے آج کل کا مہمان۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنے قرب وجوار میں حضرت اقدس مدنیؒ اور حضرت اقدس رائپوریؒ کے خلفاء میں سے استخارہ مسنونہ کے بعد جدھر میلان ہو بیعت ہو جائیں۔ اس کے بعد بھی تمہارا اصرار اسی ناکارہ ہی سے بیعت کا ہے تو پھر غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کریں۔ آئندہ اس کا عہد کریں کہ انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں کروں گا اور جو ہو جائے گا تو توبہ کروں گا اس کے بعد اس ناکارہ سے بیعت کا اقرار کریں اور پھر معمولات کے اسی پرچہ پر جو لفافہ میں رکھا ہوا ہے عمل شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

حضرت کی ڈاک میں عام طور پر اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے دعاء کی درخواست، پریشانیوں کے لئے دعا اور کچھ وظیفہ کی درخواست اپنے معاملات میں طلب مشورہ، تعویذ، مخصوص حضرات کے اور مختلف جماعتوں کے لیڈروں کے خطوط بھی اہم معاملات میں حضرت سے رہنمائی کی درخواست، خوابوں کی تعبیر، سہارنپور حاضری کی اجازت، سالکین کے اپنے احوال، مزید

ذکر کی اجازت، البعض کیفیات وحالات کے متعلق استفسارات وغیرہ مختلف امور ہوتے۔ مواجید واحوال کے لئے رہنمائی بھی قطب الاقطاب ہی کی شایان شان ہوتی۔

کوئی صاحب کشف کشوف وغیرہ لکھتے تو حضرت کا عموماً جواب یہ ہوتا۔

"ان چیزوں کی طرف التفات نہ کریں اپنا کام کرتے رہیں"

کوئی صاحب ذکر میں جی نہ لگنے کی شکایت لکھتے تو حضرت تحریر کرواتے۔

"دل لگنے کی پرواہ نہ کریں، معمولات کی پابندی ترقی کے لئے زینہ ہے۔ اس کا اہتمام کریں۔ انشاء اللہ جی بھی لگنے لگے گا"

کوئی صاحب خطرات ووساوس کا ہجوم لکھتے، حضرت جواب مرحمت فرماتے کہ۔

"اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ وساوس پڑے آتے رہیں تمہارا کیا بگاڑتے ہیں اور نہ ہی اس کے دفع کرنے کی کوشش کریں"

کوئی صاحب معمولات پر عدم پابندی لکھتے تو حضرت کا جواب یہ ہوتا۔

"جیسے کھانا پینا سونا بدن کی غذا ہے۔ اسی طرح یہ معمولات روح کی غذا ہے۔ کیا مشاغل کی وجہ سے کھانا پینا اور بیت الخلاء وغیرہ بھی چھوڑ دیتے ہو۔ اگر باوجود مشاغل کے ان کاموں کے لئے وقت مل جاتا ہے۔ تو روحانی غذا کے لئے بدرجہ اولیٰ وقت ملنا چاہیئے"

کوئی صاحب طالب مشورہ ہوتے تو حضرت عموماً یہ تحریر کراتے کہ۔

"مشورہ تو پورے حالات معلوم ہونے پر دیا جا سکتا ہے۔ اس ناکارہ کو آپ کے پورے حالات معلوم نہیں۔ اس لئے مشورہ سے تو معذوری ہے۔ البتہ دعا سے دریغ نہیں ہے لیکن آپ استخارہ مسنونہ کا ضرور اہتمام کریں۔ انشاء اللہ جو خیر ہوگا اس کے اسباب پیدا ہوں گے"

اگر کوئی صاحب لکھتے کہ حضرت کی فلاں کتاب کا مطالعہ کیا اس سے بڑا نفع ہوا تو جواب ہوتا کہ۔



"جو نفع ہوا وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ارشادات سے ہوا۔ میں نے تو صرف ان کو جمع کر دیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ میری گندگی حائل نہ ہوئی"

کوئی صاحب عدم اخلاص کی شکایت کرتے اور ریاء کی پریشانی کا رونا روتے حضرت تحریر کراتے۔

"اس فکر میں نہ پڑو اپنا کام کرتے رہو۔ ان شاء اللہ اخلاص بھی پیدا ہو جائے گا"

ایک مرتبہ ایک بہت بڑے بزرگ ایک بڑی تحریک کے اہم ذمہ دار نے حضرت سے عرض کیا، حضرت کوئی نماز بھی اخلاص والی نہیں، حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا، مولوی صاحب تم تو نماز کو کہو میرا تو کوئی سجدہ بھی اخلاص والا نہیں ہے۔" اللہ اللہ کوئی حد ہے تواضع کی اور ہمت افزائی کی۔[1]

# چند تجربات

## شرح صدر کے خلاف سفر کا تجربہ

اس سیاہ کار کو باوجود نااہلیت کے اس کا تجربہ بہت ہے کہ جب بھی کوئی شرح صدر کے خلاف سفر کیا یا تو جانے سے پہلے ہی بیمار ہوا یا دوران سفر وغیرہ ہوا اس کو بہت ہی بھگتنا پڑا۔ پھر سفر کے بعد کئی دن تک خمیازہ بھگتنا پڑا۔

(آپ بیتی ص ۳ صفحہ ۶۱)

## جس نے اپنے آپ کو اہل سمجھا ناکام رہا

اس ناکارہ کے پاس احباب کے رمضان گزارنے کا سلسلہ تو تقریباً تیس چالیس سال سے ہے۔ شروع میں تو دس بارہ آدمی ہوتے

[1] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف صاحب۔ [illegible]

تھے اور اس ناکارہ کا معمول یہ تھا کہ رمضان سے چند روز ان مہمانوں کو اپنے پاس رکھ کر رائپور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رمضان گذارنے کے واسطے بھیج دیتا اور ایک پرچہ بھی لکھ دیتا کہ ان کو حضرت کی خدمت میں رمضان گذارنے کے واسطے بھیج رہا ہوں۔ اس کی وجہ سے حضرت قدس سرہ کی توجہات عالیہ میرے مہمانوں پر خصوصی رہتی۔ اس میں مولوی عبداللہ کرسوی کے رفقاء خاص طور سے بہت قدیم آنے والوں میں تھے۔ اور کئی رمضان انھوں نے رائپور میں گزارے۔ بعض لوگوں کی حالت بہت اچھی ہوتی اور حضرت قدس سرہ کی توجہات سے اور بھی زیادہ پرواز کرتے۔ مگر وہاں کے بعض مقیمین حضرات نے میرے بعض مہمانوں سے کہہ دیا کہ تمہیں اب تک شیخ نے اجازت کیوں نہیں دی یہ چیز ان بے چاروں کے لئے سم قاتل بن گئی کہ وہ اپنے کو کچھ سمجھنے لگے۔ اس فن کا مسلم اصول یہ ہے کہ جب تک آدمی اپنے کو ناکارہ و نااہل سمجھتا رہے تو کامیاب ہے اور جب اپنے کو اہل سمجھنے لگے تو ناکام ہے۔ مجھے اپنے اکابر کے خدام اور دوستوں میں بہت سوں پر اس کا تجربہ ہوا۔

## کسی کو عار دلانا

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص کسی کو کسی گناہ کے ساتھ عار دلاتا ہے وہ مرنے سے پہلے اس میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔ یہ مضمون میرا بہت ہی مجرب ہے اور بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کر چکا ہوں (آپ بیتی ص۴۳)

## دعا اضطرار کی حالت میں

میرا اپنی ذات کیلئے بھی بیسیوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ جو دعا اضطراری طور پر مانگی گئی ہے وہ بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

## مدارس میں ذکر اللہ کا اہتمام ضروری ہے

میرا ایک تجربہ ہے جس کو بہت سے اہل مدارس کو



لکھتا رہتا ہوں۔ دوستوں نے چھاپ بھی دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی جتنی کوشش ہو سکے مدرسہ میں ضرور رکھیں۔ طلبہ میں بھی کم سے کم استغناء اور آپ کے تعلق والوں میں بھی کوئی ذاکر ہو تو اس سے فرما دیں کہ آپ کے کمرہ میں آکر طلبہ سے دور جس سے سبق کا حرج نہ ہو ذکر ضرور کر لیا کریں۔

## درود شریف کی کثرت دفع بلیات کا ذریعہ ہے

میرا اعتقاد ہے، تجربہ ہے کہ ذکر اور درود شریف کی جتنی کثرت ہوگی، امن و امان پیدا ہونے اور مصائب کے رفع کا ذریعہ ہے۔

## معمولات طعام

میری عادت یہ ہے کہ میں نے کبھی اکیلا کھایا نہیں۔ (آپ بیتی ۲ ص۹)

"اس ناکارہ کا معمول اپنی ابتدائی مدرسی یعنی ۳۵ھ سے ایک وقت کھانے کا ہو گیا تھا۔ (آپ بیتی ص۱۲۵)

ہندوستان کے قیام میں وہ ایک وقت دن کا ہوتا ہے اور حجاز مقدس کے قیام میں وہ ایک وقت شام کا ہوتا ہے کہ مشاغل کے اعتبار سے دونوں جگہ کے لئے یہی وقت مناسب ہے (آپ بیتی ص۱۳۵)

باب ششم

# خداداد اوصاف
# و
# کمالات

## دنیا سے بے رغبتی

باطنی کمالات میں سب سے بنیادی و جوہری کمال دنیا کے مال و منال اور جاہ و جلال کی محبت کا دل سے نکل جانا ہے۔ قرآن کریم نے حیاتِ دنیا کو "متاعِ غرور" فرمایا ہے اور حدیث میں اسے پرِ پشہ سے بھی زیادہ بے وقعت فرمایا ہے، جن مقبولانِ الٰہی کو حق تعالیٰ شانہٗ جاذبۂ محبت سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں، ان پر دنیا کی یہ بے وقعتی منکشف ہوجاتی ہے۔ حطامِ دنیا میں سے کوئی چیز ان کے لیے باعثِ کشش نہیں رہتی، بلکہ انہیں واقعۃً جیفۂ دنیا سے وحشت و نفرت ہوجاتی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے زہد و قناعت میں قدمِ راسخ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ گویا صرف دوسروں کے لیے تھا۔ اپنے لیے کچھ نہیں تھا۔ یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زہد کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے آپ کی دنیا سے بے رغبتی کا کچھ اندازہ ہوگا۔

### ۱- اپنا اس دُنیا میں کوئی مال نہیں

تربیت کے واقعات کے

نمبر ۲ پر تکیہ کا واقعہ گذر چکا ہے، جس کے آخر میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

اللہ ہی کا فضل وکرم ہے اور محض اس کا ہی لطف و احسان ہے کہ اس کے بعد جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں الحمد للہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے"۔ [1]

## ۲۔ مالداروں پر رشک کرنے کی بجائے ترس کھانا چاہئے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب کو لکھتے ہیں:

"دوسری چیز امراء کے ساتھ برتاؤ ہے۔ ان کے مال و دولت، ثروت اور راحت کو وقعت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں، یہ کوئی خوبی کی چیز نہیں بلکہ فتنہ کی چیز ہے۔ مال کی بدولت آدمی اکثر بڑے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف سے ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔ یہ مسئلہ ذرا نازک اور سمجھ کا ہے کہ ایک جانب تو ان کی دنیوی عزت و جاہ کی وجہ سے ان کا احترام ضروری ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمیوں سے ان کے مرتبہ کے موافق معاملہ کرو، دوسری طرف اپنی طبیعت کو ان پر رشک کرنے کے بجائے ترس کھانے پر آمادہ کرنا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان غریبوں کو کیسے فتنہ کی چیز میں مبتلا کر رکھا ہے کہ اگر یہ حضرات اس کا حق ادا کریں تو یقیناً مال اچھی چیز ہے، لیکن ہم لوگوں سے آج کل اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہم حقوق ہی

[1] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۸



ادا نہیں ہوتے تو مال کے حقوق کیا ادا کریں گے! اس لیے یہ بڑی نازک چیز ہے"۔ [1]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس گرامی نامہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ واقعۃً آپ کا حال تھا۔

## ۳۔ جھنجھانہ میں جدی جائیداد سے دستبرداری

جھنجھانہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی جدی جائیداد تھی۔ اس خیال سے کہ اس کے حصول میں مقدمات و منازعات کی نوبت آئے گی، اس سے صرف نظر فرما لیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

"اس ناکارہ کو تو مقدمات سے اتنی نفرت ہے کہ ہماری جدی جائداد جھنجھانہ میں ایک لاکھ روپے سے زائد کی بتلائی جاتی ہے ... میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد ۱۳۳۶ھ میں جھنجھانہ کے چند نوجوان شرفاء میرے پاس آئے، انہوں نے کہا کہ تمہاری جائداد کی ہم نے تحقیق کرالی ہے، وہ اسی (۸۰۰۰۰/-) ہزار روپے کی ہے، ہم لوگ اس کے خریدار ہیں۔ بالمقطع تیس ہزار میں اس کو خریدنا چاہتے ہیں۔ روپیہ نقد دیں گے اور ضمانت کے لیے، کہ ہم کوئی دھوکہ نہیں کر رہے اور آپ کے اطمینان کے لیے میرے والد کے حقیقی ماموں مولانا رؤف الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وکیل مظفر نگر، میرے حقیقی پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب کاندھلوی (مولانا انعام الحسن صاحب امیر التبلیغ نظام الدین کے حقیقی جد امجد) اور میرے رشتہ کے دوسرے پھوپھا حکیم عبد الحمید صاحب رئیس بڈولی اور میرے بعض

[1] مکتوبات تصوف حصہ اول ص ۵۰

اعسرہ کا بھی نام لیا کہ اپنے تعارف اور توثیق کے لیے ان سب کی تحریرات بھی آپ کو لا دیں گے۔ آپ سہارن پور ہی میں رہیں گے۔ صرف ایک بیعنامہ تیس ہزار نقد میں اس مضمون کا لکھنا ہوگا کہ میں اپنی جائداد جو قبضہ میں ہے، بعوض تیس ہزار روپے نقد فلاں فلاں کے ہاتھ فروخت کی، اور پھر انہوں نے کہا کہ آگے مقدمات کرنا اور ان کے قبضہ سے چھڑانا، یہ سب کام ہم خود کریں گے۔ تیرا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ تم اکابر ثلاثہ مذکورہ سے اس سلسلہ میں مشورہ کر لو۔ ہم ان کے پاس گئے تھے انہوں نے کہا کہ اس کا تعلق مولوی زکریا کی ذات سے ہے۔

وہ ہر قسم کی توثیق اور ہم لوگوں کے متعلق اطمینان دلانے کو تیار ہیں.. میں نے شدت سے انکار کر دیا۔ ان کو بڑی حیرت ہوئی اور بار بار تعجب سے سوال بھی کرتے ہے کہ تم کو اتنی بڑی رقم نقد مل رہی ہے، پھر کیوں انکار کرتے ہو، تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ میری یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب میں بائع ہوں گا تو مدعیٰ علیہ میں کیوں نہیں بنوں گا۔ مقدمات کی لغویات میرے بس کی نہیں۔ میں طالب علم آدمی ہوں، مجھے طلب علم میں جو مل رہا ہے اس پر تیس ہزار نہیں اس پر تیس لاکھ بھی قربان ہو سکتے ہیں"۔ [1]

## رہائش میں زُہد

اس عنوان کے تحت حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم کی کتاب "حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت اور اتباعِ رسول ﷺ" سے ایک اقتباس نقل کر دینا کافی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ دام مجدہم کی کئی پشتوں سے وجاہت، مرجعیت، خاندانی

[1] آپ بیتی نمبر ۵ صفحہ ۸۷



ریاست اور فراخ آمدنی کے علاوہ حضرتؒ کے یہاں مہمانوں کی کثرت، اپنے گھر کے افراد اور کنبہ کی وسعت وغیرہ بہت سے امور کا تقاضا تھا کہ حضرتؒ کا مکان بڑا اور عالیشان ہوتا، مگر سنتِ نبوی کے اس عاشقِ صادق کا گھر کم سے کم ضرورت اور مجبوری کا تھا، جو پہلے کچی اینٹوں کی ایک کوٹھڑی تھی، اور یہ اب تک اسی نام سے کچا گھر مشہور ہے۔ حضرتؒ کا یہ مکان اپنی دیواروں کے بغیر ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ تینوں دیواریں ملحقہ مکانات کی ہیں۔ احقر نے جب پہلی دفعہ یہ مکان دیکھا تو کوٹھڑی کے اندر ایک دیوار پر ... "پرنالے" کا نشان قائم تھا۔ سوچا کہ یہ پرنالہ اندر کیوں بنایا ہوگا؟ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دیوار دوسرے مکان کی ہے اور موجودہ جگہ پہلے خالی تھی، اسی طرح باقی دو دیواریں بھی دوسروں کی ہیں۔ ان کے درمیان چھت ڈال کر مکان بنایا گیا ہے۔ جس چھوٹے سے مردانہ حجرے میں حضرتؒ کا شب و روز قیام، بیت الخلاء، غسل خانہ اور مجلس کے لیے اینٹوں کے دو درکے" جن پر ٹاٹ بچھتا تھا، درمیان میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی تھی۔ اسی مکان میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مہمانوں کا کھانا بھی ہوتا تھا، جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں ہوتا تھا۔ حضرتِ اقدس شروع سے آخر تک سب کے ساتھ شریکِ دسترخوان رہتے ... معمولی درجے کی چھت آخر تک چلتی۔ جب چھت کی کوئی کڑی بوسیدہ ہو کر گرنے کو ہوتی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کڑی کی ڈال سے ایک "بلی" منگوا کر کڑی کے نیچے ٹیک لگوا دیتے، پھر جب کوئی دوسری کڑی گرنے کو ہوتی تو اسی طرح دوسری

ٹیک لگادی جاتی۔ اس طرح کمرے میں کئی "بلیاں" کھڑی تھیں۔ کمرے کے باہر جہاں سونا اور مجلس ہوتی تھی اس کی ایک دیوار بارش سے سیاہ تو تھی ہی، بوسیدہ ہوکر درمیان سے جھکی ہوئی تھی... اور کئی سالوں سے گرنے کے لیے تیار تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی خادم اس کی مرمت کے لیے کہتا تو چپکے سے فرماتے کہ کتنے تو یہاں رہنا ہے؟ یا اس جگہ چلے جائیں گے (یعنی آخرت میں) یا اس جگہ (یعنی حجازِ مقدس میں)، کہ ہمیشہ سے دونوں جگہ کا شوق، انکو اور ہر وقت یاد رہتی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی سُنا کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال الیقین کے درجے میں رہا کرتا تھا کہ نہ معلوم مرمت ہونے تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں، پھر مرمت سے کیا فائدہ؟ سبحان اللہ موت کا استحضار کس درجہ حضرتؒ پر رہتا تھا۔

صرف خدمتِ دین کے لیے سہارنپور کا قیام تھا۔ حتیٰ کہ سہارنپور کو اپنا وطن بنانے کی نیت نہیں کی، مسافرانہ ہی قیام رہا۔ آخر کئی سالوں کے بعد، اور جب کسی نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس دیوار کے نیچے مہمان اور اکابرین حضرت رائپوریؒ و حضرت مفتی نور اللہ مرقدہٗ جیسے بھی بیٹھتے ہیں، تو اس پر اس کی مرمت کروادی۔

ایک دفعہ حضرتِ اقدس، رائپور وغیرہ کے سفر میں تھے تو حضرت کے جاں نثار خادمِ خاص اور مینیجر کتب خانہ اور مہمانوں کے انتظامات کے مہتمم مولوی نصیر الدین مرحوم نے دروازے پر خوب صورت چھجہ بنوالیا، جہاں پہلے پانی کی روک کے لیے ٹین پڑا تھا۔ اور مکان کو سفیدی وغیرہ کروادی۔ واپسی پر حضرتؒ کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا اور خوب صورت چھجے کو اسی وقت تڑوا دیا۔

## نانا ابا کا مکان دیکھا

یہاں ایک لطیفہ بیان کرنا بھی مناسب ہے۔ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ



جب پہلی دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان ہوئے اور اسی کچی کوٹھڑی میں مع سامان تشریف لاکر وہاں بچھے ہوئے مونڈھے پر بیٹھ گئے، تو مکان کو اوپر نیچے سے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادتِ شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کردی۔ فرمایا کہ:

"اس کو دیکھ کر نانا ابا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کی یاد تازہ ہو گئی..." اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ.... "حضرت! کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی، اسلاف کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا"۔ [1]

## بوسیدہ ٹاٹ بدلنے پر نکیر

کچے گھر میں ایک بہت پرانا ٹاٹ بچھا رہتا تھا، جو بہت میلا ہوگیا تھا۔ مدینہ پاک سے ایک صاحب وہاں گئے تھے، انہوں نے اس میلے کچیلے ٹاٹ کو دیکھا، جس پر جنٹل مین قسم کے آدمی سے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا ہے، تو انہوں نے وہاں کے حاضر باش ایک غیر ملکی خادم کو چپکے سے کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹاٹ کے علاوہ کوئی اور چیز قالین وغیرہ تو بچھانے کی اجازت نہیں دیں گے مگر یہ ٹاٹ چونکہ کافی پرانا اور میلا ہوگیا ہے، میں اس کی بجائے نیا ٹاٹ لے آتا ہوں، اس کو ایسے وقت میں یہاں بچھا دو کہ حضرت تشریف فرما نہ ہوں...

اس خادم نے منظور کرلیا اور دوسرا نیا ٹاٹ پرانے کو ہٹا کر بچھا دیا گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے اور نیا ٹاٹ دیکھا... تو

---

[1] ص ۶۸ تا ص ۷۰۔

جلال آگیا، دریافت فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی، معلوم ہوتے ہی ان مدنی صاحب کو تو کیا کچھ فرماتے کہ وہ تو مہمان تھے، مگر اس خادم کو خوب ڈانٹا اور اس کو باہر نکال دیا اور اس نئے ٹاٹ کو ہٹا کر پھر وہی پرانا ٹاٹ بچھا دیا گیا۔ اس خادم نے بعد میں بہت رو دھو کر معافی مانگی تو بہت مشکل سے معافی ہوئی۔

(یہ واقعہ سنہ ۶۲ء کے لگ بھگ کا ہے۔ مدنی صاحب قاری سلیمان سورتی تھے اور خادم مفتی سلیمان افریقی تھے) [1]

## لباس میں زہد، اچھے کپڑے سے نفرت

تربیت کے واقعات میں نمبر ۹ پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ:

"اللہ کے فضل و انعام و احسان سے اچھے کپڑے سے جو نفرت اس وقت بیٹھی تھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا، اور اب تو واقعی اس کے اندر تصنع نہیں کہ اب اچھے کپڑے سے کچھ اس قدر نفرت سی ہو گئی ہے کہ اپنے ہی نہیں، دوسرے کے بدن پر بھی اچھا نہیں لگتا... اور اب دماغ میں یہ چیز جم گئی کہ اچھے کپڑے کے اندر کیا فائدہ؟ اگر اچھی غذا کھائی جائے تو خیر دماغ و جسم کو طاقت دیتی ہے، مگر اچھے کپڑے سے نہ رنگ و روپ میں فرق پڑے، اور نہ بدن میں طاقت آئے۔" [2]

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور جناب کرنل

---

[1] روایت ڈاکٹر اسماعیل

[2] آپ بیتی نمبر ۱، ص ۲۵



اقبال بھوپالی کے آپ کے لیے اچھے لباس بنوانے کی تمنا کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ آپ بیتی نمبر ۴ میں فرماتے ہیں:

"حضرت اقدس (رائے پوری) نور اللہ مرقدہٗ کو ہمیشہ یہ شوق رہا کہ میرے بدن پر اچھا کپڑا دیکھیں، بار بار اس کا اظہار بھی فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھوں، مگر جیسا کہ یہ ناکارہ آپ بیتی نمبر ۱ میں لکھ چکا ہے کہ ابا جان کے ان جوتوں کی بدولت، جو ابتدائی عمر میں بجائے پاؤں کے سر پر پڑ چکے تھے، واقعی مجھے اچھے کپڑے سے نفرت ہو گئی۔ اس لیے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ جب کوئی اچھا کپڑا مرحمت فرماتے تو میں بچوں.. یا دامادوں میں سے کسی کو دے دیتا۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے میری لاعلمی میں میرا ایک جوڑا حافظ صدیق سے منگایا، جو میرے کپڑوں وغیرہ کے منتظم ہیں، اور اس کے مطابق ایک بہت ہی خوب صورت جوڑا سلوا کر بھیجا، جس کو میں نے بہت ہی احترام سے پہنا۔" [1]

## کرتے کا استعمال بارہ سال

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"میرے پاس تو ایک کھدر کا کرتہ بارہ برس تک رہا۔ جو ہر سردی میں مسلسل پہنتا رہا۔ مارچ میں دھلوا کے رکھتا تھا، اور اکتوبر سے پہلے جمعہ کو پھر پہن لیتا تھا، وہ بارہ برس پھٹا ہی

---

[1] آپ بیتی نمبر ۴، ص ۱۲۵

نہیں، ایک صاحب نے زبردستی چھین لیا۔"[1]

ایک بار درسِ بخاری شریف میں فرمایا:

"یہ کرتہ چوبیس برس سے ہے، اور یہ پیشاب کی لنگی پہلے سفرِ حج سے ساتھ ہے، کسی نے دی تھی۔"[2]

## دو روپے کا سوئٹر پندرہ برس

تقسیمِ ہند کے موقع پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام نظام الدین میں چار مہینے تک رہا۔ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"جب یہ ناکارہ اخیر شعبان میں نظام الدین گیا تو گرمی کا زمانہ تھا، صرف ایک کرتہ، پاجامہ، لنگی ساتھ تھی۔ اس زمانے میں میرا دستور یہی تھا کہ جمعہ کے دن لنگی باندھ کر دھونے والوں کو کپڑے دے دیتے اور وہ دھونے والے آپس میں لڑتے بھی تھے کہ کون دھوئے، اس لیے بھی کوئی اشکال نہ ہوتا تھا، دو تین گھنٹے میں سوکھ گئے تو پہن لیے۔ اس لیے استعمال کا کوئی کپڑا ان تین کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ چار ماہ وہاں محبوس رہنا پڑا۔ اس میں خوب سردی آگئی۔ کپڑا خریدنے کا کہاں موقع تھا کہ دہلی آنا تو بہت خطرناک تھا۔ میرے مخلص دوست صوفی اقبال ہوشیار پوری ثم الپاکستانی ثم المدنی بھی میرے ساتھ محبوس تھے۔ وہ میری سردی کو محسوس کرکے ایک فوجی سے دو روپے میں ایک سوئٹر خرید کر لائے تھے۔

---

[1] مکتوب ۲۲ ربیع الاول بنام مولانا محمد یوسف ۱۳۷۱ھ۔

[2] بیاض مولانا محمد یوسف مرحوم



میں سوئٹر پہننے کا نہایت خالف تھا بلکہ مجھے اس سے نفرت تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی نہ پہنا اور نہ اپنے بچوں کو پہنایا۔ مگر مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے۔ میں نے اس کو پندرہ برس تک پہنا۔ اس کے بعد میرے ایک دوست مرحوم، وہ کئی سال سے مجھ پر مصر رہتے کہ اس سوئٹر کا قصور معاف کردو اور یہ بطور تبرک مجھے دے دو، میں اس کو اپنے کفن میں رکھوا لوں گا۔ اور میں ان سے یہ کہتا کہ دو روپے کا جب مجھے اور ملے گا تب دوں گا۔ مگر دو روپے کا کہیں نہیں ملتا تھا۔ پندرہ برس کے بعد انہوں نے ایک نیا سوئٹر مجھے لاکر دیا اور کہا واقعی دو روپے کا لایا ہوں ... مجھے یقین تو نہ آیا، مگر میں نے دو روپے اور اپنا سوئٹر ان کے حوالے کردیے۔"[1]

## گھریلو ضروریات کی منجانب اللہ کفالت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے گھریلو ضروریات کی مشغولی سے یکسر فارغ کردیا تھا اور آپ کے تمام اوقات صرف افادہ وارشاد اور دینی کاموں میں صرف ہوتے تھے۔ ایک مسترشد کے نام تحریر فرماتے ہیں:

"یہ صحیح ہے کہ اہل وعیال کے ساتھ یکسوئی تو یقیناً باقی نہیں رہتی۔ مگر اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے اس ناکارہ کو ساٹھ سال تک کہ پہلی بیوی کے نکاح کو تقریباً ۶۲ سال ہوگئے، ہمیشہ یکسو رکھا۔ مالک کے کس کس احسان کا شکر ادا کرسکتا ہوں۔ مجھ کو کبھی بھی کسی چیز

---

[1] آپ بیتی نمبر ۵، ص ۱۲

سے سابقہ پڑا کر کیا چاہیے؟ اور کیا آدرے گا؟ اللہ نے محض اپنے فضل و انعام سے ہمیشہ ہی دوستوں کو مجھ نااہل بیکار نابکار کی ضروریات کے لیے متعین فرمایا اور اس ناکارہ سے شکریہ ادا نہ ہوا ... اللہ ہی معاف فرمائے لیکن ہر شخص کا معاملہ الگ ہوتا ہے۔" [1]

## بازار سے بے تعلقی

ایک بار درس بخاری میں فرمایا:

"پوری عمر میں ایک مرتبہ بازار سے چار پیسے کے پان خریدے ہیں، وہ بھی حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی اہلیہ محترمہ کے لیے، ورنہ زندگی بھر کوئی چیز بھی نہیں خریدی"۔ [2]

## تواضع اور کسر نفسی

جن حضرات کو حقیقت کبریٰ تک رسائی اور حق تعالیٰ شانہٗ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے انہیں (اپنے تمام کمالات کے باوصف) اپنا وجود ہیچ در ہیچ نظر آتا ہے۔ یہی عبدیت و فنائیت کا وہ مقام ہے، جہاں پہنچ کر وہ اکابر یہ ارشاد فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وجودک ذنب لا | تیرا وجود ہی ایک ایسا گناہ ہے جس کے |
| یقاس بہ ذنب | برابر اور کوئی گناہ نہیں۔ |

اکابر اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے اس نوع کے واقعات و ارشادات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ قطب العالم حضرت اقدس مولانا

---

[1] مکتوب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ بنام ڈاکٹر اسماعیل صاحب

[2] بیاض مولانا عبدالرحیم صاحب متالا۔



رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے بارے میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے کچھ حالات لکھے، مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بھائی ہمیں تو اب تک بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے، کیا ٹھکانہ ہے تواضع کا (پھر فرمایا کہ) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے۔ بعض مخلص لوگوں کو اس سے شک ہوگیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے، تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے (پھر حضرت حکیم الامت نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ) بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی، پس مولانا اپنے کمالاتِ موجودہ کی کمالاتِ آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے۔" (حسن العزیز صلا) [1]

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مکتوباتِ شریفہ میں متعدد جگہ یہ شعر لکھا ہے:

| | |
|---|---|
| یظن الناس بی خیراً وانّی | لشر الناس ان لم یعف عنی |

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے:

"صاحب کمال جتنی زیادہ ترقی کرتے ہیں اتنی ہی ان میں تواضع زیادہ ہوتی ہے۔ اخیر میں یہ ہو جاتا ہے کہ وہ یوں سمجھتے ہیں کہ مجھ سے کون بُرا ہوگا"۔ [2]

---

[1] آپ بیتی نمبر ۶ ص ۲۷۲، اکابر کا تقویٰ ص ۱۳، از جناب صوفی محمد اقبال صاحب

[2] بیاض مولانا عبدالرحیم متالا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اسی معراجِ کمال پر فائز اور انتہائی تواضع کے حامل تھے۔ ارشاد فرماتے تھے:

"میں بلا تواضع و تصنع بہت سی مرتبہ ختمات میں اس واسطے نہیں جاتا کہ میری وجہ سے اوروں کی دعائیں رد نہ ہو جائیں۔ لیکن اوروں کو چونکہ اہمیت اس ناکارہ کی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے مجبوری کو جاتا ہوں،

اپنے عیوب و نقائص کا استحضار ہی تواضع کی اصل روح ہے، اور بعض اہلِ حال کی زبان فرطِ حیا کی وجہ سے دعا سے گنگ ہو جاتی ہے، لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ پنبہ و آتش اور شیشہ و آہن کی جامعیت رکھتے تھے، اس لیے اپنی اپنی جگہ دونوں کا حق ادا فرماتے تھے...

ایک مکتوبِ گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

پیارے میں اور میری توجہ جیسی ہے وہ مجھے ہی معلوم ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ جتنی برائیاں آ رہی ہیں وہ میری وجہ سے آ رہی ہیں، لیکن مالک سے مانگے بغیر چارہ نہیں۔ فقیروں کا کام تو مانگنا ہی ہے، اس کے کرم سے بعید نہیں کہ جو امیدیں دوست لگائے بیٹھے ہیں وہ پوری ہو جائیں۔ اللہ کے احسانات امت کے حال پر لا تعد و لا تحصی ہیں، مگر امت خود معاصی میں اتنی گرفتار ہے، جتنا کرم بڑھتا جا رہا ہے، نافرمانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔"[1]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنے متعلقین کی اصلاح کے لیے ان کی کوتاہیوں پر نکیر بھی فرماتے تھے، لیکن عین اس حالت میں بھی یہ استحضار رہتا تھا کہ میں سب سے

---

[1] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا ۱۵ر اکتوبر [illegible]



زیادہ گنہگار ہوں۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"میرا حال تو تمہیں معلوم ہے کہ اپنے کو سب سے زیادہ گنہگار سمجھتا ہوں، اس لیے دوسروں کی لغزشوں اور گناہوں پر غصہ بہت کم آتا ہے، البتہ جہاں کہیں انتظام میرے متعلق ہوتا ہے وہاں انتظاماً غصہ ظاہر کرنے پر مجبور ہوتا ہوں اور بمصالحِ مدرسہ تغیر و تبدل بھی ضروری سمجھتا ہوں۔"[1]

غلبۂ تواضع کی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اپنے عقیدت مندوں کی جانب سے تعریف و ستائش کا کوئی لفظ سننا گوارا نہیں تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے محبِ صادق مولانا محمد یوسف متالا زید مجدہم کی فرمائش پر حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی نے ایک قصیدہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف نظم کیے... "وصفِ شیخ" کے نام سے یہ قصیدہ مع شرح کے شائع ہوا تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مولانا متالا صاحب زید مجدہم کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"مفتی صاحب نے کلکتہ میں جو نظمیں کہیں وہ تو برحق، لیکن تم نے اس سیاہ کار کے متعلق جو فرمائش کی وہ بالکل بے محل ہے۔ میرے پیارے! مجھے ایمان پر مرنے دو، پھر جو چاہے لکھتے رہو، ان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ، اگر ایمان پر خاتمہ ہو جائے تو تمہارے سب کے حسنِ ظن صحیح ہیں، اور اگر خدا نہ کرے... خدا نہ کرے کوئی دوسری صورت ہوئی تو تم ہی بتاؤ کہ میرے علاوہ تمہاری بھی کتنی

---

[1] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا ۱۰ر جولائی [illegible]

"رسوائی ہوگی۔ میں تو دوستوں کو بہت منع کرتا ہوں کہ میری زندگی میں کچھ میرے متعلق نہ لکھو"۔ [1]

ایک مرتبہ اپنے مخلص خادم جناب صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی کے نام تحریر فرمایا:

"میرا فیض ساری دنیا میں پہنچ رہا ہے اس کو تم جانو یا تمہارے مجددی صاحب جانیں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ دنیا میں جہاں گندگی پھیل رہی ہے وہ میری وجہ سے ہے۔ عبدالحفیظ کے مکاشفے سر آنکھوں پر، اللہ جل شانہٗ محض اپنے فضل و کرم سے مجھ رُو سیاہ کو کسی قابل بنا دے"۔ [2]

جناب مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے "سوانح یوسفی" مرتب فرمائی تھی۔ اس کا ایک باب جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے متعلق تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی مدت فیوضہم سے لکھوایا ۔۔۔ اور کتاب کے اہم ابواب طباعت سے قبل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو سُنائے۔ لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق حصہ اس خیال سے نہیں سنایا کہ اگر سنایا گیا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ اس کو کتاب میں شامل کرنے سے منع کر دیں گے۔ طباعت کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کوشش کرنے پر مؤلف مرحوم کے نام وہ طویل گرامی نامہ لکھوایا جو آپ بیتی نمبرا کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] مکتوب بنام مولانا محمد یوسف متالا، ۱۷ جنوری ۱۹۸۰ء
[2] مکتوب بنام صوفی محمد اقبال صاحب ۱۹ نومبر ۱۹۸۰ء



نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

عزیز گرامی قدر و منزلت، ما قاکم اللہ وسلم۔ بعد سلام مسنون، تمہاری کتاب سے بہت ہی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں جہان میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اس کے منافع دینی و دنیوی سے بھرپور متمتع فرمائے۔ امید سے زیادہ بہتر لکھی ۔۔۔

ایک باب کے سوا جو تم نے علی میاں سے لکھوایا، ساری کتاب میں بہت لطف آیا۔ البتہ یہ باب تم نے گلاب کی حوض میں ایک بوتل پیشاب کی ملا دیا، یا مہذب الفاظ میں نہایت نفیس مخمل میں پرانے ٹاٹ کا پیوند لگا کر کتاب کو بدنما کر دیا"۔ [1]

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی شہرۂ آفاق کتاب "اوجز المسالک" پر ایک مختصر سا مقدمہ تحریر فرمایا تھا، جس میں چند کلمات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں بھی آ گئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مقدمہ تو شوق میں آتے ہی سُنا مگر حضرت! بلا تصنع و بلا تودیہ عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات کی تحریرات میں کتاب کے متعلق جو ہو، وہ سر آنکھوں پر کہ لوگوں کے واسطے ترغیب کا سبب ہو، لیکن اپنے متعلق اس میں جو سُنتا ہوں اس کو واقعی برعکس نہند نام زنگی کافور سے بڑی

---

[1] آپ بیتی نمبرا، ص ۳

ندامت ہوتی ہے۔ کاش میں اس قابل ہوتا۔ علی میاں سے میرا مستقل اصرار اسی پر رہتا ہے۔ عزیز محمد ثانی نے عزیز یوسف مرحوم کی سوانح لکھی، اور اس میں ایک باب اس سیہ کار کے متعلق بھی تبعاً آگیا۔ تو علی میاں نے ثانی کے کہا تھا کہ یہ باب میں لکھوں گا اور یہ باب، طباعت سے پہلے تجھے نہیں دکھایا جائے گا۔ ہر چند میں نے انہیں کہا آپ پہلے مجھے سنا دو، تاریخی چیزوں میں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مگر علی میاں نے کہا کہ تو نہ معلوم کس کس چیز پر قلم پھیر دے گا۔ چنانچہ میرا خیال صحیح ہوا اور کچھ غلطیاں اس میں ہوگئیں۔ اسی کے رد میں میں نے علی میاں کو ایک خط لکھا، اسی سے آپ بیتی بن گئی۔"

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تواضع، فنائیت اور خود شکنی و خود فراموشی کا تجربہ ہر شخص کو کھلی آنکھوں شب و روز ہوتا تھا۔ بطور نمونہ اس کے چند واقعات جناب صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم کے رسالہ "اکابر کا تقویٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔

## بلند ہمتی اور علوئے استعداد

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

"حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی سب سے نمایاں صفت اور اقران و معاصرین میں ان کا امتیاز وہ عالی جوہر، بلند استعداد اور بلند ہمت ہے جو ان کے حصہ میں آئی۔ ان کی علوئے استعداد کی شہادت بڑے بڑے اہلِ نظر نے دی ہے اور اس کے بغیر ترقیات اور کمالات، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا ہے، ممکن نہیں۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار حضرت



شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "ہماری جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے تم لوگوں کی ابتداء ہوتی ہے"... کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ان چچا بھتیجا (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) کی بات ہی الگ ہے"... ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی نسبت شیخ الحدیثؒ کی طرف منتقل ہوئی"... مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخؒ کے ساتھ اپنے ایک خورد اور فرزند کا سا معاملہ جتنا فرماتے اس سے زیادہ ایک بزرگ اور بلند مرتبت شیخ کا سا معاملہ فرماتے۔

بلند ہمتی و عالی حوصلگی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سارا محور گھومتا ہے، ان کے خمیر میں علوئے ہمت اور فراخیٔ حوصلہ کا جوہر تھا۔ علم و تصنیف کا میدان ہو، یا عبادت و قربِ الٰہی کا، خدمت و مہمان داری کا ہو یا زہد و توکل کا، ہر جگہ ان کی بلند ہمتی کے جوہر عیاں تھے"۔[1]

## توکل اور اعتماد علی اللہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام میں اور ہم لوگوں میں بڑا بنیادی فرق یہ ہے کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد پر یقین و اعتماد ایسا کلی اور قطعی تھا کہ اس میں ان کو کوئی تردد نہیں رہتا تھا، اور

---

[1] سوانح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم، ص ۱۹۳-۱۹۵

ہم لوگوں کا اعتقاد زبانی ہے، قلبی نہیں۔ لیکن میں نے اپنے اکابر میں اس اعتماد کو علی وجہ الاتم پایا۔ ان حضرات کے نزدیک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے ڈرایا یا منع کیا، اس سے خوف اور بچنا ایسا طبعی بن گیا تھا، جیسا ہم لوگوں کو سانپ بچھو سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن پاک اور احادیث کے ارشادات ایسے قطعی تھے کہ ان میں کوئی عقلی نہیں، طبعی بھی تردد نہ رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس دولت کا کوئی شمہ اس سیاہ کار کو بھی نصیب فرمائے۔"[1]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے اکابر کے اعتماد علی اللہ کا جو نقشہ کھینچا ہے یہ واقعتہً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا حال ہے، لیکن ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

مشکل سے مشکل اوقات میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا جوہرِ اعتماد توکل علی اللہ نکھر کر سامنے آجاتا تھا۔

رمضان ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ مرکز تبلیغ نظام الدین کی مسجد میں معتکف تھے، ۲۷ رمضان المبارک کی شب کو تقسیم ہند کا اعلان ہوا۔ ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ تو پہلے سے شروع تھا۔ اعلان تقسیم کے بعد تو وہ قیامت برپا ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ چار مہینے تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نظام الدین میں قیام کرنا پڑا، کہ تمام راستے مسدود تھے۔ اس پورے عرصہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد علی اللہ کے عجیب و غریب مناظر سامنے آئے۔ آپ بیتی نمبر ۵ میں اس دور کے واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ یہاں بقدرِ ضرورت

---

[1] آپ بیتی نمبر ۶، ص ۹۲



اس کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

"اس ناکارہ کا معمول چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے بعد سے اکثر ہی رمضان نظام الدین گذارنے کا تھا۔ جیسا کہ ابھی لکھوا چکا ہوں۔ تقسیم والے سال حسب معمول ۲۹ شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء بروز شنبہ دہلی روانہ ہوا اور بعد ظہر دہلی پہنچا اور عصر کے وقت نظام الدین پہنچا۔ چونکہ ۲۹ تاریخ تھی اس لیے حسب معمول عصر کی نماز پڑھ کر ایک ماہ کے لیے اعتکاف کی نیت سے چچا جان کے معتکف میں بیٹھ گیا۔ اسی رمضان مبارک کی ۲۷ شب قدر میں ۱۲ بجے ۱۵ اگست کو مجوزہ تقسیم کا اعلان ہوا۔ اور اسی شب میں مولانا منظور نعمانی صاحب نے خوب زور دار دعائیں رو رو کر کرائیں کہ ان کا قیام بھی اس زمانے میں نظام الدین میں تھا۔ اور بھی بہت سے اہل خیر حضرات کا قیام اس زمانے میں وہاں رہا۔

مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نے بھی یہ رمضان وہیں گذارا۔۔۔ کشت و خون، قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ بنگال، بہار میں تو کئی ماہ پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا اور روز افزوں تھا۔ تقسیم کے بعد ہند و پاک میں وہ خون کی ندیاں بہیں کہ الامان والحفیظ۔ ان کی تفصیل نہ تو میرا موضوع ہے اور نہ اس کی ہمت ہے۔ قرآن شریف اور احادیث پاک میں قیامت اور حشر کا جو منظر پڑھا تھا۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ! (ترجمہ) یاد کرو اس دن کو جس دن کہ آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں باپ اور بیوی اور

اولاد سے اور ہر شخص کے لیے ایک خاص حالت ہوگی جس کی وجہ سے وہ ہر شخص سے بے تعلق ہوگا۔ یہ سب ناظر اپنی آنکھوں سے دیکھیے۔ نظام الدین سے اسپیشل تباد لۂ آبادی کے سلسلہ میں مغرب کے بعد روانہ ہوا کرتا تھا اور ظہر کے بعد سے نظام الدین کی مسجد اس قدر بھر جایا کرتی تھی کہ مسجد کے باہر بھی دُور دُور تک آدمی ہی آدمی ہوتے تھے اور عصر کے بعد بالکل خالی ہو جاتی اور ایک ہُو کا عالم ہوتا تھا۔ اسپیشل کی روانگی کے بعد اسی (۸۰) اسی (۸۰) شیر خوار بچے اسٹیشن پر پائے گئے، جن کو ان کے ماں باپ اسٹیشن پر چھوڑ کر ریل میں سوار ہو گئے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ ان بچوں کو کہاں چھوڑ رہے ہو تو وہ نہایت بے دردی سے جواب دیتے کہ اگر صحیح و سلامت پاکستان پہنچ گئے تو وہاں اور پیدا ہو جائیں گے، اس بوجھ کو کہاں اٹھائیں گے"۔ ؎

اس موقعہ پر تو واقعی قرآن پاک اور احادیث کی دعاؤں کا اس قدر تجربہ ہوا کہ کوئی حد نہیں۔ اللہ جل شانہٗ اس زمانے کا سا اعتقاد اور دعائی پر یقین بغیر فساد و ہنگامہ کے اگر اب بھی نصیب فرما دے تو اس کا کرم ہے میرا اپنا بھی بہت سی چیزوں کا تجربہ ہے۔ تلاشی مکان کی اور مسجد بنگلہ کی اس زمانے میں خوب ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بہت بڑی گورکھا فوج ہتھیاروں سے مسلح، نہ معلوم ان بے چاروں کو کیا غلط روایات پہنچی تھیں کہ وہ سب آئے۔ یہ سیاہ کار مسجد میں تھا۔ وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا ومن خلفھم سدًّا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون ۝

؎ آپ بیتی نمبرہ، ص ۷



یہ آیت اتنی کثرت سے زبان پر بے اختیار جاری ہوئی کہ تعجب ہوا۔ دس پندرہ آدمی اوپر نیچے چھتوں پر تلاشی لیتے رہے، مگر کسی چیز کو چھیڑا تک نہیں۔ معلوم نہیں کہ نظر نہیں آئی یا کوئی اور بات پیش آئی۔ کئی مرتبہ نظام الدین کی مسجد بنگلہ پر حملہ کی موثق روایات بھی سننے میں آئیں مگر ہر مرتبہ میں اللہ جل شانہٗ نے اس قدر مدد فرمائی کہ مغرب کے وقت سے جو بارش اور اولوں کا زور ہوتا تھا تو سارے راستے مسدود ہو جاتے تھے۔ اس زمانے میں ایک عجیب واقعہ سننے میں آیا تھا۔ اللہ جانے کیا حقیقت تھی۔ ایک فسادیوں کا ہجوم جنگل کی طرف سے حملہ کے لیے آیا۔ لیکن ایک دم ہی بھاگ گیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی انہوں نے کہا کہ یہاں کے زندہ تو زندہ، مُردے بھی لڑتے رہتے ہیں۔ اور مقابلہ کے لیے تیار ہیں۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ جب ہم مسجد بنگلہ کے قریب پہنچے تو قبروں سے مُردے اٹھتے ہوئے نظر آئے اس لیے ہم واپس ہو گئے۔۔۔۔ یہ میں نے ایک ہی قصہ لکھوایا۔ اس قسم کے بہت سے قصے ہیں، معلوم نہیں کہ یہ قصے لکھوانے کے بھی ہیں یا نہیں"۔ ؎

ان دنوں چونکہ ہمیشہ مسجد بنگلہ پر حملہ کا خطرہ رہتا تھا، اس لیے لوگ حجروں میں چھپ کر سوتے تھے۔ لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ باہر کھلے صحن میں اطمینان سے سوتے تھے کہ گویا کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں۔ نیز ان دنوں لوگوں کے پاس جو رقمیں ہوتی تھیں انہیں اپنے پاس رکھتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

؎ آپ بیتی نمبرہ، ص ۱۱

کو رکھنے کے لیے دے دیتے۔ حضرت شیخؒ اپنے کُرتے کی جیب میں رکھ لیا کرتے اور رات کو سوتے وقت وہ کُرتہ ایک کیل پر ٹانگ کر کھلے صحن میں آرام فرماتے۔ ؎

اسی نوعیت کے دو واقعے مولانا عبدالرحیم متالا زید مجدہم نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"۱۹۶۵ء میں ہند و پاک کی جنگ کے دوران حالات ہر جگہ تشویشناک تھے۔ بالخصوص ان شہروں میں، جو بارڈر کے قریب تھے۔ بہارنپور اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے چونکہ پنجاب کا دہانہ ہے، اس لیے یہاں کے مسلمانوں کو بڑی تشویش تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ قدیم کی مسجد میں، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نمازِ پنجگانہ ادا فرماتے تھے، بعد عشا ختم لیٰسین شروع کرا دیا اور دارالطلبہ کی مسجد میں ختم آیتِ کریمہ ہونے لگا۔ بلیک آؤٹ کا یہ عالم تھا کہ مغرب کے بعد دیا سلائی جلانا بھی مشکل تھا... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے متصل ہی پیچھے ہندوؤں کی بڑی آبادی تھی۔ اور عام طور سے وہی جن سنگھیوں کا اڈا تھا۔ مغرب کے بعد ان کے جتھے گشت کرتے اور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا۔ ختم لیٰسین شریف کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے ہی ہوتی اور لوگ سو جاتے۔ خوف و تشویش کے ان حالات میں بھی حضرتؒ پر ذرہ برابر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار ظاہر نہ ہوتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تو خیر کیا پریشانی ہوتی، حضرتؒ کی برکت سے ہم خدام کو بھی نہایت سکون و اطمینان کی کیفیت حاصل رہی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ہم کسی زبردست پہاڑ کے دامن میں

---

؎ روایت ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمنی



کھڑے ہیں۔ دوسرے لوگ ان دنوں بازاروں میں بے فکری سے گھومنے سے بھی ڈرتے تھے، لیکن ہم لوگ بلا خوف و خطر آتے جاتے تھے۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ علیگڑھ میں پیش آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بسلسلہ علاج چشم ہسپتال میں مقیم تھے۔ آنکھوں کا آپریشن ہو رہا تھا۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ بھائی ابوالحسن ہفتہ بھر کی ڈاک لے کر آتے تھے۔ جو سینکڑوں تک ہوتی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی تھی، اسی حالت میں لیٹے لیٹے خطوط کے جواب لکھواتے... ساتھ ہی آپ بیتی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، جو صبح کی نماز سے دوپہر تک، مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد دیر تک چلتا رہتا۔ کئی سو صفحات آپ بیتی کے وہیں ہو گئے تھے اور احقر ہی کاتب تھا۔

علیگڑھ میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے حالات ایک عرصے سے گڑبڑ چل رہے تھے۔ ان دنوں میں تو حالات بہت ہی خراب تھے۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ایک جمعہ کو ہندوؤں کی طرف سے جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس کے لیے قرب و جوار سے ہزاروں لاکھوں افراد کو مدعو کیا گیا۔ مسلمان خصوصاً سر برآوردہ حضرات بہت ہی پریشان تھے۔ وہ شہر کو فسادات کی آگ سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ کو بذریعہ تار اطلاع کی گئی، اور نظم و نسق بحال رکھنے کی درخواست کی گئی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی برابر حالات دریافت فرماتے رہتے، اور فکرمند رہتے۔ بالآخر جمعہ کا دن آ گیا۔ جمعہ کی صبح کو نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی نصیر الدین صاحب مرحوم اور حاجی عظیم اللہ صاحب (جو حضرتؒ کے علیگڑھ کے میزبان اور حضرتؒ سے بہت محبت و تعلق رکھنے والے تھے) کو آواز دی... "اجی! حاجی جی کیا خیر و خبر ہے"۔

مجھ پر نہیں رہا' بلکہ اس کا عکس ہوا ہے تو بے محل نہیں"۔ [1]

مولانا نصیر الدین صاحبؒ مرحوم کے ایک جملہ سے یہ ظاہری مادّی سہارا بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اور آپ کے مہمانوں کی روزی کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانۂ غیب سے کس طرح فرمایا؟ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص جناب مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رمضان مبارک میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی مہمان نوازی و فیاضی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ماہِ مبارک میں جبکہ آخر میں مہمانوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی' روزانہ کا کئی کئی ہزار کا خرچ تھا۔ رجسٹر میں آمد و خرچ کا اندراج بھی اکثر احقر ہی سے کراتے تھے۔ بڑا خرچ ہوتا تھا۔ تہجد سے فراغ پر اذان فجر سے کچھ پہلے جبکہ مرحوم مولانا نصیر الدین صاحبؒ مہمانوں سے فارغ ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معتکف میں آتے' اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے۔۔۔ حضرتؒ دریافت فرماتے' نصیر نمٹ گیا؟ مولانا جواب دیتے' جی الحمد للہ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کبھی دریافت فرماتے' کھانا کم تو نہیں ہوا؟۔۔۔ کبھی دریافت فرماتے' کھانے میں کیا کیا تھا؟ اس کے بعد ارشاد فرماتے۔ نصیر خوب کھلا' میرے مہمانوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ پیسوں کا فکر نہ کر۔۔۔ جتنے چاہے مجھ سے لے لے۔ لیکن خوب کھلا۔ اور فرماتے:

انفق یا بلال و لا تخش من ذی العرش اقلالاً

آخری رمضان المبارک میں تو خرچ ایک لاکھ سے کئی ہزار اوپر ہو گیا تھا'

---

[1] آپ بیتی نمبر ۵' ص ۸۶



جو بظاہر اس فقیر بوریہ نشین لیکن حقیقت میں بادشاہ عالی مکان کے لیے باعث مسرت و خوشی تھا' اور چاہے جتنا ہو جائے اور بڑھ جاوے اس کے لیے اپنے رب کریم اور رزاق دو جہاں پر پورا بھروسہ اور یقین کامل تھا کہ خزائن السموات والارض سے مزید آئے گا۔ اور کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے صحیح ارشاد فرمایا تھا کہ ۔۔۔ "حقیقت توکل تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے"۔ [1]

"حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تمام تر منشا و ارادہ سے بذل المجہود کو ٹائپ پر طبع کرانے کی تھی۔ کہ عرب حضرات لیتھو کی طباعت سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے اس کے لیے مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے مصر میں طباعت کا انتظام فرمایا تو حضرتؒ بے حد خوش ہوئے مگر اس پر سات لاکھ روپے کا خرچ ہونا تھا اس لیے حضرتؒ کو وقتی طور پر تھوڑا سا فکر ہوا کہ اتنی بڑی رقم درکار ہے تو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رائے پوریؒ نے بہت سے لفافے حضرت شیخؒ کو دیئے' جن میں مختلف رقمیں تھیں۔ اس خواب کے بعد حضرتؒ کو اطمینان ہو گیا کہ غیب سے انتظام ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بذل بھی ٹائپ پر طبع ہو گئی اور اس کے بعد اوجز اور لامع بھی ٹائپ پر طبع ہو گئیں"۔ [2]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد و توکل علی اللہ کا مشاہدہ تو ہر دیکھنے والے

---

[1] تحریر مولانا عبدالرحیم متالا

[2] تحریر ڈاکٹر اسماعیل صاحب

کو ہوتا رہتا تھا۔ مولانا نصیر الدین صاحبؒ مرحوم، جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مدار المہام اور مہمان خانہ کے منتظم تھے اور رمضان مبارک میں معتکفین اور دیگر مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام انہی کے سپرد ہوتا تھا، آخر شب میں اذان فجر سے پہلے حاضر خدمت ہوتے اور یومیہ مصارف حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے وصول فرما لیتے۔ وہ جتنی رقم کا مطالبہ کرتے، حضرت نوراللہ مرقدہٗ فوراً پیش فرما دیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہیں یہ جواب ملا ہو کہ ابھی نہیں، پھر لے لینا۔

## ذوقِ عبادت

ذکر و تلاوت، اوراد و اشغال اور نفلی عبادات کی دو حیثیتیں ہیں، ایک دوا کی اور دوسری غذا کی۔ جب تک ذکر الٰہی قلب میں راسخ اور روح میں پیوست نہیں ہو جاتا، اس وقت تک اُن کی حیثیت دوا کی ہے۔ طبیعت کو دوا کی رغبت قطعاً نہیں، مگر چونکہ علاج کے لیے دوا کا استعمال ناگزیر ہے، اس لیے طبیعت پر جبر کر کے طبعی ناگواری کے باوجود دوا کا استعمال ضروری سمجھا جاتا ہے، کیونکہ معلوم ہے کہ اس کے بغیر شفا نہیں ہوگی۔ اسی طرح ابتداء میں اذکار و اوراد وغیرہ میں نفس پر جبر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور خواہ طبیعت پر کیسی ہی گرانی ہو، ان کی پابندی روح و قلب کی اصلاح کے لیے ضروری ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ذکر و عبادت سے قلب کو مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور روح اس کے آثار سے منور ہونے لگتی ہے۔ تو ان میں وہ کلفت باقی نہیں رہتی جو ابتداء میں تھی۔ بالآخر جب ذکر و عبادت سے روح و قلب کی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور یہ قلب کا ملکہ راسخہ اور روح کی غذا بن جاتی ہے تو معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ کہ ذکر و تلاوت اور عبادات سے نشاط و سکون حاصل ہوتا ہے، اور ان کے بغیر قلب و روح بے چین ہو جاتے ہیں۔ ذوقِ عبادت کی یہی وہ دولت



ہے کہ جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے اور جو حضرات اس کو پا لیتے ہیں، وہ یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں:

چو چتر سنجری رخِ بختم سیاہ باد | در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب | من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

اور وہ بڑی سے بڑی مادی پیش کش کو بھی یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم | با بادشاہ بگو کہ روزی مقرر است

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قلب اطہر کو اسی دولت سے لذت آشنا کیا تھا۔ یوں تو آپ کے اوقاتِ عزیزہ کا ایک ایک لمحہ دینی کاموں کے لیے وقف تھا (اور وقت کی قدر بھی آپ کا ایک خصوصی امتیاز تھا) لیکن خاص عبادات ذکر و تلاوت، نماز کے طویل قیام اور شب کی تنہائیوں اور مناجاتوں میں جو لذت آپ کو نصیب ہوتی تھی وہ دیدنی تھی نہ کہ شنیدنی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص جناب صوفی محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں:

"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری رات نماز پڑھنے کا معمول دائمی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا معمول طویل قرآت کے ساتھ اوابین کا تو دائمی رہا اور مجاز کے قیام میں جب تک کچھ قوت رہی، تو چاشت کی نماز میں بھی کثرتِ تلاوت کا معمول رہا، لیکن تدریسی و تصنیفی مشاغل کی بناء پر رات کو دیر سے سونا ہوتا ہے، حتیٰ کہ علمی انہماک کی وجہ سے رات کا کھانا بھی دائمی طور پر حذف فرما رکھا ہے تاکہ کھانے کے بعد نیند کا غلبہ نہ ہو، اس لیے گیارہ ماہ تو مختصر تہجد کا معمول ہوتا ہے اور ماہ مبارک رمضان شریف میں چونکہ تدریسی اور تصنیفی مشاغل سے فارغ ہوتے ہیں، اس لیے پوری رات نماز کے

اندر تلاوت میں گزرتی ہے۔ تراویح کے بعد سے سحری تک نوافل میں تلاوت فرماتے ہیں اور دن کے نوافل کی تلاوت ملا کر روزانہ ایک قرآن پاک اور پانچ یا سات پارے مزید کا دائمی معمول رہا۔ اسی دن کے اوقات میں کچھ حصہ مصحف شریف سے دیکھ کر بھی ہوتا ہے اور عصر سے مغرب تک تو نوافل کا وقت نہیں ہوتا تقریباً پانچ پارے زبانی سنانے کا معمول رہا ہے۔ اس تلاوت میں تیزی کے ساتھ تدبر اور گریہ کی حالت بھی رہتی ہے۔ اور آواز کی بلندی بھی، جو زنانہ مکان کے اندر سے باہر کمرے میں ساری رات سنائی دیتی رہتی تھی، جس کو احقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کچے گھر کے مردانہ حصہ میں پوری رات سنتا رہتا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں قرآن پڑھتے تھے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی۔

لیکن بعض اوقات حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ بھی پڑھتے تھے اور حدیث پاک میں آہستہ اور پکار کر پڑھنا، دونوں طرح معمول کا ذکر ہے۔ [1]

## مناصب سے گریز

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو عہدہ و منصب سے طبعاً وحشت تھی، مظاہر علوم

[1] اتباعِ سنت ص ۴۹



سے باہر جانے کا تو آپ کو کبھی وسوسہ بھی نہ آیا ہوگا، خود مظاہر علوم میں آپ کے لیے عہدوں کی تجویز کے متعدد واقعات پیش آئے، لیکن آپ نے حسنِ تدبیر سے انہیں ٹال دیا۔

۳۰ھ یا ۳۹ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ بہاولپور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ (جو اس وقت نائب ناظم تھے) بھی ہمرکاب تھے اور مظاہر علوم کے ایک مدرس بھی ساتھ تھے، جو مظاہر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے شریکِ دسترخوان بھی تھے انہوں نے راستہ میں بڑے مخلصانہ انداز میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ یہ مولوی زکریا جو حضرت (سہارنپوریؒ) کی اتنی چاپلوسی و خوشامد کرتے ہیں، ان کا مقصد آپ کو پیچھے ہٹا کر حضرتؒ کی جگہ سنبھالنے کا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ نے انہیں تو یہ فرمایا کہ اگر مولوی زکریا کا ایسا ارادہ ہے تو ماشاء اللہ وہ اس کے یقیناً اہل ہیں۔ اور میں خود کوشش کروں گا کہ یہ منصب ان کو تفویض کر دیا جائے۔

وہ صاحب تو اپنی اس "خیر خواہانہ شکایت" پر شرمندہ ہوئے۔ اُدھر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا:

"وہ صاحب تو بے وقوف ہیں۔ اس سے (یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے) تو میں خوب واقف ہوں، اسے تو کوئی بنا دے گا، جب بھی نہیں بنے گا"۔ [1]

[1] آپ بیتی نمبر ۲، ص ۱۰۱-۱۰۲

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو نقل کرکے فرماتے ہیں :

"حضرت قدس سرہٗ نے بالکل صحیح فرمایا۔ مجھے اس سے ہمیشہ بہت ہی دہشت رہی۔"

اسی سلسلے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دو واقعے ذکر فرمائے ہیں :

اوّل : جب ۱۳۴۴ھ میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کا سفرِ حجاز طے ہوا۔ چونکہ حضرتِ والاؒ کا وہاں طویل قیام کا ارادہ تھا۔ انہوں نے اپنی غیر حاضری میں مدرسہ کے عارضی انتظامات لکھوائے۔ جن میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ کا صدر مدرس تجویز کیا تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیلِ بذل کے لیے سفرِ حجاز میں اپنی رفاقت کی تجویز حضرتؒ کی خدمت میں پیش کردی جسے حضرت (سہارنپوریؒ) نے بخوشی قبول فرمالیا۔[1]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اخلاص و تواضع اور ذہانت و فطانت کی بدولت انہیں نہ صرف ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جوارِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے شیخ و مرشدؒ کی خدمت کی سعادت میسر آئی۔ بلکہ یہ واقعہ آپ کی آئندہ روحانی و علمی ترقیات کے لیے سنگِ میل ثابت ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ کہ جب بذل المجہود کی تکمیل کے بعد ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی کا وقت آیا تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مدینہ منورہ میں مستقل قیام کا ارادہ فرما چکے تھے۔ اس لیے مدرسہ کے انتظامات کا مستقل نظام لکھوایا، جس میں حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ کو مدرسہ کا ناظم اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ کا شیخ الحدیث اور نائب ناظم

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے آپ بیتی نمبر ۲، ص ۱۰۲-۱۰۳



تجویز فرمایا۔ "نائب ناظم" کا منصب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے محلِ اشکال تھا۔ اس لیے پہلے حضرت مولانا سید احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں ترمیم کی سفارش کرائی۔ مگر وہ کارگر نہ ہوئی تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے (جو اس وقت بسلسلہ حج حجاز تشریف لے گئے تھے۔ اور مدینہ طیبہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ اور حضرت سہارنپوریؒ نے ان کا اسم گرامی سرپرستانِ مدرسہ میں شامل فرمایا تھا۔) عرض کیا۔ ان کی سفارش پر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "نائب ناظم" کا لفظ قلمزد کرکے اس کی جگہ "مشیرِ ناظم" کا لفظ تحریر فرمایا۔

مظاہر علوم میں "شیخ الحدیث" کا منصب سب سے پہلے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ ہی کے لیے تجویز کیا گیا تھا۔ حضرت سہارنپوریؒ کی اس تجویز پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے (جو سرپرستانِ مدرسہ میں ممتاز تھے) یہ اشکال کیا کہ :

"ان سے پہلے اکابر مدرسین مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب وغیرہ موجود ہیں، ان کے لیے یہ تفوق موجبِ تکدر نہ ہو، اس پر غور کرلیا جائے۔"

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشکال مدینہ طیبہ حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا :

"اگر اہلِ مدرسہ کو من حیث المدرسہ، مدرسہ کی طرف سے اس میں کوئی تردد ہے تو میں اپنی طرف سے یہ خطاب اس کو دیتا ہوں۔"

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں :

"حضرت قدس سرہٗ کی برکت سے اس (خطاب) نے ایسی شہرت

پالی کے نام سے زیادہ مشہور ہوگیا۔ [1]

## مہمان نوازی

مہمانوں کی خاطر و مدارات اور انکی راحت و آسائش کا اہتمام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں داخل عبادت تھا "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ"۔ فرماتے تھے کہ کسی مہمان کی خاطر مجھے اوابین کے نوافل چھوڑ دینا بھی گوارا ہے، ہر مہمان کی مرغوبات و ضروریات مہیا کرنے کا بطورِ خاص اہتمام رہتا۔

ایک بزرگ جن کے بارے میں حضرتؒ کو معلوم تھا کہ کھانے کے بعد انہیں میٹھی چیز کی رغبت ہوتی ہے۔ جب وہ تشریف لاتے تو باوجود اس کے کہ دسترخوان پر عام مہمانوں کے لیے میٹھی چیزیں بھی ہوتی تھیں، مگر ان کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ مٹھائی کا مستقل ڈبہ ضرور منگواتے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔

اسی طرح جب کوئی میواتی جماعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان پر ہوتی تو ان کے لیے بازار سے کثیر مقدار میں گڑ بھی ضرور منگوایا جاتا، کیوں کہ یہ حضرات گڑ دلپسند فرماتے ہیں۔

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے گجراتی خدام سے پوچھا کہ تم گجراتیوں کے ہاں کھانے میں کونسی چیز زیادہ تر پسند ہے تو کسی خادم نے کہہ دیا کہ کڑھی کھچڑی، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اسی دن گجراتی کڑھی کھچڑی پکوائی اور اس کے بعد سے معمول بن گیا کہ جب کوئی خصوصی گجراتی مہمان آتا یا گجراتی مہمانوں کی کثرت ہوتی تو ان کے لیے خصوصیت سے گجراتی کھچڑی پکوائی جاتی، یہاں تک کہ

[1] تفصیل کے لیے آپ بیتی نمبر ۲، ص ۱۰۷ وما بعد ملاحظہ فرمائیں۔



رمضان المبارک میں جب گجراتیوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں معمول بن گیا کہ افطار کے بعد کھانے میں سارے ہی مہمانوں کے لیے کئی دیگ کھچڑی کی، اور سحر میں دوسرے مہمانوں کی رعایت سے پلاؤ کی دیگیں پکتی تھیں۔

مولانا حبیب اللہ صاحب پالن پوری شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ چھاپی چند روز قیام کے لیے حضرت کے ہاں حاضر ہوئے، وہ فلش پاخانہ کے عادی تھے۔ ہمارے یہاں کے دیسی بیت الخلاء ان کے لیے بالکل نئے تھے۔ ان کے لیے ضرورت سے فراغ اور استنجا ایک مسئلہ بن گیا۔ جب حضرتؒ کو ان کی اس تکلیف کا علم ہوا تو حضرتؒ نے ان کے لیے مولانا نصیر الدین کی ٹال میں ایک مستقل بیت الخلاء بنوایا۔

گجرات کے مشہور مبلغ مولانا محمد عیسیٰ پالن پوری نے اپنی اصلاح باطنی کی خاطر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں چند روز کا، غالبًا چالیس روز کا اعتکاف کیا۔ سحر افطار میں بلکہ عشاء کے بعد بھی بہت اہتمام سے حضرتؒ کے گھر سے کھانا آتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے اہتمام سے ان اوقات میں خبر گیری رکھتے کہ کھانا پہنچایا گیا یا نہیں۔ اس کے باوجود بارہا ان کے معتکف کے قریب جاکر ان سے بھی دریافت فرماتے کہ کھانا اور چائے وغیرہ آپ کے مزاج کے مطابق آرہا ہے یا نہیں؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمانوں کا ایک بڑا مجمع شب و روز رہتا تھا۔ خصوصًا ماہِ مبارک میں تو ان کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی۔ اتنے بڑے ہجوم میں کسی نو وارد کا خدام کی نظر سے چوک جانا کچھ بھی مستبعد نہیں تھا، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اگر معلوم ہو جاتا کہ کوئی نو وارد آپ کے دسترخوان سے محروم رہا ہے تو آپ پر شدید تاثر ہوتا۔

چنانچہ اسی طرح کی کسی شکایت کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی، سارا دن روتے رہے اور بار بار فرماتے کہ کل قیامت

کے دن اگر یہ پوچھ لیا گیا کہ تمہارے یہاں مہمان رات کو بھوکا سویا تو خدا کو اس کا کیا جواب دوں گا"؟ [1]

حضرتؒ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔ ایک صاحب جو ہندی ہونے کے باوجود متعرب بنے ہوئے عربی چوغہ اور عقال پہنے پھرا کرتے تھے کھانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ تو حضرتؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ نے کھانا کھا لیا؟ بولے "کسی نے مجھے دیا ہی نہیں..."

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً خدام کو، جو کھانا کھلانے پر مامور رہتے، طلب فرمایا، اور سخت لہجہ میں اس پر بازپرس فرمائی، جو صاحب کھانا کھلا رہے تھے، انہوں نے معذرت کی کہ... "میں تو ان کی وضع قطع سے یہ سمجھے تھا کہ یہ یہاں کے مقامی ہیں، مہمان نہیں اور میں ان کو ذاتی طور پر جانتا نہیں تھا اور جب مہمانوں کو دسترخوان پر بٹھایا جا رہا تھا، یہ خود بیٹھے نہیں"

یہ معذرت سن کر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا غصہ فرد ہوا۔ اور ان صاحب کو کھانا کھلانے کا حکم فرمایا۔ [2]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان کی وسعت اور مہمانوں کے بے پناہ ہجوم سے زمانۂ قریب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی زید مجدہم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں تعزیتی جلسہ سے خطاب

---

[1] روایت ڈاکٹر اسماعیل صاحب
[2] روایت مولانا محمد حسینی مدنی



کرتے ہوئے بالکل صحیح فرمایا:

"وہ اپنے زمانے کے نظام الدین اولیاءؒ کے قائم مقام تھے"... اور پھر انہوں نے کہا کہ کس طرح سے کہوں کہ کس پایہ کے تھے، عالم اسلامی میں اس جامعیت، قوت باطنی، اس استقامت، اس شفقت، اس محبت اور اس پایہ کا آدمی میری نگاہوں نے تو کم سے کم نہیں دیکھا"۔ [1]

## سخاوت و فیاضی

ایک فقیر بوریا نشین کے تذکرہ میں "سخاوت و فیاضی" کا عنوان بظاہر عجیب سا معلوم ہوگا، لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی جو مثالیں قائم کیں، ان کی نظیر بڑے بڑے امراء کے یہاں بھی کمیاب ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم لکھتے ہیں:

"اس عالی ہمتی کا کرشمہ ہے کہ اپنے خاص عزیزوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بے تکلف قرض لے لیتے تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس حج کے موقع پر جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مع اہل وعیال واعزہ ہونے والا تھا، چالیس ہزار کی رقم قرض لے کر مہیا فرما دی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ کبھی کبھی ساٹھ ہزار تک قرض کی تعداد پہنچ گئی، لیکن اللہ تعالیٰ برابر اس بار کو ہلکا کرتا رہتا ہے اور غیب سے سامان پیدا فرماتا رہتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معاملہ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] خدام الدین لاہور کا خاص نمبر بیاد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، ۱۲ نومبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۴۷

جیسے قریب ترین عزیز و محبوب بھائی کے ساتھ ہی نہ تھا، ان کی عالی حوصلگی اور بلند نظری دوسرے نیاز مندوں کے ساتھ بھی تھی،

میرے بیرونی اسفار، خاص طور پر حجاز کے سفر کے بارے میں بعض اوقات رکاوٹیں پیش آئیں، ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا، حضرت شیخ نے حجاز سے لکھا کر...

میں پیش کش تو کر ہی دوں کہ آپ کے ارادہ حج کے لیے کسی امیر الامراء یا ملک الملوک کی دعوت شرط نہ ہو تو ایک دو مہینے کے لیے ایک فقیر دعوت پیش کرتا ہے، اگر قبول ہو جائے تو رسمی نہیں، اور یہ آپ کو خوب معلوم ہوگا، ان شاء اللہ رسوم اور ظاہرداری سے کم از کم میں اپنے آپ کو بالاتر سمجھتا ہوں۔"[1]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت و فیاضی کا مختصر سا خاکہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ "حضرت شیخ کا اتباعِ سنت و عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"احقر نے اپنے آقا و مرشد حضرتِ اقدس دام مجدہم کا وہ زمانہ پایا، کہ جس میں فتوحات کا زور بھی رہا اور تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے قیام میں اب سے تقریباً تین سال قبل تک جب کہ احقر دائمی مریض نہیں ہو گیا اور حساب رکھنے اور تقسیم کی خدمت کے قابل تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والی خدمت اکثر احقر ہی کے سپرد تھی، اور حدیثِ پاک اوپر والا ارشاد حضرتِ اقدس"

---

[1] سوانح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۹۵



نے بندہ کے سامنے کئی بار دہرایا۔

"انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا"

اسی وجہ سے بندہ کو اس کا علم تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر آج تک باوجود فتوحات کے زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی ہوگی۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے بندہ نے تصریحاً حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے پوچھ لیا کہ حضرتؒ پر کیا پہلے بھی کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی؟

تو حضرتؒ نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

"الحمد للہ کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تنگیٔ معیشت کا حال تو پہلے ابواب میں گذر چکا، اس کے ساتھ سستے زمانے میں ایک دفعہ بیالیس ہزار کا حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا مقروض ہونا تو میرے علم میں آ چکا تھا اور خدا جانے اور کتنا قرض ہوتا رہا ہوگا۔ جو کہ بندہ کے علم میں نہیں آیا اور گذشتہ سال تو حضرت والا دو لاکھ سے زیادہ کے مقروض ہو گئے تھے، کیونکہ افریقہ، لندن، ری یونین وغیرہ کے سفر میں اپنا اور اپنے ذاتی خدام کے ٹکٹوں وغیرہ کے اخراجات خود برداشت کیے اور مدعوئین کی ٹکٹوں کی پیش کش کو قبول نہیں فرمایا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ اب بھی یہ علم میں آیا کہ اس وقت (۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ) حضرتِ اقدس پر کسی قسم کا قرض نہیں رہا ہے اور یہ سب کچھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جود و سخا کی برکت سے ہے۔ جس کی تفصیل تو بہت طویل ہے مگر یہاں اختصاراً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں، جن کا بندہ کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متعلقہ خدام کو بھی علم ہے۔

۱۔ بہت کچھ واقعات کے ذیل میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی روزنامچہ

میں درج ہے، مثلاً آپ کی زندگی کے ابتدائی دور میں اپنی جدی جائیداد جو اس وقت سستے زمانے میں تقریباً پچھتر ہزار مالیت کی تھی، (جو آج کل اتنے ہی لاکھوں کی ہوگی) اس کی دیکھ بھال سے یکسو رہنے کی خاطر اس کو بھی چھوڑ ہی دیا، تاکہ اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے حدیث پاک کے مشغلے کا ایک دن کا بھی حرج نہ ہو۔

۲- ایک دفعہ حضرتؒ نے ایک محبوب خادمِ دین کو حج کی ترغیب دی، تو انہوں نے جب مالی وسعت نہ ہونے کا عذر کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تکلف فرمادیا، یہ کون سی بات ہے اور فرمایا ؎

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

چنانچہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے عطایا سے بمعہ اہل وعیال حج کرکے آئے اور اس کے بعد تو ان پر یہاں کی حاضری کا ایسا دروازہ کھلا کہ سال میں کئی کئی دفعہ تشریف لایا کرتے ہیں۔

رمضان میں جود وسخا کی جو کیفیت احادیثِ بالا میں آئی ہے، حضرتؒ کے رمضان میں اس کا منظر دیکھنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ خصوصاً بعد ظہر جب کہ سینکڑوں ذاکرین ذکرِ جہری میں مشغول ہوتے تھے اور دوسرے حضرات قرآن پاک کی تلاوت اور تسبیح وتحمید میں مشغول ہوتے، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اعتبار سے عین انوارات اور رحمتوں کا وقت ہوتا ہے۔ حضرتِ والا بھی اس وقت اپنے معتکف میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اسی اثنا میں حضرتِ والا ایک ایک کو یاد فرماکر، لیکن بالکل تنہائی میں، حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ داہنے نے کیا خرچ کیا، چپکے سے مرحمت فرماتے رہتے۔ پورے ماہِ مبارک میں اسی طرح سے بہت ہی



انبساط اور مسرت وخوشی کے ساتھ حضرتِ والا کا یہ فیض (مادی وروحانی) جاری وساری رہتا، ؎

تیرا فیض کہاں عام نہیں ساقی

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ سہارنپور، کے پہلے ہفتے میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے پاس ایک روز ایک لاکھ روپے کی رقم آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن میں ساری کی ساری رقم مساجد و مدارس وغیرہ میں عطیہ فرمادی۔ غالباً مولانا نصیر الدین صاحبؒ مرحوم کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کی طباعت کے لیے کچھ رقم درکار تھی، انہوں نے تیسرے دن آکر رقم کا مطالبہ کیا۔ حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کہیں سے کچھ آئے گا تب دیں گے۔ (بروایت مولانا یوسف متالا صاحب جو حضرتؒ کی معذوری کی وجہ سے رقم کی آمد اور خرچ میں واسطہ تھے)

سستے زمانے میں ایک دفعہ جب کہ مہمانوں کے اخراجات کے منتظم نے حضرتؒ کو بتایا کہ چالیس ہزار خرچ ہوگئے۔ جس میں مہمانوں کا خرچ اور عطایا سب شامل ہیں۔ اس قدر خرچ پر حضرت سے کسی نے تعجب کا اظہار کیا تو حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ:

"اگر ذاکرین کے اس مجمع میں سے کسی کے منہ سے ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا ہوگا، تو میرا سارا خرچ وصول ہوگیا۔"

اس کے بعد گرانی کے دور میں صرف ایک رمضان شریف میں پونے دو لاکھ سے کچھ اوپر خرچ ہوا۔ حدیثِ بالا میں بیس (۲۰) ہزار روپے تقسیم فرمانے کا ذکر بھی آیا ہے۔ الحمد للہ یہاں بھی حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ایک شاگرد رشید

جو کہ پاکستان کے ایک مدرسہ میں ملازم ہیں، مدینہ منورہ کے ایک رمضان میں ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیس ہزار کا یکمشت خفیہ طور پر عطیہ دیا۔۔۔ وہ چونکہ احقر کے دوست ہیں، وہ رعب کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تو عذر کر نہیں سکے، لیکن میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے کہ آج حضرتؒ نے مجھے بہت سے روپے دے دیئے۔ میں کیا کروں؟ کہ وہاں بات کرتے بھی ڈر لگتا ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا عطیہ ہے، اس میں ڈر کی کون سی بات ہے۔

انہوں نے کہا: "صوفی جی بہت ہی زیادہ ہے"۔

میں نے پوچھا، کتنے ہیں؟

انہوں نے کہا، بیس (۲۰) ہزار

میں نے جواب دیا کہ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ یہ اس شخص نے دیئے ہیں جو ایک پیسہ بھی بلا ضرورت اور بلا کسی خاص نیت کے خرچ کرنے والا نہیں، ان کے دل میں جو آتا ہے ان شاء اللہ، اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے لہٰذا اطمینان رکھو۔

یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ حضرت اقدس خرچ کرنے میں اپنی اس احتیاط کو بخل سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بخیل کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے پر کوئی پیسہ خرچ نہ کرے۔ دوسرا درجہ اس سے اوپر ہے کہ اپنے پر بھی خرچ نہ کرے۔ تیسرا درجہ اور سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کو پسند نہ ہو۔ الحمد للہ میں اس تیسرے درجہ میں بخیل ہوں۔

پھر انہوں نے بتایا کہ مجھ سے مدرسہ کی ایک بڑی امانت ضائع ہوگئی ہے



جس کا میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ میں نے کہا، بس خود ہی سمجھ لو بھائی۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جب کہ بندہ ہی قریب بیٹھا ہوا تھا، پانچ ہزار ریال (پندرہ ہزار پاکستانی روپے) بندہ کو عنایت فرما دیئے۔ اس وقت بندہ بعض اسفار میں اخراجات کی وجہ سے کچھ مقروض تھا، مگر ان کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا، حتیٰ کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہیں تھا کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں، جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ بندے کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔

اسی طرح اپنے دوسرے خدام کو بھی مرحمت فرمائیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنا نام ظاہر کیے بغیر دلوائیں۔۔۔ جن کا کچھ حال اپنے رسالہ "عبرت آموز واقعات" میں لکھ چکا ہوں۔

گزشتہ چند سالوں میں کتب دینیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں لاکھوں روپے خرچ فرمائے۔ اکابر کی بعض کتب خود طبع کرائیں اور کچھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خدام و اعزّا جو خدمات دینیہ میں بلا تنخواہ یا قلیل تنخواہوں پر کام کرتے ہیں، انہوں نے جب چھپوانے کا ارادہ کیا، یا حضرت اقدس نے ان کو چھپوانے کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس نے اس میں ان کی مالی امداد فرمائی۔ اسی طرح بعض عزیزوں کے ضرورت کے وجہ سے رہائشی مکانات کے لیے بھی حضرت اقدس نے اعانت فرما کر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل کی۔ جس کی قرآن و حدیث میں بہت تاکید آئی ہے۔

تقریباً ایک سال سے زائد ہوا کہ اپنے ایک خادم کو چھیاسی (۸۶) ہزار ریال (یعنی ڈھائی لاکھ پاکستانی روپے) قرض لے کر مدینہ طیبہ میں زمین کا ٹکڑا خرید

فرما کر عطا فرما دیا۔

اس میں سخاوت کے علاوہ ایک دوسری سنت پر بھی عمل ہو گیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے موقع پر مسجد شریف اور اپنے حجراتِ مبارکہ کے لیے زمین خرید فرمائی تھی۔

اس وقت اپنی ذات کے لیے ایک اینچ زمین کا ٹکڑا اس عالمِ ربانی کی ملکیت نہیں ہے۔

ع یا تنگ نہ کر ناصحِ ناداں مجھے اتنا
یا لا کے دکھا دے مجھے دہن ایسا کمر ایسی

اللہ جل شانہٗ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بندہ اور ناظرین کو اتباعِ سنت میں ایسے عشق اور شیدائیت کا کوئی ذرہ نصیب فرما دے۔ آمین۔ [1]

## ایثار و مروت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ایک خادم لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ لکھنؤ سے سپیدہ آم کے کئی ٹوکرے آئے۔ میں نے بھی التفات نہ کیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عبدالاحد دیکھو ان ٹوکروں میں کیا ہے؟

سبھوں کو کھولا، نصف کے قریب آدھا سڑا ہوا آدھا اچھا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ اچھے کو علیحدہ کرو۔ اس کے بعد فرمایا، کچھ گھر دے دو، باقی اپنے استاذوں کو بھیج دو۔ استاذ شفقت کریں گے۔ چونکہ میں

---

[1] حضرت شیخؒ کا اتباعِ سنت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۷، تا ۷۹



طالب علم تھا، عرض کیا ... حضرتؒ! اچھے آم تو تقسیم کر دیئے ہم لوگ کیا کھائیں گے؟

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے شانے کو پکڑ کر فرمایا، پیارے! ہرگز ایسا خیال نہ کرنا، اپنا کھایا ہوا سڑ گل جاتا ہے، غلیظ ہو جاتا ہے، اور دوسروں کو کھلایا ہوا باقی رہتا ہے اور بڑھتا ہے۔ [1]

## شفقت و محبت [2]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا خمیر شفقت و محبت سے تیار ہوا تھا۔ وہ اپنے خدام اور متعلقین پر ماں سے زیادہ شفیق تھے۔ ایک ایک بات میں ان کی دلداری و دلجوئی فرماتے اور ان کی خاطر داری کے ایسے دقیق پہلو تلاش کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی۔ دسترخوان پر ان کی خصوصی اعانت فرماتے۔ بار بار فرماتے:

اے لونڈو! اور منگوا لو۔

بعض اوقات خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے منہ میں لقمہ ڈال دیتے، اور اپنے سامنے کی چیزیں بطورِ خاص عنایت فرماتے۔ کبھی کوئی خاص چیز تقسیم ہوتی تو فرماتے:

"میرے لونڈوں کو اور دیدو، انہوں نے میری بہت بیگاریں بھگتی ہیں۔"

کوئی بیمار ہو جاتا تو بار بار اس کی حالت دریافت فرماتے۔ کھانے پینے کا

---

[1] تحریر حضرت مولانا عبدالاحد صاحب۔

[2] اس عنوان کا بیشتر مواد حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی تحریر سے لیا گیا ہے۔ جو ایک طویل عرصہ تک حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے خادمِ خاص اور کاتبِ خطوط رہے ہیں۔

پوچھواتے، مونگ کی دال کی کھچڑی تیار کرا کر بھجواتے۔ دوا و علاج ہر چیز کا اہتمام فرماتے۔ کوئی خادم اپنے وطن جانے لگتا اس کو کرایہ مرحمت فرماتے، نیز ناشتہ کے لیے ناشتہ دان بھی خوب بھروا کر مرحمت فرماتے۔ خدام کو ہر ماہ ایک معقول رقم حسب مراتب مرحمت فرماتے۔ بعض کو کپڑوں کے دام بھی عنایت فرماتے۔ آم کے موسم میں بھی خدام کو بعد عشاء روزانہ آم عطا کیے جاتے۔ آم کھانے کے لیے ہر ایک کو بطور خاص رقم بھی عطا فرمائی جاتی۔ عید کے موقع پر خدام کو "عیدی" کے عنوان سے رقم مرحمت فرماتے۔ جو خدام سفر میں ہمرکاب ہوتے، ان کا ہر طرح کا خیال فرماتے۔ رات کے سونے کے بارے میں بھی دریافت فرماتے کہ جگہ کا انتظام ہو گیا یا نہیں؟... اوڑھنے بچھانے کا بھی پوچھتے، سردیوں میں کپڑا اوڑھنے اور سویٹر وغیرہ پہننے کی بھی تاکید فرماتے اور جس کو دیکھتے کہ اہتمام نہیں کر رہا، محبت آمیز لہجہ میں اس کے بارے میں تفریحی فقرہ ارشاد فرماتے:

"آج کل اس پر بڑی جوانی آ رہی ہے۔"

کسی کے گھر سے بیماری وغیرہ کی اطلاع آتی تو دل کی گہرائیوں سے دعا فرماتے۔ اور بار بار نئی خبر کا دریافت فرماتے۔ کسی کے عزیز و قریب کے انتقال کی خبر آتی، تو دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کا اہتمام فرماتے۔ اور خود اعلان فرماتے کہ "میرے فلاں دوست کے فلاں عزیز کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے لیے دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں، کم از کم ایک مرتبہ سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیں"۔

خدام میں کسی کی شادی ہوتی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے ولیمہ کا اہتمام فرماتے... بعض کی شادیوں کے تمام مصارف خود برداشت فرماتے۔ کسی کے یہاں بچے، بچی کی ولادت کا مژدہ آتا تو اس کے عقیقہ کا اہتمام فرماتے۔ احباب و خدام سے



بعض امور میں مشورہ فرماتے۔ لطف و شفقت سے اپنے خدام کو "پیارے" کے لفظ سے خطاب فرماتے۔ کسی کے کوئی کام سپرد کرتے اور اس کے پورا ہونے کی اطلاع کی جاتی تو ایسے مشفقانہ انداز میں "جزاک اللہ" کہتے کہ لطف ہی آ جاتا۔ اور بہت ہی دعائیں دیتے۔ آپ کے کلماتِ تحسین اور مشفقانہ دعائیں خدام کے لیے مسرت و شادمانی کا سرمایہ اور تشکر و اطمینان کا ذریعہ ہوتیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے خادمِ خاص صوفی محمد اقبال صاحب ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ مولوی شاہد صاحب کو بخار ہو گیا۔ انہوں نے کمرے ہی میں رہنا تھا، حضرتِ اقدس کے ساتھ نہیں جا پاتا تھا۔ میں نے تھوڑا سا محسوس کیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا فکر ہے۔ تو میں نے حضرتِ اقدس سے عرض کیا کہ آج میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا، مولوی شاہد کے ساتھ نماز پڑھ لوں گا۔ ہم دونوں جماعت کرا لیں گے۔ حضرتِ اقدس نے [illegible] مغرب سے پہلے کی بات ہے۔ عشاء کے بعد واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ حرم میں دو گھنٹے تمہارے لیے ہی دعا کرتا رہا ہوں۔ ظاہر ہے اس کو سن کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہوگی اور کتنا نفع بھی ہوا ہوگا۔"

حجازِ مقدس کے قیام میں اپنے خدام کے لیے خصوصی دعاؤں کا اور ان کی طرف سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا اہتمام فرماتے۔ وہاں کے خدام کے اہل و عیال تک کو ہدایا عطا فرماتے۔ اور دور کے خدام کے یہاں کوئی جانے والا ملتا تو مدنی کھجور اور ان کے بچوں کے لیے رومال وغیرہ بھیجنے کا بھی اہتمام فرماتے۔ الغرض خدام کی رعایت و دلداری، ان کے احوال کا تفقد اور ان کے

ساتھ شفقت و رأفت کا جو معاملہ حضرتؒ فرماتے تھے، قلم اس کی تصویر کشی سے قاصر ہے۔

خدام میں سے کسی کا عزیز و قریب یا استاد یا دوست مہمان ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی خصوصی عنایت و توجہ فرماتے اور دسترخوان پر اس کی خصوصی تواضع کا اہتمام فرماتے ..... اور کبھی کبھی مسکرا کر اس خادم کو فرماتے: ؎

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
میرا دل پھیر دو، مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

## ڈاک کی کثرت

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے معاصرین میں آپ کا ایک خصوصی امتیاز خطوط کی کثرت ہے۔ حضرتؒ کی خدمت میں ہندوپاک، افریقہ، یورپ اور امریکہ سے آنے والے خطوط کا تانتا بندھا رہتا۔ جن کی اوسط تیس چالیس یومیہ تو معمولاً تھی۔ اور کبھی پچاس تک بھی پہنچ جاتی۔ ان خطوط میں مختلف قسم کے مسائل ہوتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام تر معذوریوں، اپنے تمام تر مشاغل اور مصروفیتوں اور مہمانوں کے ہجوم کے باوجود ان خطوط کے جواب بڑے التزام سے لکھواتے۔ جب تک لکھوانے کی ہمت رہی اس التزام میں فرق نہیں آیا۔ جناب ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قریب قریب اوقات میں تین گرامی نامے پہنچے۔ یہ ناکارہ اپنے امراض سے زیادہ مشاغل کے ہجوم میں ایسا گرفتار ہے کہ باوجود دل چاہنے کے بھی خطوط کے جواب میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ تمہارے خطوط کا ایک تو تمہاری وجہ سے دوسرے مدینہ پاک کے احترام میں میرا یہ دل چاہتا ہے کہ بہت جلد اس کا جواب لکھا کروں، مگر پھر بھی دیر ہو ہی جاتی ہے"

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ



ایک دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ڈاک کا ہجوم اتنا بڑھ گیا ہے کہ تقریباً چالیس خطوط کے آس پاس کا اوسط ہے، جن کے جواب سے تقریباً عاجز ہوں۔ اس وقت بھی تقریباً دو سو کے قریب لفافے ملکی اور غیر ملکی پڑے ہوئے ہیں۔ اس دوران میں تمہارا دوسرا خط کل پہنچ گیا، جس سے بڑی ندامت ہوئی۔ زیادہ وقت اس وجہ سے بھی ہے کہ امراض کی وجہ سے رات کو کسی کام کے کرنے سے عاجز ہو گیا، لیکن تمہارے رفعِ انتظار کی وجہ سے اس وقت رات ہی کو خط لکھوا رہا ہوں"..

جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ

جن لوگوں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی محبت و شفقت کا تعلق تھا، ..... ان کو از خود گرامی نامے تحریر فرماتے تھے۔ حضرت اقدس قطب العالم مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جیسا تعلق تھا، وہ سب کو معلوم ہے سنا ہے کہ ایک بار حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے تو حضرتؒ ان کی خدمت میں ایک خط روزانہ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ (یہ مجموعہ خطوط حضرت رائے پوری کے مجاز حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہٗ کے اہتمام سے لاہور سے شائع ہو رہا ہے)

مولانا محمد تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

"احقر کبھی کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھتا رہتا تھا اور زیادہ خط لکھنے سے اس لیے حجاب ہوتا تھا کہ حضرتؒ پر جواب دینے کا بار نہ ہو۔

ایک مرتبہ اس کشمکش کو خط میں لکھ دیا تو جواب میں تحریر فرمایا: "تم اس بات سے نہ گھبرایا کرو مجھے تو خود بھی خط لکھنے کو کھاج ہو"۔

(البلاغ کراچی، جولائی ١٩٨٢ء)

جناب مولانا محمد یوسف متالا اور ان کے برادرِ اکبر جناب مولانا عبدالرحیم متالا زید مجدہم سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو جو شفقت و محبت تھی، اور ان کے حال پر جس قدر عنایت و توجہ تھی، حضرتؒ کے خصوصی خدام کو اس کا خوب علم ہے۔ ان حضرات کے نام حضرتؒ کے گرامی نامے بھی بڑی کثرت سے جاتے تھے۔ یہاں مولانا محمد یوسف زید مجدہم کے نام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند گرامی ناموں کے اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کی کثرت اور شفقت و عنایت دونوں کا اندازہ ہوگا:۔

"آپ جواب لکھیں یا نہ لکھیں مجھے تو خطوط لکھنا ہی ہے۔ جی چاہتا تھا کہ ان دو ماہ کے خطوط کی فہرست لکھوں کہ میں نے کتنے لکھے اور آپ نے کوئی لکھا یا نہیں، مگر یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ مجھے تو تاریخوں کے تلاش اور لکھوانے میں آدھ گھنٹہ خرچ ہو جائے گا"۔

"میں نے تمہارے جانے کے بعد تمہارے گھر والے اور بمبئی کے پتہ سے نہ معلوم کتنے کارڈ لکھے۔ جمعہ اور اتوار کو چھوڑ کر روزانہ ہی ایک کارڈ لکھا مگر میرے پاس بجز اس کارڈ کے جو تم نے ریل سے لکھا تھا اور کوئی کارڈ نہیں پہنچا"۔

(٢٩ر شعبان [illegible]ھ)

"اس وجہ سے مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے خط کی وجہ سے تم پر بار پڑے گا ورنہ واقعی میرا جی چاہتا رہا کہ باوجود رمضان کے روزانہ ایک کارڈ



تمہیں مختصر سا اس مضمون کا لکھواؤں کہ تمہاری صحت کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، جواب کی ضرورت نہیں"۔

١٥ر رمضان المبارک [illegible]ھ

"تمہاری خیریت کا ہر وقت شدت سے انتظار رہتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ تمہیں روزانہ خط لکھواؤں، مگر صرف اس وجہ سے نہیں لکھواتا کہ تمہیں جواب کی دقت نہ اٹھانا پڑے"۔

١٧ر رمضان المبارک [illegible]ھ

"ارادہ اور وعدہ کیا تھا کہ خط نہ لکھوں گا، لیکن ایک ماہ کے اندر یہ آٹھواں ہے۔ ساتواں پرسوں بذریعہ رجسٹری ایڈیٹر محمد پٹیل کے خط میں پڑ تمہارے نام تھا، اس لیے کہ انہوں نے تمہارا ذکر کیا تھا، اور اس خط میں سابقہ چھ خطوط اور تین ڈبوں کی تفصیل بھی لکھ چکا تھا"۔

١٦ر ربیع الاول [illegible]ھ

ان دونوں بھائیوں کے پاس حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے قریباً پانچ سو گرامی نامے محفوظ ہیں اور جناب مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس تو اپنے ذاتی خطوط کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اہم ترین مکاتیب کا ایک بڑا ذخیرہ بھی محفوظ ہے۔ جن کی نقل حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کو مرحمت فرما دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ایک ہزار خطوط کا ذخیرہ ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی زید مجدہم، جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں کئی جہات سے واجب الاحترام تھے، ان کے پاس حضرتؒ کے ساڑھے تین صد مکاتیب کا ذخیرہ محفوظ ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"آمد و رفت و مراسلات کا سلسلہ پورے اکتالیس بیالیس سال قائم رہا۔ اپنی سی کوشش کی کہ طویل سے طویل مکتوبِ گرامی سے کر چھوٹے چھوٹے پرچے تک کوئی ضائع نہ ہونے پائے۔ یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شفقت نامے، جو ذاتی محبت و تعلق کے علاوہ بیش قیمت آثار، گراں قدر مشوروں و رہنمائیوں اور قیمتی سوانحی معلومات، نیز دلی جذبات و خیالات کے آئینہ دار ہیں، سو فیصدی محفوظ ہیے، لیکن ان کی تعداد ۳۵۰ سے کم نہیں۔" ¹

ان چند مثالوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر کو، معاصرین کو اور اپنے متعلقین و متوسلین کو کس قدر گرامی نامے تحریر فرمائے ہوں گے اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہیں ہو گا کہ اتنے کثیر مشاغل کے باوجود مکاتیب کی اتنی کثرت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی کرامت ہے، جس میں ان کا کوئی دوسرا معاصر شریک نہیں۔ (واللہ اعلم عند اللہ)

## اصابتِ رائے

فیاضِ ازلی نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو عقل و فہم، ذہانت و ذکاوت اصابتِ رائے اور معاملہ فہمی کا خاص جوہر عطا فرمایا، اور یہ ایسا امتیازی وصف تھا کہ بڑے چھوٹے سبھی اس کے معترف تھے اور آپ کی رائے اور مشورے کو اکابر کے یہاں بڑی وقعت تھی۔ مظاہرِ علوم سہارنپور کے انتظامی معاملات میں اس کے واقعات روزمرہ پیش آتے تھے۔۔

ایک دفعہ حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ کے زمانہ میں حضرت

---

¹ سوانح حضرت شیخ ؒ ص ۱۵



سہارنپوری قدس سرہٗ نے ایک طالب علم کا اخراج تجویز فرما دیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں نے مخالفت کی اور عرض کیا کہ اس کے اندر یہ اندیشہ ہے۔ حضرت ناظم صاحب ؒ نے اس کی تردید فرما دی کہ نہیں حضرت کوئی اندیشہ نہیں۔ حضرت نے اخراج فرما دیا۔ معاً وہی اندیشہ سامنے آ گیا۔ حضرت قدس سرہٗ کو بڑا فکر ہوا، حضرت ناظم صاحب ؒ کو بھی ندامت ہوئی۔ میرے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی، ہم نے ہی نہ مانا۔" میں نے عرض کیا، حضرت فکر نہ فرمائیں، دعا و توجہ فرمائیں۔ انشاء اللہ یہ اندیشہ جاتا رہے گا اور حضرت کی دعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش آیا تھا، وہ اسی طرح فوراً دُور ہو گیا۔" ¹

۱۳۵۸ھ میں مدرسہ کے کچھ طلبہ نے اخبار مدینہ بجنور کے ایڈیٹر مجید بزمی صاحب کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غلط سلط شکایات پر مشتمل خطوط لکھے، جن کی بناء پر بزمی صاحب نے ایک مضمون لکھ دیا۔ اس کی پوری تفصیل حضرت ؒ نے آپ بیتی میں بیان فرمائی ہے۔ جب تحقیقات پر یہ شکایات غلط ثابت ہوئیں تو حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ؒ (جو اس وقت مظاہرِ علوم کے ناظم تھے) اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری (جو اس وقت صدر مدرس تھے) اور دیگر اکابر مدرسین کی رائے ہوئی کہ ان طلبہ کو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

¹ آپ بیتی نمبر ۲، ص ۱۷

"تین دن تک ان حضرات کا ان کے اخراج پر اصرار تھا، اور یہ ناکارہ شدت سے مخالفت کر رہا تھا۔ حضرت ناظم صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن رحمہم اللہ نے یہ کہہ کر میری مخالفت کو نظر انداز کر دیا کہ چونکہ اس میں ان کی ذات کا معاملہ ہے، اس لیے ان کی رائے اس میں معتبر نہیں۔ ان میں ایک صاحب ایسے تھے جن کے بڑوں سے حضرت ناظم صاحبؒ کے بڑے تعلقات تھے، اور ایک صاحب وہ تھے جن کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کو دقت اٹھانا پڑتی، اس لیے میں بار بار عرض کرتا رہا کہ حضرتؒ میں اپنی وجہ سے نہیں عرض کر رہا آپ حضرات کی وجہ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ حضرات کو بڑی دقت اٹھانا پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اخراج کے دوسرے ہی دن ناظم صاحب کی خدمت میں وہ صاحب آئے، جن کے متعلق میں نے کہا تھا۔ ناظم صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے بہت صفائی سے بلا جھجک ان سے کہہ دیا کہ شیخ الحدیث صاحب سے اس سلسلہ میں بات کر لیجیے۔ وہ صاحب میرے پاس آئے، میں ان کی صورت دیکھ کر ہی سمجھ گیا، اور سچ یہ ہے کہ اللہ مجھے معاف کرے کہ اس وقت ناظم صاحب پر بڑا غصہ آیا مگر چونکہ یہ تقریباً روز مرہ کا قصہ ہو گیا تھا کہ حضرت ناظم صاحبؒ جھگڑوں میں ہمیشہ اس سیاہ کار کو آگے کر دیا کرتے تھے، یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے حضرت ناظم صاحبؒ نے حضرت مدنی قدس سرہٗ کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر یہ نہ ہوں تو مجھے بڑی دقت ہے۔ یہ بالکل صحیح کہا تھا، بہت سے مواقع پر اس کی نوبت آ چکی تھی کہ میری رائے کے خلاف کوئی بات اکابر مدرسہ نے تجویز کر دی اور میں سختی سے عرض کرتا رہا



کہ فلاں مشکل پیش آئے گی، اور جب وہ مشکل پیش آتی تو یہ سب حضرات اس سیہ کار کے سر تھوپ دیتے۔

اسی وجہ سے مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ ناظم مدرسہ کا اس سیہ کار کے متعلق مشہور مقولہ تھا، وہ پچاسوں دفعہ کہا ہوگا کہ اس کی بات بے سمجھے مان لیا کرو، جیسے پہلے کی کہتا ہے۔" [1]

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی (جو فہم و تدبر، اصابتِ رائے اور معاملہ فہمی میں خاص امتیازی شان رکھتے تھے) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس سیہ کار کی بات کی بہت وقعت تھی، اس لیے کہ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کی ممبری میں جمعیۃ کے مشوروں میں وقف بل کے مسئلے میں اس کی نوبت آئی کہ جب میری رائے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہوتی یا تو انہوں نے میری رائے خوشی سے قبول فرمائی یا بڑی فراخدلی سے یہ لکھ دیتے کہ بعض مخلص اہلِ علم کی رائے یہ ہے۔ وقف بل کے مسودے میں یہ بھی لفظ میری رائے کے ساتھ بغیر نام کے چھپا ہوا ہے۔" [2]

اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے یہاں بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نہایت وقیع اور فیصلہ کن ہوتی تھی... اس

---

[1] آپ بیتی نمبر ۳، ص ۱۲۲

[2] آپ بیتی نمبر ۴، ص ۱۷۰

سلسلہ کا ایک دلچسپ قصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں بیان فرمایا ہے۔ مظاہرِ علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ پر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی تشریف آوری بڑے اہتمام میں ہوا کرتی، لیکن ایک بار خلافِ معمول تشریف نہ لائے، دیوبند ہی میں مقیم رہے۔ جلسہ کی شام کو بعض خصوصی مہمان ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج تو بڑا انتظار کرایا۔ خیر تو ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے بلایا ہی نہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت! مدرسہ سے تو مطبوعہ اشتہار اور خط دونوں گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ تو گئے تھے، مگر اب تک کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ مدرسہ کے خط کے ساتھ یا علیحدہ مستقل حکمنامہ تمہارا بھی جاتا تھا، اب کے نہیں گیا میں نے سمجھا کہ میری آمد تمہارے نزدیک مناسب نہیں۔"[1]

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ علمائے ہند) کے بارے میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"جب یہ ناکارہ دارالعلوم دیوبند کا ممبرِ شوریٰ تھا۔ ایک صاحب نے ضروریاتِ زمانہ سے متاثر ہو کر بہت زور و شور سے دارالعلوم کے نصاب میں ہندی داخل کرانے کی تحریک کی میں نے نہایت شدت سے مخالفت کی۔ میں نے کہا کہ انگریزی اور ہندی کے لیے گاؤں در گاؤں اسکول کھلے ہوئے ہیں، یہ لاکھوں میں دو چار بچے عربی پڑھنے کے لیے آ ہی گئے ہیں تم ان کو بھی اسی میں دھکیل رہے ہو۔ مولانا

[1] آپ بیتی نمبر ۴، ص ۹۶



حفظ الرحمٰن صاحب بھی اس وقت حیات تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور بلند درجات عطا فرمائے، میری تائید میں بہت زوردار تقریر انہوں نے فرمائی اور کہا کہ سب کو معلوم ہے کہ میں ہندی کا کتنا حامی ہوں، مگر میں دارالعلوم کی چار دیواری میں شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ ہوں۔ یقیناً اس کو اسلاف کے طرز پر جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو رکھنا چاہیے۔ اصل محرک صاحب نے ضرورتِ زمانہ پر زور دیا۔ مولانا مرحوم نے میری وکالت کرتے ہوئے کہا کہ ان مدارس کی ابتداء میں انگریزی کی ضرورت اس سے زیادہ سخت تھی، جتنی آج کل ہندی کی بتلائی جاتی ہے اور میں خود بھی اس کا ہم خیال ہوں مگر دارالعلوم کی حدود میں شیخ الحدیث کے ساتھ ساتھ ہوں۔ مجھ غریب کی آواز میں اتنا زور نہ ہوتا مگر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے جوش و خروش کو دیکھنے والے اب تک بھی خوب ہیں۔ میں نے پہلے کسی جگہ پر لکھوایا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب باوجود اپنے سیاسی زوروں کے اس ناکارہ کی رائے کو اپنی رائے کے خلاف قبول فرماتے تھے، اور جہاں کہیں ان کی رائے بہت خلاف ہوتی وہاں بھی وہ اس سیہ کار کی رائے کو بغیر نام کے ذکر ضرور کر دیتے تھے۔ دارالعلوم کے مسائل میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بھی یہی معمول رہا کہ وہ بسا اوقات اپنے سیاسی رجحان کی مخالفت کے باوجود دارالعلوم کے مسائل میں اس سیہ کار کو بہت اہمیت دیتے تھے۔"[1]

[1] آپ بیتی نمبر ۳، ص ۴۷

## احترام اکابر

اللہ تعالیٰ اور ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق و محبت کے ساتھ ساتھ

اہل اللہ کی قدر و منزلت، ان سے عقیدت و محبت اور ان کا اکرام و احترام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ کیونکہ محبوب کی نسبت بھی محبوب ہوتی ہے۔ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہٗ سے تعلق ولایت کی نسبت حاصل ہے۔ (آیت کریمہ الا ان اولیاء اللہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من عادی لی ولیا اس نسبت کی دلیل ہے)

اس لیے ان سے محبت و عقیدت درحقیقت حبّ الٰہی کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح دین کے تمام خدام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں شامل ہیں اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و نسبت ہے۔ ان سے الفت و تعلق، حُبِّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثمرہ ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین ہوں یا ائمہ فقہاء یا حضرات صوفیاء و مشائخ، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام حضرات کا علیٰ حسب المراتب غایت درجہ اکرام و احترام فرماتے۔ اور نہایت محبت و عظمت سے ان کا ذکرِ خیر فرماتے۔ ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ، نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ درجتہٗ اور دیگر دعائیہ کلمات فرماتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے کمالات و احسانات کا ذکر کرتے، اور مسلمانوں کے دل میں ان کی محبت و عظمت کا نقش جمانے کے لیے آپ نے ... "حکایاتِ صحابہؓ" تالیف فرمائی۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض خطاؤں کا جو صدور ہوا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی تکوینی حکمت تھی، اور ان کے سیئات بھی مبدل بہ حسنات ہیں۔ رسالہ "شریعت و طریقت کا تلازم" میں فرماتے ہیں:



"بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض بڑی خطائیں سرزد ہو جانے پر کبھی بھی کوئی خلجان طبیعت میں نہیں آیا، جبکہ مشائخ عظام سے ایسے خطاؤں کا صدور بعید تر ہے اور کوئی بڑے سے بڑا شیخ بھی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو ان کی معاصی کی روایات پر اللہ کے فضل سے مجھے کبھی کوئی اشکال نہیں ہوا۔ اکابر کی جوتیوں اور احادیث کی برکت سے ان کے متعلق ہمیشہ یہی ذہن میں رہا کہ یہ افعال ان حضرات سے تعلیم کی تکمیل کے لیے تکوینی طور سے کرائے گئے۔

تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

ان انفاس قدسیہ نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ آپ اپنی شریعتِ مطہرہ کی تکمیل کیجیے، ہم اس کے لیے سنگسار ہونے کو تیار ہیں۔ ہاتھ کٹانے کو تیار ہیں، کوڑے کھانے کو تیار ہیں۔ یہی میرے نزدیک مصداق ہیں۔ قرآن کریم کی آیت فاولئک یبدل اللہ سیئاتهم حسنات کے (یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا) اور یہی مصداق ہیں ان احادیث مغفرت کے جس میں ہے کہ بعض خوش نصیبوں کو کہا جائے گا کہ ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی دے دو۔"[1]

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے جو یہ افعال تکوینی طور پر کرائے گئے، اس کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رسالہ "اعتدال" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معاصی بھی صادر ہوئے اور امور سلطنت و حکمت میں اختلافات اور لڑائیاں بھی ہوئیں۔ ان میں سے

[1] شریعت و طریقت کا تلازم

بہت سے امور گو ان حضرات کی شایانِ شان نہ ہوں، ان کے علوِ مراتب کے بعض امور خلاف ہوں، لیکن ہمارے لیے وہ امور مشعلِ ہدایت ہیں اور جو واقعات بھی پیش آئے وہ اُمت کے لیے راہِ عمل اور عمل کے لیے نمونہ ہیں۔ اور حقیقی بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عملی تعلیم کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور یہی ضرورت نبی کی ہوتی ہے کہ امت کے لیے جو احکام نازل ہوں وہ ان کو عملی جامہ پہنا کر جاری کر جائے، تاکہ بعد میں یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ ان پر عمل کیسے ہو سکتا ہے۔

ایسی حالت میں قوانین دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن سے شانِ نبوت انکار نہ کرتی ہو، ان کا صدور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر سے ہوا....

دوسرے وہ احکام جو ایسے امور کے متعلق ہوں جو شانِ نبوت کے منافی ہیں، جیسے زنا، چوری وغیرہ، اور اس نوع کے احکام کا بتانا بھی ضروری تھا اور ان کی حدود کا جاری کرنا بھی، ایسے ہی سلطنت کے مقابلے اور حکومت کرنے اور حکومت لینے کے ضوابط کی ضرورت بھی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں یہ چیز اگر پیش آتی تو جس جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہو جاتا، وہ قطعی تھا۔ خلاف کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لیے ضرورت تھی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ چیزیں پیش آئیں اور دونوں جانب کے اصول و ضوابط معرضِ ظہور میں آئیں۔ اس لیے جو چیزیں ایسی تھیں کہ شانِ نبوت ان کے منافی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو ان چیزوں کے اجراء کے لیے پیش کیا، ان میں جو امور ایسے تھے جو حضور کے



زمانہ میں وجود میں آ سکتے تھے، جیسے معاصی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صادر ہوئے اور جو ایسے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا پیش آنا مشکل تھا، جیسے کہ سلطنت کے تنازعات وہ بعد میں پیش آئے۔ ایسی حالت میں ہم لوگوں کو ان سب نزاعات اور اختلافات پر بھی ان حضرات کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ممنون ہونا ضروری ہے کہ ہمارے لیے یہ حضرات راستہ کھول گئے اور حکومت کرنے اور حکومت کی جائز مخالفت کرنے کے طریقے بتا گئے"۔ [1]

اسی طرح درسِ حدیث میں حضرات فقہائے اُمت کے اختلافات، ان کے دلائل اور فقہ حنفی کے وجوہ بڑی تفصیل سے بیان فرماتے، لیکن ہر امام کا نام نہایت اجلال و تعظیم کے ساتھ لیتے اور نہایت محبت سے ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رحمہ اللہ" یا "رضی اللہ عنہ" کہتے۔ طلبہ کو بھی ہمیشہ اس کی تلقین و تاکید فرماتے کہ اکابر ائمہ فقہا کا ادب ملحوظ رکھیں۔ چنانچہ درسِ حدیث کی ابتداء میں طلبہ کے سامنے اپنے دس اصول (اصولِ عشرہ) بیان فرماتے، جن کی پابندی طلبہ کو سارے سال کرنی ہوتی تھی۔ ان دس میں سے نواں اصول یہ تھا:

"ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام ہو اور ان پر اعتراض، چاہے قلبی ہی کیوں نہ ہو، ہرگز نہ کیا جائے...

بعض لوگ حنفیت کے زور میں دوسرے ائمہ پر اور بعض بے وقوف ائمہ حدیث پر تنقیدی فقرے کہتے ہیں، یہ مجھے بہت ناگوار ہوتا ہے۔ میں نے قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا ایک مقولہ بچپن میں سنا تھا.... غالباً

[1] آپ بیتی نمبر ۶، ص ۴۳

تذکرۃ الرشید میں یہ قصہ لکھا بھی گیا کہ حضرت قدس سرہٗ نے حنفیت کی تائید میں کوئی تقریر فرمائی، جس پر طلبہ جھوم گئے۔ کسی نے جوش میں کہہ دیا کہ اگر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس تقریر کو سنتے تو رجوع فرما لیتے، تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "توبہ توبہ استغفر اللہ" حضرت امام ربانی اگر موجود ہوتے تو میری یہ تقریر ایک شبہ ہوتی، اور حضرت مجتہد صاحب اس کا جواب فرما دیتے۔ اب تو چونکہ ائمہ مجتہدین موجود نہیں ہیں، ان کے اقوال ہمارے سامنے ہیں ان اقوال میں ہم امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اقرب الی القرآن والحدیث پاتے ہیں۔ اس لیے اس کی تائید کرتے ہیں، ورنہ مجتہدین میں سے کوئی ہوتا تو ان کی اتباع بغیر چارہ نہ ہوتا۔ او کما قال"۔ [1]

اہل اللہ پر اعتراض وتکبر کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خطرناک سمجھتے تھے۔۔۔

"شریعت وطریقت کا تلازم" میں فرماتے ہیں:

"آخر میں مضمون جو سب سے زیادہ اہم ہے اور خطرناک ہے وہ اکابر علماء ہوں یا محدثین، فقہاء کرام ہوں یا صوفیائے عظام، ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی ہے"۔

اس مضمون کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے نو صفحوں میں بیان فرمایا ہے، جو دیکھنے کے لائق ہے اس کے آخر میں فرماتے ہیں:

"یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے آیا ہے اور بہت اہم ہے۔ اللہ والوں سے محبت رکھنا اکسیر عظیم ہے اور ان سے دشمنی سم قاتل ہے۔

---

[1] آپ بیتی نمبر ۶، ص ۴۳



اس مضمون کو میرے رسالہ اعتدال میں بہت اہتمام سے دیکھا جائے۔ دس بارہ صفحوں میں یہ مضمون ہے اور بہت مزیدار ہے۔ میری ایک نصیحت اپنے دوستوں کو ہمیشہ سے رہتی ہے اور خود بھی اسی پر عمل کی ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ دین کے شعبے تو بہت ہیں اور سب پر ہر ایک کو عمل کرنا بہت مشکل ہے۔

محدث ہونا، فقیہ ہونا، مجاہد ہونا، صاحب تقویٰ ہونا، صاحب ورع ہونا، نوافل کی کثرت کرنا، روزہ کی کثرت کرنا وغیرہ وغیرہ، لیکن ان میں سے کاملین کے ساتھ اگر کوئی شخص محبت پیدا کرلے تو المرء مع من احب کے قاعدہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ سارے ہی دین کے اجزاء سے حصہ وافر ملے گا"۔ [1]

ہندوستان کے علمی سلسلے کے مورث اعلیٰ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ان کو "مسند الہند" فرمایا کرتے تھے۔ آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

"اس ناکارہ زکریا کا معمول ایک عرصے سے یہ ہے کہ حضرت قطب الارشاد حکیم الاسلام حضرت اقدس شاہ ولی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ کو مسند الہند کہا کرتا ہوں اور لکھا کرتا ہوں"۔ [2]

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[1] شریعت وطریقت کا تلازم ص ۲۵۲

[2] آپ بیتی نمبر ۵، ص ۱۴۵

"اس سیہ کار کا دستور یہ بھی رہا کہ حضرت حکیم الامت کی مجلس میں بہت کم جانا ہوتا۔ اور حضرت کے یہاں کی حاضری کا وقت بھی متعین طور پر ظہر سے عصر تک تھا۔ اس لیے یہ ناکارہ اس کا اہتمام رکھتا تھا کہ حضرت کی مجلس میں بے وضو کبھی نہ بیٹھے، اللہ نے اس کی توفیق عطا فرمائی۔" [1]

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت قطب العالم مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہما کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت اکثر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اور ان حضرات کے واقعات بڑی عظمت و محبت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ بیتی میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اتنے واقعات اس وقت ذہن میں ہیں کہ اوجز کی چھ جلدیں حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری کے حالات میں آ سکتی ہیں۔" [2]

## محبوبیت و مقبولیت

مقبولانِ الٰہی کے قلوبِ صافیہ میں کسی شخص کی محبت کا پیدا ہو جانا حُبِّ الٰہی کا ثمرہ ہے۔ حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے:

ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبه قال فیحبه جبریل ثم ینادی فی السماء

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں، تم بھی اس سے

[1] آپ بیتی نمبر۲، ص ۱۸

[2] آپ بیتی نمبر۲، ص ۹۷



فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبه اهل السماء ثم یوضع له القبول (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۴۲۵۔ باب الحب فی اللہ)۔

محبت رکھو۔ پس جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ مقبولیت و محبوبیت عنداللہ کی ترتیب یہ ہے کہ وہ اوپر سے نیچے کو آتی ہے۔ پہلے وہ شخص عنداللہ مقبول و محبوب ہوتا ہے، پھر ملائکہ مقربین اور کارکنانِ قضا و قدر کو اس کی محبوبیت کا حکم ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ و ثمرہ میں زمین کے مقربینِ الٰہی کو اس کی محبوبیت و مقبولیت کا القاء و الہام ہوتا ہے۔ اہلِ ارض کے مقبولین میں سب سے بڑھ کر آنحضرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے قلبِ اطہر میں جن خوش نصیبوں کی محبوبیت القاء کی گئی اور آپ نے زبانِ وحی ترجمان سے ان کی محبوبیت و مقبولیت کا اظہار و اعلان فرمایا، ان کا مقبول عنداللہ ہونا تو قطعی ہے۔ لیکن زمانۂ وحی کے انقطاع کے بعد کسی شخص کی محبوبیت عنداللہ کی علامت اہلِ قلوب مقبولانِ الٰہی کا اس کی محبت پر اجماع ہے۔ ان اکابر کے دل میں جس شخص کی محبت ہو وہ ان شاء اللہ عنداللہ مقبول و محبوب ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ پر حق تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک عظیم انعام و احسان یہ تھا کہ آپ بچپن سے جوانی اور جوانی سے پیرانہ سالی تک ساری عمر اکابر اولیاء اللہ کے منظورِ نظر اور محبوب و مقرب رہے، جو یقیناً حُبِّ الٰہی کا ثمرہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی نمبر۲ میں "تحدیث بالنعمۃ" کے

زیرِ عنوان اپنے اکابر کی شفقتوں اور محبتوں کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اس کی تمہید میں فرماتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

جیسا کہ آپ بیتی نمبر ۳ کی ابتداء میں گزر چکا ہے کہ اس کے ہر حصہ میں دو باب تجویز ہیں۔ اس (آپ بیتی نمبر ۶) کے پہلے باب میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اکابر کی شفقتوں کا مختصر حال، حضرت گنگوہی، حضرت سہارنپوری، حضرت اقدس رائے پوری شاہ عبدالرحیم صاحب، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری، والد صاحب اور چچا جان نور اللہ مراقدہم کے چند واقعات آگئے ہیں[1]۔ اس لیے کہ ان دونوں کے حالات کے لیے تو جلد دفتر چاہیئے۔ اس باب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر کی شفقتوں کے جو واقعات لکھوائے ہیں، انہیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ میری قدر جتنی میرے بڑوں نے کی، اتنی چھوٹوں نے نہیں کی"۔

یہ اکابر اس صدی کے اقطاب تھے، جن کے قلوب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و مقبولیت پر مجتمع تھے۔ اور یہ حضرت شیخؒ کا ایک ایسا امتیاز ہے، جو ان کے معاصرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اور یہ اسی حُبّ الٰہی اور اکابر اہل اللہ کے یہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبیت کا ثمرہ تھا کہ کسی جگہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی خبر

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے:



سُن کر مور و ملخ کی طرح انسانوں کا طوفان امڈ آتا، اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لوگ بے تاب ہوتے۔ اس طرح ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ثم یوضع لہ القبول کا نقشہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاتا۔

## اِتّبَاعِ سُنّت

حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں محبوبیت و مقبولیت کا پیمانہ اتباعِ سنّت ہے۔ جو شخص جس قدر متبع سنّت ہوگا اسی قدر حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں محبوب ہوگا۔ لقولہ تعالیٰ: قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ الایۃ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ پر اتباعِ سنّت کا ایسا غلبہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا میں اتباع کا اہتمام فرماتے تھے۔ اعمال میں، اخلاق میں، عادات میں، معاشرت میں، معیشت میں، جذبات میں، احساسات میں، محبت میں، بغض میں، صلح جنگ میں، انتقام میں، عفو و درگذر میں، غرضیکہ ایک ایک چیز میں آپ کے یہاں اتباعِ سنّت کا اہتمام تھا۔ اور کوئی عمل و خلق ایسا نہ تھا جو سنّت کے سانچے میں ڈھلا ہوا نہ ہو۔ جس طرح امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا تھا:

کان خلقہ القراٰن        آپ کا خلق قرآن تھا۔

اسی طرح بغیر تردد کے کہا جا سکتا ہے، کان خلقہ خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[1] (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم کے رسالہ "محبوب العارفین" میں اس کی تلخیص مع اضافات کی گئی ہے۔ اس رسالہ کو درسِ محبت بلکہ "نصابِ محبت" کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے، اور اسے اس سوانح کا ایک جزو تصور کیا جائے۔ (مؤلف)

یعنی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی سنّت میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اسی کو حضراتِ صوفیاء "فنافی الرسولؐ" سے تعبیر فرماتے ہیں اور اسی دولتِ کبریٰ کو "استقامۃ فوق الکرامۃ" کا نام دیا جاتا ہے۔ حضراتِ صوفیا کے یہاں تمام مجاہدات و ریاضات کی غایت اخلاص و احسان کے ساتھ اتباعِ سنّت ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اتباعِ سنّت کے واقعات و جزئیات ذکر کیے جائیں تو اس کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہوگی۔ جناب صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہٗ نے اپنے رسالہ "حضرت شیخ کا اتباعِ سنّت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں احادیثِ شمائل کے تحت حضرتؒ کے اتباعِ سنت کے کچھ نمونے ذکر کر دیئے اور حضرتؒ کی آپ بیتی میں بھی متفرق طور پر اس کے واقعات آ گئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہو گا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ سنّت میں کیسے کیسے دقیق پہلوؤں کی بھی رعایت فرماتے تھے۔

## عشق و محبت اور سوز و گداز

مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

شیخ کے علمی تصنیفی انہماک، وقار و سکینت اور ضبط و تحمل کے فانوس میں عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ تھا، جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں، ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا تھا اور وہ شایدان کے خمیر کے تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا۔ ان کا حال وہ تھا جو سوداؔ نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

عشق و محبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا، اور اس کے



شرارے اسی وقت نظر آتے، جب عشقِ الٰہی، نعت رسالت پناہی، اور واصلانِ بارگاہِ الٰہی کا تذکرہ ہو۔

راقم سطور نے اپنے پہلے سفرِ حجاز کے موقعہ پر مدینہ طیبہ سے ایک خط لکھا جس میں مدینہ کے راستہ کی کیفیات اور بعض نعتیہ اشعار تھے، جب یہ خط پہنچا تو شیخؒ کی عجیب کیفیت تھی، جو لوگ پاس موجود تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک عزیز خادم[1] سے جو خوش الحان بھی تھے، ان اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش ہوئی۔ گرمی کا زمانہ تھا، رمضان کے ایام تھے، اعتکاف کا موقعہ تھا، اس وقت کچھ لوگ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بدن دبا رہے تھے، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس وقت ان صاحب نے یہ اشعار پڑھے، اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرطِ شوق اور شدتِ جوش میں بالشت بالشت بھر اچھل جاتے، جو لوگ بدن دبا رہے تھے ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ شیخؒ کے جسم میں ایک بجلی سی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اپنی کیفیت کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے۔

راقم سطور نے خود بارہا دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اپنے ایک مسودہ[2] سے حضرت مائے پوریؒ کو سنا رہا ہے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ پاس کی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، پر گریہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ چارپائی ہلنے لگی۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں جو حج ہوا، اس سے واپسی کے موقعہ پر اس طرح بلک بلک کر رونے لگے جیسے بچہ اپنی ماں کی گود سے علیحدہ کیا جائے تو وہ بے قرار ہو کر روتا اور بلکتا ہے۔[3]

---

[1] مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی مرحوم مراد ہیں۔

[2] تاریخ دعوت عزیمت جلد ۳

[3] روایت صوفی محمد اقبال ہوشیارپوری۔

اس سرزمینِ مقدس اور دیارِ حبیب ﷺ سے ان کی روح اور قلب کو جو تعلق اور وابستگی ہے اور اس کے چھوٹنے پر ان کے دل پر جو کچھ گذر رہی تھی، اس کا کچھ اندازہ ان سطور سے ہوگا۔ جدہ کے ایک مخلص خادم نے ان سطور کے راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھی تھیں :۔

" طائف سے واپسی پر عمرہ کر کے (جعرانہ سے احرام باندھا تھا) دوسرے روز جدہ روانگی ہوگئی۔ حدودِ حرم کے ختم پر جو کنواں ہے، وہاں مغرب کا وقت ہوا۔ نماز کے بعد سوار ہونے کے وقت حضرت پر گریہ طاری ہوا، پھر جدہ پہنچ کر محمد علی خاں صاحب کے مکان پر رات قیام تھا ... ساری رات عجیب بے چینی میں گذری۔ حضرت کی خدمت میں صرف محترمی ابوالحسن صاحب اور بندہ موجود تھے۔ اور باقی خدام و حضرات حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوسرے کمروں میں تھے۔ حضرتؒ بار بار اٹھ کر بیٹھتے اور ہم لوگ بھی آہٹ پاکر اٹھ جاتے۔ اور کسی وقت سوتے بنتے رہتے اور دیکھتے رہتے۔ بندہ کو ۲۲ سال سے کئی دفعہ کافی عرصہ کے لیے حضرت کی خدمت میں رہنا ہوا۔ سفرِ حضر، عزیزوں بزرگوں کی اموات، رمضان المبارک کی راتیں، حج کا سفر، سفرِ عرفات وغیرہ، مختلف اوقات و حالات میں حاضری نصیب ہوئی۔ مگر ایسی حالت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی ... کبھی کھڑکی سے منہ نکال کر گلی میں راستوں کو دیکھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں، ابوالحسن آج اور عرب کی زمین دیکھ لے، کل کو جانا ہی ہے۔

دوسرے روز ہوائی اڈہ پر انتظار میں ویٹنگ روم میں بیٹھنا ہوا۔ موسمِ حج اور اپنے ساتھ پاکستان جانے والوں کا کثیر مجمع، اور جدہ میں رخصت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے کافی وقت بیٹھنا ہوا۔ بندہ نے



حضرت کو روتے ہوئے پہلے بھی بہت کثرت سے دیکھا تھا، اکثر اوقات تو ایسا کہ اجنبی کو تو ظاہر نہ ہوتا تھا، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رو رہے ہیں، اور بعض وقت دیکھنے والوں کو محسوس ہو جاتا تھا کہ نماز، تلاوت وغیرہ میں حضرت رو رہے ہیں، لیکن آنسوؤں کی کثرت کا دستور نہ تھا۔ اور یہ قانون تھا کہ ایسی حالت میں جب کوئی ملنے والا آ گیا، یا کوئی دوسرا موضوع سامنے آیا، جس میں کسی سے ہنسی مذاق اور خندہ پیشانی کی ضرورت ہوتی، یا کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو ظاہری طور پر حضرت کی وہ حالت فوراً ختم ہو جاتی اور آنے والے کو کچھ محسوس نہ ہوتا۔ وقت کے حق کے مطابق حالت ہو جاتی۔

اس رخصتی والے دن کی حالت بالکل نرالی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ اردگرد کافی مجمع تھا لیکن حضرت نور اللہ مرقدہ ایسے بیٹھے ہوئے تھے، جیسا کہ بالکل اکیلے ہوں۔ کوئی بات، کلام، توجہ نہ تھی، بے تحاشہ رو رہے تھے، آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے، اگرچہ تربتر ہو رہا تھا، چہرہ مبارک سرخ اور آنکھوں کے پانی سے ایسا دھل رہا تھا جیسا کہ کوئی نل کے نیچے بیٹھا ہو، بس آواز تو نہیں تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ ڈھیلے کیے بیٹھے تھے، لوگ چپ چاپ معانقہ کرتے جاتے تھے۔ ایک دہشت سی تھی۔ اسی حالت میں رخصتی ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی حالت ہمیشہ مخفی رکھنے کی عادت تھی اس لیے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بھی یقین نہ آتا۔ بیان کو مبالغہ سمجھتا اور اب اس بیان کو ناکافی سمجھ رہا ہوں۔" [1]

---

[1] مکتوب صوفی محمد اقبال صاحب بنام ابوالحسن علی۔

ایسی محبت اور اخلاص نے ان کے درس، ان کی تصنیفات اور ان کے سات بیعت و ارادت کے تعلق میں وہ تاثیر اور کیفیت پیدا کر دی تھی، جو اہلِ عشق کے ساتھ مخصوص ہے۔

ان کمالات کے ساتھ، جن سے اللہ تعالےٰ نے ان کو نوازا تھا، اور اس محبوبیت و اختصاص کے باوجود، جو ان کو اکابر و شیوخ کے حلقہ میں ہمیشہ سے حاصل رہا تھا، وہ اپنے کو کس نظر سے دیکھتے تھے اور دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا" کا ان کی زندگی میں کس قدر ظہور ہوا تھا۔ اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہوگا، جو ان گرامی ناموں سے ماخوذ ہیں، جو اس عاجز کے نام حجاز بھیجے گئے تھے:

"بعد سلام مسنون، رائے بریلی والا پرچہ پہنچا، روانگی سے قبل ملاقات کو تو بندہ کا بھی دل چاہتا ہے مگر وقت تنگ رہ گیا۔ یہاں تشریف لانا ایسے تنگ وقت میں دشوار ہوگا اور مجھے بھی مولوی یوسف صاحب آج کل میں بلا رہے ہیں، اس وقت جا کر فوراً دوبارہ جانا مشکل ہے، میں نے ان کو کل لکھا تو ہے کہ بجائے اس وقت کے اگر اس وقت بلا لیں تو زیادہ اچھا ہے۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ دہلی سے روانگی کس وقت ہے، یا روانگی براہ سہارنپور ہے...... دہلی سے دریافت بھی کیا ہے مگر وہاں سے جواب کا آنا بھی کار سے دارد، بہرحال اگر ملاقات نہ ہو سکے تو دونوں اپنی تمام تقصیرات اور بے مخاینوں کی معافی چاہتا ہوں، شانیاً ؎

جاتے ہو تو جاؤ، پر اتنا تو سن جاؤ
یاد جو آجائیں، تو ہم[1] نے کی دعا کرنا

[1] کس پر ! یہ کیا بتاؤں !



بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ پر پہنچ کر اگر یاد آ جائے تو یہ الفاظ بھی عرض کر دینا، ایک روسیاہ ہندی نے بھی سلام عرض کیا تھا۔ اگر ایک دو طواف بھی اس ناکارہ کی طرف سے کر دیں، تو آپ جیسے کریم جفاکش حضرات سے امید ہے کہ بار نہ ہوگا۔ یہی چیزیں اس ناکارہ اور نااہل کے لیے اعلیٰ تبرکات ہیں۔ کسی تبرک کے لانے کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کریں، اس کا نعم البدل میں نے تعلقات کی قوت کے زور میں خود ہی تجویز کر دیا کہ کھجور، زمزم وغیرہ تبرکات کی بہ نسبت دعا اور طواف کی مسرت بھی زیادہ ہوگی اور احتیاج بھی زیادہ ہے۔

فقط والسلام زکریا، مظاہر العلوم
۲۲ رجب ۶۶ھ

روضۂ اطہر پر دست بستہ صلوٰۃ و سلام

بعد سلام مسنون، گرامی نامہ مورخہ ۱۳ رمضان ۲۰ ماہ مبارک کو پہنچا، ہر چند کہ ماہ مبارک میں خط لکھنے کا وقت ارادے سے بھی نہیں ملتا، لیکن آپ کے انتظار نے مجبور کیا کہ چند سطور تو لکھ ہی دوں۔ گرامی نامہ نے گرمی کے رمضان میں ایک شعلہ سا بدن میں پیدا کر دیا۔ اس کے سوا کیا عرض کروں۔ "فیالاہ باب التحیم تعیمھم" آپ نے راستہ کی کیفیت اور مناظر تحریر فرما کر سابقہ حالات اور پرانے واقعات یاد دلا دیے۔ آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا کہ مدینہ طیبہ کا قیام کب تک ہے؟ تاکہ عید کے بعد کے مراسلت کے متعلق رائے قائم کر سکوں۔

ماہ مبارک اب قریب الختم ہے، اس میں دوسرا عریضہ بظاہر نہ جا سکے گا۔ اس کے بعد تقریباً ایک عشرہ مسلسل مختلف اسفار، رائے پور وغیرہ میں صرف ہوگا۔ روضۂ اطہر پر دست بستہ صلوٰۃ وسلام کی درخواست جملہ حضرات کی خدمت میں بعجز عرض ہے۔

زکریا (نظام الدین)
۲۲ر رمضان ۶۶ھ

بعد سلام مسنون! خیال بلکہ یقین تھا کہ دہلی میں الوداعی زیارت ضرور ہوگی، اور اپنی بدحالی کو پیش کرکے کچھ مانگنے کی درخواست کروں گا۔ اپنے دہلی کے سفر میں اہم مقصد آپ کی زیارت ہی تھی مگر نظام سفر ایسا گڑبڑ ہوا کہ مجھے خود ہی مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی کی معرفت یہ کہلانا پڑا کہ آپ سیدھے ہی تشریف لے جائیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ نہ ملنے کا قلق ضرور رہا، اور رہے گا، اب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ ان حروف کے ذریعہ اپنی بدحالی کو پیش کردوں آپ خود ہی اندازہ کرلیں گے کہ اس سے زیادہ محروم القسمت کون ہوگا۔ جس کو حضرت اقدس اور آپ جیسا بہترین رفیق سفر ملے اور کرایہ کا اس کو اشکال نہ ہو، بظاہر کوئی مانع نہ ہو، پھر بھی وہ محروم ہے، تو اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی روسیاہی اس قابل نہیں کہ اس پاک دیار میں حاضری کی اجازت دی جائے۔۔۔

اب آپ سے انتہائی لجاجت سے درخواست ہے کہ ملتزم پر اور مواجہہ پر آپ اس ناپاک کے لیے جو کچھ کر سکتے ہوں کردیجیے۔ اللہ جل شانہ، آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور یہاں کے مسلمانوں کے لیے کیا کہنا ہے، یہ تو آپ کا دل مجھ سے بھی زیادہ جانتا



ہوگا۔۔۔

فقط والسلام
زکریا، مظاہر العلوم
۱۴ر ذی قعدہ ۶۹ھ

اس تعلق، باطنی کیفیت اور عشق روحانی کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے یہاں ان کے چند مکتوبات کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں، جو حضرت نے ازراہِ شفقت کرم راقم سطور کو حجاز کے دوران قیام میں (۱۹۳۶ء، ۵۵ھ) دورِ حج کے موقعہ پر تحریر فرمائے ہیں:۔

ہمارا نام لے کر آہ بھی ایک کھینچیو قاصد
جو وہ پوچھیں تو کہہ دینا یہ پیغام زبانی ہے

بعد سلام مسنون! کراچی سے دو گرامی نامے پہنچے۔ اول مفصل لفافہ اور پھر مختصر کارڈ، مگر وہاں جواب کا وقت نہ تھا۔ آپ نے اس ناپاک کی معیت ورفاقت کی آرزو کی، مگر یہ نجس العین اس پاک خطہ کے قابل کہاں۔ دو مرتبہ حاضری ہوئی مگر ایک طاہر ومطہر ہستی تھی جس کے پیچھے یہ قطمیر[1] بھی لگ لیا، بلکہ ہنکا لگا لیا گیا۔ اب کوئی پاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس میں ہر قسم کی غلاظت مغلوب ہو جائے۔ فیا حسرتا، آپ نہ جانے کس مغالطہ میں ہیں، اپنی حالت یہ ہے:۔

[1] اصحاب کہف کے ساتھ جو کتا لگ لیا تھا؟ اس کا نام بعض کتابوں میں قطمیر لکھا گیا ہے۔

كان ظني بأن الشيب يرشدني — إذا أتى فإذا غيي به كثرا

بلکہ (اب حقیقت یہ ہے)

وكنت امرأ من جند ابليس فارتقى — بي الدهر حتى صار ابليس من جندي

فلو مات قبلي كنت احسن بعده — طرائق فسق ليس يحسنها بعدي

اسی تعلق اور محبت کے واسطے سے جو آپ کو اللہ رب العزت کی ستاری کی وجہ سے اس ناپاک سے محض مغالطہ کی وجہ سے رہا ہے، درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں، مبارک راتوں میں، مبارک جگہ میں اگر دعاء دستگیری فرمادیں، تو وہ پاک ذات وہ مقلب القلوب قادر مطلق جو عجلیہ[لہ] کو عمر بنادے، اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک ناپاک کو پاک بنا دے اور بدکار کو نیک کار بنا دے ؎

چشم فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے
لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے!

عمر ختم ہوتی جارہی ہے، ظاہری طور پر وقت قریب ہی آتا جارہا ہے اور حالت یہ ہے ؎

آئی تھی کچھ لین کو، اور بھول چلی کچھ اور
کیا دکھاؤں گی اپنے پیا کو میرے خالی دونوں ہاتھ

---

دیتے ہیں موئے سفید افسوس پیغامِ اجل
نفس سنتا ہی نہیں ہر چند کہتا ہوں سنبھل۔

---

لہ شاید یہ حضرت عمرؓ کا جاہلیت میں نام یا عرف تھا۔



اپنی حالت کو کہاں تک رووں، اور اس منافقانہ تحریر سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک ضائع کروں، یہ سطریں اس امید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر کچھ چوٹ لگے تو آپ اس پاک دربار میں کچھ عرض کر سکیں، جن کی پاک جوتیوں کے ذرّے "لو اقسم علی اللہ لأبرّہ" کے مصادیق ہیں، بہت ادب سے صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کر دیں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہرگز لائق نہیں، لیکن تم رحمۃ للعالمین ہو، اس ناپاک کے لیے تمہاری نظرِ رأفت کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں ہے ؎

ز محروماں چرا فارغ نشینی — شہا آخر رحمۃ للعالمینی

یہ بھی عرض کر دیں کہ کچھ عرض کرنے کا منہ نہیں، اس لیے کیا عرض کروں...

فقط والسلام

زکریا۔ مظاہر العلوم

۲۲ شعبان ۶۶ھ۔

ایک خصوصی درخواست آپ سے یہ بھی ہے کہ ملتزم پر ایک مرتبہ یہ بھی اس ناپاک کے لیے مانگ دیجیے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہم کش

کیا بعید ہے کہ گناہوں سے پاک صاف لوگوں کی زبان کسی ناپاک کی معافی کا ذریعہ بن جائے۔ اس میں کوئی تصنع نہیں ہے کہ اپنی ساری گندگی کے باوجود جس چیز پر بڑا فخر اور اس کی بڑی ڈھارس ہے، وہ صرف یہ ہے کہ بچپن سے اس وقت پیری

تک اللہ کا بہت بڑا کرم یہ رہا کہ ہر دور کے اکابر اہل اللہ کی خصوصی شفقتیں انتہا سے زیادہ رہیں، اس پر جتنا بھی ناز ہو کم ہے، لیکن ساری خوشی ایک دم سناٹے سے بدل جاتی ہے، جب قیامت کے حکم "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ" کا اعلان دل میں گذر جاتا ہے، کاش آپ سب مخلصوں، حسن ظن رکھنے والوں کے زور اس سال اس ناپاک کے اعمالنامہ سیاہ کو بھی دھو ڈالیں، تو آپ سب کا کس قدر احسان اس ناپاک پر ہو، ورنہ جب کل کو میری ناپاک حالت آپ کے سامنے ہوگی تو آپ کو اپنے اس تعلق پر بجا افسوس ہوگا، جو آپ نے اپنے اس مفصل گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جو بمبئی سے لکھا....

فقط والسلام

زکریا - مظاہر علوم

۲۶ ذی قعدہ سنہ ۶۹ھ

* * *



باب ہفتم

# مدارس

# اور

# تبلیغ کی سرپرستی

# مدارس و تبلیغ کی سرپرستی

مشائخ کاملین نیابت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں اور ان کے انفاس قدسیہ اور کلمات طیبہ مردہ دلوں کی مسیحائی کا کام کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کا ایک فقرہ زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ ان کا قلب اطہر انوارِ نبوت سے مستفید الہام ربانی کا مورد اور فراست ایمانی کا منبع و سرچشمہ ہوا کرتا ہے۔ ان کی صحبت کیمیا اور ان کے اقوال و ارشادات کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں۔ اس تالیف کا اصل مقصد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے افادات و ارشادات کا ایک معتد بہ حصہ جمع کرنا تھا جو ہر عام و خاص کے لیے اکسیر ایمان اور مشعل راہ ہوں۔ بحمد اللہ ہم نے محنت و جستجو سے حضرت نور اللہ مرقدہ کے مکتوباتِ شریفہ کے اقتباسات اور ملفوظات طیبہ کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔ جس کو آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے ہم نے مکتوبات شریفہ کے اقتباسات کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت درج کیا ہے۔

مدارس کی سرپرستی
تبلیغ کی سرپرستی
سالکین کی اصلاح و تربیت
متفرقات

ہر اقتباس پر عنوان کا اضافہ بھی ہماری طرف سے کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام کو مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہاں مندرجہ بالا عنوانات پر مختصراً روشنی ڈالنا ضروری ہوگا۔

## مدارس کی سرپرستی

حضرت نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی مدرسہ کے ماحول میں گزری۔ ہمارے دینی مدارس کی بنیاد کن اصولوں پر رکھی گئی تھی؟ اور ہمارے اکابر کا طرزِ عمل، تعلیم و تدریس طلبہ کی اصلاح و تربیت، مدرسہ کے انتظامی و مالی معاملات میں کیا تھا؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ان تمام امور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے قلب و روح میں ان کو پیوست کیا تھا۔ مدارس عربیہ کے بارے میں اکابر کے وضع کردہ اصول اور ان کا طرزِ عمل حضرت شیخ کا ذوق و مزاج بن گیا تھا۔ اور ان سے ذرا بھی انحراف حضرت اقدس کے قلبِ صافی کو بے چین کر دیتا تھا، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور مدرسہ شاہی مراد آباد کو حضرت شیخ "اپنے اکابر کے لگائے ہوئے باغ" فرمایا کرتے تھے۔ ہند و پاک کے باقی مدارس، جو اہلِ حق نے قائم کئے وہ سب انہی کی شاخیں تھیں۔ اس لیے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے آپ کو تمام دینی مدارس کا گویا نگران ذمہ دار سمجھتے تھے اور اہل مدارس بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کی عظمت و وجاہت اور قطبیت کبریٰ کی وجہ سے آپ کو اپنا مربی و سرپرست تصور کرتے تھے۔ اس لئے معروف مدارس میں کوئی مدرسہ مشکل سے ایسا ہوگا جس کے اربابِ حل و عقد ضروری امور میں شفاہاً یا کتابتہً آپ سے مشورہ نہ کرتے ہوں اور بعض دفعہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ از خود اہل مدارس کو ضروری امور میں تنبیہ فرماتے تھے یہاں بطور نمونہ اس کی ایک مثال پیش کر دینا مناسب ہوگا۔

مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر حضرت حافظ محمد صالح خلیفہ مجاز قطب العالم گنگوہی قدس سرہٗ کا جاری کردہ مدرسہ تھا جس کے صدر مدرس مفتی اعظم پنجاب حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہند تھے قیام پاکستان کے تین چار سال ساہیوال میں "جامعہ رشیدیہ" کے نام سے اس



کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ فاضل رشیدی اس کے ناظم اعلیٰ تھے، جامعہ کا ابتدائی دور تھا۔ ناظم صاحب نے کسی موقعہ پر مدرسہ میں مودودی صاحب اور امین احسن اصلاحی کو بھی بلالیا۔ اور مدرسہ کی روداد میں ان کی آمد کا ذکر بھی کر دیا حضرت مفتی صاحب اور ان کے فرزند اکبر کو اس کی پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی۔ حضرت شیخ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فاضل رشیدی صاحب کے نام ایک شکایتی گرامی نامہ تحریر فرمایا، کہ آپ لوگ تو ہمارے اکابر سے منسلک تھے، اب آپ نے اس قسم کے لوگوں سے اپنا رشتہ جوڑ لیا؟ حضرت اقدس مفتی فقیر اللہ صاحب کو حضرت شیخ کے گرامی نامہ کی خبر ہوئی تو فوراً اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت الاستاذ مولانا عبداللہ رائے پوری کو آواز دی۔ "او عبداللہ جلدی آ، دیکھ حضرت شیخ نے کیا لکھا ہے" انہوں نے معذرت کی کہ اس سلسلہ میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ارے اب ہمارے بڑے تو حضرت شیخ ہی رہ گئے ہیں اگر یہ ناراض ہو گئے تو ہم کہاں کے رہیں گے۔ فوراً حضرت کو خط لکھ اور معافی مانگ" چنانچہ حضرت مولانا نے اسی وقت حضرت شیخ کے نام مندرجہ ذیل عریضہ لکھا۔

"بخدمت سیدی و مولائی۔ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا والا نامہ بنام برادر عزیز مولوی حبیب اللہ ناظم مدرسہ پڑھا اور حضرت والد صاحب کو بھی سنایا۔ حضرت والد صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ حضرت شیخ کو جلدی جواب لکھو۔ امتثالاً للامر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں مدرسہ کی روداد مرتب کرتے وقت برادر عزیز نے ہم دونوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ صفحہ چھیالیس میں مودودی اور امین احسن کا نام شائع کرنے میں ہم نے سخت غلطی کی۔ آپ حضرات کو یقیناً صدمہ ہوا ہوگا ہم معافی کے طلبگار ہیں۔

ہمارا رشتہ تو آپ حضرات سے ہی ہے ۔ ہمارا اسلام ، ہماری سلک ہمارا اعتقاد تو واللہ العظیم تقلیدی ہے آپ حضرات کے مسلک سے الگ ہو کر ہمارا کہاں ٹھکانا ہوگا ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ہماری کوتاہیوں پر ہم کو متنبہ فرماتے رہیں گے [1]

اس کے علاوہ بہت سے مدارس حضرت شیخ رح کے خلفاء و متوسلین کے قائم کردہ تھے حضرت شیخ باضابطہ طور پر ہی ان مدارس کے سرپرست اعلیٰ تھے آپ اس بارے میں بار بار ان کو ہدایت دیتے اور قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے اگر وہ تمام مکاتیب فراہم کر لیے جائیں جن میں آپ نے اہل مدارس کی رہنمائی فرمائی ہے تو ایک ضخیم اور نادر دستاویز مرتب ہو سکتی ہے ۔ مگر ہمارا مقصود صرف نمونہ کا پیش کرنا ہے مدارس کی سرپرستی کے ذیل میں ہم نے جو اقتباسات جمع کئے ہیں وہ اہل مدارس کے لیے قیمتی سرمایہ ہے اس سلسلہ میں اس امر کا اظہار بطور خاص ضروری ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ دینی مدارس میں ذکر کے حلقے قائم کرنے کی بہت ہی تاکید فرماتے تھے ۔ حضرت کے نزدیک فتنوں کا جو سیلاب مدارس کی دیواروں سے ٹکرا رہا ہے اور بعض اوقات اس کا ریلا مدارس کے اندر بھی گھس آتا ہے ۔ اس کا تدارک و تریاق ، دینی مدارس میں ذکر کے حلقے قائم کرنا ہے اس سلسلہ میں آئندہ اقتباسات کے علاوہ آپ بیتی ۷ میں ان گرامی ناموں کا مطالعہ بصیرت افروز ہوگا۔

---

[1] یہ خط حضرت شیخ رح کے کاغذات میں محفوظ تھا ۔ جسے حضرت کی حیات ہی میں جناب صوفی محمد محمد اقبال صاحب زید مجدہم نے اپنے رسالہ محبوب العارفین میں شائع کر دیا تھا یہاں یہ خط اسی رسالہ سے نقل کیا گیا ہے ۔



## تنخواہ اور توکل

تم نے تنخواہ چھوڑنے کے متعلق پہلے لکھا تھا اس کے متعلق دو تین دفعہ لکھ چکا ہوں کہ فیکٹری کی ملازمت کی بالکل رائے نہیں ۔ اس میں تو یقیناً اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس سے محفوظ رکھے البتہ کتابوں کی تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں اگر معاشی ضرورت پوری ہو جائے تو مضائقہ نہیں محض توکل پر تنخواہ چھوڑنا بھی تمہارے بس کا نہیں ہے اس واسطے تو اکمال وارشاد کے مطالعہ کا تقاضا کرتا رہتا ہوں ۔ اکمال ص ۶۹ غور سے دیکھیں ۔" (۱۷ ربیع الاول ۹۰ھ م)

## مدرسہ میں انگریزی تعلیم

تمہارے اشتہار میں انگریزی تعلیم سے میرا جی خوش نہیں ہوا ۔ اگر یہ کوئی سرکاری مجبوری ہے تو خیر ، ورنہ اس کے لیے تو بہت سے اسکول و کالج ہیں ۔ تم اپنے مدرسہ کو انگریزی سے کیوں ناپاک کرتے ہو مولوی عبدالرحیم نے بتلایا کہ انگریزی تعلیم قانوناً ضروری ہے تب تو مجبوری ہے ۔" (۲۴ نومبر ۸۰ء)

## مدرسہ کی ترقی کیلئے کوشش ضروری ہے

تم اپنے وحشت کو پہلے خطوط میں بھی لکھ چکے ہو اور میں بڑی شدت سے بار بار تحریر لکھتا ہوں۔

ع یا مکن باپیل بان دوستی یا بنا کن خانہ بر انداز پیل ' دارالعلوم دیوبند کا مقابلہ کرنا ہے تو قاری صاحب زاد مجدہم کی طرح سرگشت کے لیے تیار رہو تم یوں چاہو کہ تمہاری قوت قلبیہ سے افریقہ سے اپنے آپ رقم کھنچ کر آجاوے اور تم تو نیکوں کے درجہ پر رہو یہ نہیں ہو سکتا (۱ فروری ۸۵ء)

## مہتمم مدرسہ کی رہائش کا مدرسہ کے قریب تر ہونا

میں نے تمہیں زبانی بھی مشورہ

دیا تھا اور اب بھی لکھتا ہوں کہ تنخواہ لینے میں کوئی حرج نہیں اکابر کا معمول رہا
ہے اور جب تم ہمہ تن اس میں مشغول ہو تو پھر تنخواہ لینے میں کیا حرج ہے۔
جب تک آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو اس وقت تک لینے میں کوئی حرج نہیں
راڈنش تم نے اچھا کیا کہ دارالعلوم کے قریب کر لی۔ مدارس کے لوگوں کو لوگوں سے
علیحدہ رہنا مناسب نہیں ان کو تو ملنا جلنا ہی مفید ہے۔ الگ رہنا تو ہم جیسے
بیکار لوگوں کے لیے ہے۔ میرے پیارے! مدارس چلانے والے کے لیے یہ
توحش مفید نہیں ان کے لیے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد
انا لنکشر الی اقوام تلعنہم قلوبنا کے مطابق ملنا جلنا ضروری ہے۔

## منتظمین کے ساتھ نرمی

• تمہارے آج کے اس لیٹر سے تمہاری
مجلس کا نیا انتخاب اور اس کے ناپاک
عزائم کا حال معلوم ہو کر بہت رنج ہوا۔ میرا خیال ہے کہ سخت کلامی سے ان سے
گفتگو نہ کریں ان کو فرداً فرداً پیار و محبت سے یہ مضمون سمجھائیں کہ دنیا کی عمر کا کوئی
اطمینان نہیں نہ آپ کی نہ میری۔ اسکول شہر میں بہت ہیں عربی مدارس کم ہیں مرنے
کے بعد اگر اسکول کی پکڑ نہ ہو تو ان کا کرم ہے اور عربی مدارس میں کوشش ماجور
ہے اس مضمون کو آپ مجھ سے بہتر طریقہ سے سمجھا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں سلیقہ
عطا فرمائے اور دل گیری تو تمہارا خاص فن ہے تم نے لکھا کہ رات کو فکر میں
نیند بھی اڑ جاتی ہے انشاء اللہ یہ تمہارا فکر رنگ لائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری
بہت ہی مدد فرمائے اس فکر میں دعا کا خاص اہتمام رکھو تمہارے خط کے
آنے کے بعد سے اس ناکارہ کو بھی ہر وقت تمہارے مدرسہ اور مولوی ہاشم کے مدرسہ
کا فکر ہو گیا اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی مدد فرمائے تمہارے اور مولوی ہاشم کے مدرسہ
کے طلبہ اور مدرسین کی تعداد سے بہت مسرت ہوئی۔ مگر عزیزانِ من! طلبہ کی کثرت



کی فکر کے بجائے ان کے دینی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کی زیادہ فکر کریں۔
اللہ تعالیٰ تمہاری ہر نوع کی مدد فرمائے۔ ۔

## سیاسی مجالس اور مدارس کے جلسوں میں فرق

مدرسہ کی تنخواہ کے سلسلے
میں میری رائے یہ ہے
کہ ہرگز نہ چھوڑیں دلائل تو میرے پاس آتے نہیں چونکہ تم نے مجھ سے مشورہ پوچھا
اس لیے لکھتا ہوں کہ تنخواہ ہرگز نہ چھوڑیں بلکہ اگر مدرسہ ترقی کرے تو اس سے
بھی انکار نہ کریں۔ جلسوں کی صدارت سے تو واقعی احتراز کریں البتہ شرکت کے
سلسلے میں سیاسی جلسوں سے تو بہت الگ رہیں۔ تبلیغی اور مدارس کے جلسوں
کی شرکت میں کچھ مضائقہ نہیں۔ شرکت دینی جلسوں کی بہت ضروری ہے بالخصوص
جب کہ تمہاری شرکت سے دوسروں کی شرکت متوقع ہو۔ البتہ صدارت سے احتراز
کریں اور ان کو یہ سمجھا دیں کہ میری شرکت سے تو انکار نہیں اور صدری سے کوئی خاص
فائدہ نہیں ہے۔ میرے کسی طرزِ زندگی اور لائحہ عمل کو آپ خود ہرگز نہ طے کریں
مجھ سے دریافت کریں کہ اس چیز میں تیرا نظریہ کیا ہے (۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ)

## سرکاری عہدیداروں کے ساتھ تعلقات سے احتراز

تم تو اس سے معلوم
نہیں کتنے خوش
ہوئے ہو گے عرش معلی پر نہیں تو چوتھے آسمان پر پہنچ ہی گئے ہو گے مگر مجھے
اس وقت خیال آیا کہ تم کو ایک تار دوں کہ اس اعزاز کو ہرگز قبول مت کرنا مگر تار میں
پورا مضمون نہیں آسکتا اور غلط بدگمانی کا بھی احتمال ہے اس لیے خط لکھوا رہا ہوں
کہ اسلامی سوسائٹیوں کی تصدیق دونوں کے لیے مہلک ہے ابتدا میں شاید تمہیں
کچھ اعزاز مل جائے مگر بہت جلد تمہارے اور تمہارے دارالعلوم کے لیے مہلک
ثابت ہوگا جس کی تائید اور سفارش نہیں کرو گے وہی مخالف بن جائے گا تقسیم ہند

سے پہلے جو مسلمان افسر سہارنپور میں آتا وہ آنے کے بعد بلکہ آنے سے پہلے اس ناکارہ کا نام بھی سنتا برا ہوتا اور پہلی فرصت میں مجھے ملنے آتا۔ اور میں ابتداً و بہت اکرام واعزاز کرنے کے بعد رخصت کے وقت کہتا کہ آئندہ تکلیف نہ فرمائیں بعض کو تو ناگوار بھی ہوتا اور بعض پوچھتے تھے کہ ہم سے کیا تکلیف پہنچی میں ان سے کہا کرتا کہ آپ افسر اعلیٰ ہیں منصف ہیں، کلکٹر ہیں سب جج ہیں وغیرہ وغیرہ آپ تک توابلِ اغراض کی رسائی مشکل ہے اور میں غریب طالب علم ہوں میرا ناطقہ بند ہو جائے گا اور رگِ سفارش کے لیے کھڑے رہیں گے۔ اس کے واقعات تو بہت کثرت سے ہیں اور دو چار لکھوانے بھی مشکل ہیں - بھائی محمود مرحوم کے اسلامیہ اسکول کے پرنسپل ہونے کا قصہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ بیتی میں ہے۔ اگر فرصت ہو تو کسی سے کہیو کہ ڈھونڈ کر بتا دے عزیز شاہد اس وقت میرے پاس ہے اس نے فوراً کہا کہ آپ بیتی ۳ میں ص۱۴۱ پر ہے اسے ضرور ملاحظہ فرمالیں تم ویسے تو بڑے عالی دماغ ہو اور مجھ دقیانوس کی باتیں تمہارے سمجھ میں نہیں آتیں لیکن اسی سال میں پہنچ گیا ہوں تجربات تم سے بہت زیادہ رکھتا ہوں اور تم سے تعلق ہے اس واسطے میں تو اپنی خیر خواہی انشاء اللہ تعالیٰ مرتے دم تک رکھوں گا ہی۔ تمہاری نگاہ میں میری سفارش قابلِ قبول ہو یا نہ ہو۔ ؎

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

اگر سمجھ میں نہ آئے تو تب بھی بقول حضرت رائے پوری اور حضرت ناظم صاحب کہ ایک بیوقوف کی بات بے سمجھے مان لیجیو۔ خدا نہ کرے کہ تمہارے نئے دار العلوم کو یا تمہاری ذات کو اس سے نقصان پہنچے۔ جرأت ہو تو صاف انکار کر دیجیو اور نہ ہو تو لطائفِ حیل سے ٹال دیجیو۔" (۲۷ جنوری ۷۶ء)



## آثارِ فتن اور انابت الی اللہ

"پیارے فتن کے آثار تو ساری دنیا میں بہت ہیں ہر ایک کو اپنے گھر کی خبر ہے۔ حرمین کا حال ہم سے پوچھو۔ ہندوستان کا حال بھی بہت خراب ہے بالخصوص دار العلوم دیوبند کے قصہ نے تو کمر توڑ دی۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ اس حادثہ سے تمہارے طلبہ میں انابت الی اللہ تعالیٰ پیدا ہوئی، فجزاہم اللہ۔ (۲۷ جنوری ۸۰ء)

## مدرسہ کا عہدہ دار نہ بننا

جو آدمی دیندار ہو خائن نہ ہو اسے مدرسہ میں رکھ لو اور تم ہرگز اس مصیبت میں نہ پھنسو الگ رہ کر مدرسہ کے ہر کام کا اپنے کو مستقل ذمہ دار سمجھ کر کام کرتے رہو عہدہ کبھی اپنے ذمہ نہ لیجیو۔ ۷ شوال ۹۶ھ

## مدرسہ کے مال میں احتیاط

اگر ہدایا اتنے آتے ہوں کہ ان کی وجہ سے مدرسہ کے پیسہ کی احتیاج نہ ہو اور کوئی کام نہ رکتا ہو تو اپنے اکابر کا طرز تو یہی ہے کہ مدرسہ کے روپے ایام بیماری کے دیں اور اگر احتیاج ہو تو فتویٰ تو لینے پر ہے ہی مگر نہ ہی لینا اچھا ہے۔

۱۲ جنوری ۸۰ء

## تدریس کی اہمیت

تم نے دفتری ملازمت سے جو وحشت ظاہر کی وہ تو قرینِ قیاس ہے لیکن اللہ کے دین کا کام سمجھ کر جو بھی کیا جاوے وہی انشاء اللہ موجبِ خیر ہوتا ہے اگر وہاں کے قواعد کے خلاف نہ ہو تو دفتری کام کے ساتھ ایک سبق کا بھی سلسلہ رہے جو فقہ کا ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ منطق کے علاوہ جو بھی ہو کہ اس سے علمی مناسبت باقی رہے گی اگر مدرسہ کے قواعد کے موافق مدرسہ کا نہ ہو سکے تو خارج میں کوئی سبق فقہ یا حدیث کا ضرور شروع کر دو۔ ۲۰ شوال ۹۲ھ

## حقوق مدرسہ کی تلافی کی صورت

مدرسہ کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اگر مالی نہیں تو جانی تلافی کا ضرور اہتمام کرتے رہیں جانی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لیے احباب سے چندے کی تحریک کر دینا یا مدرسہ کے اوقات کے علاوہ مدرسہ کی کوئی خدمت کر دینا انشاء اللہ کافی ہے۔

## ترکِ تدریس کی عمر

یکم شعبان ۸۸ھ

محدثین کا اور اکابر کا معمول سر آنکھوں پر اور صحیح ہے رحینئذ التسبیح اولیٰ بہ مشہور مقولہ ہے لیکن ساٹھ سال کی عمر اس درجہ کی نہیں ہوتی۔ میں تو خود بھی کئی سال سے اس نظریہ کے تحت علوم ظاہریہ کے جملہ مشاغل سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں مگر اب تک قدرت نہ ہو سکی حالانکہ میری عمر ۷۶ سال تک پہنچ گئی۔

۲۳ محرم ۹۲ھ

## مدرسہ کی اہمیت

مدرسہ میرے نزدیک بہت اہم ہے آپ کو معلوم ہے کہ میں مدرسہ کو ذکر و شغل اور تبلیغ پر بھی مقدم سمجھتا ہوں۔

۱۸ شوال ۹۵ھ

## عمل برائے حفظِ قرآن

حفظ کلام اللہ تعالیٰ بہت اہم ہے اس کی وجہ سے معمولات میں کمی ہو تو مضائقہ نہیں اس کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمل جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا تھا میرے رسالہ فضائل قرآن کے ختم پر بہت مفید و مجرب ہے ہمارے مدرسہ کے صدر مدرس مولوی امیر صاحب نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں نے اس عمل کے صرف تجربہ کے واسطے یہ عمل شروع کیا اور حفظِ قرآن شروع کیا مدرسہ کے ابتدائی مدرس تھے اور آٹھ سبق پڑھاتے تھے صرف آدھ گھنٹہ صبح کی نماز کے بعد سے گھنٹہ ہونے تک شاخ کے قریب جو نہر ہے اس کے کنارے پر چلا جاتا تھا



اور عصر کے بعد ایک گھنٹہ، باقی اوقات مطالعہ و اسباق میں خرچ ہوتے تھے، سات ماہ میں بہت اچھا یاد ہو گیا تھا۔

## طریقہ تدریس

عام طور سے مدرسین شروع سال سے تو کاہلی کرتے ہیں۔ اخیر سال میں پھر جلدی جلدی ختم کراتے ہیں یہ ناکارہ ۳۵ھ میں مظاہر علوم میں مدرس ہوا تھا اسی وقت سے ہمیشہ یہ معمول رہا کہ شوال ہی میں ہر کتاب کے اپنے خیال میں نو حصہ کر لیا تھا اور شروع ہی سے اس کی کوشش کرتا رہتا تھا کہ نو میں سے دو حصے پہلی سہ ماہی میں اور تین حصہ دوسری سہ ماہی میں اور چار حصہ تیسرے سہ ماہی میں پورا کرنے کی کوشش کروں اس میں بڑی سہولت رہتی ہے۔

## حواشی بر احادیث

تم نے حدیث کی کتاب پر کچھ لکھنے کا ارادہ کیا بہت مناسب ہے۔ مبارک ہے۔ یقیناً حدیث میں نظر اور توغل اسی سے پیدا ہوتا ہے لکھنے کے واسطے یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس کی اشاعت اور طباعت ہی کی جائے بلکہ ابتداءً تو اپنی معلومات کو بڑھانے کے لیے کچھ ایسا لکھنا چاہیئے بندہ کا خیال یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف پر اولاً حواشی کے طور پر اور اپنی یادداشت کے طور پر کچھ لکھنا شروع کریں اور جب کچھ مناسبت پیدا ہو جائے تو آئندہ کے لیے غور اور سوچ ہو سکتا ہے۔

## طلبہ کو نصیحت

اسباق کی نصیحتوں کو تو ہرگز نہ چھوڑیں ویسے بھی دار و گیر کا تو اب دور نہیں رہا کہ طلبا سب ہی مدارس کے اس زمانہ میں حد اعتدال سے نکل چکے ہیں اس لیے دار و گیر گرفت کا تو معاملہ چھوڑ دیں

لیکن کلمۃ الخیر کو نہ چھوڑیں۔ آپ کو انشاء اللہ نصیحت کا اجر ملے ہی گا، کوئی عمل کرے یا نہ کرے۔

۶، ربیع الاول ۹۲ھ۔

## مدرسہ کی اسٹرائک، طلباء معافی اور رنج

ایک ضروری امر یہ ہے کہ آپ کے شاگرد غالباً محمد عقیل نام کا خط کئی دن ہوئے آیا تھا انہوں نے لکھا تھا کہ ان کے اسٹرائک میں شریک ہونے کی وجہ سے آپ ان سے ناراض ہیں اور اس لیے انہوں نے اس ناکارہ سے طلب معافی پر اصرار کیا تھا جس کا جواب اس ناکارہ نے اسی وقت لکھ دیا تھا۔ تو آپ کے ہم لوگوں کے ساتھ دلی محبت اور تعلق کی بات ہے کہ آپ نے اس کی وجہ سے ان سے ترک تعلق فرمایا حق تعالیٰ شانہ آپ کی اس محبت کا بہترین بدل عطا فرماوے اس کے باوجود یہ ناکارہ سفارش کرتا ہے کہ آپ ان کا قصور معاف فرما کر ان کو اپنے یہاں حاضری کی اجازت دے دیں یہ ناکارہ ان کو بھی اور سب کو اس زمانہ میں بھی اور اس کے بعد بھی یہی کہتا رہا ہے کہ جہاں تک اس ناکارہ کی ذات کا تعلق ہے اپنی ذات کی حیثیت سے سب کو دل سے معاف ہے۔ یہ ناکارہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بھی مسلمان کو دینی یا کوئی دنیاوی نقصان پہنچے۔ لیکن جہاں تک مدرسہ کا تعلق ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا ہے ظاہر ہے کہ نہ اس کو بندہ معاف کر سکتا ہے اور نہ میرے معاف کرنے سے وہ معاف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ اس ناکارہ کی خطاؤں کو بھی معاف کرے اور ان کی بھی جہاں تک اس حادثہ سے رنج کا تعلق ہے وہ ایک غیر اختیاری چیز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد حضرت عائشہؓ کے بارے میں لاتلومنی فی مالا املک اس میں کچھ یہ ناکارہ بہت مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے



حال پر رحم فرما دے۔

۷، ربیع الاول ۸۶ھ

## مدرسہ کے معاملات اور ذاتی تعلقات

مدرسہ کی حفاظت یقیناً بہت اہم ہے۔ لیکن اپنا تحفظ بھی ضروری ہے اس لیے بندہ کے خیال میں تو ابھی تک جس طرح آپ کر رہے ہیں کرتے رہیں جب خدانخواستہ کوئی بات پیش آئے گی دیکھا جائیگا البتہ اتھموا انفسکم اس کا بہت زیادہ فکر خیال اہتمام رکھیں کہ ذاتی تعلقات سے کسی کی تعریف نہ ہو اور ذاتی رنجش سے کسی کی شکایت نہ ہو اس ناکارہ پر یہ دور گزر چکے ہیں اور جب اس ناکارہ نے حضرت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بعض ایسے لوگوں کی سفارش کی جن کی مخالفت اس ناکارہ سے کھلی ہوئی تھی تو میرے حضرت نور اللہ مرقدہ نے استعجاباً فرمایا کہ تم بھی اس کی سفارش کرتے ہو میں نے کہا جی حضور کرتا ہوں اس لیے کہ ان کے دین کو نقصان پہنچ جائے گا۔

۵، محرم ۸۶ھ

## تدریس میں شیطانی وسوسہ

البتہ یہ خیال کہ مدرسی کو چھوڑ کر کوئی اور کام کروں شیطانی خیال ہے اس کا وسوسہ بھی نہ کیجئے۔ تدریس میں تو زیادتی ہوتی رہتی ہے اس کے لیے بہترین چیز اصحاب حقوق کے لیے جانی ہو یا مالی دعا کرتے رہنا۔ ایما عبد لعنتہ او جلدتہ او شتمتہ الحدیث اوکما قال حدیث پاک کے الفاظ یاد نہ ہوں تو دیکھ لیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ نے ہمارے دین اور دنیا کی کوئی چیز ایسی نہ چھوڑی جس پر تنبیہ اور علاج نہ فرما دیا ہو۔

۱۰، ربیع الثانی ۸۶ھ

**مدرسہ کی انتظامی خدمت** مدرسہ کی خدمت انتظامی بھی ایسی ہے جیسی تعلیمی اس لیے برداشت کریں تعلیم سے علیحدہ ہونا تو سمجھ میں نہ آیا لیکن اسباق ضرور کم کیے جاویں۔ اس صورت میں مستقل وقت بھی آپ کا نظامت میں نہیں لگے گا۔

۲۷ شوال ۸۹ھ ص۱۱

**مدرسہ کی تنخواہ** یہ پریشانی ساری دنیا میں اور بالخصوص مدارس میں بہت ہوگئی ہے مگر ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

ذوق تو اس ناکارہ کا وہی ہے جو رمضان میں لیکن الضرورات تبیح المحظورات دوسرے مدرسین کی ضرورت سے اگر درخواست دے دی جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ شیخین حضرت اقدس سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہما جن کی تنخواہیں ۴۰ روپے اور ۵۰ روپے رہیں اور ہر دو مدرسہ کے دوسرے مدرسین کی تنخواہیں ان کے صدر مدرس ہونے کی وجہ سے کم تھیں جب ترقی کا مسئلہ پیش آتا یہ دونوں حضرات اپنے اپنے موقع پر یہ لکھ دیا کرتے کہ ہماری تنخواہیں ہماری حیثیت سے زیادہ ہیں اور اضافہ رد کر دیتے۔ لیکن ممبران نے یہ لکھ کر کہ دوسرے مدرسین کو نقصان پہنچ رہا ہے ان کا اضافہ فرمایا۔

۷ صفر ۸۸ھ

**حضرت کا تدریس میں انہماک** یہ ناکارہ اپنی ابتدائی مدرسی میں کئی سال تک دو تین گھنٹے سے زائد رات کو نہیں سوتا، مدد دن کے سونے میں تو میں اس زمانہ میں اپنے معاصرین مولانا عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ کے بھی سر ہوجاتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے اور صحیح فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے صحت اور قوت عطا فرما رکھی ہے جب ہماری جیسی حالت ہوگی جب



پتہ چلے گا اور واقعی پتہ چل رہا ہے کہ رات تو رات دن کو بھی نہ سونے سے بخار اور دوران سر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ص۳۶

**چندے کے سلسلہ میں ایک اہم مشورہ** میں نے تمہارے وفود کو ایک اہم مشورہ دیا تھا کہ جتنا چندہ جہاں سے ہوتا ہے اس کو اپنے ساتھ نہ رکھیں بلکہ مناسب مقدار ہونے کے بعد بذریعہ ڈرافٹ آپ کے پاس بھیجتے رہیں بشرطیکہ کوئی قانونی مانع نہ ہو۔ جیساکہ انہوں نے کہا تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس میں کوئی قانون مانع ہو تو پھر وہ مقامی معتمد لوگوں کے پاس جمع کرتے رہیں اور بھی کسی ایک شخص کے پاس بڑی رقم جمع نہ کریں بلکہ مختلف لوگوں کے پاس تھوڑی تھوڑی جمع کرا دیں جو وقتاً فوقتاً آپ کو پہنچتی رہے۔ یہ اپنے مدرسہ کے تجربات ہیں۔ بڑے بڑے معتمد لوگوں سے رقم وصول ہونے میں دقت اٹھانی پڑی۔

۲۶ جولائی ۷۳ء

**تعمیر مدرسہ میں جدّ و جہد** مدرسہ اور دارالطلبہ کی تعمیر کے لیے جدوجہد شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ آسان فرماوے تمہاری مساعی سے وہاں بہترین دینی مدرسہ شروع ہوجاوے۔ جس میں تفسیر وحدیث تمہاری برکت سے شروع ہوجاوے۔

۲۱ مئی ۶۹ء

**افراد شوریٰ کے اوصاف** البتہ یہ ضروری ہے کہ کمیٹی کے افراد متفق الخیال دارالعلوم سے بھی تعلق رکھنے والے ہوں اور تم سے بھی تعلق رکھنے والے ہوں ورنہ اختلاف وانتشار کا اندیشہ ہے۔

## حصولِ چندہ کا طریقہ

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ دارالعلوم کا استقبال بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے یہ تو میں نے اس سے پہلے خط میں بھی لکھا تھا کہ کسی شخص کی اتنی بڑی رقم بیک وقت وصول نہ کرنا جس سے وہ دارالعلوم پر اپنا قبضہ اور ملکیت سمجھے۔ متفرق چندہ زیادہ مبارک ہے اہل افریقہ کی چندہ کی معاونت تو سر آنکھوں پر مگر چندہ کے لیے اپنے جانے پر مدار نہ بنائیں ان سے کہہ دیں کہ سرِ دست تو آپ جو بھیج سکیں یا سعی کر سکیں کریں جب کچھ حصہ تعمیر کا ہو جائے گا تو پھر میں بھی انشاءاللہ حاضر ہو جاؤں گا اور تم ابھی تو بیمار بھی ہو ابھی ابتدا ہی سے تعمیر کے دھندے میں نہ لگ جاؤ۔ آہستہ آہستہ اس سلسلہ کو چلاؤ اور جہاں تک سفیروں اور دوسرے سے کام چل سکے اپنے کو کام میں نہ لگاؤ۔

۱۲ جولائی سنہ ۷۳ء

## محصلین چندہ کیلئے اہم مشورہ

مگر محصلین کے سلسلہ میں میرا عقیدہ تو بہت ہی خراب ہے بہت دیانتدار وہ ہے جو مدرسہ کا چندہ پورا دے دے اور اگر مدرسہ کے چندہ کے ساتھ وہ خیر کچھ اپنے لیے بھی چندہ کرتا رہے تو اس میں کوئی الزام کی بات نہیں۔ میرے تو تجربے ان محصلین کے بارے میں بہت ہی خراب ہو گئے بڑے بڑے بھی اس سلسلہ میں میری بدعقیدگی کا سبب بن گئے۔

؎ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

## مدرسہ کی حفاظت

تم نے اس خط میں جس فتنۂ و تجدد کا اندیشہ لکھا اس سے فکر ہے۔ تعجب ہے کہ ان حالات میں بھی تم طویل غیبت کے لیے مجھے بار بار لکھتے ہو ایسی حالت میں تو اگر میں بھی تم کو یہاں آنے کو لکھتا تو تم لکھتے کہ یہاں کے حالات ایسے نہیں اس لیے کہ مدرسہ تعلیم تذکیر تدریس وغیرہ تعلق اور جذبہ پر غالب ہوتے ہیں اس لیے اور بھی قلق ہے کہ تمہارے صدر نے کمیٹی کو توڑ دیا یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہارے مدرسہ کی اور صدر صاحب کی معاونت فرمائے۔ اگرچہ میں نے بہت اہتمام سے سب کو رمضان میں خط لکھنے کو منع کر دیا ہے مگر تمہارے مدرسہ اور کمیٹی کی خبر کا انتظار ہے۔



## مدارس کے لیے رجال کار ضروری ہیں

تمہارا اشتہار اور نیا منصوبہ بھی پہنچا یقیناً اس کے اہم اور مفید ہونے میں کوئی تامل نہیں لیکن تجربہ اور عقلاً بھی اصولی بات یہ ہے کہ جب ایک دو آدمی کسی کام کے پیچھے پاگل بن کر نہ پڑیں کام نہیں ہوتا۔ اگر تم نے آپ بیتی پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت میرٹھی اور چچا جان کا مناظرہ میری اور حضرت رائپوری کی موجودگی پڑھا ہوگا پہلے تو ایک دو آدمی سمجھدار کام کے ایسے پیدا کریں جن کو اس کی دھن لگ جائے۔ محض کمیٹی بنا لینے یا اشتہار شائع کر دینے سے تو کام نہیں ہوتا کمیٹی اور اشتہارات بھی جبھی کارگر ہوتے ہیں جب کوئی کام چلانے والا مستقل ہو چاہے اس کا نام نہ آوے۔ عہدہ بھی کوئی نہ ہو۔ گاندھی کا یہ مقولہ مجھے تو بہت پسند آیا کہ جو کام کرنا نہیں ہوتا تھا اس کے بارے میں یہی کہہ دیتا تھا کہ اس کو کمیٹی کے سامنے پیش کر دوں گا۔ میں تو کانگرس کا چار آنے کا ممبر بھی نہیں۔

۳ مارچ سنہ ۷۵ء

## نصاب تعلیم میں مفید مشورے

تمہارے نصاب میں قصیدہ بردہ بھی ہے جو حجاز میں سعودیوں کے یہاں خاص طور سے شرک سمجھا جاتا ہے اور سعودی اعانت تمہارے ساتھ بہت زیادہ ہے اس لیے اس کا بدل کوئی مناسب تجویز کرلو تو اچھا ہے میرے نزدیک تو حضرت تھانویؒ کا رسالہ کلام الملوک ذہن میں آیا تھا کہ اس میں حضرت تھانوی نے صحابہ کے اشعار جمع کیے ہیں مگر عرصہ ہوا چھپا تھا معلوم نہیں کہیں ملتا ہے یا نہیں۔ میرے کتب خانہ میں تو ہے مگر ایک نسخہ سے کیا ہوتا ہے میرے والد صاحب ؒ تو مفید الطالبین کی جگہ عم کے پارہ کا آخری پاؤ پڑھایا کرتے تھے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے بچہ کو الفاظ تو یاد ہوتے ہی ہیں صرف معنی یاد کرنے ہوتے ہیں ان کے نصاب میں چہل حدیث کا ایک مجموعہ تھا جو اس زمانہ میں تو بہت ملتا تھا اور ہمارے درس میں وہی داخل تھا۔ اب میں دو سال سے اسے تلاش کر رہا ہوں۔ میرا ارادہ اس کو چھپوانے کا ہے۔ اگر وہ مل جائے اس کا نام "مجموعہ چہل حدیث خمسہ" تھا جس میں چہل حدیث شاہ ولی اللہؒ، قاضی ثناء اللہؒ، ملا جامیؒ تین تو مجھے یاد ہیں دو یاد نہیں اگر وہ مل گئی تو اس کو چھپوانے کا مجھے خود ارادہ ہے۔ میرے والد صاحبؒ نفحۃ الیمن کے بھی بہت مخالف تھے یوں فرمایا کرتے تھے کہ رافضی کی کتاب انگریزی کی تعریف میں لکھی ہوئی ہے ہمارے بڑوں نے اس کو جانے کیوں داخل نصاب کر دیا اس کے علاوہ تمہارے نصاب کے کاغذ میں کچھ اور بھی نشانات ہیں اس لیے اس کو بھیج رہا ہوں اسے غور سے دیکھ لو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہمارے نشانات سب قبول ہی کرو۔



## مدرسہ میں صنعت و حرفت نقصان دہ ہے

آج کل یہ وبا بہت عام ہوتی جا رہی ہے کہ اہل علم کو اپنا گزر چلانے کے لیے کسی صنعت و حرفت کا سیکھنا ضروری ہے اور اہل علم بھی دنیا داروں کے طعن و تشنیع سے بد دل ہو کر اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور مدارس عربیہ دینیہ میں یہ سلسلے بھی جاری ہو جا رہے ہیں لیکن یہ علم کو بہت زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے اس میں اسلاف کے نمونے سامنے رکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے معاش کے لیے تجارت و حرفت وغیرہ کے مشاغل اختیار کرتے ہوئے دین کی اور علم کی خدمت کی اور یقیناً اگر اللہ جل شانہ توفیق عطا فرمائے تو یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے مگر ہم لوگوں کے قلوب اور ہمارے قویٰ اور ہمارے احوال نہ تو اس کے متحمل ہیں کہ ہم لوگ دو کام بیک وقت کر سکیں اور نہ ہماری طمع نفس اور حُبِّ دنیا اس کی گنجائش دیتی ہے کہ مال کی بڑھوتری کے اسباب پیدا ہونے کے باوجود اللہ کے کام کے واسطے دین کی خاطر علم کی خاطر ہم اپنے اوقات کو دنیا کمانے کے مشاغل سے زیادہ سے زیادہ فارغ کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں دونوں کام شروع کیے اور آخر میں علمی مشغلہ پر دنیا کی کمائی اور طلب غالب آ گئی۔ جس کے بارہا تجربے ہو چکے ہیں۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص۲۶۰

## طلبہ کی شکایات اور اس کے ازالہ کی صورت

مدارس کے ملازمین و طلبہ تو ناظم سے ہر جگہ ہی خفا رہتے ہیں اور اس قسم کی شکایت مظاہر علوم کے قیام میں بہت بھگتنی پڑی مگر میرا دستور یہ ہے کہ اتنے حقیق واقعات کا حال اچھی طرح تحقیق ہو جائے اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اگر شکایت واقعی ہیں تو نہایت صبر و تحمل سے ان کا ازالہ کرنا چاہیے۔

اگر معصیت ہیں تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور شاکی کی غلط فہمی پر مبنی ہے تو باحسن وجوہ اس کو دور کرنا چاہیے گناہ کس سے نہیں ہوتا ؟ معاصی سے کون خالی ہے ؟

۱۰ جولائی ۷۸ء

## حفظِ قرآن کا اہتمام

جن طلبہ کو بلایا معلوم نہیں ان کی کیا مقدار ہوتی ہے ؟ اور کن کن درجوں میں ؟ قرآن پاک کے حفظ کا زیادہ اہتمام رکھنا اللہ جل شانہ تمہارے ہر کام میں ترقی عطا فرمادے ۔

۱ رمضان ۹۵ھ

## تدریس کے ساتھ مدرسہ کی نگرانی

تم نے بہت اچھا کیا کہ درجہ حفظ اپنے پاس سے ہٹا کر دوسرے مدرس کے حوالے کر دیا تمہارے پاس اونچی ہی تعلیم ہونی چاہیے اور تھوڑی ہونی چاہیئے ۔ بجائے تدریس کے نگرانی زیادہ ہونی چاہیے تمہارے شاگردوں اور مدرسہ کے لیے دل سے دعاگو ہوں ۔ اللہ جل شانہ مکارہ سے محفوظ فرماکر دارین کی ترقیات سے نوازے ۔

## ترکِ تنخواہ کا فیصلہ جزم کے بعد کرنا چاہیئے

تنخواہ کے بارے میں میں نے کوئی حکم نہیں دیا تم تو ماشاء اللہ تعالیٰ بقول میرے کاتبوں کے اونچے درجہ پر پہنچ گئے اور مجھ میں نہ توکل اتنا ہے اور نہ قوت ایمانی ہے جتنی تم دوستوں میں ہے میں نے تو اپنی حیثیت کے موافق مشورہ دیا تھا وہ اب بھی ہے ۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے کانپور کی مدرسی کے زمانہ میں حضرت قطب عالم گنگوہی کو تین خط لکھے کہ میرا تنخواہ لینے کو جی نہیں چاہتا اور حضرت گنگوہی نے ہر دفعہ میں تنخواہ چھوڑنے کو منع فرمایا میرے والد صاحب بھی باربار سفارش کرتے کہ جب ان کا اصرار ہے تو حضرت کیوں



نہیں اجازت دے دیتے ۔ مگر جب تیسری دفعہ تنخواہ چھوڑ کر اور استغفار دے کر آ گئے تو حضرت نے بڑی دعائیں دیں اور میرے والد صاحب کے استفسار پر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ مشورہ تذبذب پر ہوا کرے اور جب جزم ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ دنیا تو قدموں سے لگی ہوئی ہے اس لیے استفت قلبك ولو افتاك المفتون

## مدرسہ اور سرکاری امداد

مدرسہ کے حالات کی وجہ سے ذہنی تشویش سے قلق ہے اللہ تعالیٰ خیر فرمائے بورڈ کے ساتھ الحاق یقیناً بہت مہلک ہے جہاں تک ہو سکے ہرگز نہ ہونے دیں میں نے اور میرے اکابر نے تو بغیر الحاق کے بھی گورنمنٹ کی کبھی کوئی امداد قبول نہیں کی ۔ مجھ سے تو بہت مناظرے ہوئے بہت سے افسروں نے بہت زور سے کہا کہ آپ لے لیں اور گورنمنٹ کا کوئی دخل آپ کے مدرسہ میں نہیں ہوگا میں نے ان سے کہا کہ کل کو آپ کا تبادلہ ہو گیا تو میں آپ کا وعدہ کس کس سے بتاتا پھروں گا بہر حال میری رائے ہرگز نہیں ہے کہ کسی قسم کی کوئی امداد گورنمنٹ سے لی جائے اور الحاق تو بڑی چیز ہے بہت سے نقصانات اس کے تجربے میں آئے ہیں جو دوسرے مدارس پر میں نے دیکھے خدا کرے آپ کے ممبران بھی اس کو قبول کرلیں ۔ اس کو رسمی نہ سمجھیں ۔ اپنے مہتمم صاحب کی خدمت میں میری طرف سے باادب عرض کر دیں کہ اس ناکارہ کو اس کا بڑا تجربہ ہے اول تو یہ لوگ بڑے اطمینان دلاتے ہیں کہ کوئی اثر نہیں ہوگا اس کے بعد آہستہ آہستہ پابندیاں شروع ہوتی ہیں ۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کے مدرسہ میں اختلاف نہیں ۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور باقی رکھے ورنہ ہر مدرسہ میں اختلاف سنتا ہوں ۔ میری درخواست ہے کہ میرا یہ عریضہ اپنے سب مدرسین اور منتظمین کو دکھا دیں ۔ الدین النصیحۃ بڑے تجربے اور اخلاص سے لکھا ہے ۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے دور

میں تو اس سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ مگر ۱۹۳۶ء سے بہت سے مناظرے مباحثے حکام سے بھی کرنے پڑے جو بہت اخلاص سے زور دے رہے تھے اور شہر کے روشن دماغوں سے بھی بعضوں کو تو میری بات سمجھ میں آگئی اور بعضوں نے مجھے بیوقوف سمجھ کر خاموش ہوگئے۔

## شہرت و نمود سے احتراز

یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ کوئی کام اپنے ذمہ لینے سے ایک بھی نہیں ہوا کرتا تجویز پیش کرنے میں جو تم نے الفاظ لکھے کہ جب یہ کام ہوجائے گا تو ہمارے طبقہ کے علماء کے نامہ اعمال میں ایک عظیم کارنامہ ہوگا، یہ لفظ اگر اخروی اعمال نامہ مراد ہے تب تو مبارک ہو اور اگر دنیوی کارنامہ مراد ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں ہوگا تو بہت ہی گرا ہوا خیال ہے اس کو دل سے نکال لیں کسی کام میں بھی کبھی نمود کا خیال نہ آنے دیں اللہ تعالیٰ تم دوستوں کو مکارہ سے محفوظ رکھتے ہوئے کامیابی نصیب فرمائے۔ مکرر کہوں گا کہ اپنے اوپر کوئی ذمہ داری نہ لیں۔ جہاں مشوروں کا تعلق ہو اس میں ضرور شرکت بھی کریں اہتمام بھی کریں دینی وجہ کے علاوہ سیاسی تقاضا بھی یہی ہے کہ دارالعلوم کے ساتھ اس کو اپنے اوپر نمایاں کریں ورنہ دارالعلوم کو نقصان پہنچے گا۔

۳ر مارچ ۸۵ء

## مدرسے غیبت

مزید برآں یہ کہ ایک جانب تو آپ آنے کی تدبیر میں مہینوں سے لگ رہے ہیں دوسری جانب اپنے دارالعلوم دیوبند کو مات دینے کی ٹھان رکھی ہے کہ وہ تعمیرات کے درجہ میں سو سال میں پہنچا تم ایک ہی سال میں وہاں پہنچنا چاہتے ہو اگر تم رمضان میں آگئے تو یہ سارا کھیل بنا بنایا رہ جائے گا۔ اعضاء اور ارکان بھی جب ہی کچھ کرتے ہیں جب سر پر کوئی اکس موجود ہو ورنہ غیبت میں کوشش تو ہر شخص کیا کرتا ہے مگر



اسے وقت ہی نہیں ملا کرتا۔ جہاں تک اس سیاہ کار کے پاس رمضان گزارنے کا تعلق ہے وہاں تک تو بندہ کے خیال میں لندن کی دینی ضروریات بالخصوص دارالعلوم کے ابتدائی مراحل اس کی بالکل اجازت نہیں دیتے کہ تم وہاں سے ہٹو۔

۲۰ دسمبر ۸۲ء

## مدرسہ اور تبلیغی مرکز

اس کے بعد دو ضروری باتیں اور بھی ہیں اول یہ کہ یہاں شوریٰ میں یہ بات آئی کہ تبلیغ کا مرکز تمہارے دارالعلوم میں قائم کیا جائے اس لیے کہ تمہاری زمین بہت وسیع ہے اور تم سے زائد۔ منہ مرکز تبلیغ وہاں منتقل کر دینا چاہیئے میں نے ان سے بھی اس کی تردید کر دی اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ میری رائے ہرگز نہیں۔ اتنے اتصال میں تمہیں بھی دقت ہوگی اور انہیں بھی۔ انہوں نے تو میری بات مان لی تم سے بھی کہے دوں کہ میں اس رائے کے موافق نہیں ہوں۔

## فقرائکے چندہ میں برکت

اس لیے اللہ کا نام لے کر اپنا مدرسہ شروع کر دو۔ اور دو چیزوں کا خاص طور سے خیال رکھنا اول یہ کہ رؤسا کو اس کا ممبر نہ بنانا بلکہ علماء اور دینداروں کو ڈھونڈ کر بنانا۔ دوسرے رؤسا سے بڑے چندوں کی امید نہ کرنا بلکہ قبول بھی مت کرنا کہ فقراء کے پیسہ میں برکت ہے دارالعلوم مظاہر العلوم کی ابتدا بوریوں سے ہوئی اور چنگی فنڈ سے ہوئی دونوں مدرسوں کے اکابر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غرباء کے چندہ میں جتنی برکت ہوتی ہے امراء کے چندہ میں نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اللہ کے لیے کرتے ہیں اور امراء نام و نمود کے لیے بالخصوص چندہ ایسے امراء سے نہ لیں جو مدرسہ کو بعد میں اپنی جاگیر سمجھ لیں۔ دونوں مدرسوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے کئی کئی ہدیہ سو میں دینے کی پیش کش کی لیکن ہمارے اکابر نے انکار کر دیا اور لطائف حیل سے

اس کو ٹال دیا اور فرمایا کہ یہ رؤسا اظہار تو کرتے ہیں اخلاص کا اور پھر بعد میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں حضرت نانوتوی نے جو اصول کے تھے اس میں تصریح ہے کہ امراء سے چندہ نہ لیا جائے۔ اس پر امراء نے فقرے بھی کسے۔

۱۵ اکتوبر ۶۹ء

## اخلاص کا نتیجہ

مگر اب تک کا تجربہ یہ ہے اور اپنی ذات پر بھی ہے اور دوسرے مراکز پر بھی ہے کہ جو کام چھوٹے پیمانے پر اخلاص سے شروع ہوتا ہے وہ تو تقویت پکڑتا رہتا ہے اور جو شروع ہی سے شور و شغب کے ساتھ شروع ہوا ہو وہ زیادہ مستحکم نہیں ہوتا ساری تحریکوں کا اندازہ یہی دیکھا۔ دارالعلوم دیوبند چھتّے کی مسجد میں ایک استاذ اور ایک شاگرد سے شروع ہوا اور مظاہر العلوم چوک کی مسجد میں ایک استاذ اور دو شاگردوں سے شروع ہوا۔ نظام الدین کی تبلیغ ۲۰ برس نظام الدین میں پڑی رہی اب تو اس نے برسات کے گھاس کی طرح سارے میدان میں رطب و یابس جمع کر لیا۔ اس کے بالمقابل جتنی تحریکات حاضرہ بڑے قواعد اور تنظیموں سے چلی ہیں وہ اگر مانند شبے دیگر خاک سے آگے نہیں چلیں۔

۱۲ رمضان المبارک ۹۳ھ

## علوم ظاہری اور باطنی کا تلازم

قاری یوسف! تمہارے مدرسہ کا فکر مجھے بھی ان شاء اللہ تم سے کم نہیں ہوگا۔ دل سے دعائیں بھی کر رہا ہوں۔ ہندوستان میں تو کوئی تحریک کا موقع میری سمجھ میں نہیں آیا مگر یہاں جب سے آیا ہوں اور تمہارا خط وفود کے متعلق آیا ہے اس کا تعارف وقتاً فوقتاً لوگوں سے کراتا رہتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہاری بہت ہی مدد کرے مگر پیارے! ان مشاغل علمیہ میں لگ کر ہماری لائن کو خیرباد نہ کہہ دینا۔ دینی کاموں میں قوت روحانیت سے ہوتی ہے۔ معمولات کی پابندی اور کم سے کم آدھ گھنٹہ بالکل یکسوئی کا رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۴ جون ۷۳ء



## چندہ مانگنے میں اللہ پر اعتماد

تم نے دارالعلوم کے سلسلہ میں جو تفاصیل لکھی اس سے بہت ہی قلق ہوا اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر جگہ میسر فرماوے تم نے جس ہسپتال کے سلسلہ میں لکھا ظاہر کے اعتبار سے بہت ہی موزوں معلوم ہوتا ہے مگر قیمت ہم جیسوں کے دماغ کے اعتبار سے بہت اونچی مگر لندن والوں کے نزدیک اونچی نہیں اور تم نے خود بھی لکھ دیا کہ قیمت کے اعتبار سے بہت سستی ہے جب موزوں بھی ہے اور سستی بھی ہے تو اللہ کا نام لے کر معاملہ کر لو مگر افریقہ امریکہ والوں پر نظر ہرگز نہ رکھنا لیکن خود بھی اور دوستوں سے بھی کہنا کہ مالک سے رات میں خوب مانگو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس نابکار کو بھی مالک پر اعتماد اور توکل اور اس سے مانگنے کی دولت عطا فرماوے چندہ مانگنے کے لیے مولوی عبدالحق صاحب یا کسی اور کو جنوبی افریقہ بھیجنے میں کوئی اشکال نہیں مگر دل سے مالک سے مانگتا ہے کہ یہ چیزیں ظاہری اسباب میں اسی درجہ میں ہے جس درجہ میں تعمیر میں معمار اور مزدور اور اینٹ گارہ کہ یہ سب چیزیں ظاہر کے اعتبار سے ضروری ہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے ان سب کا مدار پیسے پر ہے اس طرح سے چندہ مانگنا اینٹ گارے کے درجہ میں ہے اللہ کرے کہ ....... والے اپنے وعدہ کے موافق جلد از جلد فراہمی چندہ شروع کر دیں ان کو خطوط اور آدمیوں کے ذریعہ سے تاکید کرتے رہیں یہ ناکارہ بہت دل سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دارالعلوم کو تمہارے منشاء کے موافق بہترین طریقہ پر جلد از جلد مکمل کرا دے۔

۹ مئی ۷۳ء

## امراء کا چندہ

میری رائے یہی ہے کہ کسی شخص کا ایسا بڑا چندہ ہرگز ابتداءً قبول نہ کریں جس سے وہ اپنے آپ کو مدرسہ

کا سرپرست سمجھے اور تمہیں اپنا بھکاری بلکہ اکابر کی رائے تو یہ ہے کہ امراء کا چندہ زیادہ نہ لیا جائے غرباء کا لیا جائے۔ ۶ جولائی ۷۲ء

### مدرسہ کا نام اور ایک اشکال

البتہ ایک اشکال انہوں نے دارالعلوم کے نام پر کیا۔ دارالعلوم خلیلیہ رشیدیہ میں اہل بدعت اور دوسرے فرقہ کے لوگوں کو اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع زیادہ ملے گا۔ یہ اشکال تقریباً ایک سال ہوا کسی اور نے کیا تھا جس کے متعلق میں نے تمہیں اس وقت مشورہ دیا تھا اور اب بھی مشورہ یہ ہے کہ ابھی دارالعلوم کی ابتدا ہے نام کے بدلنے میں کوئی اشکال نہیں دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ مناسب ہے یا کوئی اور مناسب نام جس سے ان کو الزام کا موقع نہ ملے۔ ۱۲ مئی ۷۳ء

- مدرسہ کی منفعت کے خاطر کسی کی رعایت ضرور کیجیو لیکن اپنے خاطر رعایت کروگے تو فتنے پیدا ہوں گے ہرگز نہ کیجیو۔

### طلبہ کو ہنگاموں سے پرہیز کرنے کی نصیحت

پیارو مان لو تم سے ہو سکے تو ایندھن ڈالنے کے بجائے بجھانے کی کوشش کرو۔ اور کوئی شریک کرنا بھی چاہے تو کہہ دو کہ ہم تو صرف طلب علم کے لیے آئے ہیں۔ میرا بھی میرے اکابر کا بھی دستور ہے کہ الیکشنوں سے بالکل الگ رہتے ہیں۔ کہیں زور پڑے تو وہاں سے کچھ روز کے لیے چلے جاتے ہیں۔

### کام تو بیٹھ کر ہی ہوتا ہے

جس وقت دہلی برباد ہوا اس وقت شاہی خاندان کی بیگمات اپنی ساری چیزوں کو کوڑیوں بیچتی تھیں تو ایک ہندو کے پاس بڑھیا عورت



سونے کا ہاون دستہ لے گئی اول دستہ بیچا بہت سستے سے، خریدنے والے نے کہا کہ ہاون بھی تو ہوگا۔ تو اس نے کہا ضرورت پر بیچوں گی۔ وہ تین ماہ بعد وہ ملی تو کہا کہ تھا تو لیکن دوسرے کو دے دیا کیونکہ تم دکان پر نہ تھے۔ تو ہندو نے دستہ سے اپنی پنڈلیاں توڑ دیں کہ اس کی وجہ سے ہاون چلا گیا، تو کیا تم علم کی وجہ سے نہیں توڑ سکتے۔

### کھانا یاد نہیں رہا

ایک دفعہ میں صبح سے کتب خانہ میں رہا عصر کے بعد یاد آیا کہ آج روٹی نہیں کھائی۔

### اماں جی کی دعا

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اماں جی حضرت عائشہؓ ہمارا تو ناس کر گئیں اور اُمت کا بھلا کر گئیں کہ "اللہ تعالیٰ علماء کی روزی کو پریشان رکھیں"۔ یہ حدیث مجھے تو ملی نہیں۔

### تصنیفی وقت کی قدر

کسی مہمان سے بات کرنے کے لیے میں نوافل چھوڑنے کے لیے تیار ہوں اس لیے کہ نفل پڑھنا بھی عبادت ہے اور مسلمان کا خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ بخلاف میرے صبح کے کتب خانہ کے وقت کے اس کا چھوڑنا میرے لیے کسی کیلیے بھی کسی حال میں گوارا نہیں حتیٰ کہ میرے حضرت مدنی اور حضرت رائپوری کی آمد پر بھی تھوڑی دیر کے لیے کتب خانہ میں بیٹھ کر آجاتا۔ بعض مرتبہ وہ خود ہی فرما دیتے کہ تم کتب خانہ ہو آؤ ورنہ تمہارے سر میں درد ہو جائے گا۔

- میں نے سوالی پرچہ میں کبھی کوئی حدیث نہیں پوچھی۔
- والد صاحب کا ارشاد تھا کہ جس شخص کے تعلقات نہیں وہ کتنا ہی غبی ہو وہ مولوی ہو کر رہے گا۔ ورنہ کتنا ہی ذہین ہو وہ جاہل رہ جاوے گا۔

اسی وجہ سے میرے اوپر وہ سختیاں ہوئیں۔

## علمی تحقیق میں رات بھر جاگنا

کئی ماہ تک رات رات جاگ کر دیکھا کر کیفَ کانَ کئے باب پر ہے ہر جگہ دیکھا ہر ایک کی توجیہ دیکھی پھر اپنی توجیہ قائم کی۔

○ حضرت مدنی انگریزوں کے زمانہ میں صرف شیخ الحدیث مظاہر العلوم لکھ کر تار دیتے پہنچ جاتا تھا۔ مگر اب تو شیخ الحدیث لکھا ہوا ہونے کے باوجود دارالطلبہ سے کسی نے کہدیا کہ اس نام کا یہاں کوئی نہیں۔

## طلبہ کا موذی کیلئے بددعا

حضرت کو اپنے مدرسہ مظاہر علوم کے طلبہ کی تربیت کی بھی بہت فکر رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ مدرسہ میں پیش آیا کہ عصر کے وقت میں کچھ طالب علم تفریح کو گئے ایک غیر مسلم کے محلہ سے ان کا گزر ہوا وہاں کسی شیطان نے ان طالب علموں میں سے ایک کی ٹوپی لے کر کچھ مذاق کر ڈالی۔ وہ دو چار طالب علم بے چارے کر بھی کیا سکتے تھے۔ وہ لوگ چپکے سے وہاں سے چلے آئے اور اپنے ساتھیوں کو بات کی کہ ایسا معاملہ ہوا۔ مدرسہ کے طالب علموں میں کہرام برپا ہو گیا کہ اس کا بدلہ لیا جاوے۔ مدرسہ کے منتظمین کو جب یہ معلوم ہوا تو طالب علموں کو اس سے روکا۔ اور طالب علموں کے دروازے سے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی۔ ادھر حضرت کے پاس اور حضرت ناظم صاحب مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس بھی یہ بات پہنچی انہوں نے دیگر اساتذہ کو بلا کر مشورہ کر کے۔ شہر کے عمائد اور اس محلہ کے ذمہ دار آدمیوں کو بلا کر اس کے متعلق کہا کہ ایسی حرکتیں آئندہ نہ ہوں ورنہ فساد کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے وہاں جا کر تفتیش کر کے متعلق لڑکے کو بہت ڈانٹا اور اکر اطمینان



دلایا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ مگر ان طالب علموں بے چاروں کو کیا پتہ کہ مدرسہ والوں نے کیا کیا۔ ان کو تو یہی مدرسہ والوں نے جب باہر نکلنے پر پابندی لگا دی تو کہنے لگے کہ مدرسہ والے بزدل ہیں۔ ان سے کچھ نہیں ہوتا تو دوسروں کو کیوں انکار کرتے ہیں، کیوں روکتے ہیں۔ بہرحال ساری رات ہنگامہ رہا۔ حضرت کو ان ساری باتوں کی اطلاع پہنچتی رہی اور حضرت بھی واقعہ سے بہت متفکر تھے۔ بہرحال صبح کی نماز کے بعد اپنی گاڑی خادم کو کہا کہ دارالطلبہ جدید سے چلیں کیونکہ جس طالب علم کے ساتھ واقعہ ہوا تھا اس کا کمرہ وہیں تھا۔ ابھی طلبہ فجر کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں بھی آنے نہ پائے تھے کہ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ تشریف لائے۔ سب دوڑ کر حضرت کی گاڑی کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

حضرت نے سارے طلبہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ کل جو واقعہ ہوا اس پر مدرسے والوں کو جو کرنا تھا ان لوگوں نے کیا مگر تمہارا جو کام تھا تم لوگوں نے کیا۔ سارے طلبہ اس جملہ پر متوجہ ہوئے کہ ہمارا کام کیا تھا! حضرت نے فرمایا سچ بتلاؤ تم میں سے کس نے دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا مانگی کہ یا اللہ اس کو ہدایت کر دے۔ اس کو ایسا کر دے کہ کبھی ہماری طرف آنکھ بھی نہ اٹھائے۔ سارے طلبہ پر سکتہ چھا گیا کیونکہ یہ کام تو کسی نے نہ کیا تھا اب حضرت نے آگے فرمایا کہ کیا قرآن و حدیث میں ایسے مواقع پر نماز کا عمل نہیں آیا۔ بہرحال حضرت نے یہ ساری باتیں بھرائی ہوئی آواز میں روتے ہوئے فرمائی۔ جس کا طالب علموں پر اچھا اثر ہوا اور جو فضا رات میں مکدر ہوئی تھی وہ ایکدم بدل گئی۔

## طلبار کو نصیحت

افریقی طلبہ سے گفتگو کے دوران ارشاد فرمایا کہ تمہارے کارناموں میں کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے۔ کچھ تقریریں کرتے ہو اس کے لیے تو دنیا میں انجمنیں قائم ہیں۔ کچھ

علمی دینی روحانی طور پر کام ہونا چاہیئے۔ اشاعت دین کے لیے علم سے فائدہ ہوتا ہے اور سلوک کے لیے اور اندرون کے لیے روحانی لائن سے نفع ہوتا ہے۔

○ میرے حضرت شیخ المشائخ بن کر یہاں مدرس ہوئے تو تین روپے پر ملازم ہوئے تھے۔

## مدارس میں صنعت سے نفرت

میری ہمیشہ سے رائے ہے کہ دست کاری کا پیشہ مدرسے میں بالکل نہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ ابتداءً میں تو وہ مدرسہ کے دو گھنٹے اور دوکان کے چار گھنٹے رکھتے ہیں پھر وہ دو گھنٹے بھی ختم۔ بہت سارے ذی استعدادوں کو بھی دیکھا ہے کہ ضائع ہوگئے۔

## مدارس میں ذکر کی ضرورت

میرا ایک تجربہ ہے جس کو بہت سے اہل مدارس کو لکھتا رہتا ہوں کہتا بھی رہتا ہوں دوستوں نے چھاپ بھی دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی جتنی کوشش ہو سکے مدرسہ میں ضرور رکھیں، طلبہ میں بھی کم سے کم استغفار تو ہو اور آپ کے تعلق والوں میں کوئی ذاکر ہو تو اس سے فرمادیں کہ آپ کے کمرہ میں آکر طلبہ سے دور جس سے طلبہ کا حرج نہ ہو ذکر ضرور کر لیا کریں۔ (۶ دسمبر ۶۷ء)

## طلبہ کے لئے ذکر

تمہاری تحریک سے مولانا یوسف صاحب نے دارالعلوم میں ذکر کا سلسلہ جاری فرما دیا بہت اچھا ہوا اگرچہ ہمارے اکابر طلبہ کو ذکر وشغل سے روکتے تھے مگر حالات ایسے ہو گئے کہ اگر طلبہ اعر‌ز نگیں تو نہ جانے کہاں کہاں گھومنے لگتے ہیں، میرے پاس ذکر کی ضرورت نہیں تم اور مولوی یوسف دونوں مجلس ذکر میں مجتمع ہو جایا کرو یہ میرا نعم البدل ہے، اس کی ضرور کوشش کریں کہ اس سے طلبہ کی تعلیم میں کسی قسم کا حرج نہ ہو۔



## تبلیغ کی سرپرستی

دعوت تبلیغ کا مبارک کام جو مجدد تبلیغ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس قدس سرہ نے خاص اصول پر شروع کیا اور جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ روزِ اول سے اس کے سرپرست مشیرِ خاص اور مرشدِ عام رہے حضرت آپ بیتی میں فرماتے ہیں :۔

"اُن کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو بے تکلف فرما دیتے کہ شیخ صاحب کے یہاں جب تک پیش نہ ہو، اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتا، میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق سنا تھا کہ وہ میرے مشورے اور منظوری پر رُکے ہوئے ہیں[1]"

حضرت دہلویؒ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ دعوت وتبلیغ کا یہ کام کارِ نبوت ہے اور اس بارگراں کو اٹھانے کے لیے ظاہری و مادی وسائل سے بڑھ کر اکابر اولیاء اللہ کی دعا اور ہمت و توجہ کی دولت درکار ہے اور جب تک ان سے قلبی رابطہ پیدا کر کے ان سے روحانیت کا انجذاب نہ کیا جائے اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے حضرت شیخ کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

"میرے عزیز! اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہو کر خط لکھتا ہوں۔ میرے عزیز! اس پر شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے۔ نیز تمہاری اس ہمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے۔ حق تعالیٰ مجھے

---

[1] آپ بیتی ۲ ص ۱۶۸

آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ کو منظور ہوا اور حسب کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو انشاء اللہ تمہاری یہ تصانیف اور فیوض ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیراب کریں گے اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ بری اس میں دعا سے مدد کیجیو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں [1]

ایک اور گرامی نامے میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں۔

مجھے آپ اور حافظ عبداللطیف صاحب کے خطا کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی اہمیت آپ کی متانت اور استقلال پر دل تسلیم کیے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں [2]

بہر حال خورد ہونے کے باوجود حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ حضرت دہلوی قدس سرہ کے مشیر اور تبلیغ کے سرپرست تھے واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ کی جو عظمت و بزرگی اور جو قدر وقیمت حضرت دہلوی کے قلب مبارک میں تھی وہ بہت سے مریدان با اخلاص کے دلوں میں بھی نہیں ہوگی کیونکہ عظمت بقدر معرفت ہوا کرتی ہے۔

حضرت دہلوی کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کے دور میں حضرت شیخ پر تبلیغ کی سرپرستی کا بار دوچند ہو گیا تھا خود حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحب) کو حضرت شیخ سے والہانہ محبت تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت شیخ ان کی ہمہ وقت نگرانی و سرپرستی فرمائیں حضرت شیخ نے اس دور ثانی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص ۲۶، ۲۳۷

[2] محبوب العارفین ص ۲۶



کہ باید وشاید۔ ان کی دلداری وہمت افزائی کی خاطر اپنی علمی مصروفیات کو قربان کر دینے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ الغرض حضرت دہلوی کے زمانہ میں اپنی خوردی کے باوجود حضرت شیخ تبلیغ کے سرپرست تھے اور دور ثانی میں بزرگانہ حیثیت سے تبلیغ اور اہل تبلیغ کے مرشد و مربی اور سرپرست اعلیٰ رہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہم العالی کا دور شروع ہوا اس دور میں بھی حضرت شیخ نے تبلیغ کی سرپرستی کا حق ادا فرمایا۔ جس کا ایک نمونہ وہ واقعہ ہے جسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے تحریر فرمایا۔ مولانا لکھتے ہیں۔

• اس اصابت رائے کا نمونہ یہ تھا کہ مولانا محمد یوسف کے انتقال پر باوجود ایک حلقہ کی خواہش و تقاضہ اور جذباتی تعلق کے اپنے لخت جگر عزیز مولوی محمد ہارون کو اپنے والد و دادا کا جانشین بنانے کے بجائے (جن سے اہل میوات کو جذباتی تعلق تھا) زمانہ کی نزاکتوں اور وقت کے فتنوں کے پیش نظر مولانا انعام الحسن صاحب کو جانشین بنایا جو مولانا محمد یوسف صاحب کے شروع کے شریک کار دست راست اور مشیر و معاون تھے اور جو اپنے فہم، تجربہ، علم و بزرگی وجہ سے جماعت اور کام کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے۔ شیخ کے اس انتخاب اور فیصلہ پر ایک حلقہ نے احتجاج بھی کیا اور بعض عمائد دہلی نے شیخ کی اس رائے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی لیکن شیخ اس پر مضبوطی سے قائم رہے اور بعد کے تجربوں نے اور دعوت کی موجودہ ترقی، مقبولیت اور عالمگیر وسعت نے ثابت کر دیا کہ یہ فیصلہ وانتخاب صحیح و حق بجانب تھا۔ [1]

---

[1] سوانح حضرت شیخ ص ۱۲۲

الغرض حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس تبلیغی کام کی ابتدا سے لے کر ہمیشہ اس کے پشت پناہ اور سرپرست اور مدبر رہے۔ تبلیغ کے خلاف کوئی فتنہ اٹھا تو حضرت شیخؒ اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے کسی نے کوئی علمی اشکال پیش کیا تو حضرت شیخؒ نے اس کے جواب میں قلم اٹھایا۔ اکابر تبلیغ کی تربیت فرمائی اور ان کو ترغیب دیکر اس مبارک کام میں لگایا۔ چنانچہ آج تبلیغ کے اکابر اور ذمہ دار حضرات سب حضرت ہی کے ساختہ پرداختہ ہیں تبلیغ کی علمی و اصلاحی غذا حضرت شیخ کے رسائل وفضائل سے مہیا ہو رہی ہے اس لیے یہ تبلیغ کا مبارک کام۔ حضرت دہلویؒ۔ حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور دیگر اکابر تبلیغ کے ساتھ حضرت شیخ کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے۔ انشاء اللہ تبلیغ کی تمام تر نقل و حرکت۔ ذکر و تسبیح۔ تلاوت و نوافل کا اجر و ثواب حضرت شیخؒ کے نامہ عمل میں بھی لکھا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے حضرت شیخ کے مکتوبات و ملفوظات سے چند اقتباسات جمع کیے ہیں جن سے تبلیغی کام کی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہ حضرت شیخ کی نظر میں دین کے تمام شعبہ کی اہمیت تھی اور آپ ان تمام شعبوں میں توازن و اعتدال اور تعاون کے قائل تھے۔ واللہ الموفق۔

تبلیغی مرکز ڈیوزبری میں حضرت شیخ کے ارشادات
(کیسٹ سے نقل کیے گئے)

## اجتماع کیلئے حضرت شیخ کی دعائیں

حافظ جی! او تبلیغی لوگو! تمہیں میں کیا کروں گا میں دعا تمہارے لیے خوب کرتا ہوں۔ بے حد کرتا ہوں اور تمہارے لیے ہی نہیں ہر اجتماع میں بہت سے لوگ خواب دکھا دے، بہت دیکھتے ہیں کہ میں ان کے اجتماع میں وہاں کام کر رہا ہوں جہاں بھی ہو۔ امریکہ میں ہو۔ افریقہ میں ہو۔ وہ بہت خواب



میں دیکھے۔ میرے پاس خطوط آوے کہ تو ہمارے اجتماع میں تھا۔ کام کر رہا تھا میں یوں کہا کروں کہ بھئی تمہارے جہاں بھی اجتماع ہوتے ہیں ضرور اس وقت تک تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ ویسے تو شرکت ہوتی ہی نہیں میری معذوری کی وجہ سے۔

دوسرا جتنے خطوط آئے میرے پاس اس دوران میں سب نے لکھا مولوی انعام نے لکھا، علی میاں نے لکھا کہ جی تو خوش ہوا۔ جانے سے مگر عقل میں بھی آوے۔ عقل میں نہیں آیا کہ لندن جانا عقل میں تو کسی کے نہیں آیا۔ باقی مولوی یوسف نے گھیر ہی لیا ہیں اور کچھ آپ کو فرمانا ہو تو آپ فرما دیجئے۔ میں تو کہہ چکا جو کچھ کہنا تھا۔

## کتاب ام الامراض

میرے پیارے بس — بھئی مولوی یوسف (جی حضرت) وہ ام الامراض ہے ان کے پاس کوئی (جی یہاں تو نہیں ہے وہاں مدرسہ میں) بھائی بھیجئے (انشاء اللہ) دو تین حافظ کے لیے (ضرور)

## سارے مرضوں کی اصل تکبر ہے

ایک کتاب میں نے لکھوائی ہے اپنے دوستوں سے اس کا نام ہے ام الامراض[1] اور میرا خیال یہ ہے کہ سارے مرضوں کا اصل جو ہے تکبر ہے۔ تکبر اصل ہوا یہ نکل جاوے تو ساری چیزیں نکل جاوے۔ اس کا نام ہی انھوں نے ام الامراض لکھا میرے کہنے سے۔ اور میری ہدایت سے لکھی ہے اور میں نے اس کی ان کو ہدایت بتائی تھی وہاں تو لے آیا ہوں میں بہت ساری۔ ان کے مولوی یوسف کے یہاں۔ آپ کے یہاں ضرور — پانچ نسخے ضرور بھیج دیجئے ابھی اچھا انشاء اللہ) دینے کے واسطے نہیں۔ رکھنے کے واسطے جو یہاں دیکھے۔ اللہ جل شانہ بہت ہی قبول فرماوے۔ آپ حضرات کی کوششوں کو اور جہاں

---

[1] ام الامراض حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زید مجدہ کی تصنیف ہے

جہاں اجتماعات ہو رہے ہیں

**ہندوستان میں فسادات اور مولوی اسعد صاحب کا سول نافرمانی کا عزم**

حافظ جی تم حضرت ہمارے واسطے بھی دعا کیجیو۔ ہندوستان کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ آج — بے حد خراب ہو رہی ہے۔ بڑے جھگڑے ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کے سارے
ہمارے مولوی اسعد نے ایک الٹی میٹم بھی دے دیا ان کو کہ فلانے وقت اگر یہ بند نہ ہوئے تو میں سول نافرمانی شروع کر دوں گا وہ وہی وقت ہو گا جو میرے دلوں جانے کا ہو گا دیکھئے کیا کروں ان شاء اللہ بھئی بہت دعا کیجیو اللہ تعالیٰ مولوی اسعد کی بہت ہی مدد کرے۔ بے چارہ تن تنہا ہے وہ اور لڑ پڑا اس کا خط مدینہ آیا تھا۔ اسعد کا اس میں لکھا تھا کہ میں نے یہ اعلان شروع کیا دعا کیجئے بھی اور کرائیے بھی۔ دلوں بھی دوستوں سے کہتا رہا تم حضرات سے بھی عرض کر دوں گا بھئی مولوی اسعد صاحب کے واسطے بہت ہی اہتمام سے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی کامیابی عطا فرما دے۔

اتنے فسادات ہو رہے ہیں کہ ہر جگہ پہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ ابوالحسن (جی) یہ میری گاڑی تو اس میں رہے گی

مولوی عبدالحفیظ جی

**سفر کی تکالیف**

حافظ جی میں تو سفر میں بالکل جاتا ہوں کھانے پینے سے ڈر کے مارے پیشاب بھی بے قابو، استنجا بے قابو۔ جب لندن کا ارادہ کیا تھا تین دن پہلے کھانا چھوڑ دیا تھا بالکل، تب بھی پیشاب آتا ہی رہا۔



**دین کا چرچا تبلیغی جماعت کی برکت سے ہے**

اللہ آپ کو بہت سی ترقیات سے نوازے بہت ہی زیادہ آپ کی مدد کرے مولانا انعام الحسن صاحب کی برکات سے۔ آج کل جہاں کہیں دین کا چرچا چل رہا ہے تبلیغی جماعت کی برکات سے چل رہا ہے۔ بہت سے خواب آدے مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدی کے تمہاری جماعت سے مصافحے بھی ہوں۔ تشریف بھی لا دیں۔ اللہ جل شانہ بہت ہی مدد کرے۔

ہاں کچھ فرمانا ہو تو آپ کو (دعا فرمائیں) دعا تو کر دی میں نے۔ دعا تو ہر جگہ کرتا ہوں۔ اچھا بھئی دعا کرو۔ عبدالحفیظ اس جماعت کے لیے۔ اللہ جل شانہ بہت ہی مدد کرے تمہاری۔"

**تبلیغ اور مدرسہ کو حضرت شیخ کی ضرورت**

ایسی حالت میں میرے رمضان کا مسئلہ معرض بحث میں خوب آیا ہے اب تک تو سب کے ذہن میں یہ تھا کہ مولوی انعام صاحب کی آمد پر سہارنپور کا فیصلہ ضرور کر دیں گے مگر مولانا انعام صاحب نے کوئی فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا ان کا بیان ہے کہ رمضان تیرا وہاں کرنا بہت اہم ہے نہ صرف ذاکرین کے لیے بلکہ تبلیغ اور مدرسہ کو بھی ضرورت ہے۔

۲۱ مئی ۸۰ء

**تبلیغ والوں کے ساتھ جوڑ رکھنے کی اہمیت**

تبلیغ والوں کے ساتھ جوڑ رکھا کرو یہ نہ سوچا کرو کہ وہ نہیں تعلق رکھتے تو ہم بھی نہ رکھیں یہ ہماری ضرورت ہے کہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ جوڑ ہو۔

۲۰ اپریل ۸۱ء

## نظام الدین کی حاضری

بندہ کا خیال تو یہ ہے کہ چلے کی کچھ زیادہ قید نہیں ہے نظام الدین دو تین دن ہوتے آویں اس میں کچھ مضائقہ نہیں (۲۹ رجب ۱۳۹۰ھ)

## تبلیغ کی معاونت کی ترغیب

مولانا انعام صاحب کے خط سے یہ معلوم ہوا کہ میری آمد کے بعد سے آپ کی خط و کتابت مولانا انعام صاحب سے زیادہ بڑھ گئی اور آپ دہلی کا ارادہ بھی کر رہے ہیں مسرت ہوئی جب گنجائش ہو اسباب مساعد ہوں تو ضرور تشریف لے جاویں۔ تبلیغ کی جو بھی معاونت آپ فرما دیں دریغ نہ کریں۔

## تبلیغ کے بارے میں حضرت کا اہم اعلان

ایک ضروری اعلان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ اور تصوف دو الگ الگ چیزیں ہیں میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ یہ علی العموم صحیح نہیں کیونکہ میرا تعلق بذات خود تبلیغ سے بھی ہے اور بزرگی اور تصوف سے بھی، بعض مشائخ اپنے مریدوں کو تبلیغ میں لگنے سے منع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ توحید مطلب کے خلاف ہے یہ ان کا منع کرنا قاعدہ کلیہ اور اصول کلیہ نہیں ہے بلکہ مشائخ اور بزرگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے یہ ان کا منع کرنا ایسا ہی ہے چنانچہ جیسے ڈاکٹر حکیم کسی کو شکر کے استعمال سے روک دے چنانچہ ذیابیطس میں روک دیتا ہے بعض بیماروں کو نمک سے روک دیا جاتا ہے بعض کو پانی سے روک دیا جاتا ہے کہ اس کو یہ سمجھ لینا کہ یہ ممانعت ہر شخص کے لیے ہے۔ بالکل غلط ہے یا یہ کہ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس ؒ کو حکیم مسعود احمد نے پانی سے روک دیا تھا۔ متواتر سات سال تک پانی نہیں پیا تو اس کو قاعدہ کلیہ سمجھ لینا یہ سب غلط ہوگا میں چونکہ حضرت قدس سرہ کا بھی آدمی ہوں اور حضرت رائے پوری



سے بھی اجازت ہے اس لیے مجھے زور سے کہوں گا کہ جہاں تک ہو سکے تبلیغ میں وقت لگاؤ"۔ ؎[1]

## اہل تبلیغ کو ایک نصیحت

بعد سلام مسنون تبلیغی مساعی سے مسرت ہوئی تبلیغی گشتوں میں آپ حضرات کو ہر قسم کی مجالس اور مواقع میں جانے کی نوبت آتی ہے اور آوے گی اس لیے دو امر کا خاص طور سے اہتمام رکھیں اول یہ کہ عورتوں پر نگاہ بالکل نہ پڑے اور بے ارادہ پڑ جائے تو دوبارہ ادھر نہ دیکھیں اور نگاہ کو فوراً ہٹا لیں۔ حدیث پاک کے ارشاد کے موافق پہلی نگاہ جو بے ارادہ ہو معاف ہے لہٰذا اس کا خاص اہتمام رکھیں۔ اسی کا دوسرا جز اَمرَدوں کا اختلاط ہے۔ بالخصوص امراء کے امارد سے گریز رکھیں۔ اگر تبلیغ میں اس قسم کے لوگ کہیں اتفاق سے شرکت کریں تو اس کا لحاظ رکھیں کہ ان سے تخلیہ میں ملنے کا وقت اور موقعہ نہ ملے۔ دوسری چیز امراء کے ساتھ برتاؤ ہے ان کے مال و دولت ثروت اور راحت کو وقعت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں یہ کوئی خوبی کی چیز نہیں بلکہ فتنہ کی چیز ہے مال و دولت کی بدولت اکثر آدمی بڑے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف سے ان فتنوں سے محفوظ رکھے یہ مسئلہ ذرا نازک اور سمجھ کا ہے کہ ایک جانب کو ان کے دنیوی عزت و جاہ کی وجہ سے ان کا احترام ضروری ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمیوں سے ان کے مرتبہ کے موافق معاملہ کرو۔ دوسری طرف اپنی طبیعت کو ان پر رشک کرنے کے بجائے ترس کھانے پر آمادہ کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان غریبوں کو کیسے فتنے کی چیز میں مبتلا کر رکھا ہے

---

[1] آپ بیتی نمبر ۶ صفحہ ۱۲۸-۱۲۹

کہ اگر یہ حضرات اس کا حق ادا کریں تو یقیناً مال اچھی چیز ہے لیکن ہم لوگوں سے آج
کل اللہ اور رسول کے اہم حقوق ہی ادا نہیں ہوتے تو مال کے حقوق کیا ادا کریں گے؟
اس لیے یہ بڑی نازک چیز ہے۔ میری طرف سے دوسرے رفقاء تبلیغ کو بھی پیغام پہنچا
دیں بندہ کے خیال میں خواب میں بھی آپ کو اسی طرف توجہ دلائی گئی خواب میں ایسے
امور کی طرف توجہ دلانا اللہ کا احسان ہے جو قابلِ تشکر ہے (بنام مولوی سعید الدین دہلوی)
میں نے میاں جی سلیمان کے خط میں دو امر لکھے ہیں ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جماعت
کے احباب کو سمجھا دیں۔ میرے محترم! اہل ثروت کے ساتھ ذلت اور تملق سے
نہ رہنا۔ اپنے اوپر مشقت کو حتی الوسع برداشت کرنا مگر ان کے سامنے دست
سوال سے ذلیل نہ ہونا۔ اس کے ساتھ ہی نہایت اہم یہ ہے کہ یہ استغنا ظاہر کے
بجائے دل سے زیادہ ہونے کی ضرورت ہے ہم لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہو گئی کہ
ظاہر سے تو ہم بڑا استغنا ظاہر کرتے ہیں مگر دل سے ان کے احسانات کے متمنی
رہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا الٹا ہونا چاہیے تھا کہ دل سے جتنی احتیاج کا اظہار ہو
وہ مالک اور مقلب القلوب کی طرف ہونا چاہیے اور جتنی بھی لجاجت سے مانگا
جائے اور ان متمول حضرات سے نہ لجاجت کا معاملہ ہو نہ ایسا استغنا ظاہر ہو جو
اپنے کو تکبر میں پھنسائے۔ اللہ جل شانہٗ مجھے بھی ان دونوں تحریروں پر عمل کی
توفیق عطا فرمائے کہ خود ان مکروہات میں سب سے زیادہ مبتلا ہوں۔"

فقط (حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مدظلہ صاحب)

۲۵ شعبان ۸۶ھ

---

مکتوبات تصوف ج ۱ ص ۵۰-۵۱



سوال:۔ تبلیغی گشت زیادہ اہم ہے یا معمولات کا پورا کرنا

۱۔ الف: ایک دفعہ ایک آدمی نے کہا کہ جمعرات کے دن مغرب بعد جماعت
کے لیے کچھ مشورہ اور گشت ہوتا ہے۔ آپ اس میں شرکت کریں۔ میں نے جواب
دیا کہ اس وقت مجھے اپنا معمول پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے مجبوری ہے۔ ان صاحب
نے فرمایا کہ آپ معمول وہیں پورا کرلیں۔ چنانچہ میں نے اس کو قبول کرلیا۔ اور وہاں
گیا۔ مغرب کے بعد معمول پورا کیا معمولات کی ادائیگی میں پورا وقت صرف ہوگیا
گشت کا وقت نہیں ملا۔ بعد میں وہ صاحب میرے اوپر برسنے لگے کہ ثواب گشت
میں زیادہ ہے یا معمولات پورا کرنے میں گشت سے اجتماعی فائدہ ہے اور معمول
سے انفرادی فائدہ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ گشت ریڑھ کی ہڈی ہے ان صاحب
کو میں نے جواب دیا کہ حضرت کو میں خط لکھتا ہوں حضرت جو جواب دیں گے
اس کے مطابق عمل کروں گا۔

(مولانا احرار کا خط شیخؒ کے نام)

جواب: معمولات بالخصوص ذکر کی پابندی اہم ہے۔۔۔۔
۱ ب۔ معمولات کو مستقل طور پر نہیں چھوڑنا چاہیے گشت میں کبھی کبھی شرکت
ہوجانی کافی ہے بالخصوص ذکر کی پابندی اہم ہے کبھی اگر کسی وقتی ضرورت سے
چھوٹ جاوے تو مضائقہ نہیں۔ گشت کرنے والے حضرات کے اعتراضات
سے متاثر نہ ہوں البتہ اس وجہ سے کہ آپ کو مخالف نہ سمجھا جائے کبھی کبھی شرکت

(حضرت کا جواب)

اچھی ہے

یہ سمجھنا کہ تبلیغ اور ذکر جمع نہیں ہوسکتے شیطانی وسوسہ

تمہارا خواب بہت مبارک ہے
لیکن یہ بات کہ تبلیغ اور ذکر
دونوں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ تبلیغ کے نمبروں میں تو ایک نمبر

مستقل ذکر ہے۔ تبلیغ تو ضرور کرتے رہیں لیکن ذکر کے متعلق آپ کے تفصیلی حالات معلوم ہونے کی ضرورت ہے کیا مشغلہ ہے؟ صحت کیسی ہے۔ فراغت کتنی ہے؟ کسی سے اب تک بیعت ہوئے یا نہیں؟ ان سب امور کے متعلق قاری یوسف سے مشورہ کر لیں اور اگر وہ تمہارے حالات کے مناسب سمجھیں تو مختصر ذکر بتادیں نفی اثبات، تین تسبیح، اسم ذات، پانچ تسبیح۔۔ ۳؍ مارچ ۶۵ء

## تبلیغی حضرات کی رعایت

تمہیں معلوم ہے یہ کہ میں اس کی بہت رعایت رکھتا ہوں کہ تبلیغی حضرات کو میرے کسی قول وفعل سے کوئی نقصان یا دقت پیش نہ آئے تم بھی اس کی رعایت رکھنا کہ وہاں کے تبلیغی احباب کو تمہارے کسی قول وفعل سے کوئی شکایت پیش نہ آئے۔

۲۱؍ جون ۶۸ء

• وہاں کی تبلیغی جماعت سے بھی خاص طور سے میل جول پیدا کرنا اور تبلیغی اجتماعات میں بہت اہتمام سے شریک ہونا (۱۶) ربیع الاول ۸۸ھ

• مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ بعض تبلیغی ضرورتوں کی وجہ سے مجھے بھی ہند کی واپسی ضروری ہے مگر اس وقت تو میں صرف احرام لے کر جدہ تک آیا تھا۔ سارا سامان بھی مدینہ طیبہ ہے اور اس سے زیادہ اہم تبلیغی سلسلہ بھی وہاں پھیلا ہوا ہے اس لیے اس وقت تو مدینہ پاک واپسی ضروری ہے۔"

۱۱؍ صفر ۹۱ھ ۱۷؍ اپریل ۷۱ء

ل ان ضرورتوں کی شرح حضرت کے ایک مکتوب گرامی (بنام حاجی افضل صاحب سلطان فونڈری والوں) میں کی گئی ہے اس کی نقل ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ مرتب



## تبلیغ میں شرکت

تبلیغی جماعت کی حرکت نفع بخش اور صد ترجاریہ ہے اس کو دین کا کام سمجھ کر شرکت ضرور کریں۔ حافظ پٹیل آپ کو ۳ چلے کے لیے زیادہ کہہ رہے ہیں، تو آپ کے حالات پر موقوف ہے کہ اگر حالات مساعد ہوں تب تو مضائقہ نہیں ورنہ مسلسل تین چلے ضروری نہیں ہیں بالخصوص اگر آپ کے درسے کا حرج ہوتا ہو۔ البتہ مولانا انعام الحسن صاحب کی آمد پر وقتاً فوقتاً وقت نکال کر ان کے اجتماعات میں ضرور شرکت کرتے رہیں۔

## تبلیغی جماعت میں چلہ

ایک صاحب کا خط آیا کہ تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ جماعت میں تیرا چلہ ضروری ہے! اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جماعت میں میرے لیے قرض لے کر جانا اور مدرسہ میں نائب مقرر کرکے جانا کہ جس کی پڑھائی پر اطمینان نہیں تو یہ مناسب ہے یا نہیں! حضرت کے مشورہ پر عمل کروں گا۔ جواباً تحریر کردیا کہ اگر مدرسہ کا انتظام تمہاری غیبت میں قابل اطمینان ہوجاوے اور چلہ میں جانے کے لیے قرض کا اس طرح انتظام ہوجاوے جس کی ادائیگی بسہولت ہوجاوے تب تو بہت مناسب بلکہ ضروری ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہو تو پھر ہرگز نہیں۔

## حضرت مولانا الیاسؒ صاحب کے ہاں حضرت شیخؒ کا لحاظ

نظام الدین میں عید کی نماز چچا جان کے زمانہ میں نہیں ہوتی تھی اس پر میں نے کہا کہ ہم نے تو سنا تھا کہ عید کے لیے جنگل میں جانا سنت ہے تو میں شہر میں کیوں جاؤں تو میرے خاطر میں چچا جان نے پہلی دفعہ نظام الدین میں عید کی نماز پڑھی پھر شروع ہوگئی۔

## تبلیغ میں کسی پر اعتراض نہ کریں

تبلیغ کے خلاف سوال کرنے کے جواب دینے کے بارے میں ایک تبلیغی برادر کو خط میں تحریر فرمایا کہ یکسوئی اور انہماک سے اپنے کام میں مشغول رہیں دوسرے سے مناظرہ اور اس پر تنقید اور اس کے ساتھ الجھنے کی ہرگز کوشش نہ کریں اگر کوئی کام پر اعتراض کرے تو ان سے کہہ دیں کہ مرکز سے مراجعت کریں ہم لوگوں کو معتمد علماء نے یہی بتلایا ہے جن پر ہمیں اعتماد ہے نیز درود شریف کی کثرت کا اہتمام کریں انشاء اللہ رد بدعت کے لیے یہ بہت ہی مفید و موثر ہے۔

○ ایک مرتبہ افریقہ کی ایک جماعت تبلیغی ملاقات اور زیارت کے لیے ماہ مبارک میں علی الصبح آئی۔ ماہ مبارک میں حضرت کے یہاں ملاقات کا وقت صبح گیارہ کے بعد عام طور پر ہوتا تھا۔ اتفاقاً ان میں سے ایک آدمی پر جنون طاری ہوگیا اور مہمانوں کی روٹیاں جس جگہ پکتی تھیں وہاں تنور پر ڈنڈا لے کر بیٹھ گیا۔ اب سارے لوگ پریشان۔ روٹیاں نہ پکے تو مہمان کو شام میں کیا کھلایا جاوے۔ اب حضرت کو جو اس وقت تلاوت میں مشغول تھے ایک خادم نے اطلاع کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو پکڑ کر یہاں لے آؤ۔ اس خادم نے یہ عرض کیا کہ حضرت وہ پاگل ہو چکا ہے۔ یہاں مسجد میں طوفان کرے گا۔ اس کو ان کے ساتھیوں نے بہت سمجھایا۔ ڈرایا۔ مگر ڈنڈا لے کر سب کو مارنے دوڑتا ہے۔ حضرت نے اس کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ جس طرح ہو اس کو یہاں لے آؤ۔ جب وہ خادم چند آدمیوں کے ساتھ اس کو پکڑنے کے لیے گیا اس وقت وہاں پر مولوی یوسف متالا تھے جو حضرت کے



پاس تلاوت کر رہے تھے ان کا بیان ہے کہ حضرت پر ایک اثر طاری تھا اور فرما رہے تھے کہ میں کون عیسیٰ کون سب کام خدا کرتا ہے۔ اتنے میں بڑی مشکل سے اس پاگل کو حضرت کے پاس لایا گیا۔ مسجد کے دروازہ تک اس نے بہت شور مچایا مگر جیسے مسجد کے دروازے پر داخل ہوا فوراً سنبھل گیا اور جیسا کہ اس کو کچھ نہ ہوا تھا۔ اس نے حضرت کے ساتھ مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔ حضرت اس کو بار بار پوچھتے بھائی کیا ہوا۔ مگر وہ شرمندگی کی وجہ سے کچھ نہ بولا۔ اس کے بعد مفتیان کرام سے پوچھ کر ان کو کھانا وغیرہ کھلایا گیا۔ اور وہ اچھا ہو کر وہاں سے گیا۔

## تبلیغ میں درود شریف اور استغفار کی کثرت

ایک خط میں تبلیغ میں جانے والے کو نصیحت لکھوائی کہ اس زمانہ میں درود شریف اور استغفار کی کثرت رکھی جاوے اور اس کی کوشش کی جاوے کہ کسی رفیق کو میری طرف سے تکلیف نہ پہنچے اور اگر کسی کی طرف سے حق تلفی اور تعدی ہو تو اس پر التفات نہ کیا جاوے انشاء اللہ بہت زیادہ ترقی کا سبب ہوگا۔

## تبلیغی جماعت کے لئے جھنڈا

چچا جان کو کسی نے مشورہ دیا کہ تبلیغی جماعت کو ایک ایک جھنڈا بھی دے دیا جائے تاکہ صحابہ کرام کے وفود کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ میری رائے پر اس کو موقوف رکھا تھا۔ جب مجھے پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ وہ تو جہاد کے لیے ہوتا تھا اور یہ جماعتیں تو نماز کے واسطے بلانے جاتی ہیں اور نماز

کے لیے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما چکے ہیں۔

○ ہماری مسجدوں میں شماز ش کی کہلاتی ہے۔ یعنی گھنٹہ بجا کر تکبیر شروع امام ہو چاہے نہ ہو۔

○



باب ہشتم

# تربیت السالکین

اور

# متفرقات

# تربیت السالکین

## سالکین کی اصلاح و تربیت

حق تعالیٰ شانہ کے پاک نام پر آسمان و زمین کے وجود و بقا کا مدار ہے اور جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ جب تک زمین پر اللہ تعالیٰ کا پاک نام لینے والا کوئی شخص باقی ہے تب تک قیامت نہیں آئے گی۔ لا تقوم الساعة حتی یقال فی الارض الله الله۔ اس لیے جہاں دین کے دیگر شعبوں میں کام کرنے والے متخصصین کی ضرورت ہے وہاں ایسے حضرات کی بھی ضرورت ہے جو قلوب کی اصلاح و تربیت کر کے ان میں ذکر الٰہی کو راسخ کریں۔ باطنی معالجات میں جن تدابیر کی ضرورت ہے وہ ان سے واقف ہوں رہروانِ راہِ محبت کو جو خطرات و عوائق پیش آتے ہیں یا آسکتے ہیں ان سے حفاظت کی تدابیر جانتے ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جہاں تعلیم اور تدریس اور درس و افتا کے شعبہ میں رجال کار پیدا کیے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں کارنامے نمایاں انجام دیئے۔ دعوت و تبلیغ کے اصول و فروع مرتب فرما کر ان کے مطابق داعی الی اللہ جماعت کی تربیت فرمائی وہاں تصوف و طریقت کی لائن کو بھی بطور خاص زندہ فرمایا اور اللہ کا پاک نام لینے والی ایک بڑی جماعت تیار کر دی۔

دورِ جدید میں مادیت کا اس قدر غلبہ ہے کہ اس کے اثرات سے اہلِ دین اور اہلِ علم کا طبقہ بھی محفوظ نہیں۔ بڑے بڑے لوگوں کی نظر بھی ظاہری و مادی اسباب پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے اور توجہ الی اللہ اور ذکرِ الٰہی کی اہمیت، ظاہری اسباب کی فراہمی کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کو کارِ عبث سمجھا جاتا ہے، حضرت شیخؒ ذکرِ الٰہی کی اس بے وقعتی کو تمام فتنوں کی جڑ سمجھتے تھے اور آخری دور میں آپ کی تمام تر توجہ ذکر اللہ کے حلقے قائم کرنے اور قلوب میں ذکرِ الٰہی راسخ کرنے پر مرکوز ہو گئی تھی۔ نیز لیکن کی "اصلاح و تربیت" کے ذیل میں ہم نے مکاتیب کے اقتباسات کا جو ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اسے اصلاح و تربیت کا مختصر مگر مکمل نصاب کہا جا سکتا ہے جس میں نفس کے دقیق رذائل و غوائل کا علاج بھی ہے، تزکیہ و تربیت کے اصول بھی، فضائل و محاسن کے حصول کی تدابیر بھی۔ اور ذکرِ الٰہی کی عظمت و اہمیت بھی۔ اور مصلحین و مرشدین کے لیے ہدایات بھی۔ اس لیے انتخاباتِ مکاتیب کا یہ حصہ بہت ہی اہم ہے اور اس کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس حصہ کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ باطنی معالجات میں طبیب حاذق تھے اور ہر شخص کے مزاج اور اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق اس کا معالجہ فرماتے تھے آپ دیکھیں گے کہ ایک شخص کو ایک چیز کا حکم فرماتے ہیں اور دوسرے کو اس سے منع فرماتے ہیں ایک شخص کو ایک نسخہ بتاتے ہیں اور بظاہر اسی قسم کے دوسرے شخص کے لیے دوسری چیز تجویز فرماتے ہیں

## حج میں اوقات کی نگرانی

نسبت ایک ہی ہے جو سارے رمضان ہمکتا رہا اور رمضان شریف تو ہر سال نصیب ہوتا ہے لیکن حج کی سعادت بہت کم نصیب ہوتی ہے اس لیے اس مبارک



سفر میں اوقات کا بہت پاس رکھیں فضول بات کسی سے نہ کریں روضۂ اقدس پر اس ناکارہ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام عرض کریں فضائل حج سننے کا اہتمام ہو تو بہت اچھا ہے۔" (۱۸ شوال ۱۳۹۵ھ)

## استخارہ کی دعا کے وقت تصور

"بستی سے الگ ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر استخارہ بہت اہتمام سے دل سے کریں، صرف الفاظ سے نہیں بلکہ جب استخیرك بعلمك پڑھے تو دل میں یہ سمجھے کہ حقیقت میں مشورہ لے رہا ہوں۔"

## روضۂ اقدس کی حاضری ذکر کا بدل ہے

اگر بیماری کی وجہ سے ذکر یا دوسرے معمولات نہیں ہو رہے ہوں تو اس میں کوئی قلق کی بات نہیں۔ بیماری تو مجبوری و معذوری ہے جتنا ہوتا رہے کرتے رہیں البتہ روضۂ پاک کی حاضری جہاں تک صحت و قوت اجازت دے اہتمام سے جاری رکھیں کہ بہت سے اذکار کا بدل ہے تم نے روضۂ اقدس پر بیٹھ کر اپنے جو مختلف معمولات لکھے ہیں، کبھی ذکر، کبھی دعا۔ ان سب میں کوئی مضائقہ نہیں اور کوئی تشویش کی بات نہیں، جس میں دل لگے اسے اختیار کریں اور درود شریف ان سب میں اولیٰ ہے یقیناً سارے بزرگوں کی صحبت کا نعم البدل وہاں کی تھوڑی حاضری ہے اس کو بہت زیادہ اہم اور قابل قدر سمجھیں اس ناپاک کی طرف سے صلوٰۃ و سلام تو ضرور عرض کرتے رہا کریں لیکن تصور اس ناپاک کا بالکل نہ کیا کریں بلکہ براہِ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمہ تن تصور و توجہ رکھا کرو۔ وہی کہ جن صاحب کا آپ نے نام نہیں لکھا اور انھوں نے اپنا نام بتلانا بھی نہیں چاہا لیکن انھوں نے اقامہ سے پہلے ہجرت کی نیت کر لی یہ مناسب نہیں کیا۔ اقامہ کی مشکلات کے بعد مضائقہ نہیں تھا۔ میرے حضرت نور اللہ مرقدہ نے تو باوجودیکہ اس زمانہ میں اقامہ وغیرہ کی

معیت نہیں تھی اور حضرت قدس سرہ قیام ہی کی نیت سے تشریف لے گئے تھے پھر بھی بہت دنوں تک ہجرت کی نیت نہیں کی بہت اخیر میں کی۔ ان سے کر دیں کہ وہ روضہ اقدس پر بہت عجز و انکساری کے ساتھ اس مشکل کے حل ہونے کی درخواست کریں۔

۲۔ البتہ روضہ اقدس پر جتنا وقت گزر سکے اسے غنیمت سمجھیں کہ یہ دولت پھر کب نصیب ہو۔" (جنوری ۱۹۸۰ء)

۳۔ روضہ اقدس پر اقدام عالیہ کی طرف جتنا وقت یکسوئی سے گزار سکو غنیمت سمجھو۔ بیماری کی وجہ سے اگر معمولات میں کچھ کمی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(جنوری ۱۹۸۰ء)

## دائمی حضوری میں غفلت کی فکر غیر ضروری ہے

حضوری دائمی نہیں رہا کرتی غفلت آتی ہی رہتی ہے اس کا فکر نہ کیا کریں یہ سب باتیں جو آپ نے پوچھی ہیں بارہا پوچھ چکے ہو تم جیسے آدمی کے لیے اب ان جزئیات کے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجبوری میں آدمی فاقہ بھی کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کھانا جتنے اطمینان سے کھایا جائے گا اتنا ہی زیادہ لذیذ اور مفید ہوگا۔ ضرورت میں آدمی روٹی ہاتھ میں لے کر مجبوراً چلتے چلتے بھی کھا لیتا ہے۔ پاس انفاس میں منہ سے یا ناک سے سانس لینا دونوں برابر ہیں جو تمہیں آسان ہو۔ زبان سے البتہ کچھ نہ کہا جائے سانس کے ساتھ تصور کا رہنا مراد ہے۔ آپ نے جو طریقہ لکھا صحیح ہے۔"

## ذکر میں معیت کا تصور

"ذکر میں معیت کا تصور بہت مناسب ہے اگر اس کی آمد ہے تو دوسرے تصور کی آمد کی ضرورت نہیں۔"



## ذکر جہری شروع کر کے چھوڑنے کے نقصانات

اوراد و وظائف جواہرات اور خمیرے ہیں کھاؤ تو مفید نہ کھاؤ تو نقصان نہیں اور ذکر بالجہر اسہال اور منضج ہیں اطباء کی رائے ہے کہ اگر اسہال میں منضج شروع کرنے کے بعد چھوڑ دیئے جائیں تو مرض سارے بدن میں پھیل جاتا ہے یہی مثال اس کی ہے۔"

## شغل شروع کرنے میں اجازت کی ضرورت

اسم ذات یک ضربی اور دو ضربی کے تصور میں کوئی فرق نہیں ہے ایک ہی ہیں امداد السلوک کا مطالعہ مفید ہے ضرور کریں ضیاء القلوب کے مطالعہ میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا خیال رکھیں کہ اس کا کوئی شغل بغیر دریافت کے از خود شروع نہ کریں۔

## ذکر کے دوران کیا تصور کریں

۱۲ تسبیح اور تین ہزار دونوں ذکر علیحدہ علیحدہ ہیں ان کا ایک وقت میں نہ ہونا اچھا ہے کہ ایک وقت سب کے کرنے سے طبیعت پر بار اور دماغ پر اثر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مجبوری ہو ایک وقت کرنے کی تو مجبوری ہے ورنہ علیحدہ علیحدہ ہی مناسب ہے، لا کی نفی میں محبت جو نسے تصور میں دل زیادہ لگے کر لیں، تین ہزار والے ذکر میں تصور کریں کہ ایک نور ضرب کے ساتھ منہ سے نکلتا ہے جو سارے بدن کا احاطہ کر رہا ہے۔

## اوقات کا انضباط ضروری ہے

آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کو بلا لیا یکسوئی پیدا کرنے کے لیے تقسیم اوقات کی ضرورت ہوتی ہے اور اس پر پابندی سے سب کام نہایت استقلال سے پورے ہو جاتے ہیں اور پھر طبیعت عادی بن جاتی ہے اپنے دینی مشاغل کے لیے کوئی

وقت مقرر کر لیجئے اور خانگی کاروبار کے لیے بھی اور کوشش کریں کہ ایک وقت میں دوسرا کام نہ ہو جو لوگ سرکاری ملازم ہیں ان کو تو بہت آسان ہے کہ ان کو ڈیوٹیوں کی پابندی کی عادت ہو جاتی ہے آپ اور ہر ملازم خانگی کاروبار اور احباب سے ملاقات کے وقت بے تکلف کہہ دیتا ہے کہ یہ ڈیوٹی کا وقت ہے اس طرح سے اگر دینی مشاغل کے لیے بھی یہ طے کر لیا جاوے کہ یہ ڈیوٹی کا وقت ہے تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے

۳ جمادی الاول سنہ ۸۸ھ

## الزام لگانا اور عار دلانا

ایسا تو نہیں ہے کہ کسی وقت آپ نے کسی بدگمانی کی وجہ سے کسی شخص پر رشوت لینے یا دینے کا الزام لگایا ہو حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شخص کو کسی گناہ کے ساتھ میں عار دلاتا ہے وہ مرنے سے پہلے اس میں مبتلا ہوتا ہے ہم لوگ اکثر اس قسم کی چیزوں میں بہت مبتلا ہوتے ہیں کہ کرنے کے وقت اس کو بہت سرسری سمجھتے ہیں لیکن جب اس میں ابتلاء ہوتا ہے تو سوچ میں پڑ جاتے ہیں میرا بہت سوں پر یہ تجربہ ہو چکا خود اپنی ذات پر بھی کئی واقع بھگت چکا ہوں۔ ایک مثال لکھتا ہوں کہ بڑے حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ پان کے بڑے عادی تھے اور دانت تھے نہیں پان جیسا رکھتے تھے پانچ سات منٹ کے بعد بالکل صحیح سالم منہ سے نکال کر اگال دان میں ڈال دیتے تھے اپنی حماقت سے اس وقت کو خوب بھگت رہا ہوں کہ دانت نہیں تو کھانے کی کیا مصیبت؟ اور کئی واقعات اس قسم کے بھگت چکا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی بھی اور اس ناکارہ کی بھی سیآت سے درگزر فرمائے۔

۶ شعبان سنہ ۸۸ھ

## دو گھنٹہ کی خلوت

تمہارے دوسرے خط میں کام کی کثرت اور تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ دینی کاموں کے حرج کا ذکر آیا۔ میرے خیال



میں اس کے لیے کوئی نظام الاوقات بنانا تو تمہیں ضروری ہے اور اپنے اوقات کو دیکھ کر ایک دو گھنٹے بالکل فارغ کر لو اور لوگوں سے اعلان کر دو کہ اس وقت نہ آیا کریں یہاں کے سب ڈاکٹروں کا چاہیں وہ ملازم ہوں بطور خود کام کرتے ہوں۔ یہی دستور ہے۔

(۱۰ جمادی الثانی سنہ ۹۶ھ)۔

## حقوق کی رعایت

میرے اکابر کا یہ مقولہ ہی نہیں مگر حقیقت میں اس پر عمل بھی میں نے دیکھا کہ آدمی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ فلاں کیا کر رہا ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ مختلف عنوانات اس مضمون کے میرے اکابر کے کلام میں خوب کثرت سے ملتے ہیں ایک یہ کہ آدمی کے ذمہ جو دوسروں کے حقوق ہیں جانی یا مالی ان کو ادا کرنے کی بہت کوشش کرنا چاہیے کہ وہاں کسی کا مطالبہ نہ ہو اور اپنے جو حقوق دوسروں کے ذمہ جانی یا مالی ہو ان کی وصولی کا ہرگز فکر نہیں کرنا چاہیے۔ کہ وہاں اضعافاً مضاعفۃً ملے گا وغیرہ وغیرہ۔

(۳۰ صفر سنہ ۹۲ھ)

## معمولات کی پابندی

معمولات پورا ہونے سے مسرت ہوئی اب آپ ان لوگوں میں نہیں جو ہر خط میں لکھیں کہ معمولات ہو رہے ہیں۔ اب آپ ان لوگوں میں ہیں کہ جو معمولات پورے نہ ہوں تو دو وقت کا فاقہ کرو اور تین دن کا روزہ رکھو، میرے لکھنے کی ضرورت نہیں اب اپنی نگرانی خود کرو

(۱۶ جمادی الثانی سنہ ۹۲ھ)

## افسوس پر اکتفا

اکابر کے حالات کو دیکھ کر محض افسوس کافی نہیں ان اخلاق سیئہ کے نکالنے کی کوشش کیجئے، استغفار سے اپنے اوپر جرمانہ مقرر کرنے سے مثلاً جب کسی شخص پر غصہ آوے تو مالی حیثیت سے ۴ آنے سے ایک روپیہ تک غصہ کے مطابق، اور مالی گنجائش نہ ہو تو چار رکعت

سے بیس رکعت تک نفل کا جرمانہ مقرر کیجئے۔ ہر خط میں رذائل گنوا کر اور اظہار افسوس سے کوئی ثمرہ خیر پیدا نہیں ہوتا۔" (۱۶ جمادی الثانی سنہ ۹۳ھ)

## قبض و بسط

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ معمولات اور امور طبیعیہ کی طرح بن گئے۔ اللہ کا شکر ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ گزشتہ حالات محض غلط تھے بلکہ قبض و بسط تو مستقل چلتے ہی رہتے ہیں۔ البتہ قبض کی حالت میں معمولات میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ موافقات نفس پر اللہ کا شکر تو ضرور اہتمام سے ادا کرتے رہنا چاہیے لیکن ان الانسان خلق هلوعا اذا مسه الشر جزوعا واذا مسه الخير منوعا کا استحضار ضرور رہنا چاہیے۔"

۱۴ جمادی الثانی سنہ ۹۲ھ

## سلوک کی کتب کا مذاکرہ

اکمال و ارشاد کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے خط میں بھی لکھ چکا ہوں اور ڈاک کے پرچہ میں تمہیں بھی کہہ دیا تھا کہ تم دونوں ان دونوں کتابوں کا مسلسل مذاکرہ کرتے رہا کرو جیسا کہ طالب علم کتاب کا کرتا ہے۔ انشاء اللہ مفید ہوگا۔"

## امراض کا تعدیہ

ایک کا مرض دوسرے کو نہ لگنے کے متعلق جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آب وہوا تک کا اثر ہوتا ہے۔ امراض کے اندر تعفن وغیرہ بھی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے اندر بو کا اثر ہوتا ہے، ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ بعض امراض خود اڑ کر دوسروں کو لگ جاتے ہیں، اسی کا تحفظ مقصود ہے۔ یہ مضمون زبانی زیادہ اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، کبھی ملاقات ہو یاد کر کے تفصیل سے سنیں۔ احادیث میں ایسے مواقع میں جانے کی ممانعت ہے جہاں طاعون ہو اور جہاں طاعون ہو وہاں



سے ڈر کے مارے بھاگنے کی بھی ممانعت ہے۔"

## حضرت مدنیؒ کی دولتکدہ اور تاج محل کا مقابلہ

اس پر حیرت سے زیادہ قلق بھی ہے کہ وہ حضرت مدنیؒ کے دولتکدہ پر بھی صرف چند گھنٹے قیام کر سکے اس ناکارہ کی نگاہ میں تو ہزار کشمیر اور تاج محل حضرت مدنیؒ کی قیامگاہ پر قربان تھے۔

## دفع شر کی دعا

آپ کے رافضی کلرک کے الزام کی خبر سے بہت ہی قلق ہوا اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے اس کے شرور سے محفوظ رکھے اللھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم اس رافضی اور اس کے اعوان کے تصور کے ساتھ ضرور پڑھا کریں۔ انشاء اللہ مفید ہوگا۔

## آداب محبت

میں نے پاکستانی احباب کے خطوط کے سلسلہ میں جو آپ سے کہا تھا وہ بھی غایتِ تعلق کی وجہ سے کہا تھا کہ آپ کی محبت اور تعلق کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو میری راحت کی فکر دوستوں کی دلداری پر مقدم ہونی چاہیے تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یوں ارشاد فرمایا۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ .... الحدیث۔ آدمی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت ماں باپ اور اولاد حتی کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کی محبت سب سے زیادہ ہے مگر اپنے نفس سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی کسر ہے تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ نے عرض کیا اب یا رسول اللہ اپنے نفس سے بھی زیادہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الآن یا عمر۔ یہ حدیث کا میں نے لفظی ترجمہ نہیں لکھا مع شرح مطلب لکھا تمہیں یاد ہوگا میں

نے کئی مرتبہ خود بھی سنایا اور دوسروں سے بھی سنا ہوگا کہ میرا معمول اپنے دو اکابر حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدھما کے سفر کے وقت ہمیشہ یہ رہا کہ اسٹیشن پر لکڑی ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو جاتا تھا کہ جو مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھائے گا ڈنڈا مار دوں گا، چاہے بڑا ہو چاہے چھوٹا ہو، بڑی گالیاں پڑتی تھیں مگر میرے نزدیک جتنی بڑی تھیں اس سے ہزاروں زیادہ بھی ان دونوں اکابر کے راحت کے مقابلہ میں آسان تھا

؎ محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی۔

بہرحال میری طرف سے آپ بالکل بے فکر رہیں مجھے تو اب وہ بات یاد بھی نہیں رہی اور ایسی باتیں میرے یہاں وقتی ہوا کرتی ہیں بعد میں یاد نہیں رہتیں آپ کے احسانات جانی و مالی یاد رہیں گے جو میرے قیام میں رہے اللہ تعالیٰ اس سب کی بہترین جزا دونوں جہاں میں عطا فرمائیں گے۔

( ۳۱ مئی ۱۹۷۱ء )

## معمولات کی پابندی

ڈاکٹر اسماعیل اور دیگر احباب کے خطوط سے تمہاری مسرت کی خبریں سن کر بہت زیادہ مسرت ہوئی مگر ایسا نہ ہو کہ ان مسرتوں میں لگ کر معمولات میں فرق آ جاوے۔ دنیوی مسرات جتنی بھی زیادہ ہوں فانی اور ختم ہونے والی ہیں، اخروی مسرات کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے اگر تم نے لکھا ہے کہ شادی کے بعد سے معمولات میں کوئی فرق نہیں پھر بھی اس کا خیال رکھیں کہ سستی اور کاہلی اس میں سدراہ نہ بنیں۔"

۶ ربیع الثانی [illegible]

## ازدواجی تعلق کو دین میں معین بنانا

اور دینی کاموں میں ایک دوسرے کی مدد اس حدیث پاک میں بھی ان دونوں میاں بیوی کی



تعریف آئی ہے کہ ان میں سے ایک تہجد کے لیے اٹھے تو دوسرے کو جگا دے جب دوسرا کسل کرے تو تھوڑے سے پانی کے چھینٹے ڈالے اور صحیح ارشاد فرمایا کہ میاں بیوی کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ اگر غصہ بھی آ وے تو اس کا ازالہ بھی اس کے قبضے میں۔

؎ سنا ہے ان کو غصے میں لپٹ جانے کی عادت ہے۔

## نہی عن المنکر کا ایک ادب

"جہاں نکیر پر عناد اور سرکشی کا واہمہ ہو وہاں ترک کر دیں جن تعلقات میں کوئی دینی نفع نہ ہو ان کو تو ضرور ترک کر دیں البتہ تعلقات اور مدارات میں فرق ملحوظ رکھیں

( ۱۲ صفر [illegible] )

## اسباب معیشت میں ایک مشورہ

"تعلیم کے جس شغل میں آپ لگے ہوئے ہیں یہ تو صدقہ جاریہ یقیناً ہے اور آپ کے وعظ و نصیحت سے جن لوگوں نے تمتع حاصل کیا وہ بھی یقیناً صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ جل شانہ آپ کے فیوض و برکات سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرماوے زراعت کے مسئلے میں اس ناکارہ کو تو کچھ مناسبت نہیں ہے کہ دو ہزار روپے سے قابل زراعت زمین کتنی مل سکتی ہے؟ جس سے کچھ فائدہ بھی ہو اور پھر زراعت کی صورت کیا ہوگی؟ آپ اگر خود کریں گے تو تعلیمی مشغلہ چھوٹ ہی جائے گا کیا اس سے اتنی آمدنی ہو جائے گی کہ جو آپ کی تنخواہ کا بدل ہو جاوے۔ اور اگر دوسرا کوئی بٹائی پر کام کرے گا تو آج کل حالات ایسے خراب ہیں کہ بٹائی والے پریشان ہو رہے ہیں بندہ کے خیال میں بہتر تو یہ ہے کہ اس سے کوئی مختصر سی دکان خریدی جاوے جس سے کرایہ آتا رہے لیکن اس میں میری رائے معتبر نہیں وہاں کے جو اہل الرائے ان چیزوں سے واقف ہوں ان سے مشورہ فرمالیں"۔

( ۱۸ جمادی الثانی [illegible] )

## عُجب کی مذمت

"عجب سے ضرور ڈرتے رہنا چاہیے بڑی خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرماوے، تمہاری بھی اور سب دوستوں کی بھی۔" (۲۳ ذی الحجہ ۸۹ھ)

## اکمال و ارشاد کا مطالعہ

"اس ناکارہ کے طویل سفر میں اکمال اور ارشاد کا مطالعہ بہت اہتمام سے رکھیں کوئی بات شدہ طلب ہو تو مولانا منور حسین صاحب سے دریافت فرمالیا کریں۔ ان کا پتہ یہ ہے۔ اپنا کتب خانہ کٹھیار ضلع پورنیہ بہار۔" (۱ محرم ۸۹ھ)

"معمولات پر پابندی سے مسرت ہوئی اور ارشاد و اکمال کے مطالعہ سے اور بھی زیادہ۔ ان دونوں کا مطالعہ بھی ہمیشہ جاری رکھیں کہ یہ دونوں رسالے حیاً و میتاً میرے قائم مقام ہیں۔" (۲۰ ربیع الثانی ۹۰ھ)

## حزب الاعظم کا ورد

"دعا کے متعلق جو آپ نے معمولات میں لکھا وہ مستقل پسندیدہ ہے لیکن چونکہ حزب الاعظم اکابر کا معمول رہا اس لیے پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ آپ تو عالم ہیں معنی کے تصور کے ساتھ پڑھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری ہی دعائیں اپنی ضرورت میں دین کی ہوں یا دنیا کی۔ رغبت اور شوق کے ساتھ پڑھیں۔" (یکم شعبان ۹۰ھ)

## اہتمامِ ذکر

"حضورِ قلب کی فکر نہ کریں اہتمام سے کام کرتے رہیں حضورِ قلب بھی حاصل ہو ہی جائے گا۔"

## شریعت کی اہمیت

"آپ کا یہ جذبہ کہ سب چھوڑ کر میرے پاس پڑ جائیں آپ کی محبت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس محبت کو طرفین کے لیے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ لیکن میرے



دوست! ظاہر دین کا کام علم ہو، تبلیغ ہو سلوک سے زیادہ مقدم ہے ظاہر شریعت کی اہمیت باطن سے زیادہ اہم ہے۔" (۱۱ جمادی الثانی ۹۱ھ)

## عنایتِ الٰہی

"آپ نے سیہ کار کے متعلق جو کچھ لکھا وہ آپ کی محبت کا ثمرہ ہے ورنہ "من آنم کہ من دانم" حقیقت یہ ہے کہ مربی صرف اللہ جل شانہ کی ذات ہے لیکن جس سے عقیدت اور بیعت کا تعلق ہوتا ہے عنایت الٰہی کا اس کی صورت میں ظہور ہوتا ہے تاکہ موانست پیدا ہو۔" (۱۱ جمادی الاول ۸۹ھ)

## دُعا کا اَدَب

"دعا میں تم نے سب سے اول اپنے سے ابتدا کی مشائخ سے ابتدا کرنی مناسب تھی اور اپنے کو اخیر میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔" (۱۰ شوال ۹۲ھ)

## کشف ترقی کی علامت نہیں

"تکوینی احوال جو پہلے مشاہد ہوتے تھے مگر اب نہیں یہ ترقی کی علامت ہے ہمارے اکابر تو ان چیزوں سے بہت گھبراتے ہیں، میرے ایک مخلص دوست ذاکر و شاغل انہوں نے اپنے بڑے مکاشفات حضرت اقدس کو کہے اور میں خط سناتے ہوئے خوش ہو رہا تھا کہ اس کو اجازت ملے گی لیکن حضرت نے تحریر فرمایا کہ فرائض اور سنن مؤکدہ کے علاوہ اور اوراد اشغال سب چھوڑ دو۔ اس کے بعد میرے چچا جان نے زور دار خط لکھا۔ حضرت نے ان سے چھڑایا تو کچھ نہیں مگر یوں فرمایا کہ ان کی طرف توجہ نہ کرو۔" (۹ شعبان ۹۲ھ)

## مشائخ پر اعتراض سے احتراز

"بزرگوں پر اعتراض سے بہت زیادہ احتراز رکھیں دل میں بھی نہ آنے دیں مجھ سے تو ہندوستان کے قیام میں بہت سوال ہوتے تھے کہ فلاں بزرگ نے فلاں

کو اجازت کیوں دے دی۔ میرا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ جب قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے تو کہہ دینا کہ زکریا نے اس سے منع کر دیا تھا۔"

(۸ دسمبر ۷۶ء)

## قبض کا نفع

قبض بھی کبھی کبھی ہونا چاہیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ قبض میں قلب میں بے چینی اور انتشار ہوتا ہے۔ جس کا کبھی کبھی ہونا ضروری ہے۔ (۸ دسمبر ۷۶ء)

## ادائے حقوق کا طریقہ

"مدرسہ کے حقوق جو تلف ہوئے ہوں اس کی تلافی تنخواہ کم کرنے سے نہیں بلکہ جتنی گنجائش ہو مدرسہ کے چندہ میں بمد ادار حقوق جمع کر دیا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو ادائے حقوق اللہ اور حقوق العباد سے فارغ فرما دے۔ حقوق الناس کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ جن کے حقوق میں کوتاہی یا تقصیر معلوم ہوں ان سے مناسب موقع پر معاف فرمالیں اور جن کی معلوم نہ ہو ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب اہتمام سے کرتے رہیں یہ زیادہ مفید ہے۔"

## زکوٰۃ کی اہمیت

"اس سے بہت قلق ہوا کہ آپ کی دکان میں چوری ہو گئی ایک بات کا بہت خیال رکھیں کہ زکوٰۃ میں کوئی قصداً یا بلا قصد کمی نہ ہوا کرے۔" (۱۹ مارچ ۷۶ء)

## موت کی یاد

"نصیحت میری ایک ہی ہے کہ موت کو کبھی نہ بھولیں کثرت سے یاد رکھیں۔"



## اتباع سنت کا ایک ادب

"اس سے بہت مسرت ہوئی کہ موت کی یاد سنا چکے ہیں اور شمائل ترمذی اب ہو رہی ہے۔ شمائل کا سنانا بہت مبارک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات، عبادات کو نہایت محبت سے سننا، سنانا ہے مگر عمل ان ہی چیزوں پر کرنا ہے جن کا ہم تحمل کر سکیں۔" (۲۷ اپریل ۷۶ء)

## بزرگوں سے تعلق پر مسرت

"اپنے اندر ایک بات جی خوش کرنے کی پا رہا ہوں اور مجھے ہمیشہ اس پر ناز رہا کہ بزرگوں کو مجھ سے ہمیشہ تعلق رہا خواہ وہ حسینی ہوں یا اشرفی حضرت مدنی کا دعدہ تو تمہیں بھی یاد ہو گا۔ صوفی جی! (صوفی محمد اقبال)، اب تو سلسلہ کو چلاؤ۔"

## اپنی اپنی جگہ اجتماعی رمضان کی ترغیب

"تمنا اور شوق تو یہ ہے کہ تم احباب اپنی اپنی جگہ پر مرکز و مرجع بناؤ اور قرب و جوار کے لوگوں کو ترغیب دے کر پورا رمضان یا کچھ حصہ اپنے پاس گزارنے کی ترغیب دو۔ شاید کچھ نفع ہو جائے۔ ہمارے اکابر کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ جال لگا رکھا ہے چڑیا آتی ہیں لڑتی رہتی ہیں کبھی کبھی کوئی باز بھی پھنس جاتا ہے۔" (۱۵ شعبان ۹۲ھ)

## اچھے احوال پیش آنے پر

اور آپ نے جو احوال لکھے وہ یقیناً موجب شکر ہیں استدراج کا خیال بھی کبھی کبھی ضرور آتے رہنا چاہیے۔ استغفار اور درود شریف کی کثرت بھی ضرور ہونی چاہیے (۲۶ شعبان ۹۲ھ)

## اتباعِ سُنّت

اتباع سنت بلکہ اتباع مستحبات میں جتنی بھی زیادہ سے زیادہ آپ کوشش کریں یہی میری نصیحت ہے یہی میری

وصیت ہے اور اسی پر یحببکم اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دوستوں کے حسن ظن سے اس سیہ کار کو بھی نصیب فرمائے۔" (۲۲؍شوال ۹۲ھ)

### مراقبہ معیت

مراقبہ معیت آپ کے لیے زیادہ مناسب ہے اس کو بھی شروع کر دیں یعنی مراقبہ میں اللہ معی کا تصور کیا کریں۔

(۴ دسمبر ۷۵ء)

"معیت کے مراقبہ کے متعلق جو آپ نے لکھا اس میں کوئی اشکال نہیں۔ شروع کے درمیان میں شور ہوا کرتا ہے جیسا کورے پیالے میں پانی ڈالا جائے لیکن جب پیالہ پانی سے مانوس ہوجائے پھر شور نہیں رہتا۔"

(۲۳ مارچ ۷۶ء)

### ذکر قلبی

معمولات کی پابندی سے بہت مسرت ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور ناغہ ہونے پر بے چینی اور بھی زیادہ مبارک ہے حضور اور نسبت کا جو حصہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بہت اہتمام سے ادا کرتے رہنا چاہیے مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ اس کا بہت اہتمام کریں کہ تشکر کے الفاظ میں عجب کا مضمون پیدا نہ ہونے پائے۔ اپنی نااہلیت کے تصور کے ساتھ شکر ادا کیا کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کے اور میرے دونوں کے قلب کو اپنے غیر سے محفوظ فرمائیں، ذکر قلبی اس کے لیے بہت مفید اور مجرب ہے یعنی بغیر زبان کے دل سے اَللّٰہ اَللّٰہ کرتے رہنا۔ ناساعد حالات پر طبعی رنج وقلق کا ہونا نسبتِ یادداشت کے منافی نہیں۔ اگر ایسے اوقات میں ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی دونوں کا اہتمام کیا جاوے تو بہت مفید ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپ کو مزید ترقی عطا فرمائے حسنِ خاتمہ کی فکر تو بہت مبارک ہے ہونا ہی چاہیے، مگر صرف دعا کی حد تک



ہو اتنا غلبہ نہ ہو کہ مایوسی کا اثر قلب میں آجائے۔"

### ابتدائی ولولہ

ولولہ اور جوش ابتدا میں ہوا کرتا ہے اس کے بعد ولولہ نہیں رہتا البتہ دل بستگی اور حرج کا اثر قلب پر زیادہ ہوا کرتا ہے۔

(۱۷ ربیع الاول)

### دورانِ سر اور ذکر

"اگر دورانِ سر کی وجہ سے ذکر میں ضرب نہیں ہوسکتی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔" (۹؍جمادی الاول ۸۵ء)

### اظہارِ طلب کی ضرورت

مراقبہ دعائیہ مناسب ہے۔ اکابر کے اس ارشاد کہ کوئی پوچھے تو بتا دیں کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح طلب کا اظہار ہونا چاہیے۔ ؎

تا نہ گرید ابر کے خندد چمن      تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن "

(۱۲؍ذیقعدہ ۸۵ء)

### سفر میں معمولات کی رعایت

سفر میں اگر معمولات یا جماعت چھوٹ جاوے تو کیا مضائقہ ہے؟ سفر تو شرعی عذر ہے۔"

(۱۱؍صفر ۸۶ء) ص ۲۰

### حبِ مولیٰ کا اثر

آدمی کا کام عبادت میں مشغول ہے۔ جب اعضاء ہر وقت عبادت میں مشغول رہیں تو قلب بھی عبادات میں مشغول ہو ہی جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یہ دولت نصیب فرمائے اور اس سیہ کار کو بھی۔ دنیا کی چیزوں سے شوق نہ ہونا ہی حب مولیٰ کا اثر یا پیش خیمہ ہے اس سیہ کار کی توجہ تو جیسی ہے وہ مجھے بھی معلوم ہے اللہ کا فضل ہے اس کی عطا ہے جس کو چاہے نواز دے اس ناکارہ کی زندگی تو تم دوستوں کے حسن ظن پر گزر رہی ہے۔ اللہ جل شانہ تم دوستوں کے حسن ظن سے اس سیہ کار کو بھی

کسی قابل بنادے نفس کا یہ خیال کہ معمولی مسلمان بن کر رہ یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ اپنی طرف سے کوشش میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے

؎ اے برادر بے نہایت درگہ ایست ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

کام میں بہت ذوق و شوق سے لگے رہنا چاہیئے۔ معمولات کی پابندی کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ (۱۴؍ شوال ۱۳۸۸ھ)

## بیماری میں معمولات میں فرق

بیماری کی وجہ سے اگر معمولات میں فرق آجاوے تو مضائقہ نہیں۔"

(۲۶؍ جولائی ۱۹۶۹ء) صـــ ۳۰

## اجتماع (تبلیغ) اہم کام ہے

اجتماع کی شرکت کی وجہ سے تہجد چھوٹ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ بھی دینی اور اہم کام ہے۔ اس طرح سے شوق میں کبھی کبھی شعر لاتے ہو یہ مدد جزر تو ہوا ہی کرتا ہے انہ لیغان علی قلبی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے۔"

(۳؍ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ)

## ذکر اور درود شریف رفع مصائب کا ذریعہ ہے

یہ تو صحیح ہے میرا اعتقاد ہے، تجربہ ہے کہ ذکر اور درود شریف کی جتنی کثرت ہوگی امن امان پیدا ہونے اور مصائب کے رفع کا ذریعہ ہے۔

(۱۹؍ نومبر ۱۹۷۰ء)

## اندر کے فکر کی تشویش موجب نقصان ہوتی ہے

"معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے اور اندر کا فکر نہ کریں یہ تشویش موجب نقصان ہوتی ہے۔ یہ خیال کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے زبان سے ہی ذکر کی توفیق دے رکھی ہے یہ کوئی کم احسان ہے؟ قلبی کیفیات



وہی ہوتی ہیں بعض اکابر کو تو اخیر تک بھی نہیں ہوئیں۔ جب ایسی پریشانی کا وقت آیا کرے تو ایک ایک تسبیح استغفار اور درود شریف پڑھ لیا کریں۔"

(۱۳؍ اپریل ۱۹۷۱ء)

## ذکر سے پہلے چھ ماہ معمولات کی پابندی ضروری ہے

"ذکر کے متعلق جب معمولات کے پرچہ پر کم سے کم چھ ماہ پابندی ہو جائے اس کے بعد بارہ تسبیح کا ذکر آپ مناسب سمجھیں تو بتا دیں۔"

(۳۱؍ دسمبر ۱۹۷۱ء)

## پاس انفاس اور ذکر قلبی

پاس انفاس تو سانس سے ذکر ہے اور ذکر قلبی منہ بند کر کے دل سے سے پیدا کرتا ہے۔"

(۱۲؍ اگست ۱۹۷۸ء)

## ذکر طلب پر بتایا جاتا ہے

مجھے زیادہ تعجب اس بنا پر تھا کہ آپ کی ابتدا حضرت تھانوی کے یہاں سے تھی اور حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کے یہاں اس کا بہت زور تھا، میں تو ضرور عرض کرتا مگر دستور مشائخ کا یہ ہے کہ طلب پر بتایا جاتا ہے جب جبر اور ضرب کو دماغ برداشت نہیں کرتا تو ہرگز نہ کریں، ذکر کی جو مقدار آپ نے لکھی وہ کافی ہے۔"

(۸؍ ستمبر ۱۹۷۸ء)

## ذکر میں بیماری کی وجہ سے رعایت

ذکر میں تکلف کی ضرورت نہیں اگر بیماری کی وجہ سے چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں تلاوت میں اہتمام ضروری ہے جہاں تک تلاوت کا تعلق ہے اس میں تو معمول بہت برداشت کیا جا سکتا ہے مگر جبر سے نہ پڑھیں اور اذکار وغیرہ میں تحمل کی کوشش کریں البتہ بالکلیہ ترک نہ کریں جس سے مبادا بالکل چھوٹ جائے بیماریاں مستقل

ایک چیز ہے اس کا وہم نہ کیا کریں کہ کسی عمل کی نحوست کی وجہ ہے۔ بیماریاں تو دنیا کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اس کا خیال رکھیں کہ ذکر بالکل نہ چھوٹ جائے ہاں ناغہ میں کوئی فکر کی بات نہیں (۱۶ مئی سنہ)

## علمی مشغلہ کی اہمیت

چونکہ آپ کے ساتھ تعلیمی مشغلہ بھی ہے جو خود دماغی کام ہے اس لیے دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے نصف شب میں اٹھنے سے دماغ پر اثر زیادہ پڑے گا۔ صبح صادق سے پہلے اٹھنے کا جو آپ نے معمول لکھا ہے وہ بہت مناسب ہے آپ کے یہاں کے قیام اور یہاں سے جانے پر احوال میں فرق تحریر فرمانا بالکل صحیح ہے ماحول کا اثر ہوتا ہی ہے وہاں دوسرے مشاغل بھی رہتے ہیں اس لیے جو یکسوئی یہاں حاصل ہوتی ہے اس کا نہ ہونا بھی قرین قیاس ہے لیکن علمی مشغلہ بھی اہم ہے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ (۱۶ شوال سنہ)

## تلاوت اور اوراد اصل ہیں

آپ نے تحریر فرمایا کہ بنسبت ذکر کے "تلاوت میں زیادہ دل لگتا ہے، بہت مبارک ہے، تلاوت اور اوراد اصل ہیں اور ذکر وغیرہ امور دل کی صفائی کا علاج ہے۔" (۲۴ شوال ۸۳ھ)

## ذکر قلبی اور پاس انفاس کا طریقہ

"دس پندرہ منٹ ذکر قلبی یا پاس انفاس یہ ہے کہ اندر کے سانس کے ساتھ اللہ کا تصور کیا جائے اور باہر کے سانس کے ساتھ ھو کا۔" (۲۰ شوال ۹۲ھ)

## سلطان الاذکار

"تم نے جو بدن کی کیفیت لکھی مبارک ہے یہ سلطان الاذکار کہلاتا ہے جو مبارک ہے۔ لیکن ان احوال



پر شیطان کو گمراہ کرنے کا بہت موقع ملتا ہے اس میں اپنا کوئی دخل نہ سمجھیں محض مالک کا عطیہ سمجھیں۔" (۲۱ جنوری سنہ)

## نماز پڑھانے میں ضعف قلب کا اثر

"تم نے نماز پڑھانے کی جو کیفیت لکھی وہ ضعف قلب کا اثر ہے میں نے اپنے حضرت رح کو تو بہت سی نمازیں پڑھائیں اور ابتدا عمر میں تو بہت زور کی امامت کی اور چند سال سے یہی عارضہ مجھے بھی پیش آیا اور اب تو نماز پڑھانی ہی چھوڑ دی، اس کی ابتداء تو ضعف قلب سے ہوتی ہے اور بسا اوقات کوئی معصیت بھی اس کا سبب ہو جاتی ہے۔" (۲۲ جنوری سنہ)

## اجتماعی ذکر

برمی دوستوں کا ذکر تمہاری مجلس میں بہت مناسب ہے اگر اجتماع کی کوئی صورت بسہولت ممکن ہو۔ تمہارا گھر ایک ہے وہاں کوئی صورت اجتماع کی ہو جایا کرے اور اجتماع نہ ہو سکتا ہو تو الگ الگ کر لیا کریں۔ مغرب کے بعد کا وقت بہت مناسب ہے کہ اس میں برمی بھی آ سکتے ہیں لیکن ایسی کوئی صورت ہو کہ آپ کے سفر وغیرہ کی وجہ سے ناغہ نہ ہو میری آٹھ ماہی غیبت میں سہارنپور میں کچے گھر میں جو کہ ذکر کا سلسلہ الحمد للہ جاری رہا۔ اس میں طلبہ کی کوشش کو زیادہ دخل ہے۔" (۴ ذی الحجہ ۸۹ھ)

## ذکر کی تعداد اور مداومت

"تم نے لکھا کہ ۶ ہزار پھر ۱۲ ہزار پر ذکر کو پہونچانے کا ارادہ ہے ایسا نہ کریں ۳ ہزار ہی سردست کافی ہیں اس پر استقلال اور پابندی رکھیں البتہ رمضان اعتکاف کے ایام میں جب سب چیزوں سے فراغت ہو جیسا کہ سہارنپور میں رمضان گزرے یا کسی اور جگہ تو وقتی طور پر اضافے میں مضائقہ نہیں۔" (۴ ذی الحجہ سنہ)

## حزب الاعظم کی اہمیت

"تمہارے لیے بھی یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مدینہ پاک کا قیام نصیب فرمائے دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت ہے شوق سے پڑھا کریں لیکن حزب الاعظم اس سے زیادہ اہم ہے کہ مشائخ کا معمول بھی رہا ہے اور اس کی روایات زیادہ صحیح ہیں۔"

## مطالعۂ حدیث کی وجہ سے معمولات میں کمی

"یہ تم نے صحیح لکھا ہے کہ آج کل رات چھوٹی ہوتی ہے اور گرمی بھی ہوتی ہے اگر کتب حدیث کے مطالعہ کی وجہ سے معمولات یا تہجد میں کمی آجاتی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کتب حدیث کا مطالعہ تو خود بھی بہت اہم ہے۔

## میرے بعد اس کام میں مشغول رہنا

موت و حیات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ میرے بعد اہتمام سے اپنے کام میں مشغول رہنا ایسا نہ ہو کر دوسرے مشاغل میں لگ کر اس مبارک کام میں جس میں آپ گزر رہے ہیں ضعف آجاوے۔ فضائل کے رسالوں کی تعلیم کا بہت اہتمام رکھنا اکمال الشیم اور ارشاد الملوک پر بہت اہتمام اور معمول کے طور پر مطالعہ کرتے ہوئے عمل کرنا۔"

## ایک شکایت کی تحقیق

"مولوی ولی محمد صاحب پالنپوری جو کئی سال سے رمضان یہاں گزارتے ہیں آپ بھی ان سے واقف ہوں گے ان کے خلاف آج کل بندہ کے پاس شکایتی خطوط پہنچ رہے ہیں یہ بھی ایک خط میں لکھا ہے کہ مفتی محمد اکبر صاحب کی بھی وہ مخالفت کر رہے ہیں اور کوئی فتوی بازی بھی آپس میں ہو رہی ہے اس کے متعلق صحیح حالات تحقیق کر کے مطلع فرمائیں کہ کیا اصلیت ہے۔ میرے علم میں تو صرف یہ تھا کہ مولوی ولی محمد صاحب کے مزاج میں تشدد ہے جو منکرات پر شدت سے نکیر کرتے ہیں جس سے



بعض لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں، یہ ناکارہ ۱۲ جولائی کو ایک مجبوری سے دہلی جا رہا ہے اور ۱۹ جولائی کو انشاء اللہ واپسی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک دو دن اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد ۱۰ جولائی کو آپ مجھے نظام الدین کے پتہ سے خط لکھیں تاکہ میرے پہنچنے تک آپ کا خط بھی مجھے نظام الدین میں مل جاوے۔"

## ایصالِ ثواب کی اطلاع

"جو ایصال ثواب مرشد کو یا کسی دوسرے کو کیا جاوے ضرور اس کی اطلاع کر دی جاوے کہ یہ ازدیادِ محبت کا سبب ہے۔"

## تصورِ شیخ کی افادیت

"تصور شیخ کے متعلق پہلے بھی آپ کئی دفعہ پوچھ چکے ہو اور میں پہلے بھی کئی دفعہ اس کا جواب لکھ چکا یہ حقیقت میں ایک علاج ہے جو بہت ہی مفید اور مؤثر ہے لیکن ایک خاص مرض کے لیے۔ ایسا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیماروں کو اونٹ کا پیشاب پلایا تھا کہ بغیر اس مرض کے قصداً نہیں کرنا چاہیے تاوقتیکہ کوئی معالج حاذق طبیب نہ کرے البتہ خود بخود آجاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔"

## ذکر میں معیت کا استحضار

"اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ بوقت ذکر معیت کا استحضار رہتا ہے۔ ذکر کا تصور بہت مبارک اور اہم ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے۔ اگر تصورات کے ساتھ ذکر میں عظمت زیادہ محسوس ہوتی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ تصورات کے ساتھ کیا کریں لیکن معیت کا استحضار کثرت سے ہونا چاہیے۔"

## حبِ جاہ کے ازالہ کی علامت

حب مال و حبِ جاہ کی فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ جاتے رہیں گے حب جاہ ذرا دیر میں جاوے اور اس کا معیار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شان کے خلاف کوئی بات

کہ دے تو یہ دیکھو کہ غصہ کتنا آیا۔"

### احوالِ رفیعہ پر ہدایت

"میرے پیارے! اصل یہ ہے اتباعِ سنت کی جتنی بھی توفیق ہوجائے کسر نہ چھوڑی جائے، مجھ ناکارہ اور ناپاک سے تو نہ ہوسکا لیکن اپنے بعض دوستوں کے حالات سے بہت خوشی ہوتی ہے میرے دوستوں میں بہت سوں کو اہتمام ہے اور وہ ترقی پارہے ہیں اور یہ اور بھی مجھے زیادہ مسرت ہے کہ عبادات میں مالک کی توفیق پر نظر رہتی ہے اپنے عمل پر نہیں اور یہ بہت ہی مبارک ہے غفلت کے زائل نہ ہونے کا فکر نہ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ کثرتِ ذکر سے غفلت زائل ہوہی جائے گی، شکر اللہ تعالیٰ کی عطایا پر بہت زیادہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ نے تم پر بہت ہی احسانات خاصہ کر رکھے ہیں مگر اس کا بہت زیادہ احتراز ہو کہ کوئی عمل اپنی طرف منسوب نہ ہو، مالک ہی کے عطایا ہیں، حالات کے ناساعد ہونے میں اثر فطری چیز ہے اس سے متاثر نہ ہوں۔ تأثر رضا بالقضاء کے خلاف نہیں طبعی چیز ہے انسانی اثر ہے لنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع الآیہ پر اعتقاد کہ سب مالک کی طرف سے بہت ہی مبارک ہے میں تمہاری ترقیات کے لیے دل سے دعاء کرتا ہوں میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، اکابر کی محبت اور دوستوں کے حسنِ ظن پر جی رہا ہوں۔"

### سوانح و مکاتیبِ مشائخ

"آپ نے لکھا کہ کس قسم کی کتابیں مطالعہ میں رکھنا مفید ہیں۔ اس میں اپنے اکابر کی سوانح عمریاں تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل۔ حضرت مدنی کی سوانح اور مکاتیب اور دوسرے اکابر کی سوانح حیات مفید ہیں۔ نیز اس ناکارہ کے تبلیغی رسائل کا بھی مطالعہ میں رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ وہ ملاقات کا بدل ہے بہتر یہ تھا کہ آپ کی



بار بار ملاقات اور کچھ قیام اس ناکارہ کے پاس ہوتا لیکن یہ میسر نہ ہوسکے تو نصف الملاقات وہ رسائل ہیں۔"

### دنیوی نفع کی خاطر امر و نہی کا ترک مضر ہے

"دنیوی مضرت کی وجہ سے امر بالمعروف اور۔ یا۔ نہی عن المنکر میں تسامح ہو تو مضائقہ نہیں لیکن دنیوی نفع کی امید سے ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔"

### ارشاد الملوک

"ارشاد الملوک کو مطالعہ میں رکھیں کہ وہ خلاصہ سلوک ہے اور اس کے مضامین کو مستحضر رکھیں، ارشاد کو ضرور اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں کہ وہ بہت اہم ہے۔ اِکمال میں مضائقہ نہیں کہ وہ مشکل ہے۔"

### تصورات پر عدم التفات

"ذکر کے معاملات اور تصورات کی پرواہ نہ کرو اہتمام سے معمول کو پورا کرتے رہو۔ یہ تصورات اور اثرات و ثمرات یکسوئی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، جب آدمی ہمہ تن لب بند و چشم بند و گوش بند بن جائے۔ اور جب دوسری چیزیں بھی مزاحمات ساتھ ہوں تو پھر یہ تصورات محسوس نہیں ہوا کرتے ان کی طرف التفات نہ کریں۔"

### آثارِ ذکر میں عُجب پر تنبیہ

یہ خیال کہ میں کچھ ہوگیا ہوں بہت زیادہ ترقی سے مانع اور تنزل کی طرف لے جاتا ہے، اس سے بہت ہی احتیاط برتنا چاہیے، میں نے کل شب میں زبانی بھی ایک مضمون اہتمام سے کہا تھا کہ ذاکرین کو شروع میں ذکر کے جو آثار شروع ہوتے ہیں اس سے اپنے آپ کو کچھ سمجھ لے بہت خطرناک ہے اور جب

ذکر سے طبیعت کو انس ہو جاتا ہے تو وہ اثرات جاتے ہی رہتے ہیں، اس سے مایوس ہونا بھی ترقی سے مانع ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک نئے شخص کو روتے ہوئے دیکھا فرمایا کبھی ہم اسی طرح رویا کرتے تھے کسی نے دریافت فرمایا کہ پھر کیا ہوا ارشاد فرمایا پھر تو دل سخت ہو گیا (یعنی تلاوت وغیرہ سے انس پیدا ہو گیا۔ اور جوش اور ہیجان کی کیفیت جاتی رہی جس کی وجہ سے رونا آتا تھا)"

### امردوں سے احتراز

"عزیز محمد وغیرہ جن لڑکوں کے بارے میں لکھا ان کے لیے تو تمہارے پاس رہنا یقیناً ان کے حق میں تو بہت مفید ہے، لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ ہجوم تمہارے لیے موجب حرج اور نقصان ہو۔ من نہ کردم شما حذر بکنید بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے۔"

### معاشرتِ نبوی کی اشاعت کی ترغیب

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ زمین کی بیٹھک تمہارے یہاں ہی ملی، آئندہ بھی میری یہی وصیت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشرت کے پھیلانے میں جتنی کوشش تم سے ہو سکے دریغ نہ کرو اور اہلِ دنیا کے حقیر ذلیل سمجھنے کی ذرا پرواہ نہ کیجیو

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکیں
وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

### اپنے متوسلین پر اپنے خلفاء کو نگراں بنانا

"ملادی کے جو صاحب مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کچھ باتیں تم سے پوچھنا چاہتے ہیں ان کو ضرور بتلادو ان کو ٹال مٹول ہرگز نہ کرو



معمولی باتوں کی تو مجھے اطلاع کی ضرورت نہیں، کوئی اہم بات ہو تو ان کو اپنا جواب دے کر مجھے اطلاع کر دو اوّل تو اس لیے نہیں کہ تمہارے جواب میں کوئی قابلِ اصلاح بات ہو اور اگر ہوئی تو میں اس سے متنبہ کر دوں گا کہ آئندہ کام دے۔"

### پیار کی باتیں

"لیکن ایک نصیحت میری ہے اگر تم قبول کر لو تو کرم و احسان ہے وہ یہ کہ اپنے معمولات ان وقتی چیزوں کی وجہ سے ضائع نہ کرنا، اصل ترقی معمولات کی پابندی سے ہوتی ہے اتباعِ سنت میں جس قدر بھی کوشش کر سکو غنیمت ہے، اللہ جل شانہ تمہیں ہر نوع کی ترقیات نوازے اور تم سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ نافع پہنچائے۔"

اور تکبر کے متعلق تم لوگوں کو ٹوکتا رہتا ہوں وہ اپنے انتہائی تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ میرا طرز تو تم کئی سال سے دیکھ رہے ہو کہ ایک دو مرتبہ کی نصیحت و تنبیہ کے بعد پھر تعرض نہیں کرتا اس ناکارہ سے معافی کی فکر نہ کرو وہ تو میں پہلے ہی دل کر چکا ہوں گا معافی تو علیحدہ چیز ہے اور بالکل صاف ہے اس کا آپ فکر نہ کریں لیکن قلبی تعلق کی وجہ سے قلبی اثر دوسری چیز ہے اور تم پر ہی اس کا فیصلہ ہے کہ تم نے میری خوشامد و اصرار کو ایک معمولی اور سہل وجہ سے ٹھکرا دیا۔ اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فی مالا املک وانت تملک

### اسلام میں رہبانیت نہیں

تم نے جو اس پر شرہ مرتب کیا کہ والد کی طرح میں بھی گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں یہ نہایت خطرناک شیطانی وسوسہ ہے۔ اس خیال کو ہمیشہ لاحول سے دور کر دو یہ انتہائی خطرناک شیطانی وسوسہ ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں ان احوال سے محفوظ رکھے جو والد صاحب کو پیش آئے۔ اہل و عیال کا ترک سنت کے خلاف ہے اور تم نے تو ماشاء اللہ

اتباعِ سنت پہ وہ زور باندھا کر ساری دنیا کو اتباعِ سنت پر کھینچنے کا زور باندھ رہے ہو اور اپنے متعلق ایسے خیالات لاؤ جب اس قسم کا خیال آوے تو بہت اہتمام سے لاحول پڑھو۔"

## حقوقِ شریعت اور دنیا سے وحشت

"تم نے لکھا کہ فانی دنیا اور ہر چیز سے وحشت ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرما دے اللہم زد فزد، مگر اس کا بہت اہتمام سے خیال رکھیں کہ اس کی وجہ سے نہ کسی دینی کام میں حرج آوے، اور نہ اہل و عیال کے حقوق جو شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں ان میں فرق آوے کہ اللہ تعالیٰ کے لگائے ہوئے حقوق کا ادا کرنا بھی عبادت ہے۔"

## انوارِ ذکر اور جنّات کا اثر

"تمہارے جس دوست نے ذکر جہری شروع کیا اور تم نے ان کے حالات گجراتی میں بھیجے ان کے حالات سے بہت مسرت ہوئی ان کو یہ جواب اپنی طرف سے لکھ دو، حالات بہت مبارک ہیں امید افزا۔ مگر ان کو اہم اور بالکل قابلِ التفات نہ سمجھیں اگر ان چیزوں کو اہمیت دو گے تو ترقی سے رک جاؤ گے ان میں کئی چیزوں کی انیزش ہے۔ انوار برکات ذکر ہیں لیکن چھینک کا کوئی تعلق برکاتِ ذکر سے نہیں ہے یہ جنات کا اثر ہے جو ایسے مواقعِ خیر پر اکثر آ جاتے ہیں مگر جنات کا لفظ یا ان کا اثر ان ذاکر صاحب کو نہ لکھیں تمہارے علم کے لیے لکھ دیا ہے ایسا نہ ہو کہ جنات کا اثر سمجھ کر ذاکر صاحب ڈرنے لگیں اور کام میں حرج ہو یہ جنات کا اثر تو ذکر کی برکات اور اس کی تاثیر سے ہوتا ہے بعض وقت سر پر جنات ڈرانے کے واسطے بھی ایسی حرکت کر لیتے ہیں، البتہ حالات بہت مبارک ہے۔ ان چیزوں سے گھبرانے نہ اہمیت دیں البتہ اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں



کہ شیطان مردود ذاکرین کو ایسے موقعوں پر لیجا کر اور ایسے برکات و انوارات سے ان میں عُجب پیدا کر کے ایسے زور سے گڑھے میں کھینچتا ہے کہ اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے اس سے بہت ڈرتے رہیں ایسے موقعہ پر ۵۔۷ دفعہ لاحول پڑھ لیا کریں۔"

## محض دعا پر اکتفا

"دعا سے تو مجھے کبھی انکار نہیں ہوا مگر ساتھ ہی محض دعا سے کچھ نہیں ہوتا کچھ کرنے سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دو اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میرا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا) کا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنائے گا جتنی بھی کوشش ہو سکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع میں کوشش کرو، عبادت پر اہتمام معاصی سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں، دعائیں معین تو ہوتی ہیں جیسا مختلف دوائی کے ساتھ عرق گاؤزبان کا پینا لیکن بغیر کچھ کیے محض دعا سے کچھ ہو جاتا تو تمہی سوچو کر سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برابر کس کی دعا ہو سکتی ہے اگر محض دعا سے کچھ ہوتا تو دنیا میں کوئی کافر نہ رہتا۔ جہاں تک ہو سکے اللہ کے پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کوشش کرو۔ اسی کے ساتھ دعائیں کارگر ہوتی ہیں۔"

## بد نظری کے نتائج

"یہ آپ نے صحیح لکھا کہ وہاں کا ماحول بہت ہی خطرناک ہے اور اس میں اپنی نظر کی احتیاط بہت ضروری کہ نظرِ بد کا پہلا اثر تو عبادت میں لذت کے جانے کا ہوتا ہے اور دوسرا اثر عبادت میں کمی کا ہوتا ہے اور تیسرا اثر معاصی کا التفات اور پھر انہیں میں ابتلاء ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری اور اس ماحول میں رہنے والوں کی حفاظت فرمائے۔"

**نوعمر لڑکوں کے تعلق کو خطرے سے خالی نہ سمجھیں**

ایک نصیحت بہت اہتمام سے کرتا ہوں ، اَمردوں سے بہت ہی دور رہیں اس کو ضروری سمجھیں اور ان کے تعلق کو کبھی خطرے سے خالی نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان مساعیٔ جمیلہ میں جو تم نے اس خط میں لکھی ہیں بہت حفاظت فرمادے مگر اس کا ضرور اہتمام رکھنا کہ ایسا نہ ہو کہ لاٹھی ٹوٹ جائے سانپ نہ مرے ، کافروں کے ملک میں نہایت ہی حزم و احتیاط کی ضرورت ہے ہماری تبلیغ نظام الدین والی اسی اصول پر مبنی ہے۔"

**مدارات کا بیان**

تم نے لکھا کہ شادی کی دعوت میں جانا نہیں ہوتا بہت اچھا کرتے ہو، لیکن جہاں کوئی دینی نفع سمجھو وہاں جانے میں انکار بھی نہیں ہونا چاہیئے البتہ دل سے ہرگز ان چیزوں کو پسند نہ کرنا، قلبی تعلق الگ چیز ہے ، مدارات الگ چیز ہے۔

ع حافظ گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام

مدارات ہی کا بیان ہے -

**شیخ کی نافرمانی کا نحت نقصان**

" چونکہ تم سے تعلق بہت زیادہ ہے اس لیے ترقی کے جس بام پر تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں اپنے ناقص خیال میں جو چیز اس میں رکاوٹ بنتی ہے اس پر نکیر کیے بغیر رہا نہیں جاتا ۔ اب تو ماشاءاللہ تربیت السالک بھی تمہارے مطالعہ میں ہے یہ ناکارہ جتنا بھی نابکار ہو لیکن صورتاً شیخ بن گیا ، اور اس کی حکم عدولی ان حضرات کے مسلک میں بسا اوقات معصیت سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے یہ ان کے یہاں کے اصول موضوعہ میں ہے ۔"



**ایک اہم نصیحت**

تم نے سہارنپور کا جتنا قلق لکھا وہ تمہاری محبت کی بات ہے مگر میں جو تجویز کر رہا ہوں وہ تمہاری خیرخواہی کی بات ہے یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تم سے محبت بھی ہے اور تمہاری فلاح مقصود بھی ہے اس کا تو تمہیں بھی انکار نہیں اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ کو چار مہینے کے لیے منگلور مدرس بنا کر بھیجا تھا تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب پر بہت ہی رنج و قلق ہوا اور بہت ہی روتے تھے تو اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ماں بچے کو ایک وقت میں چھاتی سے لگاتی ہے مگر ایک وقت میں پستانوں کو ایلوا لگانا پڑتا ہے اس لیے تمہارے متعلق میرا بہت مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ سہارنپور کے رمضان کا خیال بھی نکال دو اور زامبیا یا افریقہ جونسی جگہ تمہارے نزدیک لوگوں کے تمتع کے اعتبار سے مقدم ہو اس کو اختیار کر لینا اس میں تو انقباض یا انکساری ہرگز نہ کرنا ۔"

**اصلی عطا طلب اور سعی پر ہوتی ہے**

مگر پیارے یہ چیز سلفاً خلفاً طے شدہ و مجرب ہے کہ بے کئے کچھ نہیں ہوتا ـــــ

پندار جان پدر گر کسی کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی - حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات ارشادات تربیت السالک اور دوسرے رسائل میں یہ چیزیں بہت ہی کثرت سے نقل کی گئی ہیں کہ دعا و توجہ یہ سب معین ہوتی ہیں اصلی عطا طلب اور سعی پہ ہوتی ہے ، میرے حضرت نور اللہ مرقدہ نے خود میرے ہی ایک خط کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ میری مثال تو ایک نل کی سی ہے کہ پانی آتا تو ہے نل کے ذریعہ سے ۔ لیکن جتنی شدت سے کھینچنے والا پانی کھینچے گا پانی اتنا ہی زور سے مبدأ فیاض سے آئے گا ۔ اللہ تعالیٰ

تمہیں بہت ترقیات سے نوازے۔"

## خط میں روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی تاکید

تمہاری طرف سے تمہاری اہلیہ کی طرف سے بغیر کہے روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود میرا اپنے دوستوں کو یہی مشورہ ہوا کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے خطوط میں درخواست ضرور لکھا کریں، اس لیے کہ میرا کسی کی طرف سے پیش کرنا اور اس کا پیام پہنچانا دونوں میں بہت فرق ہے۔"

## متوسلین کے اوقات کی نگرانی

"پہلے خط میں تمہارے نظام الاوقات کا نقشہ مانگا تھا، ۲۴ گھنٹے کن کن مبارک مشاغل میں گذرتے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ بلا توریہ بلا مبالغہ اپنا پورا نظام الاوقات لکھو تفریح کے اوقات کیا کیا ہیں، کہاں کہاں تفریحیں ہوتی ہیں۔

... جس کا مجھے شدت سے انتظار ہے وہ تمہارے وہاں کے قیام میں نظام الاوقات کا ہے کہ ۲۴ گھنٹے کن مشاغل میں گذرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں کی سموم ہواؤں سے محفوظ رکھے، اور تمہارے وہاں کے قیام میں تم سے دین کی کوئی خدمت لے لے تب تو بہت مفید ہے۔

## اپنا کرنا اپنا بھرنا

حضرت اقدس رائپوری ایک مرتبہ چلے کے لئے پیران کلیر شریف لے گئے تھے، بہت دیر مراقبہ کیا، وہاں سے بار بار القاء ہوتا رہا: اپنا کرنا اپنا بھرنا۔ غالباً حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے خود سنا ہوگا، خود مجھے میرے حضرت نے ایک مرتبہ خط میں لکھا تھا کہ میری مثال کنویں کے نل کی سی ہے۔ پانی کھینچنے والا جس قوت سے کھینچتا ہے، مبدأ فیاض سے اسی قدر عطا ہوتا ہے، میں تو صرف نل کی طرح واسطہ ہوں، حقیقت بالکل یہی ہے تمہارا یہ لکھنا کہ میں تبلیغی کام کو اپنی ترقی وتنزل کا سبب سمجھتا ہوں اور یقیناً تبلیغی کام بہت ہی



ترقیات کا سبب ہے اور حقیقی بھی آپ اس میں کوشش کریں انشاء اللہ موجب ترقی ہے لیکن اس کے ساتھ دو چیزوں کی رعایت ضروری ہے، ایک یہ کہ اس سے نہایت خائف رہنا چاہیے کہ اس سے کوئی شائبہ عجب کا پیدا نہ ہو کہ دین کا کام بالخصوص تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے شیطان اس راستہ سے بہت زور دکھاتا ہے۔ دوسرے اس کام کے لئے بجلی کا مرکز پاور ہاؤس نظام الدین سے کنکشن نہایت ضروری ہے۔

## تالیف کو بغیر کسی معتمد کے دکھائے شائع نہ کریں

اسی لئے میں نے جو لکھا تھا وہ اخلاص سے لکھا تھا کہ میں اپنے دوستوں کے متعلق نہیں چاہتا ہوں کہ ان کی تصانیف کبھی نقصان یا غلطی کا شکار بنیں۔ میں اپنی ہر تالیف بہت اہتمام سے عربی مولانا عبدالرحمن صاحب اور مولانا اسعد صاحب کو دکھلاتا رہا اور اردو کی مولوی اسعد اور قاری سعید مرحوم کو، اور اب بھی عربی یا اردو کی کوئی تالیف عزیزان یونس وعاقل کو دکھلائے بغیر شائع نہیں کرتا اور ان سے کہہ دیتا ہوں کہ جہاں تردد ہو نشان لگا کر مفتی محمود سے مراجعت کریں آپ جیسی تک میں بھی یہی اہتمام رہا۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنی کسی تالیف کو بغیر کسی معتمد کے دکھائے شائع نہ کریں۔

## بغیر سوال اور بغیر اشراف نفس کے مال میں برکت

ٹکٹ کے سلسلہ میں میرے دریافت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی صورت تمہاری طرف سے ایسی نہیں ہونی چاہیے جس سے کسی سے سوال سمجھا جاوے بغیر سوال بغیر اشراف نفس اگر وہ لوگ خود اصرار کریں تو مضائقہ نہیں سوال یا اشراف نفس سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور بغیر سوال اور بغیر اشراف نفس سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے۔

## تربیت میں حلم

لیکن ان کو یہ اچھی طرح سمجھا دیں کہ میرے سے بیعت کی کسی کو ترغیب نہ دیا کریں، کوئی از خود طالب ہو تو مضائقہ نہیں کہ آپ کے پاس بھیج دیا کریں اور تم میری طرف سے ان کو نیابتاً بیعت کر لیا کرو، نیز خاص طور سے ان کی نگرانی بھی رکھو اور آپ کی جس قسم کی بے جا ضد اور غصہ کا شکار میں اور عزیز عبدالرحیم رہے ہیں وہ ان غریبوں کے ساتھ نہ برتیں بہت حلم سے کام لیں اور اس سیاہ کار کی بد اخلاقیوں کا اتباع ابھی نہ کریں۔ ۰۰ سال کی عمر میں جانے کے بعد کچھ مضائقہ نہیں، ابھی تو بہت دلسوزی اور محبت سے معمولات کی پابندی کی ترغیبیں بھی دیں۔

## ذکر پر بہت دوام کی ضرورت ہے

اہل لندن کی ضرورت کی وجہ سے میں تمہیں بہت منقطع عن الدنیا اور متوجہ الی اللہ دیکھنا اور سننا چاہتا ہوں اسی وجہ سے ہر آنے والے سے تمہاری حالت کی خاص جستجو کرتا رہتا ہوں۔

عزیز من! معمولات کو کھانے سے زیادہ اہم سمجھو، ذکر پر بہت دوام کی ضرورت ہے کسی دن معمول رہ جائے کھانا چھوڑ کر اس کو پورا کر لو، ابتداء میں جیسا جبر رکھو گے، انتہا میں اس کے ثمرات چکھو گے۔

## ترقی کا راز

عزیز من! ترقی آدمی کی اپنی جد و جہد پر موقوف ہے ارشاد و اکمال کو بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں اور اپنی زندگی کو اس کے معیار پر پہنچانے کی ہر وقت کوشش کریں۔ میرا دل تمہاری دینی ترقیات کے سننے کا ہر وقت متمنی رہتا ہے۔

؎ "مراد ما نصیحت بود و کردیم"

## حب جاہ اور حب مال سے گریز

اتنی بات تو ضرور ہے کہ جو امیدیں تم سے وابستہ ہیں، ان کی تائید



کسی سے سنتا ہوں تو بہت مسرت ہوتی ہے، اس کے خلاف کوئی بات کان میں پڑتی ہے تو دل بجھ جاتا ہے، میرا دل تمہارے متعلق خاص طور سے لندنی ماحول کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ محبتِ جاہ محبتِ مال پاس کو نہ آوے، اہل دنیا سے مدارات کا برتاؤ تو خوب رکھو مگر قلبی محبت کسی سے ان کے مال کی وجہ سے ہرگز نہ ہو۔ واللہ حبیبی علیکم۔

## بڑوں کے وجود کی برکت

معلوم نہیں کہ دیوبندیوں کی دو عیدیں کیوں ہو گئیں، بظاہر تو رؤیت کے ثبوت اور عدم ثبوت کی وجہ سے ہوتی ہوں گی۔ اگر اتنی ہی سی بات ہے تو زیادہ قابل فکر نہیں، کراچی، لاہور، ملتان میں تو کئی مرتبہ اور دہلی میں بھی حتیٰ کہ پار سال کاندھلہ میں بھی دو عیدیں ہوئیں، چھوٹا سا قصبہ مگر بڑوں کے بعد جب ہر شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے تو یہ مصیبتیں ہوا کرتی ہیں۔ ۵۰ برس کی بات ہے دیوبند میں بہت اختلافات ہو رہے تھے اور مظاہر میں بڑا سکون تھا تو مولانا شبیر احمد مرحوم نے کہا تھا کہ ہمارا بڑا اٹھ گیا اور مظاہر میں بڑا موجود ہے یعنی حضرت سہارنپوریؒ، جب تک وہ ہے وہیں تک سکون ہے، پھر وہاں یہاں سے بھی بڑا انتشار ہوگا، اگرچہ محض مالک کے فضل سے اس کی نوبت تو نہیں آئی مگر بات صحیح کہی تھی اس سے، بڑوں کے وجود کی اہمیت اور قدر ہوتی ہے چاہے وہ دینی حیثیت سے بڑے ہوں چاہے دنیوی حیثیت سے۔

## مریدوں سے اصلاح ہوتی ہے

اپنی ذات پر بھی یہ تجربہ ہے پیران عظام کی انتہائی شفقت، محبت، توجہات عالیہ میری ایسی اصلاح نہ کر سکے جتنی مریدان با اخلاص نے کر دی۔ اور تمہارے متعلق بھی میری رائے یہ ہے کہ میری طرح سے تمہاری بھی اصلاح تمہارے مریدان ہی کریں گے۔

## نسبت کے اقسام اور بقائے نسبت کی فکر

نسبت کے متعلق تو یہ ناکارہ رمضان المبارک کی مجلس

میں عشاء کے بعد بہت مفصل بیان کر چکا ہے، نسبت کی چار قسمیں ہیں۔ اس رمضان میں آپ کی آمد ہوئی اور آپ یاد رکھیں گے تو پھر بھی کہہ دوں گا، اس لئے کہ یہ ناکارہ ایک مرتبہ اس مضمون کو اس واسطے بھی کہا کرتا ہے کہ اکثر دوستوں کو خیال لگا رہتا ہے، نسبت انعکاسی تو ذکر و شغل کے اہتمام سے بہت جلد شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے اوپر کا درجہ نسبت القائی کا ہے۔ وہ بھی بہت جلد مشائخ کی توجہ سے اکثر حاصل ہو جاتی ہے اور آپ پر تو اس ناکارہ کے علاوہ حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ کی بھی بہت خصوصی توجہ رہی اور اس توجہ کا اثر تھا کہ تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مجلس میں مولانا اشفاق رائپوری صاحب نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا اور اس ناکارہ کے نزدیک وہ اظہار قبل از وقت بھی تھا اور آپ کے لئے مضر بھی ہوا اس لئے کہ نسبت جونسی بھی حاصل ہو جاوے اس کا حصول تو بہت آسان ہے اور بہت جلد ہو جاتا ہے، لیکن اس کا تحفظ اور بقاء بہت مشکل ہے۔ ع

"کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا"

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تحریرات میں آپ نے بہت کچھ دیکھا، لیکن خلفاء کی فہرست میں آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ہر سال حضرت ایک آدھ کے متعلق یہ بھی تحریر فرمایا کرتے کہ یہ چونکہ دوسرے مشاغل میں لگ گئے اس لئے ان کا نام خلفاء کی فہرست سے خارج کر دیا گیا، اس ناکارہ کو بھی بہت سے دوستوں کے ساتھ یہ تجربات ہوتے رہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تک خوب کام کرتے ہیں اور خوب ترقیات ہوتی ہیں، لیکن اس کے بعد انہیں کچھ تو مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اور کچھ شیطان کے حملہ کی وجہ سے عجب خود نمائی اور اپنی برتری کا ایسا وسواس پیدا ہوتا ہے کہ ترقی سے روک دیتا ہے، اس لئے مشائخ کا دستور ہے کہ حصول نسبت کے بعد جلد اجازت نہیں دیتے بلکہ پختگی کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

## سالکین کیلئے چند مفید معلومات

فتاویٰ لکھا نہیں کرتا مفتی نہیں ہوں فتاویٰ کے واسطے مفتی صاحب



مظاہر العلوم مفتی صاحب دار العلوم کے نام سے خط لکھنا چاہئے، اور جواب کے لئے شلنگ بھیجنا چاہئے۔ جتنے سجدہ تلاوت ذمہ باقی ہے ان کی قضا واجب ہے، جیسا کہ نمازوں کی قضا ہوتی ہے۔ فرصت کے وقت چار پانچ سجدے اس نیت سے کرتے رہیں کہ جو آخری سجدہ باقی ہے اس کو کر رہا ہوں، مولوی یوسف متالا اس کو سمجھا دیں گے۔

۲۔ علم کا حاصل کرنا فرض ہے مگر اب اتنی اللہ نے سہولت عطا فرما دی ہے کہ علم ضروری سارا اردو کی کتابوں میں آچکا ہے۔ اپنے مشغلہ کے ساتھ کوئی مسئلہ کی کتاب اپنے قریب جو عالم ہو اس سے پڑھتے رہیں۔

۳۔ ان مسائل کی کتابیں جس میں مسئلہ معلوم ہوتے ہوں پڑھتے رہیں بہشتی زیور مولوی یوسف متالا کے پاس شاید مل جائے وہ بہت آسان ہے اور اس کا پڑھنا بھی آسان ہے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ مولوی یوسف کے پاس آمد و رفت رکھیں، ان کا پتہ مولوی یوسف متالا ۳۰ پیس سٹریٹ بولٹن ہے، جادو وغیرہ کے عملیات ہرگز نہ کرنا چاہئے، اور جنات کے، ان کے لئے بڑے ماہر کی ضرورت ہے، آپ کو اتنے لمبے خط کے لئے جواب کے لئے شلنگ بھیجنا ضروری ہے۔ میں آپ کے خط کا جواب مولوی یوسف متالا کے پاس بھیجتا ہوں وہ مختصر لکھواتا ہوں۔ دعائے گنج العرش وغیرہ کتابوں کے اسناد صحیح نہیں۔ حدیث پاک میں جو دعائیں آئی ہیں اس کو پڑھتے رہیں، کاغذ سے استنجا کرنے میں مضائقہ نہیں، اس میں جذب کی صلاحیت ہے، ٹائی پہن کر نماز تو ہو جاتی ہے مگر چونکہ کفار کا لباس ہے اس لئے اتار لیا جاوے۔ مجھے معلوم نہیں کہ نماز کے بعد کوئی بلند آواز سے کلمہ پڑھتے ہوں ہمارے یہاں دستور نہیں، اس کا مطلب میں نہیں سمجھا جو درود کے بارے میں لکھا کہ اس کے نیچے نبی کا نام لکھنا نہیں چاہئے اس کو مولوی یوسف کو فضائل درود بتلا کر سمجھ لیں۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ نبی کا لفظ نہیں لکھنا چاہئے فضائل درود میں کہیں نہیں آیا، جوتیاں مصلوں کے آگے رکھنے میں مضائقہ نہیں ٹوپی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ص ل م نہ لکھنا چاہئے، مگر پورا درود لکھے، صلیب کا نشان

مکان میں ہرگز نہ لگاوے یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہے۔ آئندہ مسائل کے خط مجھے نہ لکھیں، اور اپنے عزیز خط کے لئے جواب کا شیلنگ ضروری ہے۔" (۶ مارچ ۵۸ء)

## مدینہ میں قیام آخر عمر میں کرنا چاہیئے

تیری دعا تو جو آپ دیکھ چکے ہمارے اکابر کی متفقہ رائے یہ ہے کہ تعلیم و تبلیغ کا کام جتنا ہند میں ہو سکتا ہے حجاز میں نہیں ہو سکتا، میں بھی اسی لئے یہاں پڑا ہوں کہ اب کسی کام کا نہیں رہا۔" (۵ جون ۵۸ء)

## اکابرین کے مریدوں کو کسی مصلحت سے بیعت کرنے میں مضائقہ نہیں

حضرت رائپوریؒ کے مرید کا تفصیلی حال لکھا، تم نے ان حالات میں ان کو بیعت کر لیا اچھا کیا کچھ مضائقہ نہیں۔ ان کو حضرت رائپوریؒ کے خواب میں گھورنے کی وجوہ تو مختلف ہو سکتی ہیں، بہرحال اس کا مدار عقیدت و تعلق پر ہوا کرتا ہے۔ خود حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کو ان کے شیخ حضرت رائے پوریؒ نے گنگوہ کا مشورہ دیا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا اور بابا فرید الدین شکر گنجؒ کا قصہ تو مشہور ہی ہے کہ اپنے شیخ کے حکم پر کہ دادا پیر کے پاؤں دبائیں انھوں نے کہہ دیا تھا کہ والد یہاں دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اچھا کیا تم نے بیعت کر لیا آئندہ بھی کوئی درخواست کریں تو ضرور بیعت کر لیں۔" (۲۴ ذی الحجہ ۹۵ھ)

## بزرگوں کے ہدایا کی قدر دانی

آپ کو مولانا کا عطیہ عود مبارک ہو اس کو یہاں بھیجنے کی ہرگز ضرورت نہیں اس کو اہتمام سے اپنے استعمال میں لاویں۔ عزیز مولوی اسعد کا عطیہ بالواسطہ حضرت اقدس مدنی کا عطیہ ہے بڑے اہتمام سے رکھیں، صرف رمضان میں یا جمعہ کی امامت میں استعمال کریں کسی فضول موقع پر استعمال نہ کریں۔" (۸ ج ۲ ۹۱ھ)

## اللہ و رسول کے احکام اور لوگوں کی دل شکنی کے درمیان جمع کی صورت

بڑی قیمتی بات لکھواتا ہوں، بہت ہی اہم ہے اور بہت مجرب ہے، وہ یہ کہ وہاں کی عورتیں اس کے پردے پر اعتراض کرنے سے پہلے



یہ از خود ان کے ترک پردہ پر ایسی زور کے استعجاب سے اللہ اور اس کے پاک رسول کی نافرمانی کا الزام قائم کرے کہ وہ بھی دیکھتی رہ جائیں ان کے جی برا ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہ کریں۔ غیر میں یہ کہہ دیں میرے واسطے جی نہ برا کریں، معاف کر دیں، اللہ اور اس کے پاک رسول کا حکم رشتہ داروں کے تعلقات اور ان کی خوشنودی سے زیادہ اہم ہے۔ تعلقات بھی اللہ ہی کے حکم کی وجہ سے ہیں۔ ورنہ آج کل کی مہذب قوم کے نزدیک تو تعلقات کی کچھ حقیقت نہیں۔

(۱۵ ستمبر ۷۱ء، ۲۴ رجب ۹۱ھ)

## حسنِ معاشرت

تم نے لکھا تھا کہ گفتگو کے بعد میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اب تک بھی اس کا تکدر میرے قلب پر ہے، یہ بھی آپ کی نزاکت قلب کا ثمرہ ہے۔ کیا ازواج مطہرات کے مطالبات آپ کی نظر سے کہیں نہیں گذرے؟ کیا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر کہیں کوئی اثر محسوس کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا ہوتی ہیں، ان کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ان سے تمتع حاصل کیا جاتے۔ اگر پسلی کی ہڈی کو کوئی سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی۔ کیا میں نے بارہا اس قسم کے قصے نہیں سنائے کہ دینداروں کی بیویاں سرچڑھی ہوتی ہیں، اپنی ذات شریف کو تنقید سے بالا نہ سمجھیں، آپ کے بقول آپ تو مجسم تواضع ہیں، پھر ایک خاک کی گفتگو کا تکدر کیوں ہے، تمہارے اس فقرہ نے تو مجھے بھی ڈرا دیا کہ خاکہ کے تکدر کی وجہ سے جو دعا نکلی اس نے مکان جلدی دلوا دیا، کہیں میری کسی تحریر پر تکدر پیدا ہو کر خدا نہ کرے کہ کوئی دعا نکل جاوے۔"

## مصائب اور پریشانیوں کا علاج

او پیارے! پریشانی سے کچھ کام نہیں چلتا دعا استغفار کا خود بھی اہتمام رکھو اور دوستوں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہو۔ ط

"اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست"

یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے اعمال کا ثمرہ ہے اور اس سے بہت کم ہے جس کے ہم مستحق ہیں، قاری صاحب فقرہ نہیں ہے، اچھا تو پیارو دوستو! اپنے اعمال کو گریبان میں

منہ ڈال کر دیکھو کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہی کرم اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط کا سہارا ہے ورنہ ہم تو اس سے بہت زیادہ کے مستحق ہیں، گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا رونے سے ہوتا ہے، تم نے علی میاں کو جو خواب میں میرے ساتھ نہایت پریشانی میں دیکھا وہ بالکل واقعہ ہے وہ بھی اس جگہ کھڑے ہیں جہاں تم ہو اور بہت پریشانی کے خطوط کثرت سے آ رہے ہیں اور میں ان کو بھی وہی لکھ رہا ہوں جو تم کو لکھ رہا ہوں۔ تم اپنے خطوط میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لے رہے ہو، حالانکہ حالات سے تم مجھ سے زیادہ واقف ہو:

### تلقینِ ذکر میں جلدی نہ کریں

البتہ ایک بات قابل لحاظ ہے بیعت کے بعد بلا کسی خاص ضرورت کے ذکر بتلانے میں جلدی نہ کیا کریں، پہلے تسبیحات اور معمولات کی پابندی کی عادت ڈالیں۔ میرے معمولات کے پرچہ میں تو غالباً چھ ماہ لکھے ہیں کہ چھ ماہ کے بعد ذکر دریافت کریں، اس لئے کہ اوراد اصل ہیں اور ذکر عارضی دوا ہے:

### شفقت و نگرانی

بہرحال مجھے تو مرض ہے جب کوئی تمہارا واقف کسی جماعت میں آ جاتا ہے تو ضروری کاموں کا حرج کر کے بھی تمہارے حالات کی تحقیق کرتا ہوں اور جب ایسے حالات سنتا ہوں جو میرے ذوق کے موافق ہوں اور جس حیثیت سے میں تمہیں پیش کرنا چاہتا ہوں اس کے مناسب ہو تو بے حد مسرت ہوتی ہے اور دل سے دعا بھی نکلتی ہے اور جو کوئی حال اس کے منافی سنتا ہوں، طبیعت اس سے گر جاتی ہے":

### کام تو کرنے سے ہوتا ہے

مستقبل کا فکر تو برمحل ہے اور کس کو نہیں ہے مگر محض فکر سے تو کچھ نہیں ہوتا، کام تو کرنے سے ہوتا ہے۔ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض روغیرہ، آیات آج کل کے ہمارے حالات کے بہت موافق ہیں، ان کو غور سے دیکھا کرو، اور اس کے بعد ان ھٰذہ تذکرۃ کا فرمان بھی واجب الاذعان ہے، معاصی سے بچانے میں



طاعات کی ترغیب دلانے میں جو کوشش ہو سکتی ہو اس سے دریغ نہ کریں، خود بھی کوشش کرتے رہیں، احباب کو بھی تاکید کرتے رہیں، تم نے لکھا آئندہ کے متعلق کچھ لکھیں، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آئندہ لکھنے کی کیا بات ہے، دین کے لئے جو بھی سعی کی جا سکتی ہو وہ اگر ظاہری ثمرات نہ پیدا کرے تو اجر و ثواب اور باطنی ثمرات سے تو خالی نہیں:

### برادرانِ طریقت کا خیال کرنا

میری ایک فضول تمنا یہ بھی ہے کہ وہاں کی خط و کتابت تمہارے توسط سے ہو تاکہ تم سب سے واقف رہو اور سب کے حالات تم تک پہنچتے رہیں اور ان لوگوں کا تعلق بھی تم سے براہِ راست قائم ہو جاوے، خدا کرے کہ اس ناکارہ کی تمنا پوری ہو جاوے۔ اگرچہ اب تک کا تجربہ تو یہ ہے کہ جو چیز تمہاری سمجھ میں آ جاتی ہے وہ تو تمہارے لئے بہت آسان ہو جاتی ہے اس کے اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن جو سمجھ میں نہیں آتی اس میں کسی چھوٹے بڑے کا کہنا بے کار ہے چاہے میں ہوں یا چاہے عزیز عبدالرحیم:

### اختلاج کا علاج

اختلاج کے مریض کو نظر کی حفاظت کی شدید ضرورت ہے کہ اس مرض میں بہت نمایاں شدت ہوتی ہے، درود شریف کی کثرت کو اختلاج کے دفعیہ میں خاص دخل ہے۔ بہت آہستہ آہستہ متفکر اس تصور کے ساتھ کہ روضۂ اقدس پر حاضری ہوں بہت مفید ہے۔

### اہلیہ سے دینی کتب کا سُننا

ایک ضروری امر یہ ہے کہ اہلیہ کو کسی بات میں سختی سے کچھ نہ کہنا، البتہ نرمی سے دین اور دین پر پختگی کی نصیحت اور تاکید ہر وقت کرتے رہنا، میرے تبلیغی رسائل بہت اہتمام سے اس سے خود سننا اور اس کی بھی کوشش کرنا کہ جتنا انہیں سنایا کرے وہ قصہ کسی وقت اپنی گھر کی عورتوں سے وقت مقرر کر کے سنا دیا کریں، یہ انشاء اللہ اس کے لئے بہت زیادہ مفید ہوگا، ابتداء حکایات صحابہ سے کریں، اس کے بعد فضائل ذکر،

اس کے بعد فضائل صدقات، سوانح یوسفی کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اگر تمہارے خالو صاحب بھی اسکو ایک مرتبہ بالاستیعاب دیکھ لیں تو زیادہ اچھا ہے:

## وساوس کا علاج اور چند نصیحتیں

تمہاری تشویش سے بہت ہی قلق ہوا تم تو ماشاء اللہ خود بھی عالم ہو اور آج کل تو تمہاری حدیث کی کتابوں پر بھی نظر ہے، وساوس کا بہترین اور منصوص علاج تو عدم التفات ہے جو بہت ہی مجرب ہے، یہ چیز تو صحابہ کرامؓ کو بھی کثرت سے پیش آئی جس میں مَنْ خَلَقَ اللہَ تک کے الفاظ ذہنوں میں آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا علاج فَلْیَنْتَہِ فرمایا، اور صحابہ کرام کی اس درخواست پر کہ ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کے اظہار سے کوئلہ ہو جانا زیادہ آسان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صریح ایمان فرمایا، اس لئے نہ تو اس کی طرف زیادہ التفات کریں نہ ان کو زیادہ اہمیت دیں، اور ایسے خیالات کے وقت قصداً و اہتماماً لاحول چند مرتبہ پڑھا کریں۔ اس کے ساتھ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس مرض کے پیدا ہونے کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک تو اہل اللہ میں سے کسی کی اہانت چاہے، قولی، فعلی، عملی نہیں، بلکہ سوء ظن کے درجہ میں جزم کے ساتھ کسی کے متعلق خیال دل میں فسق و فجور یا بے دینی یا دنیا طلبی یا اس قسم کی کوئی چیز وسوسہ کے درجہ میں آکر نکل جائے تب تو مضائقہ نہیں لیکن اگر قلب میں جزم پیدا ہو تو اس کو نکالنے کی فکر کریں اور یہ سوچیں کہ معلوم نہیں کہ جو ظن اس کے متعلق کیا جا رہا ہے صحیح ہے یا نہیں اور اگر صحیح ہو اور اس نے توبہ کر لی ہو یا حب دنیا وغیرہ اپنے خیال میں دنیا طلبی ہو اور واقع میں اس کا مقصد کوئی دینی غرض ہو وغیرہ وغیرہ تمہارے ساتھ حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چیز تم میں نہیں ہوگی۔ البتہ ایک دوسرا امر جس کے متعلق یہ شبہ ہے کہ کہیں اس کا حملہ تم پر نہ ہوا ہو وہ یہ ہے کہ جب آدمی کسی کی تردید کے درپے ہوتا ہے چاہے وہ اہل بدعت ہوں یا اہل تجدد ہوں یا اس قسم کے فرق ضالہ ہوں، جہاں تک اس کی تردید کا تعلق ہے وہ نہایت اہم مفید اور موجب اجر ہے لیکن اس تردید میں جہاں تک



کسی ذات یا افراد کی اہانت کا تعلق ہے جس کا نتیجہ دوسری جانب عجب اور اپنا تزکیہ نفس ہے اس سے ضرور احتراز کرنا چاہیئے، یہ باریک چیز ہے اللہ مجھے اور تمہیں اور میرے سب دوستوں کو رذائل نفس اور مکائد شیطان سے محفوظ فرماوے۔ اللہ نے تم پر بہت ہی فضل فرما رکھا ہے۔ جس کی مجھے بہت ہی امیدیں ہیں مگر مزاج میں تھوڑا سا نزاکت بھی پیدا کریں۔

## ڈاک کا ایک ادب

تم نے مولوی ہاشم کو میرے لفافہ کے ساتھ تو مولوی احسان کے پتہ کا لفافہ دے دیا اس کا تو بہت شکریہ جزاک اللہ، اگر مولوی حافظ قاری صوفی ہو کر تمہیں دوسرے کے لفافہ کا اس کو دینے سے پہلے کھولنے کا حق تھا، البتہ ان کی طرف سے اجازت ہو تو مضائقہ نہیں، میں نے اس لئے لکھا کہ یہ معمولی باتیں قابل لحاظ ہوا کرتی ہیں۔ ہر چند کہ میری طرف سے کوئی اشکال نہیں مگر ممکن ہے کہ ان کو تمہارا کھولنا پسند نہ آیا ہو اور تمہارے لحاظ سے کچھ کہہ نہ سکے ہوں، میں تو جب تک میری آنکھیں تندرست تھیں میرا خط کوئی کھول لیتا تھا چاہے وہ کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو، اس سے جواب طلب کر لیتا تھا مولوی نصیر کو بھی یہ حق نہ تھا کہ وہ میری ڈاک کھول لیں اب تو میری آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے میری ڈاک سابقہ کے رد عمل میں نہ معلوم کتنی جگہ پڑھی جاتی ہے پھر مجھ تک آتی ہے:

## اپنی اپنی جگہ سنبھالو

تمہارے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، مگر افریقہ سے زیادہ ضروری تمہارا اپنے وطن میں رہنا ہے کہ تمہاری وجہ سے مستقل خانقاہ قائم رہے گی، میرے پیارے اس کی کوشش کرو کہ تم لوگ اس سلسلہ کو جاری کرو، ارادہ تو یہ ضرور ہے کہ واپسی میں تمہارے یہاں آؤں مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں، میرا ارادہ شروع شوال میں تمہارے یہاں آنے کا ہے، اس دوران میں مفتی محمود صاحب کو بھی آمادہ کر لو کہ میں تو بالکل بے کار ہو گیا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہاری امنگوں کو اور تجویزوں کو بار آور فرماوے، میں تو بالکل بے کار ہو گیا اب تم لوگ اپنی اپنی جگہ کو سنبھالو۔

### توبہ میں تاخیر نہیں چاہیئے

میرے پیارے مجھ گنہگار کی آمد پر تم گناہوں سے توبہ کو موقوف رکھو یہ سراسر ظلم ہے، توبہ تو حیّ و قیوم سے کرنی ہے جو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، کسی بات پر عجب پیدا نہ ہو، یہ ایسی سخت چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حنین میں مزہ چکھا دیا مالک سے خوب مانگتے رہیں میرے واسطے بھی مانگیں۔

### ۸۳۔ نسبت کے تحفظ کیلئے خلوت

میں بہت اہتمام سے تیرے لئے دعا کرتا ہوں اللہ اس واسطے کرتا ہوں کہ تم دوستوں کا حسن ظن اور کارناموں پر اپنی آخرت کی زندگی کا مدار ہے، جتنا ہو سکے تبتل الی اللہ میں کوشش کرتے رہیو، میں نے پہلے تمہیں بھی لکھا اور مولوی ہاشم کو بھی روزانہ دو گھنٹہ ہو سکے تو بہت ہی اچھا ورنہ کم سے کم یکسوئی سے اوراد و وظائف کے لئے ضرور وقت نکال لیجیو، نسبت بہت جلدی چلی جاتی ہے، اگر کوئی طب پڑھ لینے کے بعد اس کا مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے۔

### دو گھنٹے کی یکسوئی

اب تو میری فدیہ کی اور تمہاری سعادت کی صورت یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے، ضرور کام میں گہرائی میں پڑو، ایک دو گھنٹہ جس طرح بھی ہو سارے علائق سے علیحدہ ہو کر مالک کی یاد میں مشغول رہو، اسی میں اپنے اوراد و اشغال میں معمولات جو کر سکتے ہو یہ تم جیسوں کے واسطے ہے، جو دوسرے کاموں میں ہیں، دینی علم میں مشغول ہیں کہ دو گھنٹہ نہایت یکسوئی سے یک وقت نکال سکو بہت اچھا ورنہ ایک ایک گھنٹہ کر کے دو وقت میں۔

### ۸۴۔ چندہ کے لئے کلمۃ الخیر کافی ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ اپنے آپ کو نہ پھانسو کلمۃ الخیر تک میں تو حرج نہیں لیکن اگر ہر چندہ لینے والے کے ساتھ پھرو گے تو مصیبت میں پھنس



جاؤ گے، مولانا کو بھی تم نے دعوت دے دی بہت اچھا کیا مگر چندہ کے لئے وہی بات ہے کہ ساتھ ساتھ نہ پھیریں، البتہ مولانا کی براہ راست خاطر میں کسر نہ چھوڑو۔

### کرامت اور فتوحات کی طرف توجہ نہ کی جائے

جمعیت علماء کی دعوت کی دوسری کرامت بھی موجب تشکر ہے، مگر پیارے ان چیزوں کو دل میں بھی جگہ نہ دیجیو، زبان سے تو در کنار۔ تمہارا خواب میں پاخانہ دیکھنا اور صبح کو پیسے آنا مبارک ہے، اکابر کا معمول یہ رہا ہے اور اس سے جو مقصد ہوا کرتا ہے غور سے سنو کہ اس آمد کی گندگی ذہن میں مرکوز رہے البتہ ایک گھنٹہ ضرور خلوت کا چاہیئے اس سے زیادہ نہیں۔

### وساوس کا علاج

وساوس کا بہترین علاج اس کی طرف التفات نہ کرنا ہے اس کے لئے لاحول اٹھ دفعہ ہر فرض نماز کے بعد مع اول و آخر درود شریف پڑھتا رہے، آپ جیسے سمجھدار نے خود کشی کا تصور کر کے اس کا قلق ہے، خود کشی کا سوچنا بھی گناہ ہے، اس کا تصور بھی نہیں چاہیئے، اللہ تعالیٰ شانہ آپ کو عافیت دے، پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہے اس لئے باوضو سوئیں اور کپڑوں بستر کی طہارت کا خیال رکھیں، اور سوتے وقت معوذتین، آیت الکرسی پڑھ کر اپنے پر دم کر کے سوئیں۔

### فقروں میں تنبیہ

اس کی تو واقعی مجھے تمنا ہے اور روز افزوں کہ تم کچھ کرلو تو میری تمنائیں جو تمہارے سے وابستہ ہیں وہ پوری ہو جائیں، میں اپنے دوستوں کو تعریضی فقروں میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں منہ چڑھا کر ڈانٹنے کی عادت نہیں، جو اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ان کو بہت فائدہ ہوتا ہے اور جو لاپرواہی کرے نقصان اٹھاتے ہیں، اس سے بہت قلق ہوتا ہے۔

## نماز میں تساہل پر زجر

اس سے بہت قلق ہوا کہ آپ کی اہلیہ نے نماز چھوڑ دی، بچے سب کے ہوتے ہیں اور گھر کے کاروبار بھی سب عورتیں کرتی ہیں۔ اس کے تمہارے بچے نہیں ہیں یہ تو کفران نعمت ہے بچوں کے ہونے کا شکریہ تو یہ تھا کہ بعد زیادہ عبادت کا اہتمام ہوتا اس سے کہہ دیں کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوگا۔

## انہماک سے تو ایک ہی کام ہو سکتا ہے

اگر چہ سارے ذکر و شغل ہوں تعلیم و تدریس ہو، تبلیغ یا کوئی دینی شعبہ ہو، انہماک سے تو ایک ہی کام ہو سکتا ہے، اگر کوئی کئی کاموں میں لگ جائے تو جب تک جامعیت کا ملکہ پیدا ہو جائے، اس کے بغیر سب کاموں میں انتشار رہتا ہے، اس قسم کے مضامین پہلے خطوط میں بھی لکھوا چکا ہوں، میری یہ باتیں اس وقت تو شاید پسند نہ آویں مگر میرے مرنے کے بعد ضرور یاد کرو گے۔

اور ۲۴ گھنٹہ میں کم سے کم ایک گھنٹہ اپنے معمولات اور اکابر کے حالات مکتوبات ملفوظات کے لئے ضرور نکال رکھو۔

## مقدمات سے بچنے کی تاکید

کمپنی کی طرف سے جو نئی شکل پیش آئی اس کا بھی فکر ہو گیا، اللہ تعالیٰ ہی مدد کرے مقدمہ سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کیجو، چاہے کچھ نقصان اٹھانا پڑے کہ آجکل مقدمات میں بجز نقصانات اٹھانے اور شماتت ہمسایہ کے اور کچھ نہیں۔

## ترقی کے وقت حب جاہ کا خطرہ

تم نے لکھا کہ ان مصائب میں جو تعلق مع اللہ پیدا ہوا وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہو رہا تھا، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ ع

رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے پس جانے کے بعد



لوگوں کی تعریف اور واہ واہ سے تو ہمیشہ اپنے آپ کو بچائے رکھو یہ شیطان کا بہت بڑا حربہ ہے صوفیاء کا بھی مقولہ ہے۔ آخر ما یخرج من قلب السالک حب الجاہ۔

## مہمان کی راحت

معمولات کی پابندی چاہے قلت سے ہی ہو مبارک ہے۔ ڈاک میں کتابیں بھیجنے کے لئے آپ نے جو مہلت تحریر فرمائی ہے اس کی بناء پر نصیر صاحب سے کہہ دیا ہے ان شاء اللہ ایک دو روز میں روانہ ہو جائیں گی، اہلیہ محترمہ کا آنے کا اشتیاق تو مجھے ان سے زیادہ ہے، مگر اپنے مکان کی تنگی سے اس قدر شرمندہ ہوں، آپ نے میکہ کے ماحول کی وجہ سے جو مشکلات لکھے ہیں وہ بھی بہت اہم ہیں، اسی صورت میں اگر صوفی اقبال کی اہلیہ کے ساتھ آ دیں تو مضائقہ نہیں کہ ان کی وجہ سے آپ کی اہلیہ کو دقت کم ہو گی، ڈاکٹر محمد نعیم صاحب کی مساعی جمیلہ سے بہت مسرت ہے اللہ جل شانہ قبول فرماوے، ان کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ یہ ناکارہ آپ کے لئے بہت ہی دعائیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی ترقیات سے نوازے۔

(۱۲، جمادی الثانی ۹۸ھ)

## اپنے بچے کا قرآن سننا

تلاوت کے بجائے سہیل سلمہ کے سپارے سننے میں وقت خرچ ہوتا ہے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، یہ بھی تلاوت ہی کے حکم میں ہے۔

(۱۸، جمادی الثانیہ ۹۸ھ)

## استغفار اور آیت کریمہ کی کثرت

یہ میں نے پہلے کئی دفعہ آپ سے کہا وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ اللہ کے یہاں اپنی حرکتوں ہی پر ہوتا ہے، دیر سویر ضرور ہوتی ہے، یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو معاملہ ہمارے سامنے ہے وہی اصل محرک ہے، بسا اوقات اندر خانہ کوئی دوسری چیز ہوتی ہے اس لئے استغفار اور آیت کریمہ کی بہت ہی کثرت رکھیں فقط

ہی مدد کرے:

(۱۰ جولائی ۶۹ء)

## اونچی کتاب کا مطالعہ

کیمیا... پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اونچی کتاب ہے ہرچند کہ حضرت تھانوی نے اس کو واضح کرنے کی بہت کوشش کی ہے پھر بھی کسی استاذ سے پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے حضرت تھانوی اپنے زمانہ کے اونچے اور خاص لوگوں کو فرداً پڑھایا کرتے تھے۔ اگر مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ مظاہر حق وہاں مل جاتے تو اس کی کتاب الرقاق کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

## نا اہلی کے تصور کے باوجود بیعت کرنا چاہیئے

آپ نے لوگوں کی درخواست پر بیعت کر لیا، بہت اچھا کیا۔ اجازت تو اسی واسطے دی جاتی ہے۔ اہل اپنے کو کون سمجھتا ہے۔ اس ناکارہ نے بارہا ترک بیعت کا پختہ ارادہ کیا مگر حضرت اقدس مدنی، حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہما میرے اس خیال پر ناراض ہو گئے۔ اب تو اکابر میں کوئی رہا بھی نہ کہ جس کی طرف رجوع کر کہا جاوے

(۲۰ ربیع الثانی ۹۰ھ)

## خواب وخطرات پر عدم التفات

خوابوں کی تعبیر کا بعینہٖ ظاہر ہو جانا اگرچہ وکمال تو ضرور ہے مگر قابل التفات نہیں۔ اس کو کوئی خاص اہمیت نہ دیں۔ مبادا شیطان اس کو عجب کی طرف نہ لے جاوے۔ اسی طرح سے آنے والے واقعات کا وسوسہ کی طرح خیال کرنا زیادہ خطرناک ہے۔ اور اس کا مسئلہ خواب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور سب دوستوں کی اور اس سیہ کار کی شیطان کے مکائد سے حفاظت رکھے: (۲ جمادی الثانی ۹۰ھ)



## یکسوئی کے حدود

مکائد نفس اور اخلاق بد پر انتباہ اور حتی الامکان اس (اختلاط) سے اجتناب بہت ضروری ہے لیکن لوگوں سے بالکلیہ علیحدگی بھی نہ ہو جس سے مدرسہ کا اور دینی کاموں کا حرج ہو۔ شرارت نفس سے ہر وقت ڈرتے رہنا بھی بہت مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نصیب فرماوے۔

(۱۷ صفر ۹۱ھ)

## وعظ عام فہم ہونا چاہیئے

اس قدر پر آپ نے وعظ کا ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ موجب خیر بنائے۔ اس کا عوام کی سمجھ میں آنا بہت ہی مشکل ہے۔

(۳ ربیع الاول ۹۱ھ)

## وساوس پر عدم التفات

وساوس کی پرواہ نہ کریں، مشائخ کا مقولہ ہے کہ چور وہیں جاتا ہے جہاں کچھ سرمایہ ہو، ویرانہ میں چور نہیں جاتا۔

(یکم جمادی الاولیٰ ۹۲ھ)

## عادات میں اتباعِ سنت کا اصول

اخلاق عادات وغیرہ امور میں جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اپنے بس میں ہو، اس کے پیدا کرنے کی کوشش کی جاوے۔ البتہ اس کا لحاظ ضرور رکھا جائے کہ ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے جن امور کا تحمل نہیں کر سکتے ان کو عملاً تو اختیار نہ کیا جاوے لیکن دل سے ان کو نہایت مرغوب سمجھا جائے اور اپنے ضعف کی وجہ سے اتباع نہ کر سکنے پر افسوس اور قلق۔ (۲۶ ذیقعدہ ۹۲ھ)

## ۱۰۲. معمولات کے متعلق

درود شریف میں لفظ سیدنا اور صحبہ کا اضافہ کرنے میں مضائقہ نہیں ضرور کر دیں۔ تعلیم میں شرکت کے

بعد اوابین پڑھ لیا کریں کہ وہ بھی اہم ہے۔ شام کی تسبیحات سونے سے پہلے جب جی چاہے پڑھ لیں۔ (۸ رجب ۸۸ھ)

## مختلف نصائح

رذائل اور معاصی سے کون خالی ہے۔ کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون۔ حتی الوسع معاصی سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کرتے رہیں کہ اس سے دین و دنیا دونوں ہی کا نقصان ہے جہاں تک ہو سکتا ہو بہت کوشش سے اتباع سنت عبادات اور عادات میں کرنے کی کوشش کریں۔ تقویٰ دین و دنیا دونوں میں عزت اور ترقی کا زینہ ہے۔ تم نے لکھا کہ حب جاہ وغیرہ ایسے معاصی ہیں کہ جن سے چھٹکارا مشکل ہے۔ دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی عادت ایسی نہیں جس سے چھٹکارا مشکل ہو۔ ہمت اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ اخلاص کے نہ ہونے کا فکر کریں اہتمام سے تعلیم تدریس و تبلیغ وغیرہ ضرور کرتے رہیں۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اخلاص ضرور پیدا کر دے گا۔ اس خیال سے کہ اخلاص نہیں ہے کسی دینی کام کو نہیں چھوڑنا چاہیے جاہ و ریا کا جب خیال آوے تو اس کا تصور کریں کہ اللہ نے اپنے فضل سے ستاری فرما رکھی ہے اگر ان کو میرے گناہ معلوم ہو جائیں تو کہیں بھی نہیں۔ تعلقات منقطع تو ہرگز نہیں کرنے چاہیئے البتہ اس کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ ان تعلقات سے ان کو اور دین کو نفع پہنچنا مقصود ہو اپنا نفع مقصود نہ ہو۔ اپنے مخصوص اوقات کا تحفظ بہت ضروری ہے۔ کہ اس میں تو یقیناً انتشار میں اوقات ضائع ہوتے ہیں۔ ملاقات کے لئے مخصوص اوقات متعین کر لیں، اِلاّ یہ کہ کسی خاص مجبوری سے کسی سے کسی وقت ملنا ہو، وعظ وغیرہ سے گریز ہرگز نہ کریں، البتہ اپنے گناہوں اور مالک کی ستاری کا استحضار کثرت سے رکھا کریں۔

(یکم ذیقعدہ ۹۱ھ)

## عشق بڑے کام کی چیز ہے

یہ آپ نے صحیح فرمایا کہ تم علماء کی جماعت کے لئے معاشی مشکلات بھی ایک مستقل مجبوری



ہے، کاش ہم لوگ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد کی قدر کرتے کہ جو مجھ سے محبت کرے فقر اس کی طرف پانی کے نیچان میں اترنے سے بھی زیادہ جلدی چلتا ہے ہم لوگوں کی کم ظرفی ہے اور یہ سیہ کار تو اس میں سب سے زیادہ مبتلا ہے کہ ذرا سی تنگی کا بھی تحمل نہیں ہوتا، کاش اللہ تعالیٰ مجھ میں فقر و فاقہ کی محبت عطا فرما دے۔ آپ نے لکھا کہ درس حدیث اور صحابہ کرام کے حالات کے وقت میں بعض دفعہ رقت کا غلبہ ہو جاتا ہے بہت مبارک ہے اللہم زد فزد۔ طلبہ کے سامنے اس کیفیت سے شرم نہ کیا کریں۔ کیا بعید ہے اللہ جل شانہ اس مبارک اثر کو متعدی کرے اور اس کی وجہ سے درس روکنے کی بھی ضرورت نہیں دیوان متنبی کے پڑھانے میں محبت کے رکنے کی ضرورت نہیں، عشق مادہ کا تو جوش میں آنا اچھا ہی ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے ؎

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما　　اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما　　اے طبیب جملہ علتہائے ما

عشق تو بڑے کام کی چیز تھی مگر ہم لوگوں کی بداعمالیوں نے اس کا ناس کر دیا۔

(یکم ربیع الثانی ۹۰ھ)

## وصول اور مشیخت کی تمنا

وصول کی تمنا اور مشیخت کی تمنا یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، پہلی ممدوح دوسری سخت مضر ہے:

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شد شد، نہ شد نہ شد

یہ حضرت مجدد صاحب نور اللہ مرقدہ کا شعر سنا ہے اور ان دونوں تمناؤں میں جو بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں بسا اوقات التباس ہو جاتا ہے اس سے بہت زیادہ نفس کو بچانا چاہیئے جیسا کہ میں نے ماہ مبارک میں بھی دوستوں کو اس پر کئی دفعہ تنبیہ بھی کی۔

(۱۲، ذیقعدہ ۸۹ھ)

## ایک حکیمانہ مشورہ

قرآن پاک کی دوا تو عسل مصفیٰ ہے ہی اور حدیث والا جزء صحیحین کی روایت ابوہریرہؓ سے فی الحبۃ السوداء شفاء من کل داء الا السام وارد ہے لیکن کسی طبیب سے ضرور مشورہ کرلیں کیونکہ دونوں چیزیں گرم ہیں اور مزاج کا توافق ایک مستقل امر ہے۔

(۲۲ شوال ۹۵ھ)

## مراقبہ دعائیہ

کسی چیز کی تنبیہ سے یہ مراد نہیں ہوا کرتا کہ وہ چیز موجود بھی ہے، بلکہ شیطان آدمی کا دشمن ہے اس کے مکائد سے اہتمام سے بچنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ مشائخ کا مشہور مقولہ ہے: آخر ما یخرج من قلب السالک حب الجاہ؛ اور ہم لوگ جو اہل علم کہلاتے ہیں ان میں حب جاہ کا مرض ایسا گھس جاتا ہے کہ نکل کر ہی نہیں دیتا۔ آپ نے لکھا ہے کہ بالکل نہیں، بہت اچھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور اس ناکارہ کو بھی محفوظ رکھے اور اس ناکارہ کو اخلاق رذیلہ سے محفوظ رکھے۔ مراقبہ دعائیہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنکھ منہ بند کر کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعائیں کی جائیں زبان سے نہیں۔ اپنی دین و دنیا سب کے لئے اور اپنے ضروریات کے موافق دعائیں کرنا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ امت محمدیہ کی صلاح و فلاح کا اس مراقبہ میں خاص خیال رکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے امت کے لئے دعا۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی مفید و مناسب ہے۔

(۲۵ ذیقعدہ ۹۵ھ)

## غیبت اور حضور کا فرق

آپ نے سہارنپور سے واپسی کے بعد جو تغیر احوال لکھا اس میں کوئی استبعاد نہیں حضرت حنظلہؓ کی روایت قلت یا رسول اللہ نکون عندک تذکرنا بالنار والجنۃ کانّا رأی عین فاذا خرجنا من عندک عافسنا الازواج والاولاد والضیعات



وفیہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا حنظلۃ ساعۃ فساعۃ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے ان تغیرات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔

(یکم جمادی الاولیٰ ۸۶ھ)

## ترقی کی خواہش کا ممدوح ہونا

وساوس کا علاج اس کی طرف عدم التفات ہے۔ نیز ترقی کی خواہش تو اور چیز ہے اور اپنے کو اس کا اہل سمجھنا اور چیز ہے اول ممدوح ہے اور دوسری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ (۹ ذی الحجہ ۸۶ھ)

## رفق و غصہ

آدمی کو اپنے عیوب پر نظر ہو جائے یہ بھی بڑی دولت ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی نصیب فرماوے۔ غالباً پہلے بھی کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ رسالہ اعتدال اور اکمال وارشاد اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں بطور وظیفہ دیکھنے کا معمول رکھیں، زیادہ مقدار کی تو ضرورت نہیں لیکن تسلسل ضرور باقی رکھیں رفق و غصہ دونوں ہی ممدوح ہیں لیکن محل کا انتخاب آپ جیسا آدمی خود ہی کر سکتا ہے صدر مدرسی ہرگز نہ چھوڑیں اور ترک تکبیر بھی نہ چھوڑیں بالخصوص جہاں فائدہ کی امید ہو

## قبض کی حالت میں تدابیر

آپ نے لکھا کہ آج کل حالت گری ہوتی معلوم ہوتی ہے، یہ کوئی قابل فکر چیز نہیں حالات میں تغیرات قبض و بسط ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ ایسی حالت میں استغفار کی مقدار کچھ بڑھا دیا کریں، اور اگر غور سے محسوس ہو جائے کہ کسی معصیت کا ثمرہ ہے تو اس سے خاص طور سے توبہ استغفار کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے حالات زیادہ تر بدنظری یا غیبت سے پیش آیا کرتے ہیں جن کو آدمی اپنے اندر خود ہی غور کر سکتا ہے (۱۳ ربیع الآخر ۸۶ھ)

## ڈاکٹری کی رعونت

تمہارا خواب بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے، اس ناکارہ پر رقت خصوصی تعلق کی علامت

ہے اور مٹھائی تقسیم کرنا بھی ظاہر ہے کہ انشاء اللہ تم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اور اس فقرے کا مطلب کہ ابھی دیر ہے تم نے خود ہی بتلا دیا کہ ابھی ڈاکٹری کی نخوت دماغ میں ہے اور یہ بہت دیر میں نکلا کرتی ہے۔ اللہ جل شانہ جلدی نکال دے۔

(۲۱ فروری ۶۸ء)

## تقدیر سے لڑائی مشکل ہے

آدمی کو اپنی سی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے بعد مقدرات کا انتظار کرنا چاہیے۔ تقدیر سے لڑائی بہت مشکل ہے۔

(۲۴ شعبان ۸۸ھ)

## نگاہ کی حفاظت

نگاہ کی حفاظت کی بڑی ضرورت ہے کہ اس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے، توبہ استغفار لاحول کی کثرت رکھیں۔ (۲۳ ذیقعدہ ۸۸ھ)

## کرب و بےچینی موجب ترقی ہیں

عسیٰ ان تکرھوا شیاء وھو خیر لکم، کیا بعید ہے کہ یہ کرب و بےچینی جو آپ کو کئی ماہ سے پیش آ رہی ہے یہ رفع درجات کا ذریعہ ہو، بسا اوقات آدمی کے لئے کسی مجاہدہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اگر اختیاری نہ کیا جائے تو جبر کیا جاتا ہے اور پھر وہ انشاء اللہ موجب ترقیات ہوا کرتا ہے۔ (۴ رمضان ۸۸ھ)

؎ گرد کی طرح سے بیٹھا تو پھر اٹھا نہ گیا — کام آئی تیرے کوچے میں نقاہت میری

## حرم محترم کا ادب

عزیز سعدی کا مفصل خط بھی آیا جس میں مکہ مکرمہ کی طوفانی بارش اور حرم شریف میں پانی بھر جانے کی خبر بھی لکھی تھیں، اس کا آپ بھی اہتمام رکھیں اور دوستوں سے بھی عرض کرتے رہیں کہ حرم محترم میں معصیت بڑی سخت ہے حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ میں حرم محترم میں ایک گناہ کروں یہ اس



سے زیادہ سخت ہے کہ غیر حرم میں ستر گناہ کروں، آج کل مکہ و مدینہ میں ٹیلی ویژن اور خرافات کی بہت کثرت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔

## حدیث پاک کا بار بار پڑھنا موجب لذت ہے

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ فضائل حج اہلیہ سے سنتے ہو، فضائل کے رسائل اہلیہ سے ضرور سنتے رہو کہ اس سے تمہاری بہ نسبت اس کو زیادہ فائدہ ہوگا، فضائل صدقات تو اہلیہ سے ہی سنیں البتہ اکمال و ارشاد کا مطالعہ خود کریں، اس وقت تو یہی کتابیں مناسب ہیں، بندہ کی حاضری پر مشورہ سے کوئی دوسری کتاب تجویز ہو جائے گی یہ فضائل احادیث کی کتابیں ہیں اور قرآن و حدیث تو بار بار پڑھنے کی چیز ہوتی ہے، ایک دو مرتبہ کافی نہیں ہوتا، اس ناکارہ نے تو ابو داؤد شریف تقریباً ۳۰ سال تک پڑھائی اور اسی کے قریب بخاری جلد اول اور اس کے نصف تک بخاری جلد ثانی، حدیث پاک کا بار بار پڑھنا موجب لذت ہے۔

## دین کی پختگی کا اثر

تم نے لکھا کہ ریاض میں کوئی ایسا آدمی نہیں جس سے دین کی کوئی بات ہو سکے، تو یہ کوئی مشکل بات نہیں کوشش کرو اللہ جل شانہ تمہاری برکت سے وہاں کے لوگوں میں کوئی دینداری پیدا کر دے اپنے دین پر پختگی سے لوگوں کے قلوب پر اثر پڑا کرتا ہے اور تم تو ماشاء اللہ قرآن پاک کے بچے ہو اس سے تو ضرور اثر پڑنا چاہیے۔ (۱۳ ذیقعدہ)

## ۱۱۹۔ گناہوں کا اثر

گناہوں سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کریں، یہ طاعات کی لذت کو کھو دیتا ہے اور ترقیات سے گرا دیتا ہے (۴ شوال)

## ماحول کا اثر

معمولات کی پابندی سے مسرت ہے اس کا اہتمام کیجئے انشاء اللہ غفلت بھی جاتی رہے گی اور یادداشت بھی بڑھ جائے گی، تم نے لکھا کہ جب تک الخبر کی مسجد نور میں رہتا ہوں عبادت کا پہلو غالب رہتا ہے

یہاں آکر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے ماحول کا اثر ہوتا ہے۔

(۴، محرم الحرام ۸۹ھ)

## بخاری کے بجائے القراءۃ الراشدہ پڑھانا

مفتی صاحب کی تفصیلی روداد معلوم ہوئی اور بہت مسرت ہوئی کہ آنکھ بہت اچھی بن گئی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ مجھے تو ان کی آنکھ کا بہت فکر ہو رہا تھا، افریقی احباب بھی افریقہ میں اپریشن کی تجویزیں کر رہے تھے، مگر میں نے یہ سمجھ کر کہ کلکتہ کا تجربہ ہے اس کی رائے نہیں، یہ سہرا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھا تھا۔ تم نے بھی بڑا ظلم کیا کہ دو ماہ کی درخواست دی رمضان کی کیوں نہ دی کہ وہ بجائے دارالعلوم میں بخاری پڑھانے کے تمہارے یہاں القراءۃ الراشدہ تو پڑھاتے مگر وہ، انھوں نے خود بھی نہیں پڑھی ہوگی۔

(۱۷، جنوری ۶۹ء)

## ایک شخص کے حضرت کے نام تین ماہ میں اسّی خطوط

میں نے بھی آپ کے کئی خط سنے تو واقعی یہ معلوم ہوا کہ آپ نے ایک خط لکھوا رکھا ہے اور اسی کی نقل ہفتہ میں ایک دو دفعہ بھیج دیتے ہیں، اس وقت آپ کے خطوط جو میں نے ہمیشہ اس ارادہ سے رکھوا دیئے کہ جواب لکھوں گا تو میرے کاتبوں نے اسی اسّی تین مہینہ کے گن کر بتائے جو سارے میں نے محفوظ رکھے ہیں اور ان کے مضامین میں بھی کوئی فرق نہیں میرے پیارے! اتنے پیسے آپ کسی دینی کام میں لگاتے، تو آپ کے لئے کیسے کام آتے، اگر آپ ہر خط پر یہ لکھ دیتے کہ صرف دعا مقصود ہے تو مجھے فکر نہ ہوتا، آپ کے سارے خطوں میں صرف ایک ہی مضمون ہے، آپ کی تعمیل حکم میں البتہ کبھی دریغ نہیں ہوا، پرسوں آپ کے تین خط ایک ہی مضمون کے پہنچے۔

## فضائل درود شریف کی برکت

تم نے اہل بدعت کا جو زور لکھا وہ تو عزیز من سب ہی جگہ ہے۔ اللہ



تعالیٰ ہی مدد فرمائے۔ ان لوگوں سے مناظرہ مجادلہ تو مناسب نہیں، البتہ اتباع سنت پر تقریریں اور ان کو اتباع سنت پر تاکید اور ان کے غیر متشدد لوگوں کو رسالہ فضائل درود شریف کثرت سے دکھاؤ، جس کی وجہ سے ان کو اپنے متشددین سے یہ کہنے کی گنجائش رہے کہ یہ لوگ محبت رسول کے مخالف نہیں۔ (۱۰، ذی قعدہ ۹۱ھ)

## آجکل لڑانے والوں کی کثرت ہے

تمہارے دو محبت نامے مورخہ ۲۱ اور ۲۳، اگست پہنچے، اور دوسرے میں دو اشتہار بھی تھے۔ میں اول ہی سے بار بار لکھ رہا ہوں کہ مناظرانہ روش سے جہاں تک ہو سکے احتیاط رکھنا، کہ آج کل یہ دور فساد کی وجہ سے نفع سے زیادہ نقصان دہ ہے، لوگوں کی طبیعتیں خیر کی طرف کم چلتی ہیں، شر کی طرف بہت زیادہ چلتی ہیں اور ایسے لوگوں کی بہت کثرت ہو رہی ہے جو دونوں طرف خلوص ظاہر کر کے طرفین کی باتیں مع حواشی دوسروں کو پہنچاتے ہیں، جن کو لڑوانے میں مزہ آتا ہے جو حالات تم نے لکھے ہیں وہ تو واقعی مجبوری کے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری اور تمہارے دوستوں کی مدد فرمائی۔ یہ تو مالک کا احسان ہے، کرم ہے، اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اپنے فضل و کرم سے تمہاری ہر نوع سے مدد فرمائے۔ (۹، اگست ۷۳ء)

## اہل بدعت کا مقابلہ درود شریف سے

اہل بدعت سے مقابلہ و مناظرہ کیا جاوے یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہا جائے۔ میرے تجربہ میں اہل بدعت کا توڑ تو درود شریف کی کثرت ہے (۷، مئی ۷۳ء)

## اشتہار بازی کی مخالفت

آج کل کی ڈاک سے تمہارا مرسلہ اشتہاروں کا پیکٹ بھی پہنچا، جس میں ...... کو بات کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے کام کرنے والوں میں اخلاص پیدا

فرمائے۔ اپنا تجربہ تو یہ ہے کہ آدمی ان سوالات، جوابات میں پھنس جاتا ہے تو کوئی ٹھوس کام نہیں کر پاتا، اس واسطے کہ ان سب کے جوابات وہ بھی شائع کریں گے اور تمہیں بھی جواب الجواب کی فکر ہوگی ورنہ قوم سر ہو جائے گی کہ ہمیں بیچ میں چھوڑ کر خود الگ ہو گئے۔ میں تو اسی وجہ سے اپنے یہاں والوں کو ان قصوں سے پھنسنے سے خاص طور سے روکتا رہتا ہوں اور نظام الدین والوں کے یہاں تو مستقل اصول ہے کہ جواب نہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اخلاص کی برکت سے اور دینی جدوجہد کی وجہ سے اس میں کامیاب فرمائے۔ اگر تم کسی چیز میں نہ پھنسو تو مضائقہ نہیں، امر خیر میں مشورہ اور دینی امور میں مدد کرنے کو کون روک دے گا مگر حالات دنیا کے آج کل ایسے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے کندھے پر بندوق چلانا چاہتا ہے۔ (۱۰ مئی ۸۳ء)

## مناظرہ ومجادلہ سے گریز

جماعت اسلامی والوں کے متعلق جو تم نے لکھا اس سے بہت مسرت ہوتی، اللہ تعالیٰ ہر باطل عقیدہ سے باطل عمل سے مسلمانوں کی اصلاح فرماویں۔ یہ میں نے پہلے بھی لکھا تھا، آئندہ بھی اس کا خیال رکھیں کہ مناظرہ مجادلہ کسی سے نہ کریں کہ اس زمانہ میں کوئی فائدہ نہیں کہ دونوں طرف نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، مخالف کی ہر بات کا جواب دینے کی فکر نہ کریں۔ ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں، یہ کہنا بہت سہل ہے کہ مجھے معلوم نہیں، علماء سے تحقیق کریں، ڈاکٹر علوی صاحب سے بھی تمہاری طرح گفتگو نہ ہوتی تو اچھا تھا، البتہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے رسالہ جو رد مودودیت پر ہے وہ عبدالرحیم کو لکھو کہ اکٹھا کر کے بھیج دے۔ میرے یہاں تو آجکل رہتے نہیں، دیوبند اور دہلی میں مل جاویں گے۔ عزیز عبدالرحیم کی آمد کی انتظار ہے۔ اگر مجھے یاد رہا تو میں بھی کہہ دوں گا اور میرے یہاں ہوگا اس کو بھیجوا دوں گا، داڑھی کے متعلق داڑھی کا فلسفہ حضرت مدنی کا اور داڑھی کی قدر و قیمت حضرت میرٹھی کا ہے دونوں بذریعہ رجسٹری ارسال ہے تم نے جو تقریر کی وہ صحیح تھی اور ان کے مسلک کی تعبیر کی وہ بھی صحیح کی لیکن میں تمہیں حضرت اقدس رائپوری



قدس سرہ کی طرح سے ہر چیز میں فریق بنانے سے بچانا چاہتا ہوں۔ (۲۶ جمادی الثانی ۰۰ھ)

## اشتہار بازی کون کرے؟

مبتدعین کی طرف سے تو مختصر اشتہارات مفصل پمفلٹ ہمیشہ ہی شائع ہوتے رہتے ہیں، تم نے خود بھی دو کا حوالہ لکھا ہے۔ ہندوستان میں تو ان کی اس قدر کثرت اور بہتات ہے کہ کوئی ڈاک اس سے خالی نہیں جاتی مگر ہم لوگوں کا طرز تو تمہیں معلوم ہے کہ بجائے ان فضولیات میں مشغول ہونے کے اپنے اہم دینی کاموں میں مشغول ہونا مفید سمجھتے ہیں، جو لوگ فارغ ہوں انھیں کوئی دوسرا دینی کام نہ ہو وہ اگر ایسے کاموں میں لگیں تو مضائقہ نہیں کہ سوال وجواب کرتے رہیں، مگر جن لوگوں کے متعلق دوسرے دینی اہم کام ہوں ان کا ان فضولیات میں لگنے سے اپنے کاموں کا نقصان ہوتا ہے۔ تمہارے متعلقین میں کوئی ایک دو آدمی ایسے ہوں جو اس کام کے لئے فارغ ہوں تو مضائقہ نہیں اگر تمہارے متعلق تو تدریسی سلوکی اصلاحی کتنے کام متعلق ہیں، تم اس میں اگر مشغول ہو گئے تو ان کاموں میں حرج ہوگا البتہ سیرت کے جلسے جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اتباع سنت پر زور ہو بغیر چیلنج اور بغیر مناظرہ کے مفید ہے۔ (۱۲ جون ۸۳ء)

## اختلافات سے گریز

اس سے قلق ہوا کہ تمہارے یہاں کے علماء کے لئے مستقل محاذ مودودیت کے خلاف بن گیا ہے۔ پہلے سے بدعتیوں کی مخالفت ہی کیا کم تھی کہ اب مودودیوں کی بھی شروع ہوگئی تم نے لکھا کہ اب جب کہ یہ مسئلہ چھڑ گیا تو اب اس کو نباہنا پڑے گا اس سلسلے میں بندہ کے خیال میں از خود پیش قدمی تردید میں نہ کریں، البتہ اگر کوئی دریافت ہی کر لے تو اول یہ کہہ کر دفع کریں کہ بھائی اختلافی چیزوں میں اس وقت پڑنا مناسب نہیں کہ اسلام کی متفق اور قطعی چیزوں کے درمیان میں کوتاہی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کو سنبھال لو۔

(۲۵ جمادی الاولیٰ ۹۱ھ)

## حکم، مشورہ اور استخارہ

تمہیں معلوم ہے کہ حکم دینے کی مجھے عادت نہیں، مشورہ بھی خصوصی احباب کو دیتا ہوں، ورنہ راستے متبلی بہ اور استخارہ پر چھوڑ دیتا ہوں، اس کے باوجود اگر تمہاری رائے جانے کی نہیں ہے تو تمہیں اختیار ہے اس پر نہ مجھے گرانی ہو گی نہ ناراضی، البتہ وجوہ بالا کی بنا پر مشورہ اب بھی جانے کا ہے۔

(۱۲، رجب ۹۱ھ)

## علمی خدمات اور خلوت پسندی

تم نے لکھا کہ بار بار تقاضا ہوتا ہے کہ کہیں یکسوئی میں رہوں، اس ناکارہ کو بھی یہ تقاضا پیش آچکا ہے۔ اپنی ابتدائی بیعت کے زمانے میں اپنے حضرت سے کئی دفعہ اجازت لی کہ چھ ماہ مدرسہ سے چھٹی لے کر کہیں جا کر ذکر شغل کروں، مگر میرے حضرت نے اس کی اجازت نہیں دی، یہ حالت تو مبارک ہے، اگر دینی مشاغل اور علمی مشاغل کے مقابلہ میں کم ہے، علمی مشاغل زیادہ اونچے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے درثمین میں بھی لکھا ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رشتہ میں بھی آپ کے قریب اور تصوف کے سارے سلسلے بھی انہی سے چل رہے ہیں تو پھر شیخین کی افضلیت کیوں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ان دونوں سے ظاہر دین کی حفاظت ہے، درثمین میں اصل سوال وجواب کو دیکھ لیں تو اچھا ہے۔

(۲۲، جنوری ۸۰ء)

## اپنی مرسلہ کتابوں میں تصرف کی اجازت

ایک ضروری امر یہ ہے کہ میری مرسلہ کتابوں میں تمہیں اختیار ہے جس طرح تمہارا جی چاہے تصرف کیجئے فروخت کر دو یا کسی کو مفت دو یا مرکز میں وقف کر دو اور فروخت شدہ قیمت میں بھی تمہیں اختیار ہے اپنی مسجد کے کسی کام میں خرچ کر دو یا اپنی ذات پر یہاں بھیجنے کی ضرورت نہیں، اگر بھیجنا ہی ضروری سمجھو تب بھی اپنے پاس



محفوظ رکھو ممکن ہے کہ رمضان کے بعد حجاز کا سفر ہو جاوے تو اس وقت کارآمد ہو جاوے گی (۲۹ صفر ۹۰ھ)

## والدین کی ناراضگی اور دارین کا نقصان

اس سے بہت قلق ہوا کہ آپ کے والد صاحب آجکل آپ سے خوش نہیں ہیں، اس کا بہت زیادہ اہتمام کریں کہ والد صاحب خوش ہو جائیں والدین کی ناخوشی دین و دنیا دونوں میں نقصان دہ ہے، خوشامد، منت سماجت اور جن امور سے وہ ناراض ہیں اگر وہ دینی نہیں ہیں تو حتی الوسع ان سے بچنے کی بھی کوشش کریں اور ان سے معافی بھی مانگتے رہیں، اس میں آپ کی کوئی توہین اور ذلت نہیں ہے۔

(۱۹ مئی ۸۰ء)

## والدہ سے حسن سلوک کی تاکید

انھوں نے تمہاری یہ شکایت لکھی ہے کہ تم نے ...... پہنچنے کے بعد اپنی والدہ کو کوئی خط نہیں لکھا، میرے خیال میں یہ دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ والدہ کی خدمت میں بہت اہتمام سے وقتاً فوقتاً خط بھی لکھا کریں، پیسوں کی تو بظاہر ضرورت نہیں، مگر کوئی جانے والا مل جائے تو اس کے ہاتھ کوئی مختصر سی چیز والدہ کے لئے ضرور بھیجتے رہا کرو (۱۳ مئی ۸۰ء)

## اویس قرنیؒ کا اسوہ

البتہ یہ بات موجب تسکین ہے کہ یہ سب والدہ کی خوشنودی اور ان کی ملاقات کے شوق میں ہے۔ اور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی خدمت کی وجہ سے سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے اور اس پر بھی افضل التابعین۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ تمغہ ملا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دعا کی وصیت فرمائی اس لئے میرے پیارے، جتنی پریشانی ہو رہی ہے اس کو

والدہ کی خدمت اور رضا کی مد میں شمار کر کے انشاء اللہ ترقیات کے امیدوار رہنا۔ میں نے مولوی ...... کی زبان سے یہ خبر سن کر کہ تمہاری والدہ بھی اس سال تمہارے ساتھ حج کا ارادہ کر رہی ہیں بہت ہی مسرت کیا تھا۔ تاکید اور ترغیب کا خط تمہارے ذریعے سے تمہاری والدہ کی خدمت میں لکھا کہ ضرور ارادہ کریں اور ساتھ ہی عزیز ...... کو بھی لکھ دیا تھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کو تمہارے اور تمہاری والدہ کے ساتھ حج کرا سکے تو بہت ہی اچھا ہے کہ اس کی اہلیہ کو تمہاری اور تمہاری والدہ کے ساتھ دین و دنیا دونوں کی صلاح و فلاح نصیب ہوگی (۱۰ ذی قعدہ ۹۲ھ)

## صلہ رحمی کی تاکید

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے صل من قطعک واعف عمن ظلمک، اور اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں جو آپ کو زیادہ معلوم ہیں۔ میں نے تو اپنے بعض دوستوں اور بزرگوں سے ایسی حالت میں مصافحہ کیا کہ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور انھوں نے منہ پھیر لیا (۱۳ ستمبر ۶۳ء)

## بدخواہ کے ساتھ سلوک

حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد سے اکابر کے اختلاف بھی سنے اور واقعے بھی، خود اس ناکارہ کے متعلق ایک مخلص دوست نے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں میری طرف سے یہ نقل کیا تھا کہ وہ یوں کہتا ہے کہ تھانہ بھون میں کیا رکھا ہے۔ بیعت ہونا ہو تو حضرت مدنی سے ہو۔ میں نے اس مرحوم کے مرنے تک بھی اس کا ذکر نہیں کیا کہ تم نے یہ کہا، افوض امری الی اللہ کہہ کر چپ ہوگیا (۵ اپریل ۷۳ء)

## شکایت کی ذاتی تحقیق

مجھے میرے دوستوں سے جلدی شکایت نہیں ہوتی تاوقتیکہ میری ذاتی تحقیق میں کوئی ناجائز بات دیکھنے سنے، محض روایات پر عمل نہیں ہوتا۔ حضرت رائپوریؒ کا ارشاد سر آنکھوں پر اور صحیح مگر



یہ ناکارہ ان میں نہیں وہ اور ہی لوگ ہیں جن کے قلبی تکدر کا اثر پڑتا ہے (۱۰ جولائی ۷۳ء)

## مجرموں کا پکڑا جانا موجب مسرت نہیں

اس سے مسرت ہوتی کہ مسجد والے قصے کے وہ مجرم پکڑے گئے، مجرموں کا پکڑا جانا موجب خیر تو ضرور ہے، اللہ کا شکر ہے لیکن موجب مسرت نہیں ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں، ایسی چیزوں پر مسرت ہونا اپنے لئے خطرناک ہوتا ہے۔

## مجھے مظاہر حق کی اردو پسند ہے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہاری کتاب کو بہت نافع بنائے میں تو خود اردو سے واقف نہیں اور مجھے موجودہ اردو کی عدم واقفیت پر کچھ قلق بھی نہیں لیکن مولوی تقی کی رائے تمہاری کتاب کے متعلق یہ ہے کہ موجودہ اردو کے موافق نہیں بعد ان کی اصلاحات بھی بہت لمبا کام تھا، میں نے تو ان سے کہہ دیا تھا کہ میں تو کچھ زیادہ عالم ہوں نہیں مجھے تو موجودہ اردو سے مظاہر حق کی اردو اچھی لگتی ہے۔

(۱۵ ذی قعدہ ۹۳ھ، ۱۰ جنوری ۷۳ء)

## ایک خاص دعا کا اہتمام

میری بڑی خاص دعا، اور سب کو معلوم ہے بعد بہت اہتمام سے کہ مدینہ ہندوپاک کسی جگہ میں نے نہیں چھوڑا کہ یا اللہ مجھ سے کسی کو اذیت پہنچی ہو یا مارا ہو، گالی دی ہو، مجھے تو اپنے کرم سے معاف فرما اور اسے اپنی شایان شان دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرما۔ یہ تو تمہیں بھی معلوم ہوگا کہ یہ حدیث پاک کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو درجات قرب سے زیادہ سے زیادہ نوازے ہماری تعلیم کے لئے کوئی چیز چھوڑ کر نہیں گئے، اور اسی لئے تم جیسے دوستوں کو جو کہ میری طرف سے تکلیفیں پہنچیں یا پہنچ رہی ہیں، اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جتنی بھی تکلیفیں میری مار پیٹ یا ڈانٹ کی ہوئی ہیں وہ بہترین جزا میں گی کہ تم بھی یک

یاد کرو گے کہ اور تکلیفیں کیوں نہ پہنچیں (۲۸ جمادی الثانیہ ۹۱ھ)

## حضرت کے اسفار اشارۂ غیبی سے ہوتے تھے

اگرچہ کہنے کی بات نہیں لیکن اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ساتھ ساتھ ہوں۔ اس لئے براہ راست مالک سے کہو، اللہ کے نزدیک جو خیر ہو اس میں بندہ کو کیا انکار ہے۔ میرے پیارے! میں پھر کہتا ہوں کہ میں تو ان چیزوں کو براہ راست کہتا ہوں اور راضی برضا ہوں۔ اللہ کے نزدیک جو خیر ہیں اس کے اسباب پیدا فرماتے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ تمہارے یہاں کے احباب نے میری بہت عزت افزائی کی اور رمضان کا نمونہ شروع ہو گیا۔

## سفر کیلئے اشارۂ غیبی کا انتظار

یہاں ابھی مبشرات بھی شروع نہیں ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی ارشاد ہو تو لکھو اپنی خواہشات مت لکھو۔ یہ صحیح ہے کہ سب کچھ مالک کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حسن ظن کو اور محبت کو میرے لئے موجب خیر بنائے۔ خدا کرے تم جلد آجاؤ تو ایک زور لگانے والا اور ہو جائے گا۔ (۱۲ فروری ۸۰ء)

## مَیں نے تو عمر معاصی میں گذاری

آپ نے لکھا کہ سو تک عمر عادی ہوتی ہے ہم نے تو سنا تھا کہ اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ میرا ضعف و نقاہت سفر کا متحمل نہیں، میں تو اسی میں اتنا ضعیف ہو گیا کہ بیٹھنا بھی مشکل ہے۔ میرے پیارے! میری بیماری کی خبروں پر گریہ ہرگز مناسب نہیں یہ تو کفارہ سیئات ہے۔ ساری عمر معاصی میں گزاری اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کو معاف کر دے۔

## حُسن ظن کا آسرا

یہ ناکارہ بھی صرف اکابر اور دوستوں کے حسن ظن پر امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم



سے دوستوں کے حسن ظن کی لاج رکھ کر اس سیاہ کار کو بھی کسی قابل بنا دے۔ (۲۰ ربیع الثانی ۹۱ھ)

## حرمین کی حاضری اور گندگی کا استحضار

آپ کے مکاشفات کا تو میں یقیناً قائل ہوں اس لئے کہ اس سے پہلی حاضری پر بھی تم نے ایک سال پہلے سے اپنے مکاشفات لکھنا شروع کر دیئے تھے لیکن اپنی ظاہری و باطنی حالت دونوں اس وقت سے بہت زیادہ گری ہوئی ہیں اور اب مولانا یوسف صاحب[۱] جیسا جرثقیل بھی کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ تاہم اگر تم حضرات دوستوں کی کشش ہے تو اس سیہ کار کو بھی ضد نہیں ہے مگر ظاہری حالات بالکل اس وقت کی حاضری کے موافق نہیں ہیں۔

## عدم حاضری کی توجیہ

حج میں آنے والوں کے نام ۱۵ شعبان کو ملأ اعلیٰ پر طے ہو جاتے ہیں۔ ان میں میری بداعمالیوں کی بنا پر میرا نام نہ آسکا۔ (۲۳ ذیقعدہ ۸۹ھ)

## بُلاوے کیلئے منٹ گننا

اس تیرے خط سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی بلکہ تمہارے جذبے سے کچھ حاضری کی امید بندھ گئی جس کی اپنی سیئات کی وجہ سے ناامیدی تھی اور ہے۔ آپ نے اپنی زندگی سے مایوسی لکھی اس میں تو اس ناکارہ کا قدم آپ سے بہت آگے ہے، ہر وقت سوچتا ہوں کہ نہ معلوم کے منٹ کا ہوں! تم نے اپنے گندے حالات کا جو ذکر کیا ہے وہ موجب مسرت ہیں مگر یہ چیزیں لکھنے کی نہیں ہوتیں، صرف سمجھنے کی ہوتی ہیں۔ رمضان میں جو حدیث اس ناکارہ نے شب قدر کے سلسلہ میں بیان کی تھی اس پر تو مجھے بھی تعجب ہے اس لئے کہ ایک ہزار کے قریب ان چھ ماہ میں اس ناکارہ کے حج کے متعلق خوابات آئے ہوں گے۔ اب ان کے متعلق اس کے

---

[۱] حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی سابق امیر تبلیغ۔

سوا کیا کہہ سکتا ہوں کہ مخلص دوستوں نے جو اس سال کثرت سے اس سیہ کار کی طرف سے حج کئے ہیں وہی شاید مراد ہوں، تم نے پیران پٹر کا بھی ایک مقولہ لکھا وہ مقولہ تو اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر قضیہ کا صغریٰ صحیح نہیں ہے، اس ناکارہ کا شمار اولیاء میں تم دوستوں کے حسن ظن سے مالک کر دے تو اس کا کرم ہے لیکن اپنی حالت ایسی نہیں، دعاؤں کا بہت ہی محتاج ہوں، اور روضۂ اقدس پر حاضری کی اجازت کا بھی۔ اپنی حاضری کا مسئلہ بالکل سمجھ میں نہیں آیا اس کے سوا کیا کہوں؟ کہ اللہ جل شانہ خیر کا معاملہ فرماتے۔ (یکم محرم الحرام ۸۸ھ)

## میری حالت حاضری کے قابل نہیں

اس سیاہ کار کی حاضری کے بارے میں جتنا بھی مشورہ ہو قرین قیاس ہے کہ میری حالت حاضری کے قابل نہیں، کس منہ سے حاضر ہوں، مگر تم دوستوں کی تمنا اور شوق پر امید باندھے بیٹھا ہوں، تم نے لکھا کہ اس مرتبہ تیری آمد کے متعلق سارے خوابات غلط ہو گئے، اس کا تو مجھے بھی تعجب ہے کہ چھ ماہ میں تقریباً ایک ہزار سے زائد خطوط میرے حج کے موقع پر حاضری کے آتے ہوں گے۔ جہاں تک شوق کا تعلق ہے کوئی مسلمان ایسا ہو گا جس کو حاضری کی تمنا نہ ہو گی، گندگیاں تو سب پر غالب ہیں، تم نے مقامات اجابت پر اس سیہ کار کو دعاؤں میں یاد رکھا، اللہ تعالیٰ ہی بہترین جزائے خیر عطا فرما دے۔

(۲۸ ذی الحجہ ۸۸ھ)

## قدم بوسی کی ممانعت

قدم چومنے کا خیال تو آپ کی محبت کا ثمرہ ہے۔ اس کا کبھی ارادہ نہ کریں۔ وہ قدم الٹے ہیں جو چومے جائیں (۲۴، شوال ۹۲ھ مد ۴۶)

## میرے پاس کوئی عمل نہیں

تم دوستوں کے لئے دعا سے بالکل غافل نہیں ہوں، تمہاری ترقی کو اپنے لئے موجب صلاح و فلاح سمجھتا ہوں کہ اپنے پاس تو کوئی عمل ہے نہیں، تم ہی دوستوں کے حسن ظن اور تمہارے



اعمال حسنہ پر امید لگائے بیٹھا ہوں۔ (۲۲ جون ۷۰ء)

## میرے پاس زادِ آخرت کچھ نہیں ہے

اس ناکارہ کی طبیعت بدستور بلکہ روز افزوں خراب ہی چل رہی ہے، اب تو صحت و قوت کے بجائے مغفرت اور حسن خاتمہ کی دعا کا زیادہ محتاج ہے کہ سفر آخرت قریب ہے مگر زادِ راہ کچھ نہیں (۱۰ فروری ۷۰ء)

## تصوف کے اس مقام تک میں نہیں پہنچا

البتہ بہر لحاظ اگرچہ میری حیثیت اور دماغ سے بہت اونچا ہے اس لئے کہ ناکارہ سیہ کار تصوف کے اس مقام تک نہیں پہنچا جہاں تک جناب کی پرواز ہو چکی ہے، نہ مکاشفات کبھی نصیب ہوئے، نہ الہامات کا کبھی زور ہوا، آپ پر ماشاء اللہ واردات کا زور ہے، آج کے پہلے کے آپ کے سارے مکاشفات کو تو آپ نے بھی دیکھ لیا اور میں نے بھی، اس والا نامے میں جو آپ نے مکاشفات اور قلبی الہامات کا زور لکھا ہے اللہ کرے کہ وہ پورے ہو جاویں (یکم محرم الحرام ۸۸ھ)

## میری حالت بیعت کے قابل نہیں

جب مرشدی قدس سرہ نے اس ناکارہ کو اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ وہاں ہی موجود تھے، میں نے حضرت کے پاؤں پکڑے تھے کہ اللہ کے واسطے اظہار نہ فرماویں، اور یہ کوئی تصنع نہ تھا، اللہ کی قسم مجھے اب تک شرح صدر نہیں ہے کیونکہ میری حالت واقعی اس قابل نہیں ہے۔ مگر حضرت نور اللہ مرقدہ کی جواب دہی کے ڈر سے اب تک بیعت کر رہا ہوں (آپ بیتی ۲ ص ۱۳۱)

## حدیثِ شؤم کی تشریح

تمہارے خالو نے بتلایا کہ اس ناکارہ کے ساتھ پیش آیا حادثہ ہے مگر مولوی یوسف نے منع کر دیا، میرے خیال میں یہ شؤم میں داخل نہیں بلکہ کار کی خرابی ہے کہ جس کو کوئی بہت ماہر ہی پہچان سکتا ہے

کوئی باریک پرزہ ایسا ہے جس میں رکاوٹ نہیں پھسلاؤ ہے، جس کی وجہ سے کار بے قابو ہو جاتی ہے۔ تمہیں وہ والی حدیث یاد ہوگی کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اس گھر میں جب سے آئے ہیں کوئی نہ کوئی بیمار رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیچنے کی اجازت دے دی، جس کی وجہ مکان کی آب و ہوا کی خرابی تجویز کی جاتی ہے۔ اسی بنا پر میں نے تمہیں سابقہ گھر بیچنے کو لکھا تھا (۸ر اگست ۶۲ء)

## حدیث کے ترجمہ میں احتیاط

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ یہ مبارک کام تم سے لے لے، مگر ترجمہ کا کام بہت مشکل ہے، خاص طور سے حدیث پاک کا کہ کوئی غلط چیز ترجمہ کی غلطی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے (۳ر مارچ ۶۸ء)

## شادی کے اسراف پر نکیر، خدام کی دلجوئی

تمہارے یعقوب کا نکاح ہوا بڑی دھوم دھام ہوئی۔ یہ تو شرعی نکاح تھا، ضابطہ کا نکاح قاضی کی مجلس میں زوجین جائیں گے، اور ایجاب و قبول کریں گے۔ بڑے زوردار کارڈ چھپے تھے، مجھے تو کیا ملتا میرے ساتھیوں کو بھی نہیں ملا، بہت کوشش سے بہت تدبیروں سے ایک کارڈ تمہارے پاس بھیجنے کے لئے حاصل کیا کہ اصل خوشی تو تمہیں ہی ہوگی، مجھے تو اس سارے اسراف پر بڑا غصہ آیا، اسی لئے میرے پاس تو مانگنے پر کارڈ بھی نہیں دیا کہ اصل خوشی تو تمہیں ہی ہوگی اور میرے نکیر پر تمہیں شاید غصہ بھی آوے، معاف کیجو۔ میرا مقصود تو صرف یہ کارڈ بھیجنا تھا مگر خوش قسمتی سے کل تمہارا لفافہ بھی پہنچ گیا۔ ایک کارڈ دو ریال میں چھپا ہے۔ کاش یہ سارا اسراف کسی دینی کام میں خرچ ہوتا اور دولہا دولہن کے لئے کتنا کام آتا (۹ر مارچ ۶۸ء)



## مزارات پر حاضری

جب کہ سید صاحب کے مزار پر بہت سکون معلوم ہوا تو کبھی کبھی جانے میں مضائقہ نہیں، لیکن حتی الوسع اس کی کوشش کریں کہ مجمع کے ساتھ نہ جائیں تنہا جایا کریں، حاضری کے آداب کوئی خاص نہیں ہیں، دعا مغفرت اور کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا کریں (۲۰ر ذی الحجہ ۸۸ھ)

## حضرت شیخ کے متعلقین کیلئے بشارت

حضرت مولانا ادریس صاحب کے ایک مخصوص مرید صوفی خشی مجذوب قسم کے آدمی صوفی مجیب الرحمٰن ہیں جو عرصے سے مکہ میں مقیم ہیں، مولانا مرحوم کے وصال کے بعد انھوں نے مجھے سہارنپور خط بھی لکھا تھا کہ مولانا نے مجھے تیری طرف متوجہ کیا، میرے آنے کے بعد سے میری طرف سے بہت ہی کثرت سے طواف کر رہے ہیں، اللہ جل شانہ جزائے خیر دے، مکہ میں ایک دن انھوں نے کہا تھا کہ میں نے آج رات تیری طرف سے ۳۰ طواف کئے، مجھے تو بہت مبالغہ معلوم ہوا مگر ماموں یامین اور کئی احباب نے تصدیق کر دی کہ یہ تو رات بھر طواف کرتا رہتا ہے سوتا نہیں۔ پرسوں ان کا خط آیا انہوں نے لکھا ہے کہ مولانا مرحوم کو خواب میں دیکھا تھا کہ مجیب الرحمٰن سن میں نے مولانا زکریا صاحب کو اپنے مریدوں سے کہتے ہوئے سنا کہ عمل کرتے رہو تم بادشاہ ہو جاؤ گے اور میں آرام کرنے جا رہا ہوں فقط۔ بالکل صحیح فرمایا دنیا کے نہیں تو آخرت کے بادشاہ تو ہو ہی جاؤ گے، خود بھی اہتمام فرما دیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والوں کو بھی تاکید فرماتے رہیں، تم دوستوں کے لئے بہت ہی اہتمام سے دعائیں کرتا ہوں بالخصوص جن کو اجازت دے رکھی ہے بہت ہی اہتمام سے دعائیں کرتا ہوں (۳۰ر جون ۶۹ء)

## اخبارات سے نفرت اور امت کا درد

اخبار سے طبیعت ہٹ گئی بہت ہی اچھا، بہت ہی لغو اور فضول چیز ہے میں نے تو عمر بھر میں کبھی نہیں دیکھا اور بہت ہی نفرت رہی لیکن ۴۸ء کے ہنگامہ

نے اس قدر مضطرب کیا کہ اس زمانہ اپنا یہ گیا، جو اخبار آتا وہ ہمارے عشاء تک میرے پاس جمع ہو جاتے صرف یہ دیکھنے کے واسطے کہ مسلمانوں پر کہاں کیا گذر رہا ہے، اس کے بعد دسمبر سنہ سے نزول آب کا سلسلہ ہو گیا تو وہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا، البتہ اتنا جی اب تک بھی چاہتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کا کہیں تکلیف کی خبر ہو تو وہ مجھے سنائی جائے (۱۵ شعبان سنہ)

## آپس کے اختلافات میں وسعت قلبی

میرے دوستو! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کو چودہ سو سال گذر گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ما من عام الا والبعدہ شر منہ کو نظر و ملحوظ رکھنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی شرور نفس سے محفوظ فرمائے اور میرے دوستوں کو بھی۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا۔ مجھ سے تو بے فکر رہیئے۔ میں تو مشاجرات صحابہ کے بعد ان چیزوں میں بڑا وسیع القلب ہو گیا ہوں،

(۹ اپریل سنہ)

## رمضان المبارک میں بات کرنے پر پابندی

جس طرح میری تمنا سارے بڑر میں رہتی ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ رمضان میں بات چیت فضول نہ ہو، آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ میرے یہاں کھانے پینے میں کوئی تنگی نہیں ہے بات کرنے کو سخت مضر اور نقصان سمجھتا ہوں (۵ جون سنہ)

## معاصی کی کثرت پر سزا کا کوڑا

احمد آباد کے فسادات کے متعلق تو تمہارا مفصل خط اور دوسرے احباب کے خطوط بھی کثرت سے پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے حال پر رحم فرماوے، تمہارے بھائی نے جو عزیز یوسف کو گجراتی میں خط لکھا ہے معلوم نہیں تم نے اس کو پڑھایا نہیں، دوسرے احباب کے خطوط میں بھی اس کی ابتداء تفصیل سے آئی ہے ہم لوگ جب گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اس وقت تو آنکھ بند کر دیتے ہیں لیکن جب کوڑا پڑتا ہے تو روتے ہیں۔ پس اس سلسلہ میں



جہاں تک ہو سکتا ہو توبہ استغفار درود شریف صدقہ مخفیہ کی دوستوں کو تاکید ضرور کرتے رہیں اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ اس سیہ کار کے لئے بھی دعا کرتے رہیں کہ ہر وقت معاصی میں مبتلا ہے (۱۲ اکتوبر سنہ)

## کتب فضائل کا مذاکرہ ہمیشہ رہنا چاہیئے

آپ نے بہت اچھا کیا کہ فضائل حج کا مطالعہ شروع کر دیا حج کے ایام میں تو اس کا مطالعہ مفید ہے کسی خاص کتاب کی تعیین نہیں فضائل کی کتابوں کا سلسلہ مسلسل چلتا رہنا چاہیئے البتہ اس وقت یہ زیادہ اہم ہے اس کو زیادہ اہتمام سے دیکھیں۔ (۱۰ ذی الحجہ سنہ)

## حج کی عدم حاضری کا قلق

خوش قسمتوں پر بہت ہی رشک آرہا ہے آپ پہنچ گئے اور مولانا منظور صاحب پہنچ رہے ہیں مگر جو محرم ہم مدارسہ میں داخل ہوں وہ بجز رنج و قلق کے اور کیا کریں، ہم خوامخواہ اشارہ ہے اس شعر کی طرف۔

زمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو بیرون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

(۱۹ ذی قعدہ سنہ)

## مراقبہ دعا

مراقبہ کی اجازت ہے اور مراقبہ دعائیہ مناسب ہے جس کی صورت یہ ہے کہ آنکھیں اور منہ بند کر کے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت اور عشق اور امت مرحومہ کے حال پر رحم کی دعائیں کرتے رہیں۔

## معمولات بقدر تحمل

بیماری شرعی اور قوی عذر ہے اس کی وجہ سے اگر ذکر میں تاخیر ہو جاوے تو کچھ حرج نہیں۔ معمولات پر

پابندی جتنی سہولت سے ہو سکتی ہو کرتے رہیں تحمل سے زائد ہرگز نہ کریں۔

## ذکر میں سینہ پر بوجھ

سینہ کے بوجھ کے متعلق زبانی بھی کہا تھا کہ جب ایسی صورت ہوا کرے تو ذکر مؤخر کر کے درود شریف پڑھ لیا کریں۔

## پاسِ انفاس کی مقدار

پاس انفاس اور مراقبہ ابتداء میں تو ۱۰، ۱۵ منٹ کافی ہے اس کے بعد دلبستگی اور ذوق سے اضافہ ہو سکتا ہے۔

## ذکر سے پہلے کی دُعا

ذکر سے پہلے حضرت مدنی کے ملفوظات میں جو دعا ہے اس کو اَللّٰھُمَّ بِجَاہِھِمْ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ سِوَاکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ ضرور پڑھ لیا کریں میری طرف سے بھی اجازت ہے۔

## ذکر میں دِل نہ لگنا

آپ نے لکھا کہ نہ اعمال میں دل لگتا ہے نہ عبادت میں اس کی پرواہ نہ کریں، اہتمام سے معمولات روز کرتے رہیں۔ انشاء اللہ دل بھی لگ جائے گا۔

## ضعفِ دماغ کی رعایت

تم نے لکھا کہ ماہ مبارک سے ذکر بالجہر میں اسم ذات ایک ہزار کا اضافہ کر دیا جب کہ حفظ قرآن کی تکمیل بھی شروع کر دی ہے تو پھر ذکر میں اضافہ مناسب نہیں، دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے۔

## علماء کو نصیحت

مگر میری ایک نصیحت یاد رکھو کہ مولوی کو بے تکلفی سے چاہے دنیا کی ہو یا دین کی بلکہ بالخصوص دین کے مجمع میں کوئی ایسی گفتگو یا حرکت اپنے تعلقات کے اظہار کے واسطے ہرگز نہ ہونا چاہیئے جس سے لوگوں میں ان کی وقعت گرے یا ان کے معتقدین بداعتقاد اور گستاخ بنا دیں۔



## ردِ باطل کا صحیح طریقہ

مودودی جماعت کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ ہنگامے اور مخالفت کے بازار گرم نہ کئے جاویں کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پہلے ہی سے بہت ہے۔ البتہ تم سے کوئی اپنی رائے کے متعلق پوچھے تو صفائی سے کہہ دو لیکن ان کے خلاف ہنگامے اور جلوس غیر مفید بلکہ مضر ہے اور فضول لوگوں کی ہم نشینی سے احتراز بہت اہم چیز ہے۔

## تصوّرِ جاناں

ایک بجے اپنی جماعت کر کے لیٹ جاتا ہوں، اپریشن کی معذوری کی وجہ سے مسجد میں جانے کی نوبت نہیں آتی، چارپائی پر نماز پڑھتا ہوں ۵ ½ پر عصر کی اذان ہے، نیند تو کبھی بالکل نہیں آتی، کبھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ آتی ہے لیکن میں تصور جاناں کئے ہوئے پڑا رہتا ہوں۔ ؎

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

## ترکِ طعام

تمہارا یہ خیال کہ یہ کھانا پینا فرعونی فعل ہے شیطانی اثر ہے کسی طبیب کے مشورہ سے دماغ پر مالش کے لئے تیل وغیرہ بھی ضرور تجویز کرانا۔

## رمضان کا اہتمام

اب تو ماہ مبارک شروع ہونے والا ہے اس ماہ میں خط لکھنا تو درکنار سننا بھی دشوار ہے آئندہ کوئی خط لکھیں تو رمضان بعد لکھیں، احباب کو بھی تاکید کرتے رہیں کہ کوئی وقت ضائع نہ کریں، اس ناکارہ کا رسالہ فضائل رمضان لوگوں کو سنا سکتے ہیں تو ضرور پیش کریں۔

## کھانا اجتماعی بہتر ہے مگر وقت ضائع نہ کیا جائے

اگر اجتماعی کھانے کے درمیان میں وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے تو یقیناً انفرادی کھانا چاہیئے لیکن اگر اہتمام اور کوشش کی جاوے تو

اجتماعی کھانے میں بھی وقت کی گنجائش نکل سکتی ہے، اور اجتماعی کھانے کی برکت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا خیال رکھا جائے کہ کھانے میں باتیں نہ کی جاویں۔

استنجا کے وقت اور بیوی کے ساتھ مجامعت کے وقت عمداً تو کوئی پاس انفاس نہیں کرنا چاہیئے بے ارادہ ہو جائے تو حرج نہیں جب پاس انفاس بیٹھ کر اہتمام سے کیا جائے تو قبلہ رخ ہو کے کرنا چاہیئے۔ ویسے دیگر اوقات میں چلتے پھرتے ہو تو ضروری نہیں۔

آپ نے پورے سال روزے رکھنے کا ارادہ کیا، بالکل سمجھ میں نہیں آیا، یہ میرے نزدیک بالکل مناسب نہیں۔ آپ نے قسم کا کفارہ ایک سال کا روزہ معلوم نہیں کون سی شریعت سے سنا، اس وقت میرے پاس مفتی اسمٰعیل کچھولوی جو عید کرنے یہاں آئے ہوئے بیٹھے ہیں وہ چونکہ زوردار مفتی ہے ان کے فتاوی سے میں بھی نہیں چھوٹا ان سے پوچھ لیا کہ وہ شاید تشدد کی راہ بتائیں مگر انھوں نے بھی ۳ ہی روزے بتائے بہرحال سال بھر روزے کا ہرگز ارادہ نہ کریں۔

## عشرۂ ذی الحجہ کا اعتکاف

اس ناکارہ نے بھی رمضان کی قضا میں دوستوں کے اصرار پر عشرۂ اول ذی الحجہ کا اعتکاف مدرسہ قدیم کی مسجد میں کر لیا تھا جس میں خصوصی احباب مولانا منور صاحب، بھائی جمیل حیدرآبادی مولوی عبدالرحیم، مفتی اسمٰعیل قابیل تقریباً ۳۰ نفر تو مستقل ہو گئے تھے اور جو ایک دو دن کے لئے ہوتے رہتے تھے وہ ۱۰۰ تک پہنچ جاتے تھے۔

## برقع پر مبارک باد

اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ کی اہلیہ محترمہ نے برقع شروع کر دیا، بندہ کی طرف سے انکی خدمت میں سلام مسنون، مبارک باد اور بہت بہت شکریہ ادا کر دیں، اصل میں رواج کو دخل ہے چونکہ گجرات میں بھی رواج اس کا کم ہے اس لئے وہاں کی عورتوں کو بار ہوتا ہے اور یہاں چونکہ اس کا رواج بہت ہے اس لئے ۸، ۹ برس کی بچیاں بھی باہر نکلنا از خود چھوڑ دیتی ہیں اور کہتی ہیں



کہ مردوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں کی عورتوں کو بھی حفظ و امن میں رکھیں کہ بے پردگی کا تو بہت ہی زور چل رہا ہے۔

## اختلاطِ مضر

حتی الوسع یکسوئی کا اہتمام رکھیں اختلاط زیادہ نہ رکھیں کہ بے ضرورت اختلاط کچھ مضر ہی ہوتا ہے مفید تو ہوتا نہیں۔

## اختلاطِ مفید

اہل کا اختلاط مضر نہیں بلکہ مسنون ہے میں نے جس اختلاط سے منع کیا تھا، وہ عام لوگوں کا اختلاط ہے۔ البتہ تبلیغ تو کوئی اختلاط نہیں ہے یہ تو دین کا کام ہے۔

مشغلہ کے متعلق میرا تو خیال ہے کہ حدیث پاک کا مطالعہ کیا کرو کہ وہ بہت مفید ہے بالخصوص کتاب الزہد آداب وغیرہ مشکوۃ شریف، بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث سے۔

## اجتماعی ذکر

مولوی عبدالرحیم کی تجویز کہ ذکر اکٹھے کیا کریں بہت مناسب ہے مگر میں تو پہلے سے آپ ہی کے خطوط کی وجہ سے یہ سمجھ رہا تھا کہ تم قاری محمد یوسف وغیرہ احباب اکٹھے ہی کرتے ہوں گے۔ بہرحال یہ تجویز مناسب ہے کہ سب اکٹھے ہی کر لیا کریں۔

## پاس انفاس اور مراقبہ میں مشقت نہیں

معمولات کی پابندی کا ترقی کا زینہ ہے جہاں تک ہو سکے پابندی کا اہتمام ضرور کیا کریں مگر اپنے دماغ کی رعایت ضرور کریں، خاص طور پر ذکر بالجہر میں دماغ کی رعایت کی بہت ضرورت ہے۔ پاس انفاس اور مراقبہ تو زیادہ مشقت کی چیز نہیں اور نہ ان میں زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے، ان سب اشغال کا ایک قاعدہ ہے کہ اگر شروع نہ کیا جائے تب تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن شروع کرنے کے بعد اس کا چھوڑنا بے برکتی اور بسا اوقات مضرت کا سبب ہوتا ہے جیسا کہ طب جدید میں بعض دوائیں شروع کرنے کے بعد چھوڑنا بالخصوص جن سے اور مرض کا جوش آجائے اور مزاج نہ ہو اور ۔۔ میں ۔۔ جائے

تو بسا اوقات نئے نئے امراض پیدا کرتا ہے آج کل میرے متعلق بھی بعض طبیبوں کی یہی رائے ہے کہ تو نے ہمدرد شفاخانہ کا جو علاج شروع کیا تھا اسے قبل از وقت چھوڑنے سے معزت ہوئی کہ مادہ تو اکھڑ گیا تھا اور دستوں سے اس کا اخراج ہو رہا تھا مگر میں رمضان المبارک کے ڈر کے مارے کہ اس میں دستوں میں دقت ہو گی چھوڑ دیا تھا

## مجالس ذکر میں جنات کی حاضری

تمہارا خواب جنات والا ظاہر ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں ہے۔ جنات تو اکثر ذاکرین کی مجلس میں آتے ہی رہتے ہیں ان سے نہ ڈرنا چاہیئے نہ ان سے کسی قسم کی غرض ظاہر کی جائے اور نہ ان کو مسخر کرنے کا واہمہ کیا جائے کہ لوگ کتابیں دیکھ کر ایسی حماقت کرنے پر سوار ہو جاتے ہیں اور اجر میں پھنساتے ہیں۔

## معمولات دعا

دعائیں عربی میں یا اردو میں جس میں دل بستگی زیادہ ہو اس میں مانگنا چاہیئے اور دعاؤں میں امت کے لئے دعائیں زیادہ مفید ہیں اور اپنا شمار بھی ان ہی میں ہو جاتا ہے۔

## بدنظری کا اثر

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے بدنظری سے حفاظت فرمائی۔ بہت ہی مہلک مرض ہے اور عبادت کی حلاوت کو ایسا کھاتا ہے کہ اس کے فوری اثر پر حیرت ہوتی ہے تم بھی جب چاہو اس کو غور سے تجربہ کر لیجیو کہ اس موذی مرض کے بعد دیر تک عبادت میں لذت پیدا نہیں ہوتی۔ ایک دوسرا تجربہ اور تمہیں بتاؤں کہ اس نوع کی معصیت کے بعد کپڑوں میں بو زیادہ آنے لگتی ہے اور جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کو اس سے محفوظ رکھے اور عبادت بالخصوص درود شریف کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے تو کپڑوں میں بو کم آتی ہے۔ میں نے اکابر کے کپڑوں کو خاص طور سے ایک ہفتہ کے بعد سونگھا کر ان میں پسینہ کی بو کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔



## حفظ قرآن کے لیے

قرآن پاک کے محفوظ رکھنے میں نوافل میں پڑھنے کو بہت زیادہ دخل ہے۔ میرا اپنے اوپر بھی تجربہ ہے اور احباب پر بھی جتنے پارے یاد ہو چکے ہوں ان میں سے کم از کم نصف پارے کو ایک دو مرتبہ دیکھ کر پڑھنے کے بعد اوابین، تہجد اور دیگر نوافل میں ایک دو دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں یہ بہت ہی مجرب ہے۔

## حیض میں مباشرت

بیوی کے ساتھ مباشرت ہر نوع کی بشرطیکہ ایام حیض میں نہ ہوں جائز ہے۔ ایام حیض میں نوجوانوں کے لئے احتیاط ضروری ہے۔

## غصہ کا علاج

غصہ کا علاج درود شریف کی کثرت ہے اور غصہ کے وقت ٹھنڈا پانی پینا ہے۔

## تہجد اور وتر

آپ نے تہجد کے لئے بعد عشاء وتر نہ پڑھنے کا اہتمام کیا ہے تو بہت اچھا مگر ایسا نہ ہو جائے کہ تہجد کے ساتھ وتر بھی چلی جائے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جس دن تہجد قضاء ہو اس دن صبح کو اشراق کے وقت ۸ رکعات تہجد بہ نیت قضاء پڑھیں۔

## معمولات کی پابندی

آپ نے لکھا کہ پاس انفاس اور مراقبہ میں ابھی تک دل بستگی نہیں ہوئی" اس کی بالکل پرواہ نہ کریں بہت اہتمام سے پابندی کرتے رہیں۔ تبلیغی جماعتوں میں جو آپ کے یہاں آویں" اس میں شرکت تو اہم ہے اور اس کے ساتھ معمولات کی پابندی بھی اہم ہے۔

## مراقبہ و پاس انفاس کا وقت

مراقبہ دعائیں اور پاس انفاس کے لئے مستقل وقت چاہیئے جس میں کوئی دوسری مشغول نہ ہو۔

## رذائل کا علاج

رذائل کے علاج کے لیے تفصیلی تحقیق کی بالکل ضرورت نہیں۔ میرے معمولات پر عمل کرتے رہیں یہ انشاء اللہ سب رذائل کا علاج ہے۔ کینہ کدورت سے بڑھا ہوا ہے، کدورت تو ابتدائی تکدر ہوتا ہے جس سے کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اس کا اثر مرتب نہ ہو اور کینہ کسی کے ساتھ دشمنی رکھنا ہے۔

## قرب قلبی حاصل ہو تو بُعد جسمانی مانعِ فیض نہیں

دوری کے متعلق میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ بُعد جسمانی مانع نہیں جب کہ قربِ قلبی حاصل ہو۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کی اہلیہ لڑکیوں کو تعلیم دیتی ہے ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دین کو فروغ دیں، لڑکی کا خواب بہت مبارک ہے اللہ جل شانہ اس کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہاری اہلیہ کے ذریعہ سے وہاں کی عورتوں میں دینداری پیدا فرمائے۔

## سہارنپور آنے کی شرط

تم نے ماہ مبارک میں آنے کی اجازت چاہی شوق سے آجاؤ جب کہ انتظام بھی ہو گیا مگر اہم شرط یہ ہے کہ تمہاری غیبت میں تمہاری مسجد کا کوئی حرج نہ ہو اور تمہاری ملازمت کا کوئی نقصان نہ ہو۔

## بدخواہوں کے بارے میں معمول

تم نے لکھا کہ جو کوئی شخص حق تلفی کرتا ہے یا احسان کا بدلہ برائی سے دیتا ہے اس سے طبیعت بہت مکدر ہو جاتی ہے یہ تو ایک فطری چیز ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ بات جم جائے کہ جو شخص حق تلفی کرتا ہے یا احسان کا بدلہ برائی سے دیتا ہے تو وہ حقیقت میں تمہارے ساتھ احسان کرتا ہے۔ یہاں جو کچھ بھی وہ بدلہ دے گا یا احسان کرے گا اس کے مقابلہ میں جو بدلہ اور عطاء وہاں ہوگی وہ لاکھوں کروڑوں درجہ افضل ہو گی۔ اسی وجہ سے میرے اکابر کا مشہور مقولہ ہے اور میرے اکابر کا اس پر خاص عمل بھی تھا کہ آدمی کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ دوسرا میرے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ ہمیشہ یہ سوچنا چاہیے کہ



مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزاء — اگر نیک ہستی احسن الی من اساء

مدح سرائی سے خوشی اور برائی سے تکدر یہ عجب کے ثمرات ہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اور اس سیہ کار کو بھی اس سے محفوظ کریں۔ ہمارے حضرت شیخ المشائخ قطب عالم گنگوہی قدس سرہ نے اپنے پیر و مرشد کو جو اپنے حالات لکھے یہ مکتوب شریف مکاتیب رشیدیہ میں آ بھی گیا ہے اس میں تحریر فرمایا تھا مدح و ذم کو ایک جانتا ہوں میں اپنے کسی رسالہ میں اس مکتوب کو طبع بھی کرا چکا ہوں۔

## مناسب رشتہ کے لیے درود شریف

تمہاری ہمشیرہ کے لیے بھی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جہاں اس کے حق میں دارین کے اعتبار سے خیر ہو سہولت سے اس مبارک تقریب کو تکمیل کو پہنچائے۔ پانچ تسبیح درود شریف کو اس کے لیے باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر پڑھنا بہت مجرب ہے لڑکی بھی پڑھے اور اس کی والدہ بھی پڑھے تو اچھا ہے۔

## معمولات کی پابندی

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جس چیز کی آپ سے پابندی نہیں ہوتی اس کا شوق کیوں اختیار کرے۔ پاس انفاس تو چلتے پھرتے اور آدمی بالکل ہی خالی الذہن آنکھ کان بند کر کے چلے تو شاید ہو سکے مگر چلتے پھرتے مراقبہ کا طریقہ مجھے بھی لکھیں۔ جب یہ کام دونوں آپ شروع کر چکے ہیں تو مراقبہ کے لئے کم سے کم دس منٹ اور پاس انفاس کے لئے پانچ منٹ نکالنا ضروری ہے اور آپ کو دس پندرہ منٹ کا وقت نہیں ملتا میرے دماغ میں نہیں آیا، اور یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو دس پندرہ منٹ کا وقت نہیں ملتا صبح کی چائے چھوڑ دیں پھر دیکھو کتنا وقت ملتا ہے۔

## ہدایا میں ایصالِ ثواب کو ترجیح

آپ ہر سال اس ناکارہ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و

کرم سے اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ یہی ہدایا اصل ہیں جو میرے ساتھ جانے والے ہیں، کھانے پینے کے ہدایا تو کھانے کے ساتھ پاخانہ کے نذر ہو جاتے ہیں اور اس نوع کے ہدایا ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## شیخ سے استفادہ

عزیز مولوی یوسف سلمہ کو اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے ان میں تو ماشاء اللہ بہت سی خوبیاں ہیں اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے، مکارہ سے محفوظ فرمائے۔ یہ ناکارہ آپ کے لئے بھی دل سے دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو بھی اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے۔ یہ سیہ کار تو آنکہ خود گم است کرا رہبری کند کا صحیح مصداق ہے۔ جو کچھ ملتا ہے مالک ہی کی طرف سے ملتا ہے اور طلب پر ملتا ہے آدمی میں جتنی زیادہ طلب ہے اتنا ہی مبدء فیاض سے عطا ہوتی ہے۔ نیز حضرت قدس سرہٗ نے میرے ہی ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ میری مثال تو ایک نل کی سی ہے جتنی قوت سے پانی کھینچا جائے گا مبدء فیاض سے اتنا ہی عطا ہوگا اور حضرت اقدس امام ربانی گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے مکاتیب میں کئی جگہ اس قسم کے مضامین ہیں دعا سے اس ناکارہ کو اپنے دوستوں میں سے کسی کے لئے بھی انکار نہیں اور آپ کے لئے خاص طور سے دعا کرتا ہوں۔

## مدارس کا کام اللہ کا کام ہے

تمہارے خط سے یہ معلوم ہوا کہ دار العلوم کی فکر میں مولوی یوسف کی نیند بھی اڑ جاتی ہے اور گولیاں لینی پڑتی ہیں خوشی نہیں ہوئی، نیند کی گولیاں دل و دماغ دونوں کے لئے مضر ہیں ان سے کہہ دیں کہ یہ ایک دن کا کام تو ہے نہیں دار العلوم مظاہر العلوم کو تو بنے ہوئے سو برس سے زائد ہو گئے مگر اب تک تکمیل جاری ہے۔ کام اللہ کا نام لے کر آہستہ آہستہ شروع کر دیں ۔۔۔۔۔

یہ پیغام میری طرف سے بہت اہتمام سے پہنچا دیں۔



## اونچی چیزوں میں غور و خوض کی ممانعت

تم نے جو وسوسہ لکھا کہ اللہ جل شانہ اپنی رحمت سے کافروں کو ہدایت دے کر ایمان عطا کرے۔ اس قسم کی اونچی چیزوں میں غور و خوض مت کیا کرو۔ یہ اونچے مضامین ہیں ہمارے تمہارے غور کے نہیں، یہ دنیا مظہر صفات الٰہی ہے اور صفات اللہ میں جہاں غفار ہے قہار بھی ہے اگر ایک ہی صفت کا ظہور ہے تو دوسری صفات کے مظہر کا دوسرا کون سا عالم پیدا ہوگا اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنا سکے یا خواب میں یوں کہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں لیکن وہ خواب میں یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اللہ ہوں اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو صرف ہدایت کے لئے ہوتے ہیں لیکن مالک کے صفات میں ہادی اور مضل دونوں ہیں۔ پہلی صفت کے مظاہر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور دوسری صفت کے شیاطین کبھی ملاقات ہوئی اور یاد دلاؤ تو تفصیل سے سمجھا دوں گا

## حفظ کے پختہ کرنے کا طریقہ

دوسرے خطوط سے تمہارے حفظ قرآن کی تکمیل سے بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اس کو محفوظ رکھے اور اس کی برکت سے مالامال فرمائے۔ حفظ قرآن کے لئے نمازیں پڑھنے کو بہت دخل ہے اور جتنے یاد ہوتے رہیں دن کو، تہجد میں، مغرب کے بعد اور جب بھی وقت حسب استطاعت ضرور پڑھ لیا کرو، اور اگر نماز میں پڑھتے وقت کوئی سننے والا بھی مل جائے تو نور علیٰ نور، اللہ جل شانہ تمہاری اس محبت کو دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے مگر ترجمہ اور تفسیر میں جلدی نہ کیجیو کہ اس کو یاد کرنا زیادہ ضروری ہے۔ البتہ یہ کہہ دیں کہ حفظ قرآن میں جتنا وقت گزرے اگر اس پر تم راضی رہو گی تو تمہیں بھی اجر ملتا ہے اور اگر خفا ہوئی تو اجر کا نقصان ہے۔ فضائل قرآن کا عمل بدستور جاری رکھیں اسے نہ چھوڑیں۔

## رذائل کا علاج

یہ گمان کسی آدمی کے متعلق بلا ارادہ دل میں آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس کو پکانا یا اس کے مقتضیات پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ رذائل کے زائل کرنے کے لیے مستقل فکر کی ضرورت نہیں ان شاء اللہ معمولات پر اہتمام کرنے سے زائل ہو جائیں گے۔

## ملازمت بلا وجہ نہ چھوڑیں

بعد سلام مسنون مولوی ہاشم صاحب سے یہ معلوم ہوا کہ وہاں کے کمیٹی والے مولوی یوسف کو جواب دے چکے ہیں اور مولوی ہاشم کو جواب دینے کی فکر میں ہیں، اس کی وجہ سے تمہیں کوئی رنج و قلق ہو تو طبعی چیز ہے مگر اللہ کے ہر کام میں بڑی مصلحت ہوتی ہے۔ میں اس چیز سے بہت متعجب ہوں کہ تمہیں قلق ہے حالانکہ مولوی یوسف مثلاً اور مولوی ہاشم دونوں اپنے مدرسہ کو دارالعلوم کی وجہ سے خود چھوڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں ایسی صورت میں تو زیادہ اچھا ہوا کہ ان کی طرف سے جواب ہوا کہ ان کی طرف الزام قائم ہے اور ان کی طرف سے اگر بے قدری ہوتی تو دنیا میں بھی ان کی طرف الزام قائم ہوگا، اور اپنی طرف سے لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا یہ شرعاً بھی معیوب ہے۔ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا اچھی بات نہیں ہے۔

عزیز سلمان کے متعلق تمہارا خواب بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی مبارک کرے موت تبتل کی علامت ہوا کرتی ہے ان شاء اللہ اس میں اس کی اہلیت ہے کہ انقطاع عن الدنیا اور تبتل الی اللہ ہو روضہ اقدس کے قریب پہنچانا اس کے رفع درجات کی طرف اشارہ ہے۔ تمہاری خواب کے متعلق ہاتھ رکھنے کی تعبیر بھی ظاہر ہے کہ یہ مادہ ابھی تک موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کو خیر کی طرف پھیر دے اور اس کے شرور سے محفوظ رکھے۔

## انتقام لینا

جن لوگوں نے سازشیں کیں ان کی طرف سے رنج تو طبعی چیز ہے لیکن انتقام کا ارادہ نہ کیجئے اللہ تعالیٰ کا انتقام زیادہ سخت



ہے اور اپنا انتقام ناقص بھی ہوتا ہے اور اجر بھی کم ہو جاتا ہے۔

تم لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کر رہے ہو بہت مبارک ہے ان شاء اللہ تعالیٰ صبر کا پھل بہت مبارک ہے۔ مسلمان کے لئے طول عمر اعمال حسنہ کے ساتھ بہت مبارک ہے اور اس عالم میں جتنی تکالیف ہوتی ہیں، ان کا بہتر سے بہتر بدلہ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے یہاں ملتا ہے۔

## کتابوں پر نظر ثانی کا اہتمام

مرحوم حضرت جی مولانا یوسف صاحب دہلوی کے بیانات جو آپ کے پاس ہیں، ان کو طبع کرانا تو مناسب ہے مگر کسی معتمد کی نظر ثانی ہو جانی بہت ضروری ہے۔ بعد میں لوگوں کے لئے بجائے فائدے کے مضرتوں کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر حج کے زمانہ تک ان کو صاف کر کے قاری اسمٰعیل صاحب یا کسی کے ذریعہ سے یہاں بھیج دو تو میں حج کے موقع پر کسی کو سنوا دوں، میں اپنے تبلیغی رسائل بہت اہتمام سے اہل علم کو دکھاتا ہوں

دارالعلوم اور تم دوستوں کے لئے دعائیں مستقل وظیفہ ہے میرے نزدیک تو دارالعلوم کی اہمیت یہاں کے رمضان سے زیادہ ہے میں نے تو مولوی یوسف سے بھی کہہ دیا تھا کہ میرے نزدیک ان کے لئے رمضان سہارنپور کرنے سے زیادہ اہمیت دارالعلوم کو ہے۔

تمہارا مرسلہ عطیہ پانچ پاؤنڈ بھی پہنچ گیا، اس تکلیف فرمائی کی بار بار ضرورت نہیں مالک نے اپنے فضل و کرم سے حجاز مقدس میں مجھے ہر قسم کے خرچ سے مامون کر رکھا ہے نہ مکان کا کرایہ نہ مکہ مدینہ آنے جانے کا کرایہ نہ کھانے کا بار، سب دوستوں ہی کے ذمہ ہوتا ہے عزیز عبد الحفیظ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ میری سواری اس کے ذمہ ایسی پڑی ہوتی ہے کہ مکہ مدینہ میں اس کی ایک کار میرے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ اگرچہ مدینہ طیبہ میں تو کار کی ضرورت نہیں ہوتی کہ مدرسہ شرعیہ مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے ہی ہے۔

اس سے مسرت ہوئی کہ دارالعلوم اطمینان سے چل رہا ہے۔ اگر رنگ وغیرہ وہاں کی مجبوری ہے تب تو ٹھیک ہے ورنہ خواہ مخواہ پیسے کھونا ہے، زیب و زینت میں انگریزوں سے مقابلہ مت کریں، حدیث میں آیا ہے کہ دنیوی امور میں اپنے سے نیچے کو دیکھو اور دینی امور میں اپنے سے اوپر کو دیکھو۔

## ترکِ تلاوتِ قرآن

مدرسہ کے مشاغل سر آنکھوں پر مگر قرآن پاک نہ پڑھنا سخت چیز ہے۔ حافظ کے لئے دیکھ کر پڑھنا ضروری نہیں جہاں ہو پڑھتا رہے میں نے اپنے اکابر کو ریل میں خود اپنے کو قرآن پاک سناتے ہوئے دیکھا میرے حضرت مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرا قرآن پاک سنو، مدرسہ کے امور میں کوشش سر آنکھوں پر مگر ہر کام کے ثمرات الگ ہوتے ہیں کہ آٹا تو چکی پیسنے ہی سے نکلے گا، اگر کوئی شخص سارا دن باغ کی فکر میں رہے تو شام کو فاقہ ہی کرے گا۔

محض سنی سنائی باتوں پر بدگمان کبھی نہ ہونا، مچھلی والا خواب مبارک ہے، رزق حلال نصیب ہوگا۔

درود شریف میں باب جبریل پر حاضری کا تصور کرکے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

## سالک کے احوال

اگر ذکر کرتے ہوئے خیال ہٹ جاتے تو کچھ مضائقہ نہیں اپنے وجود کا خیال آجانے میں بھی مضائقہ نہیں میت کا احساس حسی تو نہیں ہر تا وہ تو تصور ہی ہوتا ہے اسباق کے وقت ذکر قلبی سے اگر حرج ہو تو اس وقت نہ کیا کریں، مراقبہ دعائیہ میں کچھ وقت خاص امت کے لئے عموماً دعا کیا کریں۔

آپ کا خواب بہت مبارک ہے اور تعبیر ظاہر ہے کہ مولوی یوسف نے بہت بڑے کام کا بوجھ اٹھا رکھا ہے جس کی وجہ سے ضعف ظاہر ہے مگر آپ کی وجہ سے اللہ دوسرے دوستوں کی وجہ سے ان کو تقویت ہے۔

آپ کا خواب بہت مبارک ہے حضرت صدیقؓ کی نسبت آپ کی طرف متوجہ ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

اس سے مسرت ہوئی کہ تمہارے لئے مشکوٰۃ متعین ہوگئی، بہت ادب سے پڑھانا آپ بیتی میں لکھا ہے کہ جب پہلے دورہ ہوا تو مجھے اور میرے ساتھی کو اہتمام تھا کہ بے وضو نہ پڑھیں، حضرت کے یہاں



تو یہ اہتمام چل نہ سکا لیکن والد صاحب کے یہاں چل گیا اس کی تفصیل آپ بیتی میں ہے۔

قصیدہ پر آپ نے جو مضمون لکھا بہت مبارک ہے اس کو مستقل رسالہ کی صورت میں ضرور طبع کرائیں۔

## رمضان کی معمولات و ہدایات

ماہ مبارک میں میری ہدایات تو اب ایسی مخفی چیز نہ رہی جس کے لئے دریافت کی ضرورت ہو، وہ تو سالہا سال کا معروف و مشہور بن گیا ہے۔ سب سے اہم تو اس ماہ مبارک میں بات نہ کرنا ہے، نیز فضائل رمضان، اکابر کا رمضان مختلف مجالس میں مختلف مساجد میں جہاں اردو جاننے والے ہوں سنوانے کا اہتمام کرنا ہے، نیز معمولات کی پابندی اور تلاوت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہے۔

## اجازتِ بیعت

بیعت کی اجازت دیتا ہوں، کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ بیعت کی درخواست کرے تو ضرور کرلیں مگر ایک نہایت اہم بات جس کو کئی سال سے تجربہ کر رہا ہوں کہ دوست احباب اجازت کے بعد بہت مطمئن ہو جاتے ہیں اور یہ چیز بہت مضر ہو رہی ہے۔ حضرت تھانوی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ تو ایسے لوگوں کی اجازت منسوخ کر دیتے تھے اس کا خیال بہت رکھنا اور مولوی یوسف سلمہ کو بھی یہ پرچہ دکھلا دیجئے کہ اس کے کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوٹ جانے سے تنزل۔

حضرت مدنی کا ارشاد بالکل صحیح ہے میرا بھی تجربہ ہے۔ اجازت تو بہت قیمتی اور اہم ہے مگر اس کا باقی رکھنا بہت مشکل ہے، لوگ یوں سمجھ جاتے ہیں کہ اجازت کے بعد چھٹی مل گئی حالانکہ اجازت تو صلاحیت کے پیدا ہونے کی دلیل ہے اور اس کے بعد جتنا آدمی اپنے کو بڑھائے گا بڑھے گا۔

ذکر قلبی کی شوق سے اجازت ہے اس کا کوئی خاص طریقہ نہیں بغیر زبان ہلائے دل دل میں اللہ اللہ یا لا الٰہ الا اللہ جو آسان ہو پڑھتے رہا کریں۔

مگر اتنا ضرور خیال کریں کہ اہل دنیا سے لگاؤ کم رکھیں اور اہل اللہ سے زیادہ رکھیں۔

خواب مبارک ہے مگر یہ چیزیں مقاصد نہیں، مقاصد میں تو صرف اتباعِ سنت ہے
تمہارا خواب حضرت مدنی والا بہت مبارک ہے اور یہ حضرت مدنی نے صحیح فرمایا کہ
بہت سے اجازت یافتہ تعصب کی وجہ سے گر گئے۔ تبلیغ کے دو بڑے آدمیوں کے نام
تم نے نہیں لکھے وہ بھی لکھتے تو اچھا تھا تاکہ ان کو تنبیہ کی جاتی۔
کسی کو کشف ہو جانا بزرگی کی دلیل نہیں، بزرگی شریعت پر اتباع ہے۔

## توجیہِ مطلب

ہر قسم کے تصرفات مبارک تو ہیں مگر توجیہِ مطلب کے مانع نہ ہو، سلوک میں توجیہِ مطلب بہت ہی اہم شرط ہے اور اس کے خلاف میں شیطان کو اپنا جال پھیلانے کا بہت موقع ملتا ہے۔ ہمارے حضرت گنگوہیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ کسی مجلس میں حضرت جنید و حضرت شبلی ہوں اور ہمارے حضرت حاجی صاحب بھی ہوں تو ہم ان دونوں اکابر کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اور حضرت شاہ قطب الدین صاحب کا قصہ بھی پہلے لکھوا چکا ہوں کہ انھوں نے اپنے مرید بابا فرید الدین کو اپنے شیخ شاہ معین الدین صاحب کے پاؤں دبانے کو کہا انھوں نے تعمیل ارشاد میں چند منٹ دبا کر یہ کہہ کر اپنے شیخ کی چارپائی کی طرف آ گئے کہ دل تو یہاں دے رکھا ہے۔ اس پر حضرت شاہ معین الدین نے حضرت شاہ قطب الدین کو کہا کہ فرید کو تو کچھ دے دو۔

## تکبر اُمّ الامراض ہے

تکبر ام الامراض ہے اور بہت خطرناک مرض ہے اور بہت زیادہ آدمی کو گرا دینے والی چیز ہے اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور اس کا علاج اپنی نااہلیت کا استحضار بہت ضروری ہے اور یہ بھی کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے علمی، عملی، سلوکی جس نوع کی بھی ترقیات ہوں وہ محض فضلِ الٰہی ہے اپنا کوئی دخل نہیں، صوفی اقبال کا رسالہ اکابر کا سلوک معلوم نہیں تمہارے یا مولوی یوسف کے پاس ہے یا نہیں، اگر ہو تو اس کو بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھو، بالخصوص شیخ ابو عبد اللہ اندلسی کا واقعہ بہت ہی قابلِ عبرت ہے۔



مولانا یوسف کا سلوک تمام ہو چکا یہ آپ کا مکاشفہ ہے، سلوک کبھی تمام نہیں ہوا کرتا۔

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر کہ بروے می رسی بروے مایست

ان کے متعلق تو میری بھی ساری عمر سے انتہائی تمنا اور کوشش ترقی کی رہی اور ہے مگر وہ کچھ ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کبھی تو بہت پرواز کر جاتے ہیں اور کبھی پھسل بھی جاتے ہیں۔

## بقائے سلسلہ کی حرص

اکابر کی انتہائی شفقتوں کے باوجود اس روسیہ سے تو کچھ نہ ہوا۔

ما استقمت فما قولی لک استقم

البتہ اکابر کی محبت لاتعد ولاتحصی اور تم دوستوں کی ترقی پر امیدیں لگائے بیٹھا ہوں۔

## اجازت کے بعد بے فکری

اپنی نااہلیت کا استحضار اور مالک سے یہ دعا کہ سلسلہ کی برکات سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچاتے قلب سے دعا کرتے رہنا چاہیے، اس میں یہ ایک چیز بہت خطرناک ہے جسے ام الامراض کہا جاتا ہے اس سے بہت اہتمام سے بچتے رہنا یہ موذی مرض ایسا ہے کہ میں نے بعض اکابر کے اونچے خلفاء کو اس کی وجہ سے گرتے دیکھا۔ ایک ضروری امر یہ ہے جس کو میں نے اپنے کئی رسالوں میں لکھا ہے آج کل لوگوں میں یہ مرض ہو گیا ہے کہ اجازت کے بعد اپنے کو سند یافتہ سمجھ کر معمولات سے بے توجہی ہو جاتی ہے جو مانعِ ترقی ہے حضرت حاجی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کا مقولہ تو آپ نے سنا ہوگا انھوں نے حضرت گنگوہی کو بیعت سے ایک ہفتہ بعد یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میاں رشید احمد ہم کو تو جو دینا تھا دے چکے اب آگے بڑھانا تمہارا کام ہے لمبا قصہ ہے پھر کسی خادم نے پوچھا کہ حضرت پھر کیا ہوا؟ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ پھر تو مرشد امیرے پیارو تم سے بھی کہوں اور قاری یوسف سے بھی کہوں اگرچہ ان سے تو یہ بھی ڈر ہے کہ وہ کسی سے ناراض ہونے کی وجہ سے

میری درخواست قبول نہ کریں مگر میرا تو بمقتضاء تعلق و محبت کہنا اپنا فریضہ ہے کہ دوستو ں کا بتنا کرنا ہے کرتے رہیں، یہ ناکارہ تو صبح و شام کا مہمان ہے پھر کوئی ٹوکنے والا بھی شاید نہ رہے، معمولات پر بہت اہتمام کرنا کہ معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے، شیخ المشائخ حضرت گنگوہی کو تو میں نے خود دیکھا اور بعد کے مشائخ کو سب کو کو وصال تک صبح کی نماز کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ اور ظہر کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کواڑ بند رہتے تھے اور اندر جو ہوتا تھا وہ تو ظاہر ہے مگر تم علمی لوگوں کو اس درجہ یکسوئی تو مناسب نہیں ہے مگر ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سہولت کے وقت میں مزید یکسوئی کا اہتمام رکھنا، جب ذکر قلبی میں زیادہ جی لگتا ہے تو ضرور کرتے رہا دونوں ہی چیزیں اہم ہیں، ترک تو دونوں بالکل نہیں ہونا چاہیئے، اوقات میں کمی زیادتی میں مضائقہ نہیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ اہلیہ کا خواب مبارک ہے کیا بعید ہے کہ پہنے ہوئے کپڑوں میں کفن دینا کسی سنت کے اہتمام کا مظہر ہو۔

## مراقبۂ ذات اور مراقبۂ معیت

معمولات بہت ہی مناسب ہیں اوراد کی قضا نہیں ہوا کرتی مگر ان سب اوراد میں بھی دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے مراقبہ ذات کا کوئی خاص طریقہ نہیں یہ تصور رہنا چاہیئے کہ مالک ہر وقت پاس ہے اور وہ آیات و روایات جن میں ان اللہ معنا، واللہ معکم نحن اقرب الیہ من حبل الورید وغیرہ آیات و احادیث کا خیال رکھیں، لطائف کے جاری کرنے کی فکر نہ کریں، ہمارے اکابر کے یہاں قلب میں حضور بہت اہم ہے مراقبہ ذات اور مراقبہ معیت قریب ہی قریب ہے زیادہ فرق نہیں۔

## شیخ کی صحبت کتنی ضروری ہے

میرے[1] حضرت اخفاء حال بہت کرتے تھے ایک خادم ایک مرتبہ

---

[1] ملفوظات مرتبہ مولانا احمد لولات صاحب شیخ الحدیث



حضرت کے پاس تھا۔ حضرت اس سے خطوط کے جوابات لکھوا رہے تھے۔ حضرت کے یہاں خطوط لکھوانے کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ایک صاحب آیا ہوا خط پڑھتے ساتھ ساتھ دوسرے خادم کے پاس حضرت جواب اس کا لکھواتے۔ ایک مدرسہ کے شیخ الحدیث صاحب کا خط تھا جو اپنے علاقہ کے مشہور علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے حالات روحانی لکھے تھے اور بہت اُونچے حالات تھے۔ لکھنے والے کاتب بھی حضرت کے خلفاء میں سے تھے ان کے دل میں ایک دو مرتبہ یہ خیال گزرا اور شدت کے ساتھ گزرا کہ حضرت اب ان کو خط کے ذریعہ سے بیعت کی اجازت اپنی طرف سے لکھوا دیں گے۔ جب اسی خیال نے تیسری مرتبہ شدت پکڑی تو حضرت نے کاتب صاحب کو درمیان میں ہی فرمایا کہ بھائی اس کے لیے میرے پاس کچھ رہنا پڑے۔ یہ جملہ فرمایا اور خط لکھوانا شروع کروا دیا۔ الغرض اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرید کے لیے شیخ کی صحبت کتنی ضروری ہے۔ حالات کے تغیرات میں بہت زیادہ دخل شیخ کی صحبت کو ہے۔ حضرت کو بارہا یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہمارے سلسلہ میں ترقی بطریق جذب بہت جلد ہوتی ہے یعنی شیخ کے پاس رہ کر اس کی صحبت سے مستفید ہونا اور اُسکے روحانی کمالات کو جذب کرنا۔

## تصورِ شیخ

مشائخ کے یہاں تصور شیخ بھی ایک چیز ہوتی ہے۔ مگر ڈھونگی پیروں نے اس کا ناس کر کے رکھ دیا اور ہر کس و ناکس کو یہ بتلانے لگے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ اس کی وجہ سے ان ڈھونگی پیروں کو حاضر ناظر سمجھ کر ان سے جب دل چاہا استغاثہ اور مدد طلب کرنے لگے۔ اور وہ گمراہ ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر بعض علماء نے سختی سے تصور شیخ کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ ہمارے حضرتؒ بھی تصور شیخ کے مسئلہ میں بہت ہی احتیاط برتی۔ بعض سالک اس کی اجازت چاہتے مگر نہ دیتے۔

کیونکہ لوگوں کو اصلی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا۔

ورنہ حضرت فرماتے کہ تصورِ شیخ تو خود حدیث پاک میں ہے۔ وہ یہ کہ حدیث بیان کرتے ہوئے صحابی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ سُنا اور گویا اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ تصور نہیں تو اور کیا ہے! حضرت کا تصورِ شیخ کے اندر اتنی احتیاط کے باوجود اگر کسی سالک کے لیے یہی مفید معلوم ہوا تو ضرور ایسے سوکھے منہ سے اس کو تلقین اس کی کرتے کہ بندہ دیکھتا رہ جاتا۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کو وساوس بہت ہی ستانے لگ گئے شیطان ان کے سامنے آنے لگا۔ وہ گھبرا کر حضرت کے پاس آیا اور اپنی حقیقت کہی۔ حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جا اور میرا تصور کر۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ شیطان کے خطرہ والی حالت اس سے چلی گئی۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ یہ دفع وساوس کے لیے بہت مفید ہے۔ مگر کیا کریں۔ ہر کس و ناکس کا کام نہیں!

## مراقبۂ دعائیہ

امت کا درد سارے مشائخ میں رہا کرتا ہے۔ مگر حضرت کی حالت اسمیں بے خودی کی اخیر زمانہ میں ہو گئی تھی۔ سہارنپور کا جب آخری رمضان تھا۔ لوگ اپنی استعداد کے موافق حضرت سے فائدہ اٹھاتے تھے اور اس کے خواہاں بھی تھے۔ اس کے لیے جو بھی آدمی سہارنپور آتا اور حضرت سے بیعت ہو جاتا تو ۳-۴ دن کے بعد وہ ذکر جہری کا خواہاں ہوتا اور حضرت سے اس کی اجازت چاہتا۔ مگر ذکر جہری کے لیے اول شرط یہ ہوتی کہ بیعت کے بعد کم از کم ۴ — ۶ ماہ تسبیحات وغیرہ کے معمولات پر عمل ہو۔ نیز دماغ کی کمزوری بھی نہ ہو ساتھ ساتھ وقت میں فراغت بھی ہو ان شرائط کا پورا ہونا بہت سے دوستوں کے لیے مشکل تھا اور وہ روتے کہ کاش ہم بھی پہلے سے بیعت ہوتے۔ ہم محروم رہ گئے۔ کیونکہ یہ آخری رمضان کا منظر ہی کچھ اور تھا۔



جو دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے بیان و تحریر میں نہیں آسکتا اور ذکر جہری کی شرائط کی جانچ پڑتال حضرت کے خادم جو حضرت کے مجاز تھے وہ کرتے تھے۔ حضرت نے رمضان کے کچھ دنوں بعد ان کو بلایا اور کہا کہ ذکر جہری کا ہر شخص کے بس کی بات نہیں مگر مراقبۂ دعائیہ ہر ایک کو بتلا دیا کرو اگرچہ مجھ سے بیعت کا تعلق نہ رکھتا ہو یہ بہت ہی مفید ہے اس میں میری اجازت کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد جب وہ خادم حضرت کے پاس ۲-۴ کو لے کر پہنچتا تو حضرت فرماتے کیا بات ہے بھائی، وہ خادم کہتے حضرت مراقبہ دعائیہ بتلانا ہے۔ فرماتے ضرور بتلا دو ضرور بتلا دو اور حضرت کا چہرہ خوشی کی وجہ سے اور چمک اُٹھتا۔ مراقبہ دعائیہ کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اُمت کے لیے پہلے ۷-۸ منٹ دعا مانگی جاوے مگر زبان نہ ہلے صرف دل ہی دل سے دعا مانگے اس کے بعد ۲-۴ منٹ اپنی آخرت کے متعلق مانگے اس کے بعد اپنی دُنیوی ضرورت کے لیے الگ دو منٹ مانگے۔ کم از کم یہ مراقبہ ۱۰ منٹ کا ضرور ہونا چاہیئے۔ زیادہ کی حد نہیں۔ بہرحال اس میں اُمت کے لیے جتنا وقت دعا میں لگایا اس سے آدھا وقت اپنی آخرت کی حاجت کے لیے اور اس سے آدھا اپنی دُنیوی حاجت کے لیے خرچ کرے۔ مراقبہ کی حقیقت سمجھنے کے بعد بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کو اُمت کا درد کتنا تھا۔

## حضرت شیخ کا طریقۂ اصلاح

حضرت کے یہاں اصلاح کا طریقہ بھی ہر شخص کے مطابق بہت ہی نرالا ہوتا تھا۔ حضرت کے محلہ میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو گالیاں دینے میں بہت ہی مشہور تھا۔ ایک مرتبہ حضرت کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ خواص بھی بہت زیادہ تھے۔ اس شخص نے دروازہ میں گھستے ہی حضرت کو اپنی پریشانی کا اظہار بایں الفاظ کیا کہ حضرت میں تو

مرگیا! (یعنی دعا کیجیے تاکہ میں پریشانی سے چھٹکارا پا سکوں۔) حضرت نے برجستہ اس کو جواب دیا کہ نہیں بھائی! تو پھر مر جاوے گا تو ہم کو یہ سڑی ہوئی گالیاں کون سناوے گا! اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لیے توبہ کی۔

## اصلاح کے لئے کڑی نگرانی

حضرت کے ایک مجاز کا بیان ہے کہ وہ پہلے حضرت سے بیعت تو ہوگئے۔ مگر بہت ہی پچھتاوا کرتے تھے کہ حضرت کسی کو کچھ کہتے نہیں یہ میری اصلاح کس طرح کریں گے۔ میری اصلاح کے لیے تو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ جیسا پیر چاہیے جو فوراً ٹوک دے۔ مگر جب حضرت کے یہاں ان کا قیام ہوا تو ان کی غلط فہمی دُور ہوگئی اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت اپنے لوگوں کی اتنی کڑی نگرانی فرماتے ہیں کہ حضرت کے یہاں قیام آسان نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کا کوئی خاص مہمان آیا۔ حضرت مہمانوں کے ساتھ دوپہر کو ہندوستان میں کھانا کھاتے مگر کوئی خاص مہمان ہوتا تو اپنے پاس بلا کر مغرب کے بعد بھی کھانا کھلاتے۔ اپنی اسی عادت کے مطابق حضرت نے اسی مہمان کو اپنے پاس بلایا اور کھانا کھلایا۔ مہمانوں کے سالن کے علاوہ گھر سے بھی سالن منگوایا۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہوئے تو اسی مجاز کو اور ایک اور خادم کو حضرت نے بلوایا اور فرمایا کہ دیکھو کھانا کھالو مگر سالن دو کٹوروں میں ہے۔ اگر تم دونوں وہ دونوں کٹورے ختم کرسکو تو ٹھیک ورنہ ایک کٹورا مکان میں بھیج دو اور ایک رہنے دو۔ یہ ارشاد سُنکر ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا کہ ایک گھر بھیج دو۔ مگر دوسرے نے چپکے سے کہا کہ رہنے دو۔ سالن اتنا زیادہ تھا کہ وہ پورا نہ کرسکے۔ حضرت دیکھتے رہے۔ جب ان دونوں نے ہاتھ فراغت کے بعد دھولیے تو فرمایا کھا چکے۔ ان دونوں نے کہا جی۔ اب جو ان دونوں کو حضرت نے لتاڑا تو بہت ہی شرمندگی اُٹھانی پڑی اور ان کی طمع کا علاج ہوگیا۔



اسی طرح کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ دسترخوان کھانے کا لگا ہوا تھا۔ مہمان کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت کے دسترخوان پر عام طور سے گوشت کے شوربے والے سالن کے ساتھ قیمہ بھی چھوٹی تشتری میں ہوتا تھا۔ ایک خادم دسترخوان کے کونہ پر حضرت سے دور دوسرے خدام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بجائے شوربے کی پلیٹ کے دو لقمے قیمہ والی پلیٹ سے دمادم اٹھائے حضرت دور سے دیکھتے رہے۔ جب اس نے تیسرا لقمہ بھی اسی قیمہ والی پلیٹ سے لیا اور شوربے والی پلیٹ کو ہاتھ نہ لگایا تو حضرت نے دوسرے خادم سے فرمایا کہ فلاں کے پاس سے شوربے کی پلیٹ اُٹھالو وہ تو قیمہ ہی کھاتا ہے۔

## پانی کا حساب دینا ہے

حضرت کے اخیر زمانہ میں بہت ہی معذوریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے نماز کیلیے مسجد جانا موقوف ہوگیا تھا۔ کچے گھر ہی میں جماعت ہوتی مگر حضرت کی طرف سے بار بار یہ اعلان ہوتا کہ بھائی دیکھو مسجد میں جماعت تیار ہے وہاں ثواب زیادہ ہے۔ وہاں چلے جاؤ۔ مگر جو حضرات حضرت کو اٹھانے بٹھلانے میں شریک تھے وہ حضرات حضرت کی مجبوری کی وجہ سے مسجد کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتے تھے اسلئے ان کا انتظار کچے گھر کی جماعت میں ضرور کیا جاتا۔ ایکمرتبہ ایک ایسے خادم کو پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے وضو میں دیر ہوگئی۔ حضرت کی وجہ سے سارے لوگ اسکے منتظر تھے۔ وہاں پر بعض ان کے ساتھیوں نے پانی کا پمپ جلدی جلدی چلانا شروع کیا تاکہ وہ خادم جلد وضو سے فارغ ہوسکے اور جماعت جلدی کھڑی ہوسکے۔ جب پمپ کی آواز حضرت کے کانوں میں پہنچی تو پوچھا کیا بات ہے! جواب ملا کہ ساتھی حضرات وضو جلد کروانے کے لیے جلدی جلدی

پمپ چلا رہے ہیں حضرت نے زور سے فرمایا کہ بھائی پانی کا بھی حساب دینا ہے۔ ایک سکتہ سا اس وقت چھا گیا اور اس خادم پر اس تنبیہ کا بہت ہی اثر ہوا۔

## فقروں سے اصلاح

حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ حضرت کے خاص لوگوں میں سے کسی کی غلطی اور لغزش پر تنبیہ مقصود ہوتی تو مزاحی فقروں کے ذریعہ کیا کرتے تھے۔ اور .......... جس سے وہ متنبہ ہو جاتے اور اگر دور ہوتا تو خط میں ان کو مکرم محترم وغیرہ اونچے الفاظ کے ساتھ خط لکھواتے جس سے وہ صاحب سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ کیا بات ہوئی۔ اگر اس کے دھیان میں آ گئی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ صاف الفاظ میں اس کو تنبیہ لکھواتے یا کرتے۔

## داڑھی منڈے سے منقبض ہونا

حضرت داڑھی منڈانے والے شخص کا چہرہ دیکھ کر منقبض ہو جاتے۔ مگر تحمل کی وجہ سے اور اس کی اصلاح کی اُمید میں اس سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ حضرت سے مصافحہ کے لیے لمبی لمبی قطاریں لگا کرتی تھیں۔ جن میں اکثر داڑھی منڈانے والے ہوتے تھے۔ حضرت اس کی وجہ سے نیچی نگاہ کر کے مصافحہ کر لیا کرتے۔ جب کوئی داڑھی منڈانے والا حضرت سے دعا کے لیے کہتا۔ فرماتے ضرور کروں گا۔ مگر جب وہ اصرار کرتا ۲-۳ مرتبہ کہتا اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتا تو حضرت اُوپر دیکھتے اور اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر فرماتے اس کے اُوپر ڈبل استرا لگواتا کہ پریشانی دور ہو۔ وہ کہتا کہ حضرت نہیں اب توبہ کرتا ہوں۔ فرماتے کہ بھائی



دیکھ یہ فعل ظاہر میں بھی باغیانہ ہے۔ اگر بادشاہ کے یہاں کوئی باغی کی سفارش کرے تو اس کو بھی نکال دیا جاتا ہے۔ بتا اب میں تیرے لیے کیسے سفارش کر سکتا ہوں۔ حضرت کے یہ جملے ایسے اخلاص اور دردمندانہ ہوتے کہ کئی آدمیوں کو دیکھا گیا کہ اس کے بعد ان کی اصلاح ہو گئی اور داڑھی منڈوانا چھوڑ دیا۔

## طلبہ کے ساتھ ہمدردی

حضرت کو مدرسہ مظاہر علوم کے طالب علموں کی اصلاح کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ بخاری شریف کے طالب علم تو حضرت کے پاس پڑھتے ہی تھے اوران کو تو حضرت پند ونصیحت کیا ہی کرتے تھے۔ مگر اس کے علاوہ بھی جو طلبہ حضرت کے پاس نہیں پڑھتے اور حضرت کے پاس آمد و رفت رکھتے یا کسی استاد سے ان کے ہونہار ہونا معلوم ہوتا تو حضرت ان طلبہ کی وقتاً فوقتاً دعوت کرتے۔ ان کو پاس بلا کر اسباق وغیرہ کے متعلق پوچھتے۔ نیز ان کے گھریلو حالات میں مادی امداد بھی فرماتے۔ بندہ بھی مدرسہ مظاہر العلوم کا طالب علم تھا۔ درجہ مشکوۃ میں تھا۔ حضرت کے پاس کوئی سبق نہ تھا حضرت کے پاس اس وقت آمد و رفت تھی۔ مگر حضرت کے داماد حضرت مولانا عاقل صاحب کے ذریعہ بندہ کے متعلق اسباق کی پابندی نیز کتابوں میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہونے کے متعلق حضرت نے سُن رکھا تھا۔ ایک دن بندہ کو اسہال کی شکایت ہوگئی۔ حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہ نے حضرت سے بندہ کے متعلق دعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا ضرور۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ بخاری شریف کے درس کے بعد عصر کی نماز کے فراغت پر اپنی گاڑی چلانے والے کو حضرت نے فرمایا کہ گاڑی بندہ کے کمرے کے پاس لے چلیں اور حضرت بغیر کسی کے اطلاع دیئے میرے پاس آکر کچھ پڑھ کر دم کر کے تشریف لے گئے اور یہ حضرت کا تصرف تھا یا کرامت کہ اسی وقت بندہ کو دست کی شکایت میں یکدم افاقہ



معلوم ہوا۔

## بیمار پرسی

حضرت اپنے خدام اور متعارف لوگوں کے یہاں ان کی بیمار پرسی کے لیے اپنے درجہ کا خیال کئے بغیر ضرور تشریف لے جاتے۔ حضرت کے کتب خانہ کے ناظم حضرت مولانا نصیر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بھائی جو چچا کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ سخت بیمار پڑے۔ چارپائی سے اُٹھا بھی نہیں جاتا تھا حضرت نے ان کے کمرے کے پاس نماز سے فراغت کے بعد گاڑی رکوائی اور باہر ہی باہر خیریت پوچھی۔ (کیونکہ حضرت بھی زینہ چڑھنے سے معذور ہوگئے تھے) انہوں نے کچھ پڑھ کر دم کرنے کو کہا اور خود اٹھ کر وہاں آنے لگے تاکہ بدن پر حضرت کی پھونک لگ سکے۔ حضرت نے منع کر دیا کہ وہ اُٹھ کر نہ آدیں اور کچھ پڑھ کر ان کی چارپائی کی طرف زور سے دم کیا اور ہنستے ہنستے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی آواز یا ساریۃ الجبل میلوں تک جاتی اور ہماری پھونک ۱۰ — ۱۵ قدم تک بھی نہ جاوے۔ خدا کی قدرت کہ چاچا اس کے بعد اچھے ہوگئے۔

## محسن کا شکریہ

حضرت کے یہاں منی آرڈر بعض احباب کے آیا کرتے تھے۔ حضرت ہر ایک کے اوپر شکریہ کا کارڈ لکھواتے اور دعا وغیرہ لکھواتے تاکہ احسان کا بدلہ ہو جاوے۔ اس میں ۲ — ۴ دن کی تاخیر بھی جواب میں ہو ہی جایا کرتی۔ کیونکہ مشغولی بہت ہوتی۔ مگر ایک روپیہ کا منی آرڈر جب کسی کا آتا۔ تو اگر کھانے کے درمیان میں ہو سونے کی تیاری ہو۔ تو بھی حضرت خدام میں سے جو کاتب ہو فوراً کہتے کہ کارڈ لے لو اور اس کا شکریہ نیز دعائیہ جملہ لکھواتے اور

فوراً ڈاک میں ڈلوا دیتے اور فرماتے کہ بھائی اس کو کہیں یہ خیال نہ گزرے کہ میرے روپیہ کا کیا وقعت ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس کے جواب میں اتنی عجلت ہوا کرتی ہے۔



## دُرُود شریف مُعتدل وظیفہ ہے

ایک مرتبہ ایک عورت کا خط حضرت کے نام آیا جس میں لکھا تھا کہ میں کئی دن سے آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کو کثرت سے پڑھا کرتی تھی۔ لیکن اب میری یہ حالت ہے کہ سر میں چکر آجاتا ہے اور بدن میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ اب میں کیا کروں۔ حضرت نے اسی وقت خط سُن کر جواب لکھوایا کہ درود شریف کی کثرت کیا کر۔ پھر فرمایا کہ آیت کریمہ گرم وظیفہ ہے اور درود شریف معتدل ہے۔ یہ اب اس کا توڑ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ وظیفوں میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی ماہر کو پوچھ کر کیا کریں۔ بغیر اس کے نہیں۔

## کامل کیلئے صحبت کی ضرورت

ایک مرتبہ فرمایا کہ کامل ہونے کے بعد رفع درجات کے لیے پیر کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے۔ ترقی جتنی پیر کی صحبت سے ہوتی ہے۔ اتنی وظائف سے نہیں ہوا کرتی۔

## والدین کے ساتھ بدسلوکی کی سزا

ایک مرتبہ ایک بوڑھا آدمی حضرت کے پاس آیا اور . . . . . . . . . . . . . اپنا حال ذکر کیا کہ میں بوڑھا ہو گیا اور میرے بچے نے مجھے مارا اور گھسیٹ کر دور تک لے گیا اور مجھے گھر سے نکال دیا۔ حضرت نے اس کو تسلی دی اور جلد دعا بھی فرمائی۔ اس کے بعد اس کے ساتھ جو دوسرا آدمی آیا تھا اس کو پاس بلا کر فرمایا۔ دیکھو بھائی ماں باپ کے ستانے کی سزا آخرت میں تو ہوتی ہی ہے دنیا میں بھی اس کی سزا ملتی ہے۔ لہٰذا ان کے ہم عمروں کو یا ان سے عمر میں بڑے آدمیوں کو پوچھو کہ اس نے بھی اپنے باپ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہوگا۔ اگلے ہفتہ تحقیق کر کے وہ آدمی آیا اور کہا کہ حضرت آپ نے جو فرمایا تھا بالکل سچ تھا۔ اس کو اس کے لڑکے نے جہاں تک گھسیٹا تھا وہیں تک اس نے بھی اپنے باپ کو گھسیٹا تھا۔ حضرت نے اس پر فرمایا کہ اسی کی سزا اب اس کو دنیا میں بھگتنی پڑ رہی ہے۔



## لاٹری پانے والے کی اِصلاح

حضرت سے بیعت جو آدمی ہوتا تھا۔ ان میں سے اکثر کی حالت بالکل ہی بدلی ہوئی دیکھنے میں آئی اور یہ تو ناظرین حضرات بھی دیکھ سکتے تھے کہ حضرت سے بیعت سے قبل آدمی کی کیا حالت تھی اور اب اس میں کیا فرق آیا۔ یہاں پر بندہ ایسے شخص کی حالت بیان کر رہا ہے کہ وہ حضرت سے بیعت کے ارادہ سے بھی نہیں آیا تھا مہاراشٹر کی پہلی لاٹری کا انعام اس کو ۲½ لاکھ روپیہ ملا تھا۔ وہ ایک غریب کسان کا لڑکا تھا۔ ان کے ایک عزیز مولوی صاحب حضرت کے یہاں ہر سال رمضان گزارنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ان کو جب اطلاع پہنچی کہ میرے فلاں عزیز کو ۲½ لاکھ کی لاٹری لگی ہے اور وہ اب دہلی وغیرہ گھومنے کے لیے آ رہا ہے۔ ان کو ان کے اصلاح کی فکر ہوئی اب کس طرح لکھے کہ یہ پیسے حرام ہیں اس کو غریبوں پر تقسیم کر دو۔ مگر خیال آیا کہ یہاں اس کو بلاؤں اور اس کو سمجھاؤں۔ حضرت کی مجلس کے برکات کی وجہ سے شاید کچھ سمجھ میں آ جاوے۔ اس لیے ان مولوی صاحب نے اپنے اس عزیز کو لکھا کہ تم جب دہلی وغیرہ گھومنے کے لیے آؤ تو ایک دن سہارنپور کا بھی نکال لینا اور میرے پاس آ جانا۔ چونکہ اس عزیز پر ان مولوی صاحب کے احسانات بھی تھے۔ اس وجہ سے بادلِ ناخواستہ انہوں نے یہ طے کیا کہ دہلی بعد میں جائیں گے

پہلے سہارنپور ہو آویں۔ اور اس شخص کا بیان ہے کہ دہلی کے مشہور ہوٹل اور سینما گھروں کا پتہ لے کر میں آیا تھا کہ اپنی من مانی کریں گے۔ مگر جب وہ سہارنپور آئے۔ تو ان کے عزیز مولانا صاحب اعتکاف میں تھے۔ ان کے اصرار کی وجہ سے رات ٹھہر گئے اور با دلِ ناخواستہ حضرت کی مغرب بعد والی مجلس میں بھی شریک رہے۔ چونکہ حضرت کے یہاں مغرب بعد رمضان میں کچھ نصیحت آمیز قصص کے بعد عشاء سے قبل بیعت ہوتی تھی اور بیعت ہونے والوں کی کثرت کی وجہ سے خادم حضرت کے بیعت کے الفاظ تکبیر کی طرح سے زور سے دہراتا تھا تاکہ سب حضرات اپنی جگہ پر بیٹھ کر بیعت کے الفاظ دہرا کر بیعت ہو جاویں۔ بیعت ہونے سے قبل حضرت کی طرف سے کوئی خادم حضرت کی مشہور شرائط پکار کر لوگوں کو کہہ دیتا تھا ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ لوگوں کی دیکھا دیکھی بیعت نہ ہوں خوب سوچ سمجھ کر استخارہ کے بعد بیعت ہوں اس شخص نے بھی بیعت کے الفاظ دیکھا دیکھی کہہ لیے۔ اس کا ارادہ بیعت کا نہ تھا۔ مگر ان الفاظ کے کہنے کی برکت اور حضرت کا تصرف دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ اس آدمی کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ ایک رات ٹھہرنا جس کے لیے مشکل تھا دو چار دن وہاں ٹھہرا اور سارے سینما کے پتے پھاڑ دیئے۔ گھر واپس لوٹ آیا اور لاٹری کے پیسہ کا اس نے استعمال نہیں کیا۔

آج باقاعدہ اس کے داڑھی ہے۔ کرتہ پاجامہ پہنتا ہے۔ گاؤں والوں میں بھی اس کی نیکی کا چرچا ہے۔ مسجد کا متولی بھی بنایا گیا۔ اس کی وجہ سے دینی کام میں بہت فائدہ گاؤں والوں کو ہوا اور بعد میں حضرت سے ذکر لے کر ذاکرین کے فہرست میں بھی آگیا۔

## ہدیہ میں حضرت کا معمول

مخلص اور جان پہچان والے لوگوں کے ہدایا سے حضرت عام طور پر



انکار نہیں کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ میرے مہمانوں کے کام میں آویں گے۔ البتہ بیعت ہونے کے فوراً بعد کوئی ہدیہ دیتا تو حضرت سختی سے انکار کرتے اور فرمایا کرتے کہ جاہل پیروں نے عادت بنا رکھی ہے کہ بیعت ہونے کے بعد ہدیہ دیا جاوے۔ لہٰذا میں نہیں لیتا اگر آپ کو مجھ سے محبت ہو جاوے تو پھر آنا اس وقت مجھے لینے میں کوئی انکار نہیں۔ ایسے ہی ایک مخلص اور حضرت کے عاشق کا قصہ ہے کہ وہ حضرت کو کبھی کبھی کچھ رقم ہدیہ کے طور پر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حضرت کے پاس ایک لاکھ روپیے کر آئے اور ھدیہ میں پیش کیا اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں نے یہ نیت کی تھی کہ بیرونی ممالک میں میری تجارت اگر ہو جاوے اور اس میں جو نفع ہو اس میں سے اتنا حصہ آپ کے لیے مقرر کیا تھا۔ وہ حصہ اب لے کر میں آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ ہے۔ تم پہلے جتنا میرے مہمانوں کی مد میں دیا کرتے تھے اتنا ہی مجھے اب دے دو۔ اور بقیہ لے جاؤ۔ مجبوراً اس تاجر کو تھوڑی رقم رکھ کر بقیہ واپس لینی پڑی۔ حضرت کے اس بے نفسی اور للہی عرمنی کے واقعات اس نوع کے بہت دیکھے۔ سہارنپور کے قیام میں بندہ نے دیکھا کہ بعض آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے معمولی ہدیہ کی رقم پیش کی حضرت نے بڑی خوشی سے اس کو منظور کر لیا اور اس کے بعد والے ساتھی نے بڑی بھاری رقم جو ۵۰۰ – ۱۰۰۰ ہوئی۔ اس کا انکار کر دیا۔ انکار بھی ایسے لطیف طریقہ سے کہ جس کو انکار کیا وہ بھی مایوس نہ ہوا اور نہ رنجیدہ ہو۔ اس کو یہ کہتے کہ تیرے ساتھی نے دے دیا، کوئی ضروری تھوڑا ہے کہ دوسرا ساتھی دیوے۔ دوسری مرتبہ تم دے دینا۔ اب کے ضرورت نہیں وغیرہ۔

## ہدیہ کا بدلہ

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والوں کا بدلہ دیا کرتے تھے اور کئی گنا

تھی ۔ سال کے افتتاح پر بخاری شریف کے ختم پر انہوں نے کچھ ذی حیثیت طالب علموں سے چندہ کیا اور خود بھی بہت بھاری رقم نکال کر مٹھائی بانٹی حضرت کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس مجاز پر بہت ناراض ہوئے اور عشاء کے بعد کی خصوصی مجلس سے ان کو نکال دیا ۔ انہوں نے بہت معافی چاہی اور معافی کے لیے حضرت کے اعزہ سے سفارشات کروائیں مگر سارا بے سود ۔ تب ان کو ایک بات ذہن میں آئی کہ ان ہی چندہ دینے والے سارے حضرات نے قرآن پاک اور دیگر ایصالِ ثواب حضرت کو کیا اور اس کی اطلاع حضرت کو دی ۔ اس بات پر حضرت بہت ہی خوش ہوئے اور معاف کر کے فرمایا کہ شروع میں میں بھی اس کے موافق تھا ۔ مگر اب وہ بات نہیں رہی کچھ زبردستی اور شرما شرمی کی وجہ سے بھی کرنا پڑتا ہے ۔ لہٰذا اب میں قائل نہ رہا بلکہ مخالف ہوگیا ۔

## سیّد کی تعظیم

حضرت کے یہاں سے مہمانوں کے علاوہ شہر کے بعض غریب آدمیوں کے یہاں بھی افطاری جاتی تھی اور بعض سید حضرات کے یہاں بھی افطاری جاتی تھی ۔ ایک مرتبہ علیٰ افطاری کے وقت سید صاحب کے یہاں سے ایک بچہ افطاری لینے کے لیے پہنچا ۔ افطاری کی پلیٹیں اس وقت تقسیم ہو چکی تھیں ۔ منتظم کے لیے بہت مشکل ہوگیا کہ افطاری ان کو دیں ۔ بہرحال کسی طرح تھوڑی افطاری ان کو دے دی مگر ساتھ ہی میں اس بچہ کو ڈانٹا بھی کہ اگر آئندہ آنے میں دیر کر دی تو پھر افطاری نہیں ملے گی ۔ حضرت کے کان میں اس گڑبڑ کی آواز پہنچ گئی ۔



زیادہ عطا کیا کرتے تھے ۔ حضرت اقدس کا بھی معمول بعض مخلص غریب خدام یا تعلق والوں کے ساتھ یہی رہا کہ ان کا ہدیہ قبول کر لیا اور بعد میں نقد عطا یا اس سے تگنا چوگنا عطا فرماتے ۔ ایسے ہی ایک غریب مخلص اپنے گاؤں سے حضرت کے لیے انڈے لے آیا کرتے تھے ۔ حضرت اس کو قبول فرما لیتے اور ان کا پروگرام پوچھتے کہ کب جانا ہے ۔ وہ بتلاتے کہ فلاں دن یا فلاں وقت جاؤں گا ۔ حضرت اس سے قبل ان کو مادی ہدیہ اس سے کئی گنا زیادہ عطا فرما دیتے ۔

## محسنوں کا بدلہ

احسان کا بدلہ دینے کا ایک طریقہ حضرت کا یہ بھی رہا کہ اگر وہ صاحب آتے تو ان کی خاطر تواضع کے علاوہ ان کے جانے کے وقت اگر اپنے معمولات کا ہے تو معمولات کو مؤخر کر دیتے اور اس کی الوداع کے بعد اس کو پورا فرماتے ۔ حالانکہ وہ صاحب یہ بھی کہتے کہ حضرت میں چلا جاؤں گا آپ اب مصافحہ کر کے مجھے رخصت کر دیں ۔ فرماتے نہیں آخری وقت آنا میں ملاقات اس وقت کروں گا ۔ ایک مرتبہ ایک تاجر صاحب نے جو مہمانوں کی مد میں حضرت کو کبھی کبھی ہدیہ پیش کیا کرتا تھا ۔ قبیل مغرب مجلس کے افتتاح پر اجازت چاہی کہ بندہ رخصت ہو رہا ہے ۔ حضرت نے فرمایا کب کو ؟ انہوں نے کہا مغرب کی نماز کے فوراً بعد ۔ حضرت نے فرمایا ابھی بہت وقت ہے ۔ میں آجاؤں گا اور اوابین چھوڑ کر حضرت مکان پر گاڑی لے کر مسجد سے تشریف لے آئے مہمان کو اپنے سامنے بٹھا کر کھانا کھلایا اور رخصت کیا اور فرمایا کہ بھائی محسن کا حق ہوتا ہے ۔ میں اس کو ادا نہ کروں اور آنکھیں بھر آئیں ۔ جس کا اثر ان تاجر پر اور پاس والے خدام پر بہت ہی ہوا ۔

## حضرت کو خوش کرنے کا طریقہ

حضرت کے ایک مجاز جو اس وقت حضرت کے پاس بخاری شریف پڑھ رہے تھے ۔ حضرت نے ان کو اس وقت خلافت بھی دے دی

فوراً اسی وقت اس منتظم کو بلا کر بہت ڈانٹا کر سید ہیں اس کا بھی لحاظ نہ کیا اور اپنی خفگی کا اظہار کیا۔ اس منتظم نے بہت معافی چاہی مگر حضرت نے التفات نہ کیا۔ آخر اس سید بچے کے والد نے اس منتظم کی سفارش کی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس سے دشمنی تھوڑی ہی ہے۔ اس کے دل میں سیدوں کی عظمت ہو جاوے اس وجہ سے میں نے ایسا کیا۔

## شکایات کے بارے میں حضرت کا معمول

بزرگوں کے یہاں بعض لوگ مقرب بننے کے لیے دوسروں کی اُلٹی سیدھی شکایت کر کے ان کی طرف سے بزرگوں کے دل کو منقبض کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں تحریر ہے کہ بزرگوں کے یہاں بعض بجائے مقرب کے مکرب ہوتے ہیں۔ حضرت نے چونکہ بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا تھا اور ان کے یہاں لوگوں کو دیکھا تھا۔ لہٰذا اول تو کسی کی بھی کوئی شکایت کرے تو اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے تھے بلکہ شکایت کرنے والے کو ڈانٹ دیا کرتے تھے اور اس وقت حضرت کا جملہ یہ ہوتا کہ "ابے جا۔ تو اپنا کام کر اگر شکایت میں کچھ وجود معلوم ہوتا تو حضرت بغرض اصلاح جس کی شکایت ہوتی اس کو اپنے پاس بلاتے اور معاملہ کی تحقیق کرتے فریقین کی بات سننے کے بعد اگر شکایت سچی معلوم ہوتی تو اس پر تنبیہ کرتے ورنہ شکایت کرنے والے کی موجودگی میں ایسے لطیف انداز سے اس بات کو چھیڑتے کہ شکایت کرنے والے کو پتہ چل جاتا کہ میں نے جو بات کہی تھی وہ جھوٹی تھی، غلط تھی۔



ایک مرتبہ حضرت نے ماہ مبارک میں ایک خادم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ دوسرے نئے خادم نے کہہ دیا کہ حضرت وہ کتابیں بیچتا ہے حضرت نے پوچھا کہاں ہے اس نے کہا کہ مسجد کے اندر کے حصہ میں ہے۔ بس اب کیا تھا! اس نئے خادم کی بات بظاہر ٹھیک تھی۔ کیونکہ حضرت کے اس خادم نے کتابیں کچھ چھپوائی تھیں اور ان کی نکاسی کی فکر میں تھے۔ اس شکایت کی خبر کسی طرح پرانے خادم کو بھی ہو گئی۔ اور اس کو فکر لاحق ہوئی کہ کیا جواب دیا جائے کیونکہ مسجد میں بیع و شراء ناجائز ہے جبکہ سامان بھی موجود ہو اور اس پرانے خادم نے بیع و شراء کیا نہ تھا بلکہ اپنے ایک استاد کو ہدیۃً اپنی لکھی ہوئی کتاب پیش کی تھی تہجد کی نماز کے لیے جب حضرت کو وضو کے لیے مسجد سے لے جایا گیا تو دونوں خادم موجود تھے۔ حضرت استنجا وغیرہ سے فارغ ہوئے اور جب مسجد میں جانے لگے تو دروازہ پر خادموں کو کہا کہ ٹھہر جاؤ اور پرانے خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ رات کیا کیا تھا! حضرت کے اس سوال پر اس نے فوراً جواب دیا کہ حضرت کہ جس نے اطلاع دی وہ جاہل تھا اس کو پتہ نہیں کہ مسجد میں سامان کی موجودگی میں بیع و شراء جائز نہیں۔ میں نے تو اس کتاب کو ہدیۃً پیش کیا تھا حضرت نے فرمایا کہ بس بس اور اس نئے خادم کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ نیا خادم یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا کہ یہ بات میں نے کیوں کہی؟

## شادی کے بعد خادم کو حکماً بھیج دیا

حضرت کو اپنا خادم بھی شریعت نہ چھوڑے یہ بہت محبوب تھا۔ بلکہ اس کی نگرانی بھی کڑی رکھتے تھے۔ ایک نیا خادم جس سے حضرت اپنے خطوط کا جواب بھی لکھوایا کرتے تھے۔ اس کی

شادی ہوگئی تھی مگر حضرت کو اس کی خبر نہ تھی۔ چار ماہ کے بعد اچانک حضرت کو خیال آیا ہوگا۔ پوچھنے پر دوسروں نے بتلایا کہ حضرت اس کی شادی ہوگئی ہے۔ صبح کو جب یہ خادم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا پہلا جملہ یہ تھا کہ تم گھر چلے جاؤ۔ یہ سُن کر وہ خادم بہت سوچ میں پڑ گیا اور سمجھنے لگا کہ مجھ سے ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے اس نے یہ سمجھ کر معافی چاہی کہ مجھ سے جو غلطی ہوگئی ہو معاف فرما دیں۔ حضرت نے کہا معافی کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے سُنا کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے اور تمہیں گھر سے آئے بہت دن ہوگئے ہیں اب گھر جاؤ۔ تھوڑے دن کے بعد پھر آجانا۔ یہ سُن کر اس خادم کو اطمینان ہوا۔ مگر اس نے سوچا کہ پرانے کاتب اب تک آئے نہیں ہیں دو چار دن میں آجائیں گے اس وقت جانے میں کتابت کا حرج بھی حضرت کے یہاں نہ ہوگا کہ خطوط کی آمد بہت کثرت سے ہے۔ اس نے حضرت سے یہی بات عرض کی۔ فرمانے لگے اس کی کیا فکر ہے میرا حکم ہے کہ تم چلے جاؤ اب کیا تھا حکم کے سامنے کون بولتا اس نے کہا کہ آج تو گاڑی سہولت کی نہیں کل صبح چلا جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا اچھا۔ حیرت کی بات ہوئی کہ ایک پرانا خادم کاتب اسی رات کو بغیر اطلاع کے حضرت کے پاس آگیا اور یہ کئی مرتبہ ہوا۔

## مخالفوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

اپنے مخالفوں کے ساتھ بھی حضرت کا برتاؤ بہت ہی خاطر مدارات کا رہا۔ نئے آدمی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ حضرت کا مخالف ہے ــــــــ ایک صاحب حضرت کے یہاں جب بھی آتے حضرت جا ہے خطوط آتا ہوا ہے ہوتا یا اور کوئی کام کروا رہے ہوں ان سے درمیان



ہی میں ملاقات اور خیریت وغیرہ پوچھ کر پھر اپنا کام کرواتے۔ اگر وہ صاحب تعویذ وغیرہ کی فرمائش کرتا تو حضرت باوجود وہ تعویذ کا وقت نہ ہونے کے ان کو لکھوا دیتے۔ حضرت کے خدام ان کو حضرت کا بہت خاص آدمی سمجھتے کہ یہ تو حضرت کا خاص آدمی ہے۔ ایک دن حضرت نے ان کے جانے کے بعد خدام سے پوچھا غالباً یہ پوچھنا اس وجہ سے تھا تاکہ وہ اس شخص کے دھوکے میں نہ پڑیں حضرت نے پوچھا کہ کیا اس شخص کو تم میرا مخلص سمجھتے ہو۔ سب نے کہا "جی" فرمایا کہ یہ میرا شروع سے بہت مخالف رہا ہے۔ بس اتنا ہی حضرت نے فرمایا اور اپنا کام شروع کروا دیا۔

## بزرگوں کی دُعا

ایکبار تبہ حضرت نے اپنے ایک مجاز سے پرچاکر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت کے نام خط لکھا تھا اور قلاں پریشانی بھی حضرت کی دعا کی بدولت اچھی ہوگئی۔ حالانکہ ان بزرگ نے کبھی ان کے لیے دُعا نہیں کی اور نہ ہی ان کا خط پہنچتا۔ کیا بات ہے بتلاؤ وہ جواب کیا دیتے چپ رہے ــــ پھر خود ہی فرمایا دیکھو جب اس نے خط لکھا یا کہلوایا۔ تب ہی اس بزرگ کی دعا میں وہ شامل ہوگیا۔ کیونکہ یہ حضرات یوں کہتے ہیں کہ یا اللہ جس نے مجھ سے دُعا کے لیے کہا یا لکھا یا امیدوار ہے تو ان کے حالات سے واقف ہے تو ان کا مقصد اپنی طرف سے پورا فرما۔ تو اب اس نے لکھا تو ہے۔ کہلوایا ہے مگر اب تک نہ پہنچا۔ لیکن ان بزرگ کی دُعا میں شامل ہوگیا۔ تم بھی اسی طرح مانگا کرو۔

## خلافت دینا اختیاری نہیں

خلافت کے متعلق حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں بلکہ یہ مالک کی جانب سے ہے۔ اپنے مجاز بنانے سے قبل استخارہ

وغیرہ کے علاوہ حضرت اس شخص کی ظاہری حالات کی بھی بہت جانچ کرتے۔ ایسی لطیف بات سے ان کو پوچھتے جس سے اندازہ بھی لگاتے کہ اس کو خلافت کی خواہش ہے یا نہیں۔ مثلاً جس کو مجاز بنانے کا ارادہ ہو وہ حضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اور دیگر لوگ ہوں۔ تو عام خطاب فرماتے کہ اس سال میرا کسی کو مجاز بنانے کا ارادہ نہیں کیونکہ کوئی اس کا اہل نہیں ہوتا اور اس شخص کے اوپر دھیان سے دیکھتے کہ اس میں کیا تغیر واقع ہوا۔ نیز ایسے آدمی کو بلا کر پوچھتے کہ آئندہ کیا مشغلہ ہے۔ ذکر کب کرتے ہو وغیرہ اور جب اجازت دے دیتے تو پھر اس کی کڑی نگرانی رکھتے۔

### حسد سے پناہ

فرمایا حسد آدمی کو ہر گندی سے گندی چیز پر آمادہ کرتا ہے اسی واسطے سورۂ فلق میں مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ سے پناہ مانگی گئی ہے۔

### مدینہ میں پیر کی ضرورت

ایک صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ مدینہ میں تو شیخ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مدینہ میں بھی ضرورت شیخ کی ہے کیونکہ طبائع کا انداز یہ ہے کہ وہ محسوس شے کا اثر بہت جلد قبول کرتی ہیں۔

### وفات کے بعد بقائے تعلق کی صورت

فرمایا اکابر کا تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ ان کو ایصالِ ثواب اور ان کے بتلائے ہوئے عمل سے برکات بڑھتی رہتی ہیں۔

### پریشانی کے وقت توجہ الی اللہ

فرمایا کہ مقدرات اپنی جگہ اٹل ہوتے ہیں پریشانی تو طبعی



چیز ہے ہوتی ہی ہے لیکن پریشانی کے وقت کی دعا اور تلاوت اور اذکار بہت وزنی اور قیمتی ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے اہم اوقات کو بہت زیادہ وصول کرنا چاہیئے

### مرید کے لئے دوسرے شیخ کا شغل

میں روحانی علاج میں بھی ایک شیخ کے مرید کے لیے دوسرے کا شغل مناسب نہیں سمجھتا۔

بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے پاک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں پہچانا  ان کی تعلیم کو نہیں پہچانا اور جتنا پہچانا اس پر عمل نہیں کرتے۔

### تمام دعاؤں کا قبول ہونا مبارک ہے

فرمایا کہ ایک صاحب اس سوال کے جواب میں کہ کسی کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں تو کیا کوئی آزمائش تو نہیں! فرمایا یہ بہت مبارک ہے مضائقہ کی کوئی بات نہیں بشرطیکہ اس سے عجب و غرور پیدا نہ ہو اس کا خاص طور سے خیال رکھیں کہ شیطان ہر طرح سے آدمی کے پیچھے پڑا ہے۔

### ماہِ مبارک میں تلاوت وغیرہ

ایک صاحب نے سوال لکھا کہ ماہ مبارک میں تلاوت کے علاوہ کتب بینی کی جاوے یا اوراد وغیرہ کا اہتمام کیا جاوے تو جواب تحریر کروایا کہ ماہ مبارک میں تلاوت کے علاوہ جو وقت ملے اس کو اورادِ مسنونہ میں خرچ کرنا بہتر ہے۔ کتب بینی میں اگر حدیث و تفسیر کی کتابیں ہوں تو وہ اوراد کا بدل بن سکتی ہیں الا یہ کہ کوئی تعلیمی ضروری کتاب ہو تو مضائقہ نہیں۔

### دین کی خاطر دب جانا

فرمایا آجکل دین کے کام کرنے والوں کو دین کی خاطر دب کر رہنا چاہیے اس میں اپنی ذات کی غرض ہرگز ملحوظ نہ ہو بلکہ دین کی غرض ملحوظ ہو۔

### اخلاص سے کام کرنا چاہیئے

فرمایا اخلاص سے کام کرنا چاہیے مخالفوں سے نہ مناظرہ کریں اور نہ ان کی باتوں کا جواب دیں۔ نہ محاذ قائم کریں۔

### تو ہی رولے

سہارنپور میں عصر کے بعد مجلس میں ایک شیر خوار بچہ کو دم کرانے کے لیے لایا گیا وہ رو رہا تھا تو حضرت نے بچہ کو خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں رونے والے نہ رہے تو ہی رولے۔

### اعتدال اکسیر ہے

اپنے رسالہ اعتدال کے متعلق فرمایا کہ آج کل بدگوئی، بدکلامی، بدگمانی اور غیبت کا بہت ہی رواج ہو گیا اس کے لیے اعتدال اکسیر ہے۔

### والدین کا احترام

فرمایا والدین کا احترام بہت ضروری ہے۔ کسی معصیت میں تو اطاعت نہیں لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق مگر جواب دینا دوسری چیز ہے۔ جواب نہ دینا چاہیئے۔

### کبر بصورت تواضع

فرمایا لوگوں میں کچھ علو شان بہت ہی بڑھ گیا اور اس کے ساتھ ہی حقیر فقیر مسکین کے خوشنما الفاظ کا اضافہ بھی بڑھ گیا۔

### بیعت کے قبل و بعد

فرمایا بیعت کے شروع میں بہت غور و خوض کرنا چاہیئے۔ لیکن بیعت کے بعد تا وقتیکہ گناہ کبیرہ



کا ارتکاب یا بدعت کو نہ دیکھیں شیخ کو چھوڑنا نہ چاہیئے۔

### اصل سلوک اتباع سنت ہے

فرمایا اصل سلوک اتباع سنت ہے عبادات میں، عادات میں، اخلاق میں۔

### بزرگی بہت آسان ہے

فرمایا: بزرگی بہت آسان چیز ہے۔

ع یعلم اللہ راہ خدا از دو قدم بیش نیست

یک قدم بر نفس خود نہ دیگرے بر کوئے دوست

نفس کو مارنے میں صرف گناہوں کا ترک کرنا نہیں یہ تو بہت آسان ہے بلکہ اس کے اندر لذائذ یعنی کھیل کود، تفریح تنعمات وغیرہ کو ترک کرنا بھی ہے۔

### نسبت کا زوال اور دوبارہ اس کا حصول

ایک صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ اخلاق کے خراب ہو جانے سے نسبت زائل ہو سکتی ہے! فرمایا کہ کبائر کا ارتکاب زیادہ ہو تو نسبت زائل ہو جاتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ نسبت زائل ہونے کے بعد دوسری مرتبہ حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں! فرمایا حاصل ہو سکتی ہے مگر پہلی مرتبہ جتنی آسانی سے ہوتی ہے ویسے نہیں آتی بہت پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔

### اعتماد علی اللہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ چچا جان حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ گھر میں تشریف لے گئے تو چچی جان نے فرمایا کہ آج سے یوسف، انعام نے چائے چھوڑ دی فرمایا کہ واہ واہ پھر پوچھا کیوں؟ جواب دیا کہ پہلے چائے کا پیکٹ ۳ آنے کا ملتا تھا اب ۵ آنے کا ہو گیا تو فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بلاؤ ان دونوں کو اور

فرمایا کہ ابھی چائے پکاؤ ۔ یہ اعتماد علی اللہ تھا۔

## بدنظری کا علاج

فرمایا بدنظری سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ زیادہ تر نظر نیچی رکھی جاوے اور جس کی کوئی چیز اچھی لگے اس کو دوبارہ ہرگز نہ دیکھا جاوے۔

فرمایا کہ حضرت مدنی کھدر کے کپڑے پہنتے تھے مگر جوتا بہت عمدہ پہنتے تھے میں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے ؟ تو حضرت نے فرمایا کہ لوگ کھدر پہننے کی وجہ سے نادار اور فقیر نہ سمجھیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت اور سگرٹ نوشی

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سگریٹ نوشی کے ساتھ اکثر نہیں ہوا کرتی۔

## فسخ بیعت

ایک خط میں تحریر فرمایا کہ بدعات معمولی درجہ کی ایسی نہیں ہوتی کہ جس سے فسخ بیعت کیا جاوے البتہ اونچے درجہ کی ایسی ہوتی ہے کہ جن میں فسخ بیعت ضروری ہے۔

## عملِ تسخیر سے اجتناب

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تسخیر کے عمل کے متعلق ایک خط میں لکھوایا کہ مجھ سے جس کا بیعت کا تعلق ہے اس کو تسخیر کے عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میں تسخیر کے عمل کا سخت مخالف ہوں اور اس سے اپنے دوستوں کو روکتا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک اس عمل کا سکھانے والا ماہر اور کامل نہ ہو اس وقت تک ناقص سے سیکھنے میں یا کتابیں دیکھ کر سیکھنے میں خطرات زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص شیر کے شکار کا ماہر نہ ہو اور وہ شیر پر گولی چلاوے تو کیا حشر ہوگا۔؟



## جامع المشائخ

ایک مرتبہ ایک تعزیت کا خط لکھا جا رہا تھا۔ اس میں لکھوایا کہ میں بھی مرحوم کے لیے دعا کرتا ہوں اور ایصالِ ثواب کرتا ہوں، پھر زبانی فرمایا کہ حضرت تھانویؒ بھی یہ جملہ جب تعزیتی خط میں لکھواتے تو اس وقت ۳ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ کر اس کو ایصالِ ثواب کر دیتے اور فرماتے کہ ایصال ثواب کر رہا ہوں۔ (تاکہ جھوٹ نہ ہو) پھر ہنستے ہوئے فرمایا میری قدر کر لو جامع المشائخ ہوں !

## حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت

ایک آدمی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت ہو سکتی ہے ؟ کیا یہ ممکن ہے ؟ جواباً لکھوایا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت ہونا ممکن تو ہے مگر مستبعد ہے۔

## دعا برائے ادائے قرض

ادائیگی قرض کے واسطے ایک خط میں حضرت نے لکھوایا کہ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ستر مرتبہ روزانہ پڑھا کریں اوّل و آخر درود شریف سات سات مرتبہ پڑھ لیا کریں ۔ جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان میں پڑھا کریں اور اس کے علاوہ دنوں میں جس وقت جی چاہے پڑھ لیا کریں۔

## حزب البحر

ایک خط میں تحریر فرمایا کہ حزب البحر محض برکت کے لیے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں وہ مشائخ کے نزدیک زیادہ اونچی ہیں البتہ حزب البحر کسی خاص مقصد کے لیے پڑھی جاوے اس کے لیے اس کی زکوٰۃ دینا

ضروری ہے۔ اس ناکارہ نے نہیں دی اور نہ دینے کا ارادہ ہے۔

## دعائے گنج العرش کی اسناد صحیح نہیں

ایک خط میں لکھوایا کہ دعائے گنج العرش وغیرہ کتابوں کی اسناد صحیح نہیں حدیث پاک میں جو دعائیں آئی ہیں اس کو پڑھا کریں۔

## کاغذ سے استنجا

ایک انگلینڈ کے آدمی نے کاغذ کو استنجاء کے لیے استعمال کرنے کے متعلق خط میں دریافت کیا کہ وہ خاص قسم کے کاغذ ہوتے ہیں جواباً لکھوایا کہ اس کاغذ سے استنجاء کرنے میں مضائقہ نہیں کہ اس میں جذب کی صلاحیت ہے۔

## ٹائی اور نماز

ایک خط میں تحریر فرمایا کہ ٹائی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے مگر چونکہ کفار کا لباس ہے اس وجہ سے اتار لینا چاہیئے۔

## دُلہن کو نصیحت

ایک لڑکی کو اس کی شادی میں نصیحت کے طور پر یہ تحریر فرمایا کہ دین اور دنیا کی سعادت اور تعلقات کی خوشگواری اس میں ہے کہ شروع میں سسرال والوں کے ساتھ بہت زیادہ نیاز مندی اور دلداری اور خدمت کا اہتمام کیا جاوے یہ ہمارے اپنے گھروں کا خاص طریقہ ہے۔ شروع میں جو لڑکیاں سسرال والوں کے ساتھ چھوٹی بن کر رہتی ہیں وہ ان سب کے قلوب کو اپنی طرف ہی مائل کر لیتی ہیں اور جو شروع میں ذرا ناز نخرا کے ساتھ رہتی ہے وہ دلوں سے اُتر جاتی ہے اس کا خاص خیال رکھیں۔



## اپنے آپ کو نااہل سمجھنا ضروری ہے

ایک خط میں لکھوایا کہ اپنے آپ کو نااہل سمجھنا تو بہت ضروری ہے۔ کسی وقت میں بھی اپنے اندر اہلیت کا شبہ نہ آنا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی نعمتوں کا شکر بھی ضروری ہے کہیں کفرانِ نعمت نہ ہو اپنی نااہلیت کے اظہار قلم یا زبان سے کرنے سے زیادہ دل سے کرنا بہت مفید ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بُرا کہے یا اپنی شان کے خلاف کوئی معاملہ کرے مثلاً مجمع میں اعزاز و اکرام نہ کرے تو اس پر غصہ نہ آوے اور جب تک اس پر غصہ اور اس کا احساس ہوتا رہے گا اس وقت تک اپنی نااہلیت زبانی ہے قلبی نہیں۔

## معمولات کی پابندی

ایک خط میں لکھوایا کہ معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے جتنا ہو سکتا ہے اس میں کسر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ یہ چیزیں روحانی غذا ہیں ان کا ترک روح کے ضعف کا سبب ہے اور ان کی پابندی روح کی قوت کا ذریعہ جیسا کہ مادی غذاؤں میں اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں غذا چھوڑتا ہے تو ہر شخص اس کے سر ہو جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور کھالو ضعف ہو جائے گا یہی حالت روحانی غذا کی ہے بالکلیہ ترک نہ ہونا چاہیئے۔ اگر مجبوری کی وجہ سے کبھی ہو جاوے تو مضائقہ نہیں۔

## دمادم نقصانات کیوں

ایک خط کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے کسی کا حق نہیں مارا اور نہ کسی پر ظلم کیا وغیرہ وغیرہ پھر یہ دمادم نقصانات کیوں؟ میری عقل کام نہیں کرتی؟ جواباً تحریر فرمایا کہ اس میں دو امر قابلِ لحاظ ہیں اولاً

یہ کہ آدمیوں کو اپنی غلطیوں پر کبھی احساس نہیں ہوا کرتا۔ یہ دعویٰ کہ کسی پر ظلم نہیں کیا کسی کی حق تلفی نہیں کی وغیرہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن اس کے باوجود آدمی کو کسی وقت اپنے کو خطا اور قصور سے بری نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں قصوروں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ گناہوں سے توبہ اور اندرونِ دل سے معافی کی درخواست کرتے رہنا چاہیئے۔ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا نقل کی گئی ہے کہ یا اللہ جس بندے کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا میں نے اس کو کچھ برا بھلا کہا ہو یا مارا ہو تو مجھے معاف فرما اور اس کے لیے مغفرت اور رحمت کا سبب بنا۔ جب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے متعلق یہ دعا کرتے ہوں میرا اور تمہارا کیا منہ ہے کہ کہیں ہم نے کسی پر زیادتی نہیں کی یا حق تلفی نہیں کی اس کے علاوہ اگرچہ عام قاعدہ یہی ہے کہ اپنی بداعمالیاں بھی پریشانیوں کا سبب ہیں کہ ـــــ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ ما من مصیبة فبما کسبت ایدیکم الخ لیکن یہ کلیہ نہیں اگر کلیہ ہوتا تو پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو فقر و فاقہ اور پریشانیاں نہ ہوتیں۔ اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل نیز ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھ کیا کہتا ہے تو فرمایا کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر اتنی زور سے دوڑتا ہے جتنا کہ پانی نیچے کی طرف زور سے چلتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھ لینا کہ پریشانی ہمیشہ سزا کی وجہ سے ہوتی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ میرے خیال میں تمہارے والد کے اعمالِ حسنہ جو میری نگاہ میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے رفع درجات کے لیے یہ بھی ایک ابتلاء ہے۔ جو وقتی ہے اِن شاء اللہ جاتا رہے گا۔ گھبرانا تو ہرگز نہیں چاہیئے



البتہ دعا سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ جل شانہ سے تنہائی میں خوب مانگنا چاہیئے اپنی کسی تدبیر پر اعتماد ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ فلاں تدبیر ضرور کارگر ہوگی تدابیر صرف اسباب کا درجہ رکھتی ہیں ان میں اثرات پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے یہ خیال بھی نہ کرنا چاہیئے کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ دعا بہت اہتمام سے مانگنا چاہیئے اور یہ بھی یقین رکھنا چاہیئے کہ دعا بہت اہتمام سے قبول ہوتی ہے لیکن اثر بعض دفعہ دوسری صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے جیسا کہ احادیث پاک میں کثرت سے آتا ہے۔

## معمولات کی پابندی اور احوال کی تبدیلی

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات کی پابندی کے باوجود حالات میں تبدیلی نہیں جواباً لکھوایا کہ معمولات کی پابندی احوال کی تبدیلی کے لیے لازم ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام بغیر اثر کئے رہ جاوے البتہ تبدیلی کا احساس دیر میں ہوا کرتا ہے۔ قلب میں جتنی زیادہ کدورت ہوگی اتنا ہی اثر دیر میں محسوس ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ذکر قلب کی صفائی کا واحد ذریعہ ہے کپڑے پر میل کم ہوتا ہے تو جلدی صاف ہو جاتا ہے اور جتنا زیادہ میلا ہوتا ہے اتنی ہی دیر میں صفائی آیا کرتی ہے۔ زیارت حرمین شریفین موجب برکات و ترقیات ہے اور اسباب مساعد ہوں تو ضرور ارادہ کریں لیکن قلب کی صفائی جتنی اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اتنی کسی چیز سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کا پاک نام چاہے جتنی غفلت سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

## پریشانی میں اللہ کا پاک نام لینا

ایک مرتبہ فرمایا کہ تفکرات اور پریشانی میں تو

اللہ کا پاک نام اور بھی زیادہ کثرت سے لینا چاہیے کہ سکون قلب کا سبب ہے اور پریشانیوں کے دفعیہ کا سبب بھی ہے۔

## یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشکال اور اس کا جواب

فضائل درود شریف کے واقعہ نمبر ۴۲

کے اوپر ایک صاحب نے اشکال کیا کہ اس درود میں صلی اللہ علیک یا محمد ہے کہ جس میں یا، حرف ندا، اور کاف ضمیر خطاب کا استعمال ہے حالانکہ دیوبندی اور بریلوی حضرات میں جو قیام کے جواز اور عدم جواز کا جھگڑا ہے وہ زیادہ تر اس سلام کی وجہ سے ہے یعنی صلی اللہ علیک۔ یہ موجود اور حاضر شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و موجود نہیں لہٰذا اس طریقہ سے خطاب کے ساتھ سلام پڑھنا جائز ہے؟ جواب میں حضرت نے لکھوایا کہ آپ کا اشکال میری سمجھ میں نہیں آیا اس لیے کہ فضائل درود میں جو درود ہے صلی اللہ علیک یا محمد ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر نہ بتلایا گیا نہ اس کا کوئی شبہ ہو سکتا ہے جبکہ احادیث میں کثرت سے یہ مضمون ہے کہ جب کوئی شخص غائبانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس درود کو فوراً پہنچاتے ہیں درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لیتے ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ڈاک کے خطوط میں کوئی شخص کسی کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ لکھے حالانکہ لکھنے والے کے ذہن کو یہ واہمہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کو خط لکھ رہا ہے کہ وہ میرے پاس موجود ہے۔ اسی طرح خطوں میں جو الفاظ لکھے جاتے ہیں کہ آپ بہت یاد آ رہے ہیں۔ آپ کی خدمت میں فلاں چیز بھیج رہا ہوں وغیرہ وغیرہ یہاں ان کو حاضر ناظر کوئی نہیں سمجھتا اور بریلیوں کا جھگڑا یا رسول اللہ کے لفظ پر نہیں بلکہ اس



خطاب کے وقت ...... قیام پر ہے کہ وہ اعتقاداً عملاً یہ سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مجلس میں تشریف فرما ہیں اس لیے قیام کرتے ہیں یہ میرا خیال ہے دیگر اہل علم سے بھی کر لیں اکابر کے کلام میں اس قسم کے الفاظ کثرت سے ملیں گے اس رسالہ میں بھی ملا جامیؒ کے اشعار میں ترحم یا نبی اللہ کا لفظ ہے مگر کوئی حاضر ناظر نہیں سمجھتا۔

## طالب علم کیلئے تعلقات سم قاتل ہیں

ایک طالب علم کے خط میں

یہ مضمون لکھوایا کہ طالب علم کے لیے نہایت اہم اور شدید پرہیز تعلقات کی کما ہے۔ دوستوں سے تعلقات علم کے لیے اور طالب علم کے لیے سم قاتل ہے ان سے جہاں تک ہو سکتا ہے احتراز کریں اور اساتذہ کے احترام میں جہاں تک ہو سکے کمی نہ کریں کہ اساتذہ کی بے احترامی سے علم کی برکت سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔

## والدین پر ظلم کی سزا دنیا میں

ایک مرتبہ فرمایا کہ والدین پر ظلم کی سزا دنیا میں بھی

ملتی ہے اس کے بعد فرمایا کہ مجھے ایک باغ والے کا قصہ لوگوں نے سنایا کہ اس کے لڑکے نے بوڑھے باپ کو مال کی وجہ سے قتل کرا دیا۔ وہ آدمی بہت ہی نیک دیندار تھا۔ میں نے کہا کہ اب جو ان کے اہل معاصر ہوں ان سے تحقیق کریں اس آدمی نے بھی اپنے باپ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہوگا۔ جب انہوں نے تحقیق کی تو واقعی یہی نکلا۔

### پھل کے بعد پانی

پھل کے متعلق فرمایا کہ اگر کھانے کے بعد کھایا جاوے تو وہ کھانے کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پانی پینا مضر نہیں اور اگر بغیر کھائے پھل کھا کر پانی پیا جاوے تو مضر ہے۔

### سنت اور بدعت

فرمایا کہ سنت پر جتنا عمل ہوگا۔ بدعات خود بخود مضمحل ہو جائیں گی۔

### تعلق مع اللہ اور اخلاق

ایک صاحب کے سوال پر کہ تعلق مع اللہ کے بعد کیا اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں تعلق مع اللہ اور چیز ہے اور اخلاق اور چیز ہے۔ ہاں ایک سے دوسرے پر اثر ضرور پڑتا ہے اخلاقِ رذیلہ ذکر سے مستور ہو جاتے ہیں ہاں جس کی پیشانی بھی ہوئی اس کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اس کے بعد ایک قصہ سنایا کہ ایک بادشاہ نے چند بلیوں کو تربیت دی اس طرح پر کہ موم بتی لے کر دو ٹانگوں پر کھڑی ہو جاوے اور ایک شاعر کا کلام جب ختم ہو جاوے فوراً دوسرے کے پاس پہنچ جاوے۔ لوگوں کو اس کی اس تعلیم پر بڑی حیرت ہوتی تھی ایک آدمی کو شرارت سوجھی اس نے ایک چوہا پکڑ کر ان کے درمیان میں پھینک دیا۔ اب کیا تھا سب موم بتیاں پھینک کر چوہے پر کود پڑیں۔ بس یہی حال ہمارا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ چوہا سامنے آجاوے تو سب ختم۔

### المرء مع من احب سے ایک عجیب استنباط

فرمایا کہ میں نے المرء مع من احب کی حدیث سے ایک مسئلہ استنباط کیا ہے وہ یہ کہ ایک



آدمی ہر کام نہیں کر سکتا کہ بخاری بھی پڑھا دے تبلیغ بھی کرے۔ مجاہدہ بھی کرے وغیرہ۔ میں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ ہر فن کے اونچے آدمی سے محبت کرنا شروع کر دے اور ہر ایک سے محبت کرنا شروع کر دے تو انشاء اللہ مع کلھم ہو جاوے گا۔

### مجذوبوں سے تعلقات مضر ہیں

ایک خط میں لکھوایا کہ ہمارا طریقہ مجذوبوں کے طریقہ سے الگ ہے ان مجذوبوں کے ساتھ نہ تو ہنسی مذاق کرو اور نہ ان کو تکلیف پہنچاؤ۔ کھانے پینے کی کوئی چیز معمول مانگیں اور تم میں ہمت ہو تو دے دو۔ ورنہ نہایت نرمی کے ساتھ عذر کرو۔ ان کی دی ہوئی چیز کبھی نہ کھاؤ بلکہ ان کو کسی جگہ دفن کر دو ان سے میل جول ہرگز نہ رکھو۔ بہت نقصان دیتا ہے اگر وہ کہے کہ ہم نے کاروبار ختم کر دیا یا ہمارے ہاتھ میں ہے اس قسم کی باتوں کو کسی درجہ میں بھی قابلِ اعتبار نہ سمجھو۔ اللہ کے سوا کوئی چیز کسی کے قبضہ میں نہیں۔ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو بسا اوقات کشف ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اپنے کشف کو بیوقوفی سے ظاہر کرتے ہیں۔

### حزب الاعظم کی دعا

ایک صاحب کے سوال پر کہ حزب الاعظم کے باب ہفتم کی یہ دعا اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد صلاۃً لا یبقیٰ من صلواتک شیٔ الخ کے پڑھنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں جواباً لکھوایا کہ اس قسم کی دعاؤں کو حضرت اقدس گنگوہی پسند نہیں فرماتے تھے لیکن چونکہ احادیث صحیح میں وارد ہے اس لیے مبالغہ پر محمول کیا جا سکتا ہے آپس کی دعائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ سلامت رکھے مبالغہ پر محمول ہیں اس کا مطلب کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ قیامت تک زندہ

رہے ہے اسی طرح ادام اللہ فیوضہم وغیرہ الفاظ ہیں ان سب سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے۔

## ہمت سے سب کام آسان ہو جاتے ہیں

ایک صاحب نے لکھا کہ ماحول ایسا ہے کہ معاصی سے بچنا مشکل ہے۔ جواباً لکھوایا کہ میرے مخلص دوست! ہمت سے سب کام آسان ہو جایا کرتے ہیں۔

## عجب کا علاج

فرمایا کہ عجب کے دور کرنے کا آسان علاج یہ ہے کہ جب عجب کبر کا خیال آوے تو اس وقت بہت اہتمام سے اپنے معاصی کو یاد کرکے اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس کی ستاری نے پردہ پوشی کر رکھی ہے ورنہ یہ لوگ جو میرے ساتھ بڑائی کا معاملہ کرتے ہیں مجھ پر تھوکتے بھی نہیں!

## ذکر اللہ کے لیے سخت معذوری میں اسفار

حضرت اپنی عمر کے آخری گیارہ سالوں میں اس قدر شدید معذور ہو چکے تھے کہ رات سونے کی حالت میں کروٹ بدلنی ہو یا پاؤں سیدھے کرنے ہوں تو خود سیدھے نہیں کر سکتے تھے خادم کو آواز دینی پڑتی تھی اسی لیے اسی معذوری کو بیان کرتے ہوئے پہلے سفر انگلینڈ میں ایک تقریر میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نے روتے ہوئے فرمایا کہ ایسی معذوری کے عالم میں کہ سالہا سال سے سجدے کے لیے پیشانی کو زمین پر رکھنے سے معذور ہیں اور اشارے سے رکوع سجدہ کرتے ہیں۔ غور کیجیے اس حالت میں یہاں کا سفر کیوں کیا ہے باوجود اس کمزوری کے متوسلین پر اس قدر شفقت تھی کہ ہوائی جہاز کے لیے لیے اسفار



جو بارہ چودہ گھنٹے تک طویل تھے فرمائے۔

## جہاز کا نماز کے وقت اُترنا

زامبیا سے لندن کا سفر بارہ چودہ گھنٹے کا سفر تھا حضرت کو استنجے وضو کی جہاز میں دقت کی وجہ سے فجر کی نماز کا بار بار فکر ہو رہا تھا کئی بار استفسار فرمایا کہ فجر کی نماز کا کیا ہوگا چلتے جہاز میں استنجا وضو نماز کا کیا ہوگا حضرت کی اس فکر سے خدام بھی متفکر تھے لیکن اور کوئی جہاز نہیں تھا جس میں نماز کا وقت بیچ میں نہ آتا ہو اس لیے مجبوراً اسی جہاز سے سفر کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حضرت کی کرامت کہ عین صبح صادق کے وقت پائلٹ نے انگریزی میں کوئی اعلان کیا حضرت نے پوچھا "یہ کیا کہہ" خدام نے عرض کیا کہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ میں نے لندن کنٹرول سے رابطہ قائم کیا تو مجھے بتایا گیا کہ جہازوں کی ٹریفک زیادہ ہے اس لیے ہمیں فضا میں تھوڑی دیر چکر لگانے ہوں گے اور وقت مقررہ سے کچھ تاخیر سے ہم اتریں گے۔ ہمارے پاس پٹرول لوساکا سے لندن براہ راست سیدھا اترنے کے لیے تھا۔ دیر تک چکر لگانے پڑے اور اس کے لیے موجودہ پٹرول کافی نہ ہو اس لیے ہم پٹرول لینے کے لیے تیونس کے ہوائی اڈہ پر اتر رہے ہیں یہ سن کر حضرت بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری نماز کا انتظام فرما دیا۔ چنانچہ جہاز سے نیچے اتر کر با جماعت نماز ادا کی گئی۔

## اندازِ تربیت

ایک دفعہ حضرت نے جمعہ کے غسل سے فراغت کے بعد ابھی صرف لنگی اور کرتی ہی پہنی تھی کہ فرمایا حافظ جی! مجھے کھڑا کرو چنانچہ ایک طرف حافظ صدیق صاحب نے دوسری طرف میں نے حضرت کا بازو پکڑ کر کھڑا کیا حضرت نے مجھے کھینچ کر اپنے قریب کھڑا کر دیا اور حافظ صدیق صاحب سے فرمایا کہ حافظ جی دیکھ اس کا کرتا لمبا ہے یا میری کرتی، حافظ صدیق صاحب نے فرمایا کہ آپ کی کرتی لمبی ہے۔

## خوف و رجا

فرماتے تھے کہ ان نعمتوں کو دیکھ کر اس کا ڈر لگتا ہے کہ کچھ دو چار نیکیاں اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ہو جاتی ہیں۔ کہیں اس کا بدلہ یہیں دنیا ہی میں نہ مل رہا ہو اور کل کو قیامت میں یہ کہہ دیا جائے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا الخ

چنانچہ حضرت کے ایک خادم جو ایک سخت مرض کے شکار ہو گئے تھے ڈاکٹر قسم قسم کی باتیں کر رہے تھے حضرت والا کو ان باتوں کا علم ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ ماہِ مبارک میں جب وہ حضرت کے معتکف میں حضرت کے پاس تھے حضرت ان سے فرمانے لگے ابے او ہم تو سمجھ رہے تھے کہ تُو تو میرے بعد زندہ رہے گا اور کچھ کام کرے گا لیکن تو نے تو ابھی سے ہی پاؤں پسارنے شروع کر دیئے۔

اس کے بعد فرمایا ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ مجھے اللہ جل شانہٗ کی ذات سے اُمید ہے کہ مغفرت تو میری بھی ہو جائے گی اور اِن شاء اللہ تیری بھی ہو جائے گی۔

## ایک تفریحی واقعہ

جمعہ کے دن قبیل بیعت حسبِ معمول اعلان ہوا کہ یہ ناکارہ لب گور ہے الخ پھر حضرت نے فرمایا ارے بھائی کسی اور سے بیعت ہو جاؤ میں تو مرنے کو بیٹھا ہوں۔ اس پر ایک بڑے میاں نے جو متصل ہی بیٹھے تھے عرض کیا حضرت ہم کو نے جلنے کو بیٹھے ہیں! حضرت بہت ہی مسکرائے اور ہنسے پھر فرمایا حضرت حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک دیہاتی آیا۔ پیڑے پیش کئے اور حضرت نے قبول فرما کر تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا میں تو بیعت سے پہلے اور بعد میں کچھ لیا نہیں کرتا اب تو تم دے چکے ہو اس لیے بیعت سے معذور رہے۔ اس دیہاتی نے عرض کیا حضرت میرے پیڑے واپس فرما دیں۔ حضرت



نے خادم سے فرمایا بازار سے پیڑے خرید لاؤ۔ اس پر دیہاتی نے عرض کیا میں تو وہی لوں گا جو میں نے دیئے تھے۔ حضرت تھانوی ہنس پڑے اور فرمایا تو نے میری اصلاح کر دی اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے بھی ان بڑے میاں سے فرمایا تم نے بھی آج میری اصلاح کر دی۔

## بچوں کا انتقال

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تم دوستوں کے حسن ظن کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ سے بڑی امید ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے بہت سے بچوں کا انتقال ہو گیا جب کسی بچہ کے انتقال پر اس کی والدہ روتیں تو میں یہ کہا کرتا تھا کہ نیک اعمال نہ تیرے پاس اور نہ میرے پاس اِن شاء اللہ یہ سب مل کر قیامت میں گناہ کے بوجھ کو کھینچ ہی لیں گے۔

## اپنی خدمت کے لئے بقیع سے بلاؤنگا

آپ نے جذبہ تصوف میں بے اپنے ایک خط میں تو یہ لکھا کہ بقیع جانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں اور دوسرے میں لکھا کہ تجھے کسی خادم کے آنے کی ضرورت نہیں یہ ناکارہ حاضر ہے۔ تصوف کی باتیں اس ناکارہ کے دماغ میں کم آتی ہیں، کیا آپ کو اپنی خدمت کے لئے بقیع سے بلایا کروں گا؟

- موت کا اس طرح انتظار کرنا چاہیئے کہ ایک طرف سلام پھیر کر دوسرا نصیب ہو گا کہ نہیں۔
- ایک صاحب نے کہا کہ استاذ کی کیا ضرورت؟ پھر لغت کے سہارے سے تنہا سعدی کی کتابوں کو پڑھنا شروع کیا۔ جب اس شعر پر پہنچا۔ ؎

کہ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود
درایام ابوبکر بن سعد بود

تو سعدی اور بلا ۰ کے معنی تو معلوم تھے گرد معنی گیند لغت سے دیکھ لیے اب رہ گیا "عنت ربود" اس کے معنی ساری لغات میں دیکھے کہیں نہیں ملے ۔

## تمہاری اہلیہ مجھے بددعا نہ دے

اہلیہ محترمہ کے حقوق کی ادائیگی میں اوقات زیادہ ضائع نہ کریں اور نہ کمی کریں "البتہ ان کے ساتھ نظم کے ساتھ اوقات کو رکھیں اور ان کو میرے اس مضمون کی خبر نہ ہو کہیں اس پاک زمین میں میرے لئے بددعا شروع کر دے (۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ)

○ ایک بادشاہ کے پاس بہت قیمتی باز تھا۔ وہ شاہی باز اُڑ کر کسی بڑھیا کے گھر میں گر گیا اس نے دیکھا کہ اس کے ناخن ٹیڑھے ہیں۔ دل میں کہا کہ یہ کھانا کیسے کھاتا ہوگا اس کو تو بڑی تکلیف ہوتی ہوگی۔ تو بڑھیا نے محبت میں اس کے ناخن کاٹ دیئے بعد میں بادشاہ کو پتہ چلا کہ باز فلاں گھر میں ہے تو اس کو لایا گیا۔ ناخن کاٹنے سے بالکل بیکار ہو چکا تھا۔ اب تو وہ کیا کھاتا۔ اس نے شہر میں منادی کرائی کہ جو چیز کسی نااہل کے پاس پہنچ جائے اس کا یہی حشر ہو۔

## دنیا کی مثال خواب

دنیا تو مانندِ خواب ہے یہاں کی ذلت عزت تکلیف کچھ بھی نہیں کسی خواب میں کوئی خوب پیٹے پھر جب وہ نیند سے بیدار ہوگا تو کتنی لذت محسوس ہوگی۔ خواب میں کوئی وزیر اعظم بن جائے پھر جب آنکھ کھلنے پر اپنے کو بستر پر پڑا پائے گا تو کیا حال ہوگا

## حبِّ جاہ سے نفرت

مدرسے کی نظامت ہمیشہ کہتی رہی میں آ دنگی آ دنگی۔ میں ہمیشہ کہتا رہا نہیں آنے دینگا نہیں آنے دینے کا ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو جنت کی بہاریں اور حوریں نظر آنے لگیں تو یہ منظر دیکھ کر انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎



ان کان منزلتی فی الحب عندکم
ما قد رائیت فقد ضیعت ایامی

کہ اگر میری زندگی بھر کی تمہارے ساتھ کی محبت کا یہی بدلہ ہے تو میری زندگی تو ضائع ہوگئی۔ چنانچہ اس پر ادھر سے ایک تجلی ہوئی جس کے ساتھ روح پرواز کر گئی۔

## مدرسے کے مال میں احتیاط

بڑے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کے مال کی چوری کرلے کھا پی لے، جاتے وقت معاف کروالے تو معاف ہو جاوے گا مگر مدرسے کے مال کے نہ مہتمم مالک نہ سرپرست نہ اور کوئی۔ حتیٰ کہ اگر انہوں نے مدرسہ کی رعایت و مصلحت سے معافی مانگنے پر معاف بھی کر دیا تو اللہ کے یہاں ہماری تو گرفت نہ ہوگی۔ لیکن یہ ہمارے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا[1] اور اگر خود ناظم مہتمم ایسا کرے پھر تو کسی سے معافی بھی نہ رہی۔

حقوق العباد کے لیے جنت کے دروازے پر روکے جائیں گے۔

## میں کے گلے پر چھری

"میں" کے گلے پر چھری چلا دو "میں" نہ کہیو۔

## اکابر کا گریہ

میں بچہ تھا والد صاحب کے رونے سے پہلی رات کو میری آنکھ کھلا کرتی تھی۔ حضرت گنگوہی ظہر کے بعد حجرہ بند کرکے تلاوت فرماتے تھے باہر تک رونے کی

---

[1] اور اگر معاف بھی ذاتی تعلق سے کیا تو یہ سب بھی پکڑے جائیں گے۔

آواز آتی تھی۔ حضرت مدنیؒ بھی تہجد کے وقت پنجابی کے دوہے پڑھتے اور خوب روتے تھے۔ حضرت رائپوریؒ کو تو خوب ہی دیکھا ہے۔

**قربانی سے محبت** | شیخ الہندؒ شوال میں بکرا خرید کر دودھ جلیبی کھلایا کرتے تھے ہم بھی تقسیم کے قبل رجب میں منگوا کر گاؤں بھیج دیا کرتے تھے۔

○ اللہ البیلا ہے یعنی جو معشوق کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ اللہ کی ذات پاک ہے البیلی ہے۔ بے نیاز ہے۔ فان اللہ لا مکرہ لہ۔

○ اِنَّ لِلّٰہِ ساعۃً لا یَرُدُّ فیھن سائلاً۔ لیکن عورتوں کی مصیبت ہے کہ وہ بچوں کو بد دعائیں دیتی رہتی ہیں۔ کبھی وہ ساعت میں واقع ہو جاتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے پھر روتی پھرتی ہیں۔

**دعا مانگنے کا ادب** | ایک ڈوم جا رہا تھا چلتے چلتے تھک گیا۔ کہنے لگا اللہ میاں گھوڑی دیدے پھر کہنے لگا گھوڑی نہیں دیتا تو گھوڑی کا بچہ ہی دیدے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا جہاں کسی کی گھوڑی نے بچہ دے رکھا تھا اس کے مالک نے ڈوم کو بلا کر کہا اس بچہ کو اٹھا لے تو یہ اٹھا کر چلنے لگا اور کہنے لگا کہ اللہ میاں مانگا تو تھا تلے کو بل گیا اوپر کو۔ اسی لیے حدیث کی دعا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری مانگنے میں امت پر کتنی شفقت فرمائی ساتھ قید بھی لگائی اَتَبَلَّغُ بہ ۔ الخ کہ جس سے میرا سفر پورا ہو جائے۔

مولوی عبدالرشید نعمانی حافظ ابن حجر پر اتنے خفا ہیں کہ حد نہیں لیکن کسی پڑھنے پڑھانے والے کو ان کے سوا چارا نہیں۔ اسماء رجال کی ساری کتب انہی کی مرہونِ منت ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر حدیثی بات زیادہ کہتے ہیں اور علامہ عینی فقہی بات زیادہ کہتے ہیں۔



**طلبہ میں سنّت کا شوق نہ ہونے پر قلق** | ناظم صاحب نے ایک سال چھوٹے لوٹے بنوائے تھے جو مُد کے پیمانے سے بنائے تھے کہ اس سے وضو کیا کرو سنّت ہے۔ مگر وہ نہ چلے وہ محروم تمنا کیوں نہ سوئے آسمان دیکھے۔ کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے۔

**جن سنّتوں کا تحمل نہ ہو سکے** | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کے متعلق میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ میری بھی یہ زندگی ہوتی۔ فقر و فاقہ وغیرہ کی تو میں اجازت بالکل نہیں دیتا البتہ تمنا ضرور اس کی کرنی چاہیے جیسے کسی کو ڈاکٹر نے پھل کھانے سے منع کیا ہو تو اس کو پھل کھانے کی تمنا ضرور ہوتی ہے۔

**اللہ کے سامنے رونا** | روؤ اللہ کے سامنے اگر اپنی اور اُمت کی خیر چاہتے ہو۔

**تلاوت کی لذّت** | ماموں اسماعیل والد مولانا ادریس صاحب کو نانا متولی عقیل پکڑ لیتے یا کسی بھی چھوٹے کو پکڑ لیتے کہ اتنا پارہ سُن لے اور کہیں متشابہ لگے تو نہ بتانا۔ اس لیے کہ قرآن تو سارا ہی گڑ ہی گڑ ہے۔

**رات کو جو کچھ ہوتا** | حضرت رائپوریؒ نے اخیر میں بدن کے کپڑے بھی حضرت کے خادم خاص حافظ عبدالعزیز صاحب کو دے دیئے تھے کہ تم سے مستعار لیں گے اسی طرح میرے والد صاحب کئی ہزار کے مقروض تھے۔ اصل میں رات کو جو کچھ ہوتا کسی کو دے دیا کرتے فرمایا کرتے کہ جی نہیں چاہتا کہ میری ملک میں کوئی پیسہ ہو۔

○ سورۃ الم سجدہ اور سورۃ الدہر میرے والد صاحب بہت اہتمام سے جمعہ کے دن فجر میں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

### شرائط کا لحاظ ضروری ہے

احادیث میں جن چیزوں میں شفا قرار دی گئی ہے اس کے تذکرہ میں حضرت نے فرمایا (اس) میں شفا ضرور ہے مگر موسم مزاج علاقہ کی گرمی سردی وغیرہ کا لحاظ ضروری ہے۔ معمر نے سر میں اتباع سنت میں پچھنا لگوایا تھا تو حافظہ بالکل ختم ہو گیا تھا۔ حافظ قرآن تھے مگر سورۂ فاتحہ بھی یاد نہیں رہی تھی۔

### غارِ حرا کی خلوت

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ مہینے غارِ حرا میں گزارے ایک ایک مہینے کا توشہ ساتھ لے جاتے تھے۔

### پیسہ بالکل جمع کرنے کی چیز نہیں

پیسہ بالکل جمع کرنے کی چیز نہیں اس لیے کہ یہ زندگی تو بالکل خراب کی طرح ہے اور مرنے کے بعد کوئی پوچھتا نہیں اسی لیے جب صحابۂ کرام نے پوچھا کہ کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل العفو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ دِرْهَمٌ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ

### مال کی حرص

مثل مشہور ہے کہ گدھا سارے سال اچھا رہے اور بارش میں دُبلا ہو جاوے اس لیے کہ لہلہاتے کھیت کو دیکھ کر سوچے کہ کتنا زیادہ رہ گیا میں نے تو کھایا ہی نہیں تو اسی کو دیکھ دیکھ کر جلتا رہے۔



### مال کی کثرت کا انجام

جانور کھانے کے بعد آفتاب کے سامنے منہ کرکے جگالی لے تو یہ اس کے لیے نمکِ سلیمانی کا کام دے اور جو ایک دفعہ منہ دے کر کھاتا ہی چلا جاوے تو اس کو تخمہ (ایک بیماری) ہو جاوے گا اور مر جاوے گا: ایسا ہی یہ مال ہے۔

### تواضع

صاحبِ کمال جتنی زیادہ ترقی کرتے ہیں۔ اتنی ہی ان میں تواضع زیادہ ہوتی ہے۔ اخیر میں یہ ہو جاتا ہے کہ وہ یوں سمجھتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ بُرا کون ہو گا۔

### اخلاص ضروری ہے نہ کہ مقدار

ایک شخص [illegible] پیسہ دیتے جب وہ [illegible] جاتا کرتے تھے تو اپنی چادر میں بہت سارے ڈھیلے استنجا کے لیے حضرت کے بیت الخلاء میں ڈال دیا کرتے تھے اور پیدا چلنے (رائے پور) جایا کرتے تھے تو صدقہ میں اخلاص تو نہایت ضروری ہے لیکن معمولی اور کم ہونے کی طرف نہ دیکھتا رہے۔

### عوام سے عقائد کا فکر

حضرت گنگوہی حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی کے مزار مبارک پر اخیر رات میں تشریف لے جایا کرتے تھے دن میں کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے کہ یہ چیزیں پھر لوگوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھر ان کی انتہا اکثر شرک ہوتی ہے۔

### عزیمت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اخیر عمر میں جبکہ پیر میں سانپ نے کاٹ لیا تھا تب بھی کھڑے ہو کر نماز

پڑھتے تھے تو حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت سہارنپوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت تو اس وقت رخصت پر عمل نہیں کریں گے تو پھر کب کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ صاحبین کے نزدیک قادر بالغیر قادر ہوتا ہے اور خدام بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔

## توکّل

ایک بزرگ کے مجاز نے مجھے خط لکھا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کو کچھ روپے روانہ کروں۔ لیکن چونکہ واپس کر دینے کا خطرہ ہوا اس لیے اجازت لے رہا ہوں، تو میں نے جواب دیا کہ جس شخص کو اللہ نے دارالکفر میں بغیر محنت کے کھلایا ہو کیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے گھر میں لاکر بھوکا رکھیں گے۔ مجھے امداد کی ضرورت نہیں یہ تو حرم پاک کی توہین ہے۔

## اکابر اور ذکر بالجہر

ہمارے اکابر حضرت گنگوہیؒ حضرت رائپوریؒ چچا جان حضرت مدنیؒ وغیرہ اکابر ذکر بالجہر اخیر زمانہ تک جبکہ شیخ المشائخ بن چکے تھے کیا کرتے تھے اور پوچھنے پر فرماتے تھے کہ جس چیز سے ہم یہاں تک پہنچے اسی کو چھوڑ دیں! اسی سے یہ بات صوفیاء کہتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں جو معمولات طے ہو جائیں اس کو پوری طور پر نباہنے کی کوشش کرے۔

- ہمارے اکابر درزیوں کا کرتہ تو قبول فرما لیتے تھے لیکن درزیوں کی ٹوپی نہیں قبول فرماتے تھے اس لیے کہ وہ تو کسی کے اچکن اور کرتہ کے کپڑے میں سے بھی نکل سکتی ہے۔
- جو عہدہ طلب کرے اس میں برکت نہیں ہوتی اور نہ ہی اعانت ہوتی ہے۔

## پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو

میرے متعلق کسی نے خواب دیکھا کہ پاؤں میں



بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں میرے والد صاحب نے یہ تعبیر دی تھی کہ اس کو ثبات فی الدین حاصل ہوگا۔ وہ تو حاصل ہوا کہ نہیں، معلوم نہیں۔ لیکن بیڑیاں زندگی بھر پیر میں رہیں۔ اگر کچھ حاصل کرنا چاہو تو پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو ادھر ادھر نہ گھومو سرگشت چھوڑ دو۔

- عوام کی تعریف اور گالیوں کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ وہ ذرا سی بات میں تو آسمان پر پہنچا دے اور ذرا سی بات میں تحت الثریٰ میں پہنچا دے۔
- یا تو زندگی سپاہیانہ ہو یا مجاہدانہ نہ گھوڑے پر زین کی ضرورت نہ لگام کی نہ رکاب کی نہ بستر کی نہ سامان کی۔
- صحت کے زمانہ میں میں بہت کثرت سے عیادت کو جاتا۔ جو بھی طالب علم مریض ہوتا اس کی عیادت کرتا۔

## موت کو یاد کرو

مولویو! میں ایک نصیحت کرتا ہوں غور سے سُنو چاہے تم قبرستان جاؤ یا نہ جاؤ مگر یہاں جنازہ آجائے تو ضرور اپنی موت کو یاد کرو ایک بزرگ کھڑے تھے۔ جنازہ جا رہا تھا کسی نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے کہا کہ تیرا اور اگر تجھے ناگوار گزرے تو میرا فضول بات سے کیا فائدہ! تم بھی ضرور موت کو یاد کرلو۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِ حق برمن بخند
ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

## تصوّف کا انکار جہالت ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چھ مہینہ غارِ حرا

میں تحلیہ فرمایا یہ ماخذ ہے صوفیا، کا، جو جاہل ۔ بدتمیز، روشن خیال، تصوف کا انکار کرتے ہیں یہ جہالت ہے ناواقفیت ہے۔

## تنبہ پر اپنی اصلاح

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں کبوتر بازی کے شوقین تھے ایک دفعہ کبوتر اڑاتے میرٹھ تک پہنچے کسی نے آپ کو متنبہ کیا کہ آپ جیسا چنیں خاندان کے ہیں اسی وقت تنبہ ہوا اور کبوتر بازی چھوڑ دی۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب جو مرجع العلماء تھے مکۃ المکرمہ میں ان سے ساری کتب حدیث پڑھیں۔ نہایت خوشخط تھے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ابوداؤد شریف میرے حضرت نے دیکھی ہے ہندوستان میں اولاً انہوں نے کتب حدیث چھپوائیں۔

## دنیا ذلیل ہو کر آئے گی

میرے پیارو تم دنیا کو بالکل نہ دیکھو یہ دنیا تمہاری طرف کمبخت منہ پھیر کر آئے گی یہ ایسی کم بخت ہے کہ تم اس کی طرف دیکھو تو وہ ناک منہ چڑھائے گی میں ایک قصہ سناتا ہوں۔ ایک شخص تھا سیاح اور سیاح لوگ پھرا ہی کرتے ہیں وہ ایک دفعہ جا رہا تھا اس کو بھوک لگی وہاں ہوٹل تو تھا نہیں اس نے ایک مسجد دیکھی وہ مسجد میں گیا اس نے دیکھا کہ مسجد کے تینوں کونوں میں ایک ایک آدمی بیٹھا ہے وہ تینوں سر جھکائے ہوئے مراقب بیٹھے ہیں اس نے دیکھا چوتھا کونہ خالی ہے وہ اس کونہ میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک عورت آئی اتنی خوبصورت کہ اس کی بھوک بھی جاتی رہی۔ نظر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔ خوان سر پر اُٹھائے ہوئے تھی اس میں تین خوانچیاں تھیں۔ جس پر خوان پوش پڑا ہوا تھا۔ اور درمیان میں صراحی رکھی ہوئی تھی ان تینوں بزرگوں میں سے ایک کے پاس گئی آواز دیتی رہی وہ بزرگ مراقبہ سے سر اٹھا کر نہ دیوے بڑی دیر کے بعد سر اٹھایا دسترخوان



بچھایا ہاتھ دھلائے ایک بڑی رکابی جس میں نفیس بریانی تھی نوش فرمانا شروع کیا اور ایک دفعہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ کون بیٹھی ہے جب گوشت کھا کر ہڈیاں بچتی تو ہڈی اس کے منہ پر مارتے اسی طرح کرتے ہوئے نوش فرمایا اور تھوڑا سا کھانا چھوڑ دیا اس عورت نے ہاتھ دھلائے اور ہاتھ تولیہ سے پونچھ لیے پھر سر جھکائے ہوئے بیٹھ گئے پھر دوسرے اور تیسرے بزرگ کے پاس گئی انہوں نے بھی وہی معاملہ کیا جو پہلے بزرگ نے کیا اور ان دونوں نے بھی تھوڑا تھوڑا کھانا بچایا اس نے تینوں کا بچا ہوا کھانا جمع کیا اور اسی سیاح کے پاس پہنچی جو چوتھے کونہ میں بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے دسترخوان بچھایا اور کھانا رکھا اس نے کھانا شروع کیا اس نے سمجھا کہ یہاں کا دستور ہی ایسا ہوگا کہ جو ہڈیاں نکلیں اس عورت کے منہ پر ماری جائیں چنانچہ اس نے ہڈی اس کے منہ پر ماری اس عورت نے غصہ میں آ کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہنے لگی میں دنیا ہوں۔ ان تینوں نے تو مجھے طلاق دے رکھی ہے اس لیے ان کے ساتھ تو میرا حال یہی ذلیل ہو کر حاضر ہونے کا ہے اور تو تو جب سے میں مسجد میں داخل ہوئی میری ہی طرف دیکھ رہا تھا تو ان میں نہیں ہے لیکن چونکہ تو ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس لیے ان کا بچا ہوا کھانا تمہیں بھی دیا۔

میرے پیارو یہ صرف کہانی ہی نہیں ہے یہ محض تفریح نہیں ہے واقعی یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کے پیچھے پڑے دنیا اس کو ہاتھ نہ لگائے گی اگر تم اس سے منہ موڑو تو وہ تمہارے پیچھے دوڑے گی میرے پیارو تم درخواستیں نہ دیتے پھرو کر گزر نہیں ہوتا تم اللہ سے دنیا مانگو وہ مہتمم متولی کا دل پھیر دے گا میں دنیا مانگنے سے منع نہیں کرتا مگر دینے والے سے مانگو وہی مالک ہے رازق ہے لکھی ہوئی روزی مل کر رہے گی دوسرے کے منہ میں جا نہیں سکتی۔ اس مالک سے

وہ مانگو جو دین دنیا دونوں میں کام آوے۔

### حیاء سے عبادات کا راستہ کھل جاتا ہے

اگر انسان کے اندر حیا آجائے تو ساری عبادات کا راستہ کھل جاتا ہے اور ساری منہیات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

### علمی انہماک

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ کا خاندان علمی خاندان ہے ان کے صاحبزادے رات کو مطالعہ کررہے تھے اثنائے مطالعہ میں پانی منگوایا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے خاندان سے علم اُٹھ گیا۔ اہلیہ نے عرض کیا شاید بے خیالی سے کہہ دیا ہو پانی کے بجائے سرکہ کی بوتل بھیج دی دیر تک متوجہ نہ ہوئے کہ مطالعہ میں مشغول تھے دیر کے بعد متوجہ ہوئے تو سرکہ کی بوتل دی تو پی لیا پتہ بھی نہ چلا کہ پانی پیا یا سرکہ پیا اطلاع دی تو فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔

### کن باتوں سے برکت ہوتی ہے

نمازی کے مال میں برکت ہوتی ہے اسی طرح ہر وہ مال جو بغیر اشراف نفس کے آیا ہو اس میں برکت ہوتی ہے۔

### خط کی ابتدا کس طرح ہو

خط لکھا جائے تو ابتدا کس طرح کی جائے۔ از فقیر یا محترم مکرم سے ابتدا کی جائے اکابر کا دستور دونوں طرح رہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی دونوں طرح معروف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کی ابتدا من محمد کی ہے اس لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ از احقر سے ابتداء کرنی چاہیئے۔ لیکن بعض علماء اُس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ کتابت کافر کی طرف ہے اس لیے اس کا نام لکھنا اپنے نام سے پہلے بُرا سمجھا ہو۔



### دبئی میں مطار پر بیعت

۹ بج کر ۲۰ منٹ پر طیارہ دبئی اُترا۔ زکریا کو تو خیال نہیں تھا مگر مولانا محمد عمر صاحب نے بمبئی میں حبیب اللہ سے کہہ دیا تھا کہ شاید دبئی میں کوئی ملنے آجائے۔ مولوی حبیب اللہ پیچھے کی سیڑھی پر تلاش کر رہے تھے کہ ایک نوجوان نے آگے کے زینہ سے آکر پیچھے کی جانب سے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ نیچے چلیے۔ میں نے کہا کہ بھائی میں تو اترنے سے معذور ہوں۔ اس نے کہا کہ نہیں آپ کو چلنا ہوگا۔ بہت بڑا مجمع آپ کے انتظار میں ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ میں بالکل بے قابو ہوگیا تو میں نے ساتھیوں کو آواز دی۔ وہ میری کرسی اٹھا لائے اور مجھے اس میں بٹھا کر سیڑھی سے نیچے اُتارا۔ جہاز سے اُترتے وقت کپتان نے بڑے زور سے کہا خمس دقائق خمس دقائق۔ اس نوجوان نے کہا ایسی تیسی اس کی بھی اور اس کے خمس دقائق کی بھی۔ اتنے آپ واپس نہیں آتے جہاز چھوٹ نہیں سکتا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ اصل وقت میں بھی دو تین منٹ باقی ہیں اور اس نے مطار کی کرسی پر بٹھا کر اس زور سے بھگایا کہ مجھے خوف ہوتا رہا۔ مگر اس ناکارہ نے جدہ، کراچی، لاہور، دہلی، بمبئی کے مطار دیکھے اس قدر صاف سڑک کہیں کی نہیں دیکھی۔ نہ کہیں اونچ نیچ نہ کہیں روڑا تھا۔ چار پانچ سڑکوں کو عبور کرکے ایک بہت بڑے کمرے میں لے گیا۔ جس کے قریب ایک بہت ہی ضعیف نحیف خفیف الجثہ ایک بڑے میاں کھڑے تھے۔ اس نوجوان نے وہاں گاڑی روکی اور کہا کہ یہ ہمارے تبلیغی امیر ہیں ان سے مصافحہ کیجیے۔ بہت ہی شفقت سے وہ ملے اور کمرے کے اندر میرے ساتھ گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بہت دھیمی آواز سے کہا کہ کوئی اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔ نہ مصافحہ ہوگا نہ کچھ اور صرف بیعت ہوگی اور دعا۔ میری جتنی حیرت دبئی کی سڑکوں سے ہوئی تھی اس سے زیادہ حیرت اس منظر سے ہوئی کہ اس

بڑے میاں کی آواز پر کسی شخص نے جنبش نہ کی۔ چچاجان نوراللہ مرقدہٗ کا دور بھی دیکھا مولانا یوسف کا بھی دیکھا رحمہما اللہ تعالیٰ اور اب مولانا انعام صاحب سلمہ کا دور دیکھ رہا ہوں ہر جگہ پر۔ ہر موقع پر ان حضرات کو انتہائی زور و شور لگانے پڑتے ہیں پھر بھی کسی جگہ آج تک مجمع قابو میں نہیں آیا۔

معلوم نہیں ان بڑے میاں کی زبان میں کیا تاثیر تھی کہ کسی نے حرکت تک نہ کی۔ اس ناکارہ نے مجمع کو بیعت کیا اور پھر مختصر دعا کرائی اور بغیر مصافحہ کے وہاں سے آکر طیارہ پر پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کا انعام تھا کہ اتنے مراحل گزرے مگر آٹھ دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ واپسی پر جناب الحاج میر آل علی صاحب کے برادرزادہ میر قمرالحسن نے دو سو ریال دیئے۔ زکریا نے تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جانا مشکلات کا سبب ہوتا ہے میں کبھی نہیں لے جاتا۔ مگر مولوی ابراہیم افریقی نے یہ کہہ کر کہ ہم افریقہ والے ان قواعد سے بالاتر ہیں۔ ان سے لیے اور مکہ میں دے دیئے۔

واپسی پر اس نوجوان نے اپنا تعارف کرایا کہ الطاف حسین نام ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں ہسپتال میں ملازم ہوں۔ میں نے پندرہ دن ہوئے تجھے خواب میں دیکھا تھا اور خواب ہی میں تجھ سے بیعت ہوا تھا اس لیے تیری صورت دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس آمد و رفت میں آٹھ دس سپاہی بندوقیں لٹکائے ہوئے چلے۔ مگر کسی نے نہ ٹوکا نہ پوچھا کہ کون ہے۔ جب وہ مجھے طیارہ پر سوار کرا کر واپس ہوا تو بعد میں لوگوں نے روایت نقل کی کہ اس کو چار پانچ جگہ سپاہیوں نے ٹوکا اور وہ یہ کہتا ہوا ہر جگہ جواب دیتا ہوا گزر گیا کہ اب جتنا چاہو سوال جواب کر لو۔ میرے ساتھ وہ زور نہیں جس نے تمہاری زبان بند کر رکھی تھی۔ آپ بیتی ۷ صہ ۱۳ تا ۱۵



## خادموں کے ساتھ شفقت

کئی مرتبہ ہند و حجاز میں حضرت کی گاڑی کا دھیل چیئر کے سامنے کھڈہ یا پہیوں کے نیچے کسی چیز کے آجانے کی وجہ سے توازن برقرار نہ رہ سکا اور حضرت گاڑی سے گر پڑے ظاہر ہے کہ باقی جسم کے علاوہ چہرہ اور سر پر شدید چوٹ آئی تھی، مگر خادم کو نہ جھڑکتے نہ ڈانٹتے بلکہ خادم سے بعض مرتبہ پوچھتے کہ تمہیں تو کوئی چوٹ نہیں آئی۔

○ اسی طرح ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی سے نکل کر حضرت مسجد نور شریف لے جانے کے لیے وین میں بیٹھے ہی تھے اور ابھی حضرت کا ہاتھ دروازے پر تھا کہ کسی نے غلطی سے خوب زور کے ساتھ وین کا دروازہ بند کر دیا اور حضرت کا انگوٹھا دروازے میں پھنس گیا جلدی سے جلدی دروازہ کھول کر حضرت کے انگوٹھے کو دیکھا گیا تو وہ پھول کر بالکل سیاہ ہو چکا تھا لیکن نہ کوئی ڈانٹ تھی نہ یہ تحقیق کہ دروازہ کس نے بند کیا۔

○ حضرت کو پیشاب کا جلدی آنے کا مرض تھا تو حجاز میں بھی بالخصوص سہارنپور میں معذوری کے ابتدائی سالوں میں بارہا ایسا ہوتا تھا کہ نوافل کے بیچ میں حضرت کو پیشاب کا تقاضا ہو گیا اور خادم جو گاڑی پر متعین ہوتا تھا وہ اپنی کسی ضرورت سے اِدھر اُدھر ہو گیا اور گاڑی لانے میں دیر ہو گئی اور حضرت کو پیشاب روکنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہوئی مگر صبر کا یہ عالم تھا کہ کبھی صرف یہ فرماتے "کہاں چلا گیا تھا" یا کبھی ذرا اونچی آواز سے اس کو کچھ ڈانٹ دیتے مگر بار بار کی اس غلطی پر بھی یہ خدمت اُسی کے سپرد رہتی اور خصوصیت کے ساتھ اس کے بعد ایک دو دفعہ نام لے کر اس کی دلجوئی کے لیے گاڑی لانے کے لیے اُسی کو فرماتے۔

○ یہ بارہا بندہ نے دیکھا کہ کسی کی شکایت حضرت سنتے ہی نہ تھے مگر جہاں اصلاح کا تعلق ہوتا ضرور سنتے اور جس کے متعلق شکایت کی گئی ہوتی ان صاحب سے لطیف حیلہ سے وہ ساری بات پوچھ لیتے۔ اگر شکایت صحیح معلوم ہوتی یا اس میں کچھ حقیقت معلوم ہوتی تو جب وہ صاحب کسی مجلس میں بیٹھے ہوں تو عام طور پر بات کر کے اس کو آگاہ کر دیا جاتا۔ مگر ان صاحب کو پتہ بھی نہ چلتا کہ میری شکایت ہوئی ہے وہ تو حضرت کا کشف سمجھتا۔

## سلسلے کی اشاعت کی حرص

بروایت حضرت صوفی محمد اقبال صاحب حضرت مولانا غلام محمد صاحب سورتی خلیفہ مجاز حضرت شیخؒ فرماتے ہیں "ایک مرتبہ رمضان المبارک میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ آرام فرما رہے تھے اور یہ سیاہ کار حضرت کے سر پر تیل لگا رہا تھا۔ اس وقت حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ کتنے مرید بنائے اس سیاہ کار نے خاموشی اختیار کی پھر دبی زبان سے یہ کہا کہ حضرت کے موجود ہوتے ہوئے میں کیا کر سکتا ہوں اس پر حضرت نے آہ بھری اور فرمایا تم یہ چاہتے ہو کہ تم حضرت جی بنے بیٹھے رہو اور لوگ آ آ کر مرید بنیں بھائی ابھی وقت بہت ہی نازک ہے اب تو آپ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر مرید کرنے ہوں گے. اور اس کام کو چلانا ہوگا"

○



# خواب اور اُس کی تعبیر

## زیارت کیلئے کثرت درود شریف

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تمنا تو مبارک ہے مگر اس کا حصول وہبی ہے کسبی نہیں ہے۔ میرے رسالے شمائل ترمذی، فضائل درود شریف میں اس کے متعلق خاص درود شریف لکھے ہیں۔ درود شریف کثرت سے اسی نیت سے پڑھتے رہیں (۲۲، جنوری ۱۹۶۸ء)

## کتابوں کا ڈھیر

اس سیاہ کار نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک خواب دیکھا تھا کہ کتابوں کا ایک ڈھیر ہے، مسجد کے منارے کی طرح سے۔ میں اس خواب کے بعد بہت ہی ڈر گیا۔ بڑی بے ادبی سمجھی۔ میرے والد صاحب نے اس کی تعبیر دی کہ ان شاء اللہ کتابوں پر عبور ہوگا۔ تعبیر تو بالکل صحیح ہوئی اور اللہ کے لطف و احسان سے ہزاروں سے متجاوز کتابوں پر عبور ہوا۔

## کتابوں کا پھاڑنا

خواب تو بہت مبارک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری موجب برکت ہے لیکن کتابوں کا پھاڑنا اور یہ فرمانا کہ اب کیا کرو گے پڑھ کر، یہ تنبیہ ہے علم سے بے توجہی کی طرف۔ بندہ کے خیال میں تو یہ خیال اسی قبیل سے ہے جیسے کسی شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اشرب المزر کا حکم دیا تھا جس کو میں اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں لکھ چکا ہوں (۱۸، محرم ۹۲ھ)

## سانپ مارنا

سانپ مارنے کا خواب بہت مبارک ہے اور یہ اخلاق رذیلہ کو مارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے اور میرے سب

دوستوں کے اخلاق رذیلہ کو بالکل ہی مار دے تو اس کا احسان ہے۔ (۸ دسمبر ۸۰ء)

## صحابہ کرام کو خواب میں دیکھنا

حضرت براء بن عازب اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خواب میں دیکھنا مبارک ہے اور غرض ظاہر ہے کہ ان کے اتباع کی طرف اشارہ ہے کہ اصل اتباع تو صحابہ ہی کا ہے۔ اور وجہ تخصیص ان دونوں صحابہ کی کسی مناسبت کی وجہ ہو جو ان کے حالات دیکھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ (۱۳ جنوری ۸۱ء)

## تقسیم منہ دیکھ کر کرنا

تمہارا خواب بہت مبارک ہے۔ اللہ بہت مبارک کرے، حسب منشا تقسیم نہ کرنا یہ بظاہر انداز کے موافق ہے، اگرچہ ناکارہ اس میں بہت بدنام ہے کہ مجھ سے تقسیم علی الرؤس نہیں ہوتی علی الوجوہ ہوتی ہے۔ دوسرا خواب بھی بہت مبارک ہے کیا بعید ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے تم دوستوں کی برکت سے غیر مسلموں میں اسلام کا سلسلہ شروع کرا دے۔

(۱۱ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ)

## آپ کی ادا بہت پسند ہے

آپ کا وجدان اس ناکارہ کی محبت کے متعلق بالکل صحیح ہے مجھے آپ کی یکسوئی اور کم گوئی کی ادا بہت ہی پسند ہے۔ ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناکارہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی یہ ادا بہت پسند ہے کہ یہ حرج نہیں کرتا، یہ خواب آپ سے شدت مناسبت کی دلیل ہے۔ (۱۸ شوال ۱۴۰۰ھ)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

خوابوں کی طرف بالکل التفات نہ کیا کریں، اچھا خواب نظر آوے تو اللہ کا شکر ادا کریں برا خواب نظر آوے تو تعوذ پڑھ کر بائیں طرف تھوک دیں، یہی حدیث پاک کی تعمیل ہے۔ اس ناکارہ کے متعلق تو بیسیوں خواب لوگ دیکھتے ہیں، مجھے خواب بہت کم نظر آتے ہیں، میں تو کسی



سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے خواب دیکھا۔ تمہارا پہلا خواب جس میں کوئی صاحب تقریر کر رہے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ رکھا ہوا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مردہ ہونا ہے اور حضور کا بار بار چہرۂ انور پر ہاتھ پھیرنا اس رنج وغم کا اظہار ہے جو مسلمانوں کی اس حالت سے روح اقدس پر ہوتا ہے۔ تمہارا رنج وقلق تمہاری اس بے چینی کا اظہار ہے جو دین کی اس حالت پر تمہیں کثرت سے رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کا احیاء فرماوے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون نصیب فرماوے۔

## ۹۔ کتابوں کے درمیان بیٹھنا

تمہارا دوسرا خواب کتابوں کے درمیان میں بیٹھنا تو انشاء اللہ تمہارے علمی ترقی کی بشارت ہے۔ تمہارے قتل کا فیصلہ بظاہر بددین لوگوں کی طرف سے تمہاری مخالفت ہے اور تمہارا زار وقطار گناہوں کو یاد کرکے رونا بہت مبارک ہے۔ (۱۰ جون ۶۹ء)

## ۱۰۔ دودھ اور بادام

تمہارا خواب جو تم نے مولوی یوسف صاحب کی تعمیل حکم میں استخارہ کے بعد دیکھا بہت مبارک ہے۔ ان کا خواب میں یہ کہنا کہ دودھ لاؤ اور اس میں بادام پیس کر ڈالنا بہت مبارک ہے۔ اس قسم کے خوابوں میں جو فرمائش کی جاتی ہے اس کے ظاہری معنی بھی ہو سکتے ہیں، آئندہ بھی اس کا خیال رکھیں۔ حاجی یوسف کا یہ کہنا کہ دودھ میں بادام پیس کر لاؤ تمہارے حق میں مبارک ہے، بے تکلف ان سے بیعت ہو جاؤ۔ دودھ میں بادام پینے کا مطلب یہ ہے کہ خوب محنت کرو۔ دودھ اور بادام دونوں علوم اور معرفت ہیں اور پینے کا مطلب یہ ہے کہ خوب محنت سے کرو، کام چکی پینے سے ہوتا ہے۔

(۱۵ دسمبر ۶۹ء)

## ۱۱۔ "میں آپ کے گھر گیا"

آپ کا خواب کہ یہ ناکارہ آپ کے گھر گیا کسی تعبیر کا محتاج نہیں، اس قسم کے تو ہزاروں خطوط پہنچ چکے ہیں کہ میں امریکہ، افریقہ اور ہند وپاک کے سب ہی دوستوں کے گھر میں ہی جاتا رہتا ہوں یہ جا، جہانی

نہیں ہے بلکہ روحانی ہے میں اپنے دوستوں کو دعاؤں میں بہت ہی زیادہ یاد رکھتا ہوں
(۱۸ مئی ۱۹۶۲ء)

## جادو کے خواب

تم نے لکھا کہ متعدد خواب سحر کے دیکھے جا چکے اگر کوئی شرعی بندہ تو اس میں ہے نہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یمک ہو گیا یکی اس کے لئے بہترین علاج ۳۳ آیات کا ہے جو بہشتی زیور اور شفاء العلیل دونوں کے اندر ہیں اور مختصر عمل آیت الکرسی والا ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہو گا کہ میرے میاں تو بہت کثرت سے رواج ہے اور مجھ سے ان میں کوئی چیز دریافت کرنی چاہو تو صولتیہ سے دریافت کر لیجیو کہ میں تو کہ میں کچھ دن قیام کروں گا ہی، جو تم دعائیں وغیرہ پڑھتے ہو اسے جاری رکھو۔

(۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ ۱۶ اپریل ۱۹۷۳ء)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھائی کھلانا

تمہاری اہلیہ کے دونوں خواب بہت مبارک ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک کرے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھائی کھلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا ہے۔ انشاء اللہ دونوں خوابوں میں تمہاری طرف توجہ تام معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرماتے۔

## میرے اُوپر گرد پڑتی ہے

آپ کا خواب تو ظاہر ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں کہ آپ میرے دوستوں کی گرد جھاڑنے میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور اس کی ساری گرد مجھ پر ہی پہنچتی ہے۔ آپ نے لکھا کہ میرے نزدیک تعبیر واضح ہے۔ اگر آپ لکھ دیتے تو میں بھی اس سے مستفید ہوتا (۹ مئی ۱۹۶۲ء)

## خواب میں داڑھی منڈا دیکھنا

کسی شخص کو خواب میں داڑھی منڈا دیکھنا صاحب خواب پر موقوف ہوتا ہے اگر دیندار ہے تو بشارت مغفرت ہے، اہل الجنۃ جرد مرد۔ اور بے دین ہے تو تشبہ بالکفار ہے



تمہارے خواب میں دوسرا جزء تو ہو نہیں سکتا، پہلا تمہیں سب ہے (۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء)

## بیت المقدس میں رمضان گذارنا

تمہارے طالب علم نے اگلے سال بیت المقدس کا رمضان دیکھا، میں تو ترس گیا۔ میرے پیارے اب تو زندگی کی ہمت نہیں، اللہ تعالیٰ اب تو اپنے فضل و کرم اور اپنے محبوب کے وسیلے سے اب تو بلا لے۔ ے

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

تقریباً تین برس سے دفعۃً زندگی سے موت کی طرف ایسی جست لگائی کہ امراض کی کثرت ہوتی اور ان تین برس میں نہ معلوم کیا کیا گزر گیا۔ اور دفعۃً مرض کا ایسا حملہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر، حکیم یقین شروع کر دیتے ہیں، لیکن مالک نے اب تک باوجود ان شدید امراض کے وقتاً فوقتاً صحت بھی ایسی دی کہ بڑے بڑے سفر کر لئے۔ وہ دونوں خواب جو تم نے لکھ کے پر منفصل لکھے وہ ابھی نہیں آئے، لیکن اللہ تعالیٰ اگر اپنے فضل و کرم سے بیت المقدس واپس کرا دے تو کچھ بعید نہیں، اور میں نہیں ہوں تو کیا میرے دوست احباب بالخصوص تبلیغی حضرات اور تم دوست تو ہو۔ کاش میرا مالک تم دوستوں سے دینی کام لے لے اور اس کے طفیل میں یہ سیاہ کار بھی منہ دکھانے کے قابل ہو جاتے (۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

## ڈراؤنے خواب

تم نے اپنے خط میں ڈراؤنے خواب کو لکھا اس کے لئے سوتے وقت فاتحہ، معوذتین کا اہتمام کیا کرو کہ پڑھنے کے بعد بولنے کی نوبت نہ آئے۔ اگر بولو تو دوبارہ پڑھو۔ جو منزل تمہیں دی تھی اس کو اہتمام سے پڑھا کرو اور پانی پر دم کر کے مکان کے چاروں کونوں پر چھڑک دیا کرو، زمین پر نہ گرے کہ بے ادبی ہوگی۔ (۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

## مشائخ کا جمع ہونا مبارک ہے

تمہارے خواب کی تعبیر تو سمجھ میں آئی نہیں مشائخ کا جمع ہونا مبارک ہے ہی اللہ تمہیں

پیام دینا بھی مبارک ہے مگر تم نے تو خط میں لکھا کر پیام کے الفاظ یاد نہیں رہے، تمہارے ملنے والوں میں کوئی بخاری کے حفظ سے معروف ہو تو ان کے حالات مزار کھر از مدوں میں ہوں یا مرودں میں، امام بخاری تو مراد ہیں نہیں۔ (۷ر دسمبر ۱۹۶۹ء)

## حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دو پیسے

مولوی عبدالرحیم نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دو پیسے دیتے ہیں اور تم نے خزانہ میں رکھنا لکھا ہے، اگر عبدالرحیم نے دو قرش نہ دیئے ہوں تو اس سے کہو کہ وہ دو قرش تمہارے مدرسہ میں مزار پیش کردے اور اس کو اپنے خزانہ میں محفوظ کردو۔

## یعقوبی

خواب: ۱ٹ: دیکھا حضرت والا اور کوئی بزرگ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور اس نالائق کے تین اخلاقی عیب کی وجہ سے کسی قدر ناراض ہیں، بندہ نے رو کر پاؤں یا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا کہ اصلاح کے لئے تو حضور کا دامن پکڑا، اصلاح فرمائیں۔ اس پر حضرت نے تین دوائیں بیان فرمائیں جن کو لکھ نہ سکا آنکھ کھل گئی ایک دوا کا نام یاد رہ گیا یعقوبی نام فرمایا تھا باقی دو کا نام بھول گیا۔

۲ٹ: دیکھا حضرت ہیں کوئی بزرگ اور ہیں ان سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں، جائے البقیع میں دفن ہونے کے لئے حوصلہ دیا قسمت فرمایا صاف یاد نہ رہا، چاہیئے میں تو جا کے چلا آیا اور بندہ کو محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت اس نالائق سے کچھ ناراض ہیں پھر حضرت لیٹ گئے اور بندہ پیر مبارک دبانے لگا رنج سے روتے ہوئے مگر اخیر جزو صاف یاد نہیں۔

**تعبیر:** آپ کا پہلا خواب بہت مبارک ہے اور بہت امید افزا۔ تعبیر ظاہر ہے کہ اخلاق کی نگرانی اور ان کی تحسین کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی اخلاق کی تکمیل کے لئے ہے۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، تین دوائیں بہت ہی مفید ہوں گی، اور ایک ہی سے دوسری دو کا بھی اندازہ ہو گیا۔



تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش ہم چو او با گریہ و آشوب باش

گریہ کی طرف اور رونے کی طرف اس دور میں توجہ دلائی گئی ہے، بہت کوشش کیا کریں کہ رونا نصیب ہو جائے، اور اس کی مناسبت سے موت کا تصور اور اخلاق کی تحسین کی طرف توجہ بالخصوص تکبر، ریا، حسد، کینہ وغیرہ کی بڑی نگرانی رکھا کریں۔

۲ٹ: دوسرا خواب بھی ظاہر ہے کہ یہ ناکارہ جا کر واپس بھی آ گیا، صحیح ہے بقیع میں دفن ہونے کے لئے واقعی حوصلہ چاہیئے، آپ کا یہ خیال کہ یہ ناکارہ ناراض ہے انشاء اللہ بہت مبارک ہے۔ اس کی طرف خاص طور سے توجہ موجب ترقیات ہے اس کا فکر نہ کریں اس کو تصور شیخ بھی کر دیتے ہوں گے، جنت البقیع میں دفن کی تمنا مبارک (۱۹ر رجب ۹۰ھ)

## کھلا ہوا ستر دیکھنا

خواب: ایک عجیب خواب دیکھا لکھتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن شاید میری کچھ اصلاح ہو، معروض خدمت ہے۔ دیکھا کہ حضرت ہیں اور ایک مجنون قسم کا نوجوان لڑکا ہے، بندہ کو حضرت سے کچھ عرض کرنا ہے اور محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت بظاہر کچھ ناراض ہیں مگر دل سے خوش ہیں حضرت ایک کنارے آ کر لیٹ گئے اور فرمایا اس کو گھر لیٹے ہوئے چونکہ لنگی پہنے ہوتے ہیں اس لئے ستر مبارک پورا کھل گیا اور پورے ستر پر میری نظر پڑ گئی۔

۲ٹ، **تعبیر:** خواب میں کوئی پریشانی کی بات نہیں کیا بعید ہے حق تعالیٰ شانہ اس سیہ کار کو تجرد عن الدنیا نصیب فرما دے، مجنون لڑکے کو دیکھنا اچھا ہے اور اس سے بھی دنیا میں عدم مشغولی کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۳ر شعبان ۹۰ھ)

○ مجھ سے بعض اکابر نے کہا کہ پیسے آنے سے پہلے خواب میں پائخانہ نظر آجاتا ہے

---

لہ اور خواب دیکھنے والے کی نظر کا حضرت شیخ کے ستر پر پڑنا اس کے اسرار شیخ پر مطلع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ افادہ صوفی محمد اقبال صاحب۔

### برہنہ دیکھنا

اور خواب میں برہنہ دیکھنا تم جیسے کے لئے انشاء اللہ موجب خیر اور موجب ترقی ہے، اس قسم کے خوابوں کی تعبیر ہر ایک کے لئے علیحدہ ہوتی ہے، یہ خواب انشاء اللہ تمہارے لئے بھی مبارک ہے اور اس سیہ کار کے لئے بھی، تم جیسوں کے لئے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ انقطاع عن الدنیا اور تبتل الی اللہ حاصل ہو گا، اور میرے اوپر لیٹنا یہ بھی انشاء اللہ غایت قرب اور غایت تعلق کی بشارت ہے شفاعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم دوستوں کے لئے بالخصوص جن کو میں نے اجازت دی ہے یا آئندہ دینی ہے بہت اہتمام سے دعائیں بھی کرتا رہا اور روضۂ اقدس پر بھی تم دوستوں کی ترقیات کے لئے بہت ہی دعائیں کرتا رہا، اللہ جل شانہ تم دوستوں کو ترقیات سے نوازے تمہارا یہ خیال کہ عورتوں کو بدن سے نہیں لگاؤں گا، تمہارے دینی جذبہ کی علامت ہے اللہ مبارک کرے۔

### حضرت صوفی اقبال صاحب کو اپنے ہاتھ سے دینا

دوسرا خواب ظاہر ہے جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے تعلیم ہی کے واسطے دیا ہے اور صوفی اقبال کو اس ناکارہ کے ہاتھ سے دینا یہ ان کی خصوصیت ہے، اپنے آپ کو برہنہ اور استنجے کرتے دیکھنا انشاء اللہ عالی ترقیات ہے جو انشاء اللہ کسی وقت نصیب ہوگی۔

### حرمین شریفین کا دروازہ

تمہارا خواب انشاء اللہ مبارک ہے، دو چیزیں ہیں ایک اتباع سنت کا اہتمام جس کو تم نے خود اسی خواب میں محسوس کیا، دوسرا بمبئی کے سفر کا اہتمام جو درحقیقت حرمین شریفین کا دروازہ ہے، حرمین کی حاضری کا اشتیاق دل میں ضرور رہنا چاہیئے، چاہے عوارض اور بیماری کی مجبوری کی وجہ سے سفر نہ ہوسکے، اکابر کو میں نے اس میں مشتاق پایا، اللہ جل شانہ تم دوستوں کے حسن ظن سے اس سیاہ کار کو بھی کچھ عطا فرمادے، تو اس کے کرم سے کچھ بعید نہیں ورنہ من آنم



کہ من دانم۔

### بجلی گرنا

خواب، بجلی گرنے کا انشاء اللہ مبارک ہے، انشاء اللہ تجلیات کا ظہور ہے (۲) دوسرا خواب بھی مبارک ہے، انشاء اللہ آپ کی مغفرت کی شہادت ہے۔

### کان کو بوسہ دینا

خواب مبارک ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، کان کو بوسہ دینا ناکارہ کے ساتھ اس ناکارہ کی خصوصیت کا مظہر ہے اور شوربا تقسیم کرنا وہ روحانی غذا ہے جو تمہیں دی گئی ہے، اس میں ضرور لوگوں کو شریک کرو اللہ مبارک کرے۔

### پیک پینا

تمہارا خواب بہت ہی مبارک ہے، اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے تمہارا پیک پی لینا یہی معمولات اور اوراد و وظائف ہے جو اس ناکارہ کے منہ سے نکلتا ہے اور تم دوست پی رہے ہو، یہ ابکیاں ظاہری پیک کا اثر ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں، ابتداء میں کچھ مکارہ پیش آیا ہی کرتے ہیں۔

### مولوی عبد الرحیم کا سبھی کی تربیت کرنا

آپ کا خواب بہت ہی مبارک ہے اللہ مبارک کرے اور تم کو لوگوں کی تربیت کے لئے تا دیر زندہ سلامت رکھے۔ گجرات کے لوگ تو تمہارے ہی ساتھ وابستہ ہیں، تمہارے واسطے سے اس ناکارہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور عزیز مولوی عبد الرحیم کے لئے بھی اللہ جل شانہ مبارک فرماوے، اس کے لئے اللہ جل شانہ یہ دولت نصیب فرماویں کہ وہ منتہی لوگوں کی تربیت کرسکے تو اس کے کرم سے کچھ بعید نہیں، اس قسم کے خواب مبارک تو ہوتے ہیں اور استعداد کی بشارت ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فوری وقوع ان کا ہو جاتا ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ استعداد ہے، اگر کوشش اور جدوجہد کی جاوے تو یہ درجہ حاصل ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی نصیب فرماوے اور عزیز عبد الرحیم کو بھی نصیب فرماویں

اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ آپ تواضع کا مضمون زیادہ اختیار کریں اور اپنے چھوٹوں کو اپنے سے بڑا سمجھیں، آپس کا تعلق خوشگوار رکھیں، ایک دوسرے کی عزت اور احترام باقی رکھیں اس ناکارہ کی کثرت سے ملاقات تمہاری محبت کی علامت ہے، اور اپنے ساتھ کھانا کھلانا تمہارے اس وسوسہ کا رد ہے جو تمہیں کسی وقت پیدا ہوا تھا کہ مجھے نہیں پوچھتا، حالانکہ تم ماشاء اللہ عالم ہو۔ بخاری شریف کی حدیث تو یاد ہوگی سعدؓ والی جو شروع ہی میں کتاب الایمان صـ۹ پر ہے۔ میں تو پوری حدیث لکھوانے کا ارادہ کر رہا تھا مگر عزیز عبدالرحیم نے کہا کہ پہلے لکھی جا چکی ہے، اس ناکارہ کے سفر حج کے متعلق بھی آپ کا خواب اللہ مبارک کریں، ابھی تک تو کوئی صورت اور اسباب جانے کے نہیں ہیں، ایک کام کرنے کا مطلب یہ بھی ظاہر ہے کہ کچھ دنوں زیادہ اہتمام سے کام میں لگ جاوے۔ یہ ناکارہ حجاز نہ جا سکے تو تب بھی لب گور تو ہے ہی۔

## سورۂ دہر

سورۂ دہر پڑھنے کی ترغیب بہت مبارک ہے، ضرور اس کو معنی کے تصور کے ساتھ پڑھا کریں کہ اس میں محشر کے منظر اہل جنت و اہل نار کے حالات ہیں اور آدمی کی اپنی ذات کا استحضار ہے کہ نطفہ کے ایسے قطرہ سے بنا ہے کہ اگر بدن کو یا کپڑے کو لگ جاتے تو ناپاک ہو جاتے۔ یہ ہماری حقیقت ہے۔

## پاس لیٹنا

یہ خواب مبشرات ہیں جو اکثر ہوتے رہتے ہیں، تمہارا میرے پاس لیٹنا تعلق کی شدت کی بشارت ہے اور میرا لقمہ ہی کھلانا یہی اوراد و وظائف ہیں جو میں تم دوستوں کو کھلاتا رہتا ہوں اور تمہارا مجھے لقمہ کھلانا تو ظاہر ہے کہ تم دوستوں کے اعمال حسنہ میں سے دال ہونے کی وجہ سے مالک کے فضل و کرم سے امید ہے کہ سیاہ کار کو بھی مل ہی جائے گا۔

## عرب پر حملہ

خواب تو بظاہر صاف ہے، مشرکین بالخصوص یہود کے حملہ سے جو اذیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کو پہنچ رہی ہوگی، اس کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے، عرب پر حملہ ہے، کسی بڑھیا کا بیج بچا ذکر نا



کیا بعید ہے کہ کوئی ضعیف طاقت ان کے زوروں کو توڑ سکے، اللہ جل شانہٗ کی قدرت میں تو سب کچھ ہے کہ وہ مچھر سے ہاتھی کو ہلاک کر سکتا ہے۔ (۱۳ محرم ۲۰ اپریل ۱۹۶۹ء)

## آتیری خبر لوں

تمہارے دوسرے خط میں جو خواب لکھا ہے بہت مبارک ہے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، جالی اور حجرہ سب غائب ہو گئی جو تم حجرہ شریف کے اندر پہنچ گئے، اور بہت قریب سے چہرے انور کی زیارت ہوئی اور بیویوں کے حقوق کی طرف خاص طور سے توجہ کی تنبیہ ہے اور یہ ارشاد کیا کہ آتیری خبر لوں جب کہ غصہ میں نہ تھا بلکہ خاص شفقت اور تعلق کے ساتھ تھا تو یہ خود خصوصی تعلق کی علامت ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور اس میں خاص طور سے بیوی کے ساتھ ملاطفت کی تنبیہ ہے (۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

## تبلیغی کام میں شرکت

خواب بہت مبارک ہے جہاد بالسیف ہی نہیں ہوتا، اعلاء کلمۃ اللہ کی ہر کوشش جہاد ہے اور اس میں یہ ناکارہ عملاً نہیں تو قولاً اور ترغیب سے تو برابر شریک ہے اور اپنے سب دوستوں کو تو بہت اہتمام سے اس میں ترغیب کی شرکت دیتا رہتا ہے، اب تک معذور نہیں ہوا، چچا جان اور عزیز مولوی یوسف کے ابتدائی دور کا کوئی اجتماع ایسا نہیں چھوڑا جس میں شرکت نہیں ہوئی ہو اور تم دوستوں کو بھی تاکید کرتا رہتا ہوں اسی لئے تم نے خواب بھی دیکھا اللہ مبارک فرمائے اور میرے سب دوستوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ شرکت کی توفیق عطا فرماوے۔

(۲۳ جون ۱۹۶۹ء)

## اللہ والوں سے تعلق

تمہارا خواب بہت مبارک ہے اور اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ اللہ والوں کے حالات ضرور معلوم کرتے رہیں سنتے رہیں کہ ان کے ساتھ کا تعلق آخرت میں کام آنے والا ہے۔

(۱۳ ذیقعدہ)

## حضرت صدیق اکبرؓ کی تشریف آوری

ایک شخص نے جو ذاکر بھی ہے خواب دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس ناپاک کو اپنے ساتھ لے گئے۔

## گھر آنا

ج: ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے؟ خواب کے لئے یہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ فوراً پورا ہو جائے حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب عمرہ والا ایک سال بعد پورا ہوا، اور حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب ستاروں والا تو نہ معلوم کتنے سالوں میں پورا ہوا، دوسرا خواب اس ناکارہ کا آپ کے گھر آنا اور بھی زیادہ ظاہر ہے یہ ناکارہ تو قلباً تمہارے یہاں ہی رہتا ہے۔

## خواب پر اعتماد

اس سے معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے کشف و کرامات کچھ قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ یہاں بھی ایک ہزار آدمیوں سے زائد خواب لکھے ہوں گے کہ میں حج کو جا رہا ہوں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ خوابوں پر زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ (۱۶ ذی الحجہ ۸۸ھ)

## اہلبیت کو خواب میں دیکھنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند آدمیوں کے ہمراہ اپنے آپ کو ایک مکان میں داخل ہوتے ہوئے جہاں آپ کی بنات مطہرہ کی نعشیں قبر میں سے نکال کر لا کر رکھی ہوئی تھیں، معلوم ہوتا تھا جیسے زندہ سو رہی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک بیٹی کو بوسہ دے رہے تھے، آخر میں حضرت فاطمہ کو بوسہ دیا وہ جاگ گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلام ان سے فرمایا تو انھوں نے اشاروں سے جواب دیا پھر سو گئیں (اس دوران میں فاتحہ وغیرہ پڑھ رہا تھا جس طرح اور قبروں پر پڑھتے ہیں) ان کا چہرہ اور بال کھلے ہوئے تھے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر آ گئے، میں نے کسی صاحب کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے اوپر کپڑا وغیرہ ڈھک دینا چاہیئے کہ بے پردگی ہو رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے



میری اس بات کو پسند فرمایا (۲۲ ذیقعدہ ۸۸ھ)

تعبیر: بنات مطہرہ والا خواب بھی بہت مبارک ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خواتین کا غلبہ مدینہ پاک میں ہے جو اہل بیت کے عیوب ذکر کر رہے ہیں، انشاء اللہ تمہارا کوئی عمل اس کی اصلاح کا سبب بنے گا۔ (۲۴ ذیقعدہ ۸۸ھ)

## آپس کا اتحاد

تمہارا خواب بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے تمہارے لئے بھی اور عزیز عبدالرحیم کے لئے بھی اور اقبال علی کے لئے بھی اور اس خواب میں عزیز عبدالرحیم کے قلب میں جو تمہاری محبت ہے اس کا بھی اظہار ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے میرے بعد تم سب دوستوں کو آپس میں متحد رکھے (۹ رجب)

## خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کی کیفیت میں دیکھنا

تمہارا خواب اس حیثیت سے تو مبارک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی مگر یہ نہیں لکھا تم نے کہ جنابت کی حالت پہلے سے تھی یعنی سوتے وقت جنابت کی حالت میں تھی، اور سوتے وقت یہ خواب دیکھا یا یہ کہ خواب کی حالت میں احتلام ہوا اور جنابت صبح کو معلوم ہوئی۔ پہلی حالت تو پسندیدہ نہیں جو صورت تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر درد کو دیکھا وہ ہماری بداعمالیاں ہیں جو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب اذیت تکلیف دہ اور بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرمائے، جہاں تک ہو سکے معاصی سے روکنے کی اور طاعات کی ترغیب لوگوں کو بھی دیتے رہیں اور خود بھی عمل کی کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ اس سیہ کار کو اور میرے سب دوستوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے، تمہارا پیشاب پاخانہ کثرت سے خواب میں دیکھنا مضر نہیں ہے یہ دنیوی فتوحات کی طرف اشارہ ہے جو کسی وقت حاصل ہوں گی۔ تمہارا دوسرا خواب جس میں اس ناکارہ نے تم سب دوستوں کو دودھ دیا کسی تعبیر کا محتاج نہیں، میرے بتانے ہوئے ہر عمل تو دودھ سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے، ان اوراد مبارکہ کی اہمیت انشاء اللہ مرنے کے بعد معلوم ہوگی۔

## خواب اور اس کی تعبیر

تمہارا مرکز والا خواب بہت مبارک ہے عزیزم عبدالرحیم کو اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے وہ میرے سب دوستوں میں بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے، اللھم زد فزد۔ مولوی کفایت اللہ نے تو تقریباً ایک سال ہوا خواب لکھا تھا کہ گجرات کے جن لوگوں کو تو نے اجازت دی ہے مولوی عبدالرحیم سب کا مرجع بن گئے جس میں مولوی کفایت اللہ بھی شامل ہیں، اس شیریں بیانی میں سے تمہارا بہت کثرت سے پینا اور قاری یوسف کا کم پینا یہ معمولات پر پابندی کی کمی اور زیادتی سے ہیں اور ان کے بدن سے خوشبو آنا اور تمہارے بدن سے تعفن آنا قابل فکر نہیں ہے انشاء اللہ معاصی دھل رہے ہیں قاری یوسف صاحب کی ذاتی خوبیاں بالخصوص مسلمانوں کی پستی سے اور ان کی پریشانی سے رنج و قلق اور درد کا مادہ ان میں مجھ سے بھی زیادہ ہے۔ تمہارے لئے خاص طور سے اور اپنے دوستوں کے لئے عموماً دل سے دعا کرتا ہوں اللہ جل شانہٗ تم سب کو اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، نامرضیات سے حفاظت فرمائے کہ تم ہی دوستوں کے حسن ظن پر جی رہا ہوں اور تمہارے ہی اعمال و محاسن کو اپنے لئے ذخیرہ آخرت سمجھتا ہوں۔

## آسمان سے سانپ گرنے کی تعبیر

جس عورت نے آسمان سے سانپ پھینکنا دیکھا ہے۔ یہ حوادث ہیں جو ہمارے اعمال کی وجہ سے اتر رہے ہیں۔

## محبت کا منتہا شادی یا ابتداءِ عمر کے ماحول کا اثر

حضرت کے ایک خادم مولوی ہاشم سورتی نے خواب دیکھا کہ حضرت دار جدید کے صدر دروازے پر کھڑے ہیں اور حضرت کے دستِ مبارک میں کچھ پاسپورٹ بھی ہیں اور جوش کے انداز میں یہ فرما رہے



ہیں کہ میں جس کو چاہوں اندر آنے دوں اور جسے چاہوں روک دوں میں نے یوسف کو لندن سے بلایا اور اس سے شادی کر لی . . . . . . سے کہا لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے، انہوں نے حضرت سے خواب عرض کیا حضرت نے فرمایا اللہ اس کے لیے مبارک فرمائے میں نے مغرب کے بعد تخلیہ میں حضرت سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ تم سے جو انتہائی محبت ہے وہ ظاہر ہے اور محبت کا منتہا شادی ہوا کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ دوسرے جز کا کیا مطلب، حضرت نے فرمایا کہ دراصل . . . . . سے ان کی مودودیت کی وجہ سے میری طبیعت ہٹی ہوئی ہے، میں نے عرض کیا حضرت کیا وجہ ہے، اکابر بالخصوص حضرت کی اتنی شفقتوں کے باوجود اور مودودی کے بارے میں حضرت کا مسلک معلوم ہونے کے باوجود اُن کا ایسا حال کیوں ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ آدمی کا بچپن اور ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرتا ہے اس ماحول کا اثر بڑی دیر سے نکلتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ نہیں نکلتا اور اُن کا ابتدائی زمانہ اُس ماحول میں گزرا ہے اس کے بعد حضرت نے اپنے ابتدائی دور کے بعض واقعات سنائے۔

## روحانی بیٹا

فرمایا کہ پنڈی میں ایک صاحب آئے کہ مجھے حضرت (شیخ نور اللہ مرقدہٗ) سے ملنا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ ابھی آرام کر رہے ہیں" صبح آئے اور ملاقات کی: انہوں نے کہا کہ مجھے خواب میں حضرت تھانوی نے جو میرے دادا پیر ہیں فرمایا کہ پنڈی میں میرا (روحانی) بیٹا (حضرت شیخ) آیا ہوا ہے ان سے ملاقات کر تو میں صرف ملاقات ہی کے لیے آیا ہوں اور کچھ کام نہیں کہا کہ آپ نے حضرت تھانوی کی وہ کتاب پڑھی جس میں اتنے نمبر پر میرے پیر کا نام ہے میرے پیر کا انتقال ہو گیا ہے میں نے کہا وہ کتاب نہیں پڑھی اور جب تم کو ملاقات کے لیے

کہا گیا تو ٹھہر جاؤ ایک دو دن قیام کرلو کہا کہ نہیں مجھے تو صرف ملاقات کے لیے کہا گیا اب میں جا رہا ہوں انھوں نے یہ بھی کہا کہ راستے میں ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان سے میں نے یہ خواب بیان کیا کہ جھوٹ تو نہیں پھر انھوں نے کہا کہ وہ تو میرے بھی استاد ہیں ہرگز جھوٹ نہیں۔ (راقم کہتا ہے کہ پردہ پوشش کئے ہوئے ہمارے کئی اکابر نے لوگوں کو خواب میں یہ بتلایا کہ حضرت شیخ کے پاس جا کر فائدہ حاصل کرو۔ مثلاً حضرت نظام الدین اولیاء میاں جی نور محمد جھنجھانوی وغیرہ)

## خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا

سہارنپور کی دار الطلبہ جدید کی مسجد میں آخری سالوں میں حضرت اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ شروع سے ہی باوجود مسجد بڑی ہونے کے معتکفین سے پُر ہو جایا کرتی تھی۔ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ یہ مسجد کا اُوپر کا حصہ بنایا نہیں گیا تھا بلکہ صرف نیچے ہی اعتکاف کیا جاتا تھا تب بھی معتکفین کی تعداد تین سو سے کم نہ ہوگی حضرت نے الجمیعۃ وغیرہ اخبار میں شروع سے اعلان کروا دیا تھا کہ اعتکاف کی نیت سے کوئی آدمی یہاں پر نہ آوے کہ مسجد میں اعتکاف کی جگہ کی گنجائش نہیں۔ آخری عشرہ میں غالباً بہار کی ایک جماعت آئی اور چونکہ حضرت تک ان کی رسائی غیر معروف ہونے کی وجہ سے جلد نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا انھوں نے ایک پرچہ لکھا اس میں یہ تحریر فرمایا کہ آپ کا اعلان اخباروں میں ہم نے پڑھا اور آنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ مگر خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا کہ سہارنپور جاؤ اور ذکریا سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ بھی



کہ میری اُمت کے لیے دُعا کرے۔ اس پرچہ کے بعد حضرت نے خصوصی طور پر عشاء سے قبل ہی اس جماعت کو بلایا اور اس دن بذات خود دُعا کرائی اور اُمت کے لیے بہت دعائیں کیں اس دن کی دُعا میں عجیب کیفیت تھی۔ (عام طور پر حضرت کے یہاں کوئی اور صاحبان ہی دُعا کرواتے اور حضرت بھی دوسروں کے ساتھ اس پر آمین کہتے)

## ازالۂ رذائل میں ذکر و شغل کا دخل

معمولات کی پابندی سے بہت مسرت ہے۔ اللہ تعالےٰ استقامت و ترقیات سے نوازے

خواب بہت مبارک ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں ہے ظاہر ہے پھل اور شہد یہی اوراد و وظائف ہیں جو تم اس ناکارہ سے کہہ رہے ہو، شہد اور پھلوں کی اس کے مقابلے میں کیا حقیقت ہے اور نسخے والی دوا، والا خواب بھی بہت مبارک ہے، بہت غور سے سنو۔

اس کی تعبیر یہ ہے کہ امراض قلبیہ کبر، نخوت، شہرت، حب جاہ حب مال یہ سب امراض ہیں۔ اور ان سب کے لیے بہت اہتمام سے دور کرنے کی ضرورت ہے اس لیے مشائخ کی ہمیشہ قدیم عادت یہ رہی کہ پہلے مجاہدات سے اخلاق اور امراض کو دور کرتے تھے پھر ذکر شغل بتلاتے تھے لیکن حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے دور سے اخیر میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت گنگوہی ؒ کے یہاں اس کا زیادہ اہتمام رہا کہ شروع ہی سے اذکار و اوراد کی پابندی کا اہتمام کرواتے کہ اس کی برکت سے ہی اخلاق بھی درست ہو جاتے ہیں یہی وہ بنی بنائی گولی ہے جو تمہیں خواب میں بتلائی گئی ہے کہ الگ الگ ہر مرض کے لیے اجزاء کی ضرورت نہیں نہایت پابندی و اہتمام کے ساتھ اذکار و اوراد کی پابندی کریں۔

### بال کاٹنے کی تعبیر

تمہارا خواب جس میں اس ناکارہ نے تمہارے سر کے بال کاٹے بہت مبارک ہے انشاء اللہ اس سے تمہارے دماغ کی صفائی کی بشارت ہے۔

### ظاہر و باطن دونوں کی درستگی ضروری ہے

تمہارا خواب بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کریں۔ تعبیر یہ ہے کہ آدمی کو ظاہر اور باطن دونوں کی درستگی کا خیال رکھنا چاہیے بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ باطن درست ہونا چاہیے۔ ظاہر میں کچھ کوتاہی رہ جائے تو مضائقہ نہیں۔

### البلاغ المبین ہوتے ہیں

جو خواب میں ذکر کے متعلق مجھ سے سوال کیا وہ جواب صحیح ہے مگر روزوں کے زمانہ میں معین ذکر سے زیادہ نہ کریں۔ اس ناکارہ کے رسائل تو اپنے خیال میں البلاغ المبین ہی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور یہ مضامین سارے حتی الوسع حدیث پاک ہی سے لئے جاتے ہیں۔ آپ بیتی ۵ چھپی ہے جو اکابر کے خصوصی معمولات اور حالات پر مشتمل ہے۔

○

### اپنا اپنا کام سنبھالو

"یہ ناکارہ تو ہر وقت سفر آخرت کے لیے پابرکاب بیٹھا ہے اور میرا اہتمام سے بلانا اور لکھوانا یہ بھی واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، میں تو تقریباً دو سال سے تم سب دوستوں سے اس پر اصرار کر رہا ہوں کہ مجھے اب چھٹی دو۔ اپنا اپنا کام سنبھالو کہ عمر ختم کر چکا ہوں صبح و شام کا مہمان ہوں"

○



# تعویذات

### بے وضو آیت لکھنے کا حیلہ

مدینہ منورہ مسجد نور میں عشاء کے بعد کھانے سے قبل کسی نے کوئی تعویذ مانگا جس میں قرآن پاک کی آیتیں بھی لکھیں تھی، حضرت نے مجھ سے پوچھا، وضو ہے؟ میں نے کہا نہیں حضرت نے فرمایا بیٹھ جا اور تعویذ لکھوانا شروع کیا، حروف سریانی لکھنے کے بعد جب آیت لکھنے کی نوبت آئی تو حضرت نے ایک کلمہ فرما کر فرمایا کہ اس کو لکھ کر ہاتھ اٹھالو اسی طرح دوسرا لکھ کر ہاتھ اٹھالو۔ اس طرح پوری آیت لکھوائی۔

### تعویذ سے سانپوں کا دفع ہو جانا

الحاج انیس احمد صاحب (خلیفہ و مجاز) نے کئی سال قبل جب کہ وہ نئے نئے مدینہ منورہ میں مقیم ہوتے تھے اپنے گھر میں سانپ اور بچھو کے نکلنے کی شکایت کی اور یہ کہ بعض سانپ تو کئی کئی گز کے ہوتے ہیں اور دن میں کئی کئی بار نکلتے ہیں، حضرت نے تعویذ لکھوایا، حروف سریانی اور درود شریف کے درمیان آیت شریفہ یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا لکھوائی اور تعویذ مرحمت فرما دیا، حاجی صاحب نے چند روز کے بعد فرمایا کہ تعویذ رکھنے کے بعد سے آج تک ایک سانپ نہیں نکلا۔

### بچھو کے کاٹے پر دَم

مدینہ منورہ میں جن دنوں حضرت کا شب کا قیام مسجد نور میں رہا، شدید گرمی کے موسم میں قیام گاہ سے باہر کھلے میدان میں حضرت کی چارپائی ہوتی تھی۔ چارپائی کے چاروں طرف ریت پر خدام بستر بچھا کر سوتے تھے۔ ایک خادم کو نیند میں بچھو نے کاٹا، اسی پر آنکھ کھلی اور ہاتھ

جھٹکا اور بچھو دور جا کر گرا، اور بچھو کے ڈنک کی وجہ سے بہت زیادہ جلن اور تکلیف شروع ہو گئی۔ اس خیال سے کہ حضرت جاگ جائیں گے، انھوں نے کسی کو نہیں جگایا اور تہجد کے وقت تک مضبوطی سے انگلی پکڑ کر بیٹھے رہے۔ تاکہ ڈنک کا اثر ہاتھ میں دور تک سرایت نہ کرے۔ حضرت کے بیدار ہونے پر جب عرض کیا گیا کہ ایسے بچھو نے کاٹا ہے تو حضرت نے استنجاء وضو سے فراغت کے بعد کچھ پڑھ کر دم فرمایا اور اپنا لعاب مبارک اپنی انگلی پر لے کر ڈنک کی جگہ پر لگایا تو فوراً ہی ڈنک کا اثر بالکلیہ جاتا رہا کہ نہ جلن تھی اور نہ ذرا سی کوئی تکلیف۔

## گھر کے جھگڑوں سے نجات کا عمل

آپ کی والدہ اور گھر والی کے آپس کے منازعت کی خبر سے بہت تعلق ہے یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپس کے تعلقات بہتر فرماوے کھانے پینے کی چیز پر لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا الخ بہت کثرت سے پڑھ کر دم کر دیا کریں اور اس کو گھر کے سب لوگ کھا دیں (۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

## دشمنوں سے حفاظت کیلئے

تمہارے پاس جو گمنام خط آگ لگانے کے متعلق آیا اللہ تعالیٰ ہی اس سے محفوظ فرماوے خود بھی اور اپنے احباب کو بھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کا ورد اہتمام سے رکھیں (۵ صفر ۱۳۸۵ھ)

## زوجین میں محبت کا عمل

نیز ایسی چیزوں کے درمیان میں آئندہ کے لئے جس کی طرف سے خاوند ہو یا بیوی نشوز پایا جاوے اس کے نام کے عدد نکال کر اس کے موافق یَا وَدُوْدُ یا جَامِعُ عدد میں کمی زیادتی نہ ہو پڑھنے کو بتلاتے رہا کریں۔ ابجد کے عدد تم کو معلوم نہ ہو تو گجرات سے کوئی رسالہ ساتھ لیتے جاویں، ہمارے یہاں تو الف، با، تا، کے قاعدوں کے اوپر چھپا ہوا ہوتا ہے



اگر مل گیا تو بھیج دوں گا ورنہ تم بھی یاد کر لو عبدالرحیم کو تو یاد ہو گا ہی۔ (۱۰ شوال ۱۳۸۵ھ)

## حضرت گنگوہی رح کا تعویذ

مولوی احمد لاٹ کہتے ہیں کہ تمہیں سارے تعویذ معلوم ہیں احتیاطاً چند اصول چیزیں لکھواتا ہوں میرا مستقل تعویذ تو حروف سریانی میں جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کا خاص تعویذ کہلاتا ہے اور یہ سریانی زبان میں اسم اعظم ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے زمانہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ وضو و نماز کے درمیان میں اور جب بھی کوئی منٹ مل جاتا یہ تعویذ لکھ کر اپنے قلمدان میں رکھ لیا کرتے تھے اور روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لکھا کرتے تھے حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں کی آمد کا تو کیا پوچھنا سیکڑوں آدمی آتے تھے بالخصوص دیہات کے بالخصوص جمعہ کے دن ان کے یہاں تو ہر مرض کا یہی ایک تعویذ تھا اور وہ ہر چیز میں مفید ہوتا تھا۔ اس میں تعویذ کی برکت ہو یا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے انتساب کی وہ تعویذ یہ ہے

صفر و سہ الف سائبانے بر سر      جیم کج و کوہ نہ دبانے جرو دو
چہار الف مساوی ہا و او معکوس      انیت زاسمار الا اکبر

تذکرہ میں یہ شعر بھی ہے معلوم نہیں کاتب نے لکھا ہے یا نہیں جس کی صورت یہ ہے

٧٨٦ ٥|||ح H ||||ہ

یا جامع

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا
ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم
تسلیماً کثیراً کثیراً برحمتك یا ارحم
الراحمین الحنان المنان اللہ اکبر الاکبر
اللہ اکبر الاکبر اللہ اکبر الاکبر

والد صاحب کے یہاں تو صرف یہ اور اس کے بعد وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا تھا مگر میں
اس تعویذ کے درمیان اور درود شریف کے درمیان میں تھوڑی سی جگہ چھوڑ دیا کرتا ہوں اور
مرض کے مناسب اللہ کا کوئی پاک نام لکھوا تا ہوں، اس وقت قاری صاحب کے لئے یہ تعویذ
فوری لکھوانا ہے کہ انھوں نے قلبی پریشانی کا شدت سے اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس تعویذ کے
اور درود شریف کے درمیان میں یا مثبت القلوب لکھ کر ان کو دے دیں، اسی طرح ان کی بہن
کے لئے یا مثبت القلوب کی جگہ یا حفیظ لکھ کر ان کو جلدی سے دیں کہ بہن اس کو گلے میں ڈال
دے اور قاری صاحب اپنے تعویذ کو لمبے تاگے میں باندھ کر گردن میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ
دل پر زیادہ تر رہے۔ بیٹھے میں یا چلنے پھرنے میں کسی وقت سرک جائے تو کوئی حرج
نہیں اسی طرح ہر مرض کے لئے یا شافی جاگے ہوئے کے لئے یا حمید لکھ کر ایسی جگہ مقام
قیام پر لٹکا دیں کہ یہ ملتا رہے۔ تمہیں کسی وقت فرصت ہوتی اور کوئی وقت اس سیہ کار کے
واسطے خالی ملتا تو یہ چیزیں کیوں لکھوانی پڑتیں۔ میاں بیوی کی معیت کے لئے اگر صرف تعلقات
خراب ہوں تو صرف یا ودود اور اگر کسی وجہ سے باوجود تعلقات کے والدین کی سرکشی کی
وجہ سے جدائی ہو جائے تو یا جامع ضعف بدنی یا ضعف دماغ کے لئے یا قوی۔ یہ بھی تعویذ

والوں سے پوچھ پوچھ کر لکھوایا۔ میرے اس اضافہ کا منشا یہ ہے کہ میرے حضرت قدس سرہ
کے ہاتھ میں تو رعشہ تھا جب کوئی تعویذ مانگتا حضرت قدس سرہ مجھے ارشاد فرما دیتے کہ
قرآن شریف یا حدیث پاک کی کوئی آیت یا دعا یاد ہو تو لکھ دو۔ اس وقت تو میں بہت لمبی لمبی
لکھا کرتا تھا۔ بخار کے لئے قلنا یا نار کونی الآیۃ اور محبت کے لئے چاہے میاں بیوی کی ہو
یا قرابت کی مگر ناجائز کے لئے نہیں اس کا خاص طور سے خیال رکھیں ورنہ اپنے تعویذوں
میں سے اثر جاتا رہتا ہے یہ میرا تجربہ ہے لو انفقت ما فی الارض جمیعا الآیۃ بالخصوص
زوجین کی محبت کے لئے ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم الآیۃ اور اس قسم کی
قرآن پاک کی اور دعائیں کثرت سے لکھا کرتا تھا مگر جب کہ تعویذوں کی بھرمار ہو گئی تو آیتیں



اور دعائیں تو چھوٹ گئیں اب صرف اللہ پاک کے پاک نام پر اکتفا کرتا ہوں لیکن کوئی اہم
تعویذ ہو تو اب بھی اس سابق طریقہ کو اختیار کرتا ہوں مقصد کے لئے یا نصیر خاص طور سے
کے ورد کے لئے لا یصدعون عنہا ولا ینزفون الآیۃ۔ تم تو ماشاء اللہ خود دعا فقط ہو
اور احادیث پاک کی دعائیں انشاء اللہ اب تو تمہیں مجھ سے زیادہ یاد ہوں گی۔ یہ ناکارہ تو
اب اپنے امراض کی کثرت کی وجہ سے ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم میں داخل ہو گیا دوسرا
مصرع الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم ..... میں ابھی داخل نہیں ہوا ہے

"جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا"

اس مرتبہ مدینہ پاک سے واپسی کے بعد سے طبیعت بہت زیادہ بگڑ رہی ہے۔ بخار
کا سلسلہ بھی یکم اپریل سے جو شروع ہوا تھا اب تک چل ہی رہا ہے۔ لوگوں کی رائے یہ ہے
کہ بالکل تو کسی دن نہیں اترا کم و بیش ضرور ہو تا رہتا ہے۔ بھوک بھی تقریباً ۹ مارچ کے بعد
سے گویا کالعدم ہی ہو گئی، یہاں آنے کے بعد تمہارے حکیم اجمیری کی گولیاں سفوف حکیم شریف
کی دوائیں اور فروٹ سالٹ وغیرہ کا سلسلہ بھی مسلسل چل رہا ہے جب دو تین دوائیں اکٹھی
ہو جاتی ہیں تو دفعتاً اسہال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ اب تک اپنے پاؤں پر زور دینے
کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ ابوالحسن دونوں ٹانگیں اور دو آدمی دونوں بازو پکڑ کر کھینچ
کر اس قدمچہ پر بٹھاتے ہیں جس کا نمونہ تم نے مدینہ پاک میں دیکھا ہو گا، یاد آیا یہ قصہ تو تمہاری
روانگی سے پندرہ بیس دن بعد پیش آیا تھا، تمہیں تو دیکھنے کی نوبت نہیں آئی ہو گی۔ قاضی
صاحب نے اللہ انھیں بہت جزائے خیر دے ایک صندوق کا قدمچہ بنا کر ایسی طرح کہ جس پر
میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاؤں، مدینہ میں میرے چوٹ لگنے کے دن آدھ گھنٹہ میں بنا دیا تھا وہ
بہت راحت کا تھا جو غلطی سے مدینہ رہ گیا۔ قاضی صاحب نے اس کے نمونہ کا کراچی میں بنایا
تھا مگر وہ ویسا نہ بن سکا البتہ یہاں آنے کے بعد عزیز ابوالحسن نے اس پر روئی اور ربڑ وغیرہ
سی کر ایسا کر دیا جیسا کہ فرسٹ کلاس سیٹ ہوتی ہے تمہارا بھی قیمتی وقت ضائع کر دیا تم

تو ماشاء اللہ بہت روز افزوں پرواز کر رہے ہو۔ اس خط کی زیادہ اہمیت تو ان تعویذ ہی کی وجہ سے ہے اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ تمہیں یہ چیزیں معلوم ہیں تو تمہارا وقت ضائع نہ کرتا اگرچہ مولوی احمد بار بار کہتے رہے کہ تمہیں سب تعویذ معلوم ہیں مگر چونکہ میرے علم میں نہیں تھا اس لئے میں نے یہ سب مختصر لکھوا دیے۔

## تعویذ کی اجازت

تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل میں جو تعویذات ہیں ان سب کی تمہیں اور مولوی ہاشم دونوں کو اجازت دیتا ہوں۔ اس پرچہ میں جو تعویذ ہے اس کی نقل بھی مولوی ہاشم کو دے دیں یا وہ خود نقل کریں گے تاکہ تمہیں زیادہ مشغول نہ ہو۔

## بعض تعویذات کی ممانعت

البتہ اعمال قرآنی میں جو تعویذ ایسے ہوں جن میں شرعاً کوئی اشکال ہو مثلاً خون سے اللہ کا نام لکھنا یا جوتے وغیرہ مارنا ایسوں کا ہرگز ارادہ نہ کریں۔ میرا جہاں تک اندازہ ہے حضرت نے اپنے بعض خدام سے کہہ دیا کہ فلانی کتاب سے تعویذ نقل کر دو۔

## جن اور سحر کیلئے مجرب عمل

ایک نہایت اہم چیز جو سحر اور جنات کے لئے بے حد مجرب ہے وہ آیۃ الکرسی کا عمل ہے وہ یہ ہے۔ صبح کی نماز کے بعد مغرب کی نماز کے بعد اور سوتے وقت بسم اللہ سمیت الحمد شریف، آیۃ الکرسی، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس تین تین مرتبہ اول وآخر درود شریف تین تین مرتبہ مریض خود پڑھے تو بہتر ہے ورنہ کوئی دوسرا پڑھ کر اس طرح سے دم کرے کہ لب کا کچھ حصہ مریض کے بدن پر گرے۔ نیز ایک بوتل میں پانی بھر کر رکھیں اور جو بھی پڑھیں بوتل پر بھی دم کر دیا کریں اور اس میں سے نہار منہ ایک گھونٹ مریض کو پلائیں اور جب بوتل آدھی رہ جائے تو نئے پانی سے بھر دیں اور اگر مکان میں آسیب کا اثر ہو تو پانی سے تھوڑا سا لے کر مکان کے چاروں کونوں پر اس طرح سے چھینٹا دیں کہ



پانی زمین پر نہ گرے (۲۰ اگست ۱۹۳۱ء)

## آیات شفا کے عمل کا طریقہ اور وقت

آیات شفا کا عمل تو مستقل عام بیماری میں ضروری ہے وہ غریب تو مستقل بیمار رہتی ہے اس عمل کا کم سے کم اہم دن ناغہ ہونا ضروری ہے تمہیں پہلے سے بھی معلوم ہوگا کہ اس عمل کے لکھنے کے واسطے کوئی وقت متعین نہیں دن یا رات میں جس وقت چاہے لکھ دیا جاوے لیکن پلانے کے لئے طلوع آفتاب سے پہلے ضروری ہے۔ اگر کسی دن اتفاق سے آفتاب نکل آوے تو ازسر نو شروع کرنا پڑتا ہے (۱۰ مئی ۱۹۳۳ء)

## جس کے اولاد نہ ہو اس کے لئے عمل

انڈے والا عمل تو غالباً تمہیں معلوم ہوگا، دو بیضے ابال کر چھیل کر ایک پر والسماء بنینٰھا اور دوسرے پر والارض فرشنٰھا پوری آیت لکھیں اور اس کے بعد تین مرتبہ تیسری آیت ومن کل شیٔ خلقنا زوجین الاٰیۃ اول وآخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھ کر اسی طرح بیضوں پر دم کریں کہ لب کا کچھ حصہ گرے۔ نہار منہ مرد کھائے دوسرا عورت کھائے۔ چالیس دن تک یہ عمل مسلسل کرتے رہیں اور اس درمیان میں صحبت بھی کرتے رہیں۔

## اگر کسی جگہ یا مکان میں جن ہو تو

تم نے شدت پریشانی کی تفصیل اس خط میں لکھی اس سے تعلق بھی ہوا مگر بھی ہوا اس کے لئے آیۃ الکرسی کا عمل بہت مفید اور مجرب ہے نیز گھر میں کثرت سے اذانیں دلوانا بھی، مستورات آہستہ دیں، لیکن تم یا دوسرا کوئی وقتاً فوقتاً ایسی طرح دیں کہ آواز باہر نہ جاوے کہ جس سے لوگوں میں تشویش پیدا ہو تو مفید ہوگا۔ میرا خیال تو یہ تھا اور ہے کہ آیۃ الکرسی کا عمل تمہارے پاس ضرور ہوگا اور نہ معلوم تم نے کتنوں کو بتایا ہوگا اس لئے کریں دوستوں کو تمہارے

حوالہ دیا کرتا ہوں مگر احتیاطاً پھر بھی نقل کرتا ہوں، جو تم نے دو واقعے لکھے ہیں، ایک گھنٹے کا دیوار پر سے اٹھا کر منہ پر رکھ دینا دوسرا چھت پر چلنے کی آواز، یہ دونوں کچھ زیادہ اہم نہیں اور دونوں میں جنات کا تصور یقینی نہیں، ایسے کردیں کہ ایسی چیزوں سے جلدی خوف زدہ نہ ہوا کریں، ان دونوں میں نظر کا اثر بھی ہوسکتا ہے تاہم احتیاطاً آیۃ الکرسی کا عمل بہتر ہے، نیز اس قسم کے امور کا چرچا نہ کیا کریں، تم سے کہنے میں تو مضائقہ نہیں کہ تدبیر اور تسلی کے لئے ضروری ہے مگر عام طور سے نہ کیا کریں۔

میں نے جنی عمل سے اس لئے منع کیا تھا کہ تاوقتیکہ مہارت کاملہ نہ ہو ان کی مدافعت مشکل ہوجاتی ہے، محض کتابوں سے دیکھ کر یا دوسروں کے تعویذوں سے عملیات کے نقصانات میں ہندوستان میں بہت دیکھ چکا ہوں البتہ قرآن وحدیث کی جو دعائیں اس سلسلہ کی ہیں وہ بے ضرر ہیں، بہشتی زیور حصہ نہم اور قول جمیل وغیرہ میں ۳۳ آیات کا عمل بہت مفید ہیں، آیۃ الکرسی کا عمل تو بہت آسان ہے اس کو ضرور کرتے رہیں۔

(۱۹، جنوری ۷۵ء)

## بے دینی سے راہِ راست پر لانے کیلئے

تمہارے بھائی کی خبر سے قلق ہوا، اپنی والدہ کو لکھ دیں کہ ہر کھانے پینے کی چیز پر وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى تین دفعہ اول وآخر درود شریف تین تین دفعہ پڑھ کر دم کرکے کھلایا کریں (۲۰، جنوری ۸۱ء)

## دشمنوں سے تحفظ کے لیے

دشمنوں کے لئے تم بھی اور اپنے طلبہ سے بھی کہہ دو کہ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ قل اعوذ برب الفلق، اول وآخر درود شریف سات سات مرتبہ پڑھنے کا اہتمام کریں، نیز ان دشمنوں میں سے کوئی سامنے آئے تو اللھم انا نجعلک الخ پڑھ کر اشارہ سے پھونک مار دیا کریں۔

(۱۳، اپریل ۸۱ء)



## پھوڑے کیلئے

اپریشن کی ناکامی کے ساتھ واپسی ہونے سے بہت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرماوے۔ بسم اللہ سمیت الحمد شریف سات مرتبہ اول وآخر درود شریف سات سات مرتبہ پڑھ کر انگلی پر لب لگا کر پھوڑے پر خوب مالش کی جائے اور اگر ہاتھ پھیرنا مشکل ہو تو پھر منہ ہی سے ایسے زور سے دم کیا جائے کہ لب کا بہت حصہ پھوڑے پر گر جائے (۱۲، ربیع الاول ۰۰ھ)

## دَم کی تاثیر

حضرت کے ساتھ لوگوں کی عقیدت بھی بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور واقعہ بھی ہے کہ حضرت کی وہ شایان شان بھی تھی۔ جامع مسجد سہارنپور کے امام صاحب کے لڑکے پر ایک جنی عاشق ہوگئی تھی۔ کئی عاملوں کو اور تعویذ کرنے والوں کو بتلایا علاج کروایا مگر بے سود۔ آخر کار حضرت کے پاس آئے اور صورت حال بیان کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں عامل نہیں اور نہ مجھے یہ چیزیں آتی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے ہی دم کردیجیے اور وہ اپنے صاحبزادے کو حضرت کے پاس لے آئے۔ حضرت نے آیت الکرسی کا عمل پڑھ کر جو حضرت کے یہاں معروف تھا دم کردیا اور دم کرنے میں سنت طریقہ کا خیال رکھا کہ لعاب کا کچھ حصہ مریض پر پڑے۔ یہاں تھو تھو کرنا تھا اور وہاں پر حضرت کے تصرف کا یہ اثر اس جنی پر پڑا کہ وہ کہنے لگی کہ کس بدتمیز کے پاس مجھ کو لے آئے۔ اس کو پھونک مارنے کا طریقہ بھی نہیں آتا میرے منہ پر تھوکتا ہے۔ اب ہرگز میں اس مریض کے پاس رہ نہیں سکتی اور وہ بھاگ گئی۔ امام صاحب کا صاحبزادہ اچھا ہوگیا۔ حضرت فرمایا کرتے کہ جو کچھ اس نے کہا مگر ہمارا کام تو ہوگیا۔

## دم کئے ہوئے پانی کا اثر

حضرت کے یہاں حضرت کی معذوری کی وجہ سے

حضرت ہی کے تعویذات خداموں میں سے کوئی آدمی لکھ کر حضرت کے ارشاد سے دے دیا کرتا۔ ایک مرتبہ ایک خادم کو حضرت نے کسی کو تعویذ دینے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جب اس نے تعویذ لکھا تو حضرت نے پوچھا کیا لکھا۔ اس نے بتلادیا۔ حضرت نے جب وہ سنا اور حضرت کے نزدیک یہ تعویذ صحیح نہیں لکھا گیا تھا۔ تو اس خادم سے فرمایا اپنے کو ایسا بناؤ پھر جو لکھو گے انشاء اللہ بیڑا پار ہوگا۔ بہرحال اس میں بھی حضرت نے خادم کی اصلاح کی کہ نظر ہمیشہ مالک کی طرف رکھنی چاہیے۔ یہ ساری چیزیں اسباب کے درجہ میں ہیں۔

ایک مرتبہ ایک عورت کا خط بمبئی سے آیا کہ حضرت کے پاس سے پانی پڑھوا کر بھیج دیں کہ میرا شوہر شراب کا عادی ہے تو شراب چھوڑ دے۔ اس کے لیے پڑھ دو۔ اس نے لکھا کہ جب میرے شوہر نے مجھ سے پانی طلب کیا تو میں نے وہ پانی پڑھا ہوا اس کو دیا۔ اس نے پی کر مجھ سے کہا کہ یہ پانی کہاں سے لائی میں ڈر گئی کہ کہیں راز تو پکڑا نہیں گیا۔ اس وجہ سے چپ رہی۔ اس نے کہا جلدی سچ بتا مجھے یہ پانی بہت اچھا معلوم ہوا اور اس میں ایک قسم کی لذت معلوم ہوئی۔ اب مجھ میں ہمت آئی۔ میں نے سارا واقعہ بیان کیا کہ حضرت کے یہاں سے پانی منگوایا اور وہ بھی تمہارے فائدہ کے لیے۔ اس نے کہا کہ آج سے شراب بند ہے۔ یہی پانی مجھ کو پلا دیا کرنا۔ اس نے لکھا کہ اب الحمد للہ ہمارا گھر آباد ہوا۔ اس نے شراب اب تک نہیں پی۔

## معوذتین کا اثر

اَلْعَیْنُ حق نظر کا لگنا یہ سچ ہے۔ یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ حضرت کے یہاں بھی اس کا



نظارہ دیکھنے کو ملا۔ سہارنپور میں رمضان حضرت کے یہاں معتکفین کے کثرت کی وجہ سے نیز سبھوں کی تڑپ وغیرہ کی وجہ سے قابل رشک ہوتا تھا۔ معتکفین کی کثرت کی وجہ سے حضرت نے ماہ مبارک دارالطلبہ جدید کی مسجد میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ موسم سردی کا تھا اور پھر سہارنپور کی سردی جو بہت مشہور ہے۔ خود دریبنہ والے جو ۲۰ - ۲۵ میل دور رہتے ہیں وہ بھی سردی کے زمانہ میں سہارنپور آنے سے گھبراتے ہیں۔ سردی کے زمانہ میں گرم پانی کا انتظام سہارنپور کی ہر مسجد میں کیا جاتا ہے۔ دارالطلبہ جدید کی مسجد میں بھی انتظام کیا گیا تھا۔ مگر خدا معلوم باوجود حمام کے نیچے آگ جلنے کے اچانک ایک دو دن پانی کسی طرح گرم ہو کر نہیں دیا۔ سب کو تعجب ہوا۔ ہر طرح کی کوششیں کر ڈالیں۔ مگر بے سود۔ آخر کار منتظمین حضرات حضرت مولانا منور حسین صاحب وغیرہ نے حضرت سے جا کر صورت حال پیش کی۔ حضرت نے فوراً ہنستے ہنستے فرمایا کہ اس کو بھی نظر لگ گئی اور فرمایا کہ اس پر معوذتین ۳ - ۳ دفعہ پڑھ کر پھونک ماری جائے اور پھر خود ہی دو چار اپنے پاس بیٹھنے والے کو وہاں دوڑایا کہ جاؤ پھونک مار کر آؤ۔ سب کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب کہ پانی فوراً گرم ہونا شروع ہو گیا۔

○

# مزاح

## ایک لطیفہ

جب میں قاری یوسف صاحب کا پتہ لکھوانے لگا تو ایک صاحب نے لقمہ دیا کہ قاری یوسف کے پتے دو ہیں ایک جدید اور ایک قدیم پھر کسی نے یوں کہا کہ ان کی کتاب پر جو پتہ چھپا ہوا ہے وہ لکھ دیا جائے، اس پر بھی اتفاق ہوا کہ یہ تو مولوی تقی نے اپنی رائے سے لکھ دیا، آخر میں قرعۂ فال آپ کے نام نکلا کہ آپ ان بھول بھلیاں میں جہاں ان کا پتہ ہو حوالہ کر دیں، بڑے لوگ اپنے مکان اور پتہ ہمیشہ چھپایا کرتے ہیں یہاں بھی ہمیشہ سے جب وزراء، اور اب امراء کا ذرا بھی کسی جگہ جاتی ہے تو وہ اپنی گاڑی اپنا ڈبہ بدلتی رہتی ہے کہ کسی قدرداں کو اس کی خبر نہ ہو جاوے۔

○ پیران کلیز کے یہاں سابقہ شادیوں میں منجملہ شروط کے اسی ہزار من مچھر کے پر بھی ہوتے تھے۔ تو یہ سب شرائط اس لیے تھیں تاکہ طلاق نہ دے سکے۔

○ ایک ڈوم کو بادشاہ نے ہاتھی دیا روزانہ سوا سیر کھاتا تو اس کے گلے میں ڈھول باندھ کر چھوڑ دیا کہ جا اور کما کر کھا۔

## روٹی دودھ سے کھاوے یا گھی سے

ایک بڑھیا تھی بہت بخیل اس کا لڑکا تھا بڑا ہوشیار۔ کہنے لگی بیٹا روٹی دودھ سے کھاوے گا یا گھی سے۔ تو بیٹے نے کہا ماں چپڑی ہوئی روٹی دودھ سے کھالوں گا۔

○ ایک صاحب سیدھے سادے گاؤں کے تھے بیٹا بڑا بیرسٹر بن گیا مجبوراً کہیں بوڑھے باپ کے ساتھ جانا پڑ گیا وہاں بیرسٹر صاحب سے کسی نے پوچھ لیا یہ کون!



تو کہا یہ میرے شناسا ہیں۔ تو بڈھے نے کہا میں اس کی ماں کا شناسا ہوں۔

○ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تیری سواری سے اس کو فلاں جگہ پہنچا دے تجھے میں کچھ دے دوں گا جب اس نے پہنچا دیا تو وہ اس کو کچھ پیسے دینے چاہے اس نے نہیں لیے اور کہا کہ میں تو ایک ہزار بھی نہیں لوں گا کیونکہ تم نے کہا تھا کہ کچھ دے دوں گا چنانچہ اسے اگلے روز بلایا اور ایک پیالے میں چوہیا کو بند کر کے رکھ دیا جب وہ آیا تو فرمایا وہ پیالہ اٹھا کر لے آؤ مگر دیکھ کھولیو مت اس نے روتے ہوئے کہا کہ اس میں تو کچھ کو دے تو فرمایا تو ہی لے جا کیونکہ تو نے خود اقرار کر لیا کہ اس میں تو کچھ کو دے۔

## واللہ یہ وہاں کے نہیں ہیں

حضرت قدس سرہ کے ساتھ مکہ جانا ہوا تو مولوی لطیف الرحمٰن کاندھلوی ساتھ تھے اور حضرت کے ایک خادم خاص بریلی کے تھے دوسرے ایک خادم انبیٹھے کے تھے ایک عرب صاحب آئے تو انبیٹھے والوں سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا تو سب ہنس پڑے۔ اس پر انہیں بہت غصہ آیا کہ میں تو جگہ کا پوچھ رہا ہوں اور یہ ہنس رہے ہیں۔ دوسرے سے پوچھا اس پر سب اور زیادہ ہنسنے لگے۔ اسی طرح تیسرے سے پوچھے پر بھی سب ہنس پڑے تو انہیں غصہ کے ساتھ ساتھ تعجب بھی ہوا میں ان سے دور بیٹھ کر کچھ لکھ رہا تھا۔ وہ میرے پاس آئے میں نے ان سے سنجیدگی سے بات کی تو وہ فرمانے لگے کہ یہ جگہ کا پوچھنے پر کیوں سب ہنس رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ جن جگہوں کے رہنے والے ہیں وہاں کے لوگ حماقت میں مشہور ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ یہ سب تو واقعی وہیں کے ہوں گے آپ نہایت بااخلاق ہیں آپ کہاں کے۔ ان کے اس پوچھنے پر وہ سب پہلے

سے زیادہ کھلکھلا کر ہنسنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اب یہ کیوں ہنس رہے ہیں تو وہ تینوں کہنے لگے کہ یہ بھی کاندھلے کے ہیں جو حماقت میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ تو وہ کہنے لگا واللہ یہ وہاں کے نہیں ہو سکتے۔

## حضرت شیخ کا گھر جنکشن ہے

عطاء اللہ شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے تو یہ کچا گھر جنکشن ہے ساری گاڑیاں یہاں جمع ہوتی ہیں۔

## حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی نزاکت

مرزا مظہر جان جاناںؒ کے یہاں ایک صاحب حاضر ہوئے اور زیادہ دیر تک بیٹھے رہے حضرت کو ناگواری ہوتی رہی دو تین دفعہ مجلس سے اٹھ کر اندر گھر میں تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے اس پر بھی وہ صاحب نہ سمجھے۔ اس پر ایک صندوق لا کر ان کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ (مکان) بیع نامہ ہے اور یہ فقیر چلا۔ (مطلب یہ کہ تم مالک بن کر ہی بیٹھ گئے۔)

## شادی ہوئی خانہ آبادی نہیں

عزیزی ابوالحسن کی شادی کی خبر تو صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ خانہ آبادی کا لفظ اگر تم نے اپنی طرف سے بڑھا دیا تو بے خبری سے بڑھا دیا اور اگر اس نے اپنے خط میں یہ لفظ لکھا تھا تو اپنی لاعلمی سے لکھ دیا اس لئے کہ اس کو خانہ آبادی کے معنی ہی معلوم نہیں۔ شادی تو بے شک ہوگئی ہے مگر خانہ آبادی سنا ہے شوال میں ہوگی، رخصتی ابھی نہیں ہوتی ہے۔

○ ایک بڑھئی تھا جو لونڈے کو کہتا کہ کچھ کام کرلے ورنہ سڑا سڑا کے ماروں گا تو اس کی بیوی کہتی یہ کیسا! تو کہتا کہ مکتب بھیجوں گا کہ پہلے تو پیسے ملیں گے پھر ڈنڈا پڑے گا۔ پھر وہ خود ہی ایسا لگ جائے گا کہ مسجد کے کونے میں سڑ سڑ کے مر جائے گا۔



○ ایک شاعر نے قصیدہ لکھ دیا جو کسی مدرسہ میں پہنچ گیا اس وقت واقعی طالب علم ہوتے تھے ہم خود رذیل ذلیل کمینہ ہو گئے۔ تو وہاں شعر کے مطلب پر مباحثہ شروع ہو گیا تو یہ شاعر ریوڑیاں بیچنے کے بہانہ سے گیا اور مباحثہ سنا تو طلبہ کو بلا کر کہا کہ اتنی باریکیاں تو میں نے اشعار کہتے وقت نہیں سوچیں تھیں۔

○ پہلے زمانہ میں اسلامی بادشاہ خود ہی حالات کی تلاش کے لیے نکلتے تھے۔ تو ایک بادشاہ رات کو گھوم رہا تھا کہ ایک آدمی مل گیا اس سے پوچھا کہ بادشاہ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ اگر بیل نہیں تو گدھا

○ ایک صاحب کے سامنے کسی نے کہا کہ تخمہ سے فلاں کا انتقال ہو گیا تو کسی نے پوچھا کہ تخمہ کیا ہو تو ٹھنڈا سانس بھر کر کہا کہ یہ مبارک مرض ہمیں ہی نہ ہوا۔

○ گیدڑی سے بچے نے یہ پوچھا کہ ماں ماں بکری کسے کہیں۔ تو ماں نے کہا چپ رہو لوگوں کو میرے ہی متعلق گمان ہے۔

○ (غالباً ملا جیون کا قصہ ہے) ایک دن وہ کھانا کھا رہے تھے کھاتے ہوئے فرمایا کہ کھانا پھیکا ہے۔ بیوی نے کہا پھیکا نہیں ہے اس نے نہیں مانا اور کہنے لگی بلا لا عالمگیر کی فوج کو چنانچہ یہ جا کر عالمگیر سے کہہ کر فوج بلا لائے اور بیوی سے کہا کہ اب کہو نمک پھیکا تھا ورنہ یہ عالمگیر کی فوج موجود ہے۔

## موذی کا مال

حضرت مدنی قدس سرہ شنبہ کو بخاریں ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ بروز شنبہ کو تشریف لاتے اور نکاح دونوں حضرت شیخ کی دو صاحبزادی، کا پڑھ کر اسی وقت اسی کار میں تشریف لے گئے۔ ان دونوں کے ساتھ مولوی نصیر الدین کی سب سے بڑی لڑکی زبیدہ مرحوم کا بھی حضرت نے نکاح پڑھایا۔ مولوی نصیر الدین نے سو روپے کا نوٹ بہت توڑ مروڑ کے پیش کیا حضرت نے گھورا اور شدت سے انکار کیا اس

نے عرض کیا کہ ضرور لے لیجئے، میں نے نصیر کے ہاتھ میں سے لے کر حضرت کی جیب میں رکھوا اور عرض کیا کہ بڑے موذی کا مال ہے، ضرور قبول فرمالیں۔ اس پر حضرت ہنس پڑے۔

(آپ بیتی م ۳ صلا)

## خواب میں لکھے ہوئے خطوط

تم نے اپنے اس ایئر لیٹر میں لکھا تھا کہ میں نے تین ہفتے ہوتے دو خط بھیجے تھے جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ اگر آپ نے خواب میں لکھے تھے تب تو سمجھو کہ پہنچ گیا ہے اس لئے کہ خواب میں نہ معلوم کیا کیا پہنچ جاتا ہے اور اگر عالم تیقظ میں بھیجا ہے تو نہیں پہنچا اس کے بعد مورخہ ۲۹ نومبر کا تمہارا ایک ایئر لیٹر، ۲ دسمبر کو پہنچا جس سے میں یہ سمجھا کہ تمہارے وہ دونوں خط عالم رویا کے نہیں تھے بلکہ واقعی بھیجے تھے (۱۰ ذی قعدہ ۹۱ھ)



# متفرقات

## ذکر الٰہی میں فتنوں سے حفاظت ہے

فرمایا۔ آج ہمارے مدارس میں ساری خرابیاں اسٹرائک وغیرہ سب اسی خانقاہی زندگی کی کمی سے پیش آ رہی ہیں، حدیث میں آیا ہے کہ اگر زمین میں اللہ اللہ کہنے والے ختم ہو جائیں تو قیامت آجاوے گی، یہی حال مدارس کی بقا کا ہے، اللہ کا نام خواہ کتنی ہی بے توجہی سے لیا جائے، اثر کئے بغیر نہیں رہتا، ہم لوگوں میں اخلاص نہیں رہا، اللہ اللہ کرنے کے سلسلے کو بڑھاؤ، اللہ کا نام جہاں کثرت سے لیا جائے گا، وہاں فتنہ نہ ہوگا، اللہ کا ذکر حوادث و فتن میں سدِ سکندری ہے، پہلے زمانہ میں دورۂ حدیث میں طلبہ کی ایک تعداد ذاکر ہوا کرتی تھی۔

سوانح حضرت شیخ" ص۲۴۰

## مسجدِ نبوی کے پتھر کی خوشبو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجدِ مبارک کا ایک پتھر کا ٹکڑا ایک دفعہ مل گیا تھا کہ اس قدر معطر تھا کہ نہ معلوم کس عطر سے بنا ہوا ہے۔

## حضرت مدنی کے وقایہ حضرت شیخ

ایک دفعہ دو آدمیوں کی ایک جماعت آئی کہ جلسہ میں آپ کو لے جانے کے لیے ہم آئے ہیں۔ میں نے کہا تم کو مغالطہ ہوا ہوگا ناظم صاحب کے پاس جاؤ وہ کسی کو تجویز کر دیں گے تین دفعہ میں نے کہا

نہ ماننے میں نے کہا جاؤ نہیں آتا - پھر اخیر میں ایک تو چلا گیا دوسرا رہا اس نے کہا کہ حضرت مدنی کا جانا طے تھا انہوں نے فرمایا حضرت شیخ الحدیث صاحب آویں گے تو میں آؤں گا (جہاں حضرت مدنی کو نہیں جانا ہوتا تھا وہاں یہ فرما دیتے تھے)

## فضائل اعمال کی حرص

تقسیم سے قبل قوت بھی تھی۔ سہولت بھی تھی تو سفر میں اذان اکثر میں ہی کہتا تھا اور ریل کی کھڑکی سے منہ نکال کر بہت زور سے کہتا اور کسی نہر کے کنارہ پر بھی تاکہ وہ پانی بھی شہادت دے۔

## مانگنے کا ڈھنگ

شطرنج ایک ہندی نے بادشاہ کے لیے وضع کیا تھا۔ جب تیار کرکے بادشاہ کو بتایا تو اس کو بہت پسند آیا تو اس نے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اس نے کہا اس کے جو چونسٹھ خانے ہیں اس کو ضرب دیتے اور ڈبل کرتے ہوئے چلے جاؤ جو کچھ مہاسنک تک پہنچ جاتا ہے۔ وزیر نے کہا کہ حضور ساری مملکت بھی اس کو تو پورا نہیں کر سکتی۔

○ بچوں کے سامنے قولاً و فعلاً ایسی باتیں نہ کرنا چاہیئے جس سے وہ بگڑیں۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ ناسمجھ بچے کے سامنے اگر بری حرکت کی جاوے تو بھی اس کے دماغ میں منقوش ہو جاتی ہے۔ بعد میں ابھرتی ہے۔ ایک لونڈے کا قصہ سن لو کہ باپ مر گیا اور آمدنی بہت زیادہ تھی اس نے اپنی ماں سے آمدنی کی کثرت اور اسباب آمدنی نہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو ماں نے جواب دیا کہ تیرا باپ ٹھگ تھا یعنی ایسی میٹھی باتیں کریں کہ سامنے والا مجبور ہو جاوے تو بچے نے کہا کہ پھر ہمیں بھی اتباع کرنا چاہیئے۔ الخ



## کوئی حدیث احناف کے خلاف نہیں

کوئی سمجھانے والا ہو تو کوئی حدیث احناف کے خلاف نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فعلی کے واسطے تشریف لائے تھے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی اسی لیے ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا آپ کو کھڑے ہو کر پڑھنے میں ہے ایسے ہی ہر وہ فعل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیانِ جواز کے لیے کریں گے وہ آپ کے حق میں فرائض کا حکم رکھتا ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں سہو ہوا تو فرمایا اِنِّیْ لَا اَنْسیٰ وَلٰکِنْ اُنَسّیٰ۔ کیونکہ آپ کو طریقہ بتلانا ہے۔ پھر وہ فعل جو نبوت کے منافی نہ ہو وہ آپ سے سرزد کرایا گیا۔ تعلیم فعلی کے واسطے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثواب ہے اور جو باتیں شانِ نبوت کے خلاف ہیں وہ صحابہ کرام سے صادر ہوئیں لیکن ہوئیں تکوینی طور پر مثلاً زنا وغیرہ۔

ع تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر۔

## نبوت ملنے کے بعد خلوت

کوئی اگر کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی تو قبل از نبوت تھی بعد از نبوت تو جہاد تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد کی جلد ثانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مجھ سے فرماتے تھے میں ایک اونٹ پر سامان تیار کر دیتی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن جنگل میں تشریف لے جاتے تھے۔

○ حضرت ورقہ مسلمان ہیں لیکن بعض نے قطعی طور پر صحابی ہونے سے

انکار کیا ہے۔ بہرحال مسلمان ضرور ہیں کیونکہ نبوت کا اقرار کیا تھا۔

○ ستر نوافل ایک رکعت فرض کے قائم مقام ہوتی ہیں۔

○ اپنے چھوٹوں سے بھی حدیث لے بڑوں سے بھی لے اپنے شاگردوں سے بھی لے اور کتاب سے بھی لے۔ تب جاکر محدث ہوگا۔

## اختلافِ احوال

حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند ساتھ ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ ایکبار جب ایک گاؤں میں گئے تو حضرت شیخ الہند سے پوچھا گیا کہ پہلے کھانا یا نماز تو فرمایا کہ پہلے کھانا بعد میں نماز اور حضرت سہارنپوری سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے نماز پھر کھانا۔ یہ اختلافِ احوال پر محمول ہے۔

○ حضرت رائپوریؒ فرمایا کرتے کہ مولانا محمد یوسف صاحب پرواز اتنی اونچی کرتے ہیں کہ وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔

○ آج سے تقریباً چالیس پچاس سال قبل نظام الدین میں تعمیر کی وجہ سے ایک جگہ کو کھودا گیا تو وہاں قبر تھی اور اس میں نعش تھی لیکن وہ ایسی محفوظ تھی کہ جیسا آج ہی دفن کیا گیا ہو۔ ذرہ برابر اس پر کوئی اثر نہ تھا۔

○ میری شروع جوانی میں گردن توڑ بخار میں اس کثرت سے اموات ہوئی تھیں کہ میں کسی کام کے لیے اوپر کے کمرے سے مولوی نصیر کو آواز دینے کے لیے سر نکالتا تو پانچ منٹ میں پچیس تیس جنازے جاتے ہوئے نظر آتے۔

## ایک عالم کی ذہانت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک قصعہ پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے جیسا کہ ابو داؤد میں ہے۔ اس پر ایک قصہ سنا ایک خان صاحب تھے ایک دفعہ ان کے یہاں شادی تھی تو کہا کہ اہلِ علم اور



سمجھ داروں کے سوا میرے یہاں دعوت میں کوئی نہ آوے چنانچہ ایک مولانا صاحب کو دعوت دی (اس طرح) اور علماء اور عقلمندوں کی ایک جماعت کو اکٹھا کرکے پوچھا کہ یہ جو کنواں ہے اس میں کتنے پیالے پانی ہوگا تو سب حیرت میں رہ گئے مولانا صاحب نے فرمایا یہ تو جتنا بڑا پیالہ ہوگا اس کے حساب سے مقدار بتائی جاسکتی ہے۔ اگر اتنا بڑا ہے جتنا اس میں پانی تو ایک پیالہ اس سے آدھا ہے تو دو تہائی ہے تو تین چوتھائی ہے تو چار۔

## مجھے معلوم نہیں تھا کہ مولانا مدنیؒ سے مجھے اتنا تعلق ہے

مولانا مدنی اور مولانا تھانوی کے درمیان صرف مسئلے میں اختلاف تھا خلاف نہیں تھا اس لیے جب حضرت مدنی کی مظفر نگر سے گرفتاری ہوئی تو ظہر سے عصر تک حضرت تھانوی کی مجلس میں اسی کا تذکرہ رہا اور فرمایا کہ بہت ہی رنج ہو رہا ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنا تعلق ہے۔ تو کسی نے کہہ دیا کہ وہ تو خود گرفتار ہو کر گئے حکومت تھوڑا لے گئی تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تو یزید کے مقابلہ میں خود ہی گئے تھے اس فقرہ سے تم میرے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتے ہو۔ اسی طرح حضرت حسن و حسین حضرت عثمان کے محافظ تھے جب باغی حملہ آور ہوئے تھے یہ دونوں پانی کے مشکیزے لے جاکر پہنچایا کرتے تھے۔ یہ ایسا اختلاف تھا جو ہونا چاہیے تھا۔

○ مولانا شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو استادیوں کہے کہ اس عبارت کا یہ مطلب بھی ہو سکے یہ بھی ہو سکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے اُس کا مطلب معلوم نہیں۔

## انشاء اللہ کہنا چاہیئے

ایک آدمی تھا جیب میں روپے بہت تھے منڈی میں گھوڑا خریدنے گیا کوئی گاؤں والا ملا اس نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ گاؤدی نے کہا گھوڑا خریدنے کا ارادہ ہے اس نے کہا انشاء اللہ کہہ لو تو وہ کہنے لگا اس میں انشاء اللہ کی کیا بات ہے۔ پیسے ہوں گے تو خریدوں گا۔ یہ میرے پاس پیسے ہیں میں کل کو خرید لوں گا۔ وہ پیسے والا رات کو ایک سرائے میں آکر سویا صبح اٹھ کر دیکھا تو جیب کٹ گئی پیسے ندارد اٹھنے کے بعد راستہ میں جس سے ملتا وہ پوچھتا کہاں سے آرہے ہو تو یہ کہتا کہ انشاء اللہ گھوڑا خریدنے گیا تھا، انشاء اللہ سرائے میں سویا تھا، انشاء اللہ جیب کٹ گئی۔

## پھول ہی پھول

چیل کی مصیبت یہ ہے کہ وہ اوپر سے ہر لال چیز کو گوشت سمجھے۔ میں تقریباً بیس سال سے عمامہ نہیں باندھ سکتا ہوں حتیٰ کہ ٹوپی بھی باریک کپڑے کی ہوتی ہے حالانکہ اس سے پہلے سخت گرمی میں بھی میرے سر پر عمامہ رہتا تھا جس کو کالا رنگوا لیتا تھا۔ اس وقت میرے یہاں پھولوں کا بہت رواج تھا جو پھول آتے تھے تو عمامہ میں باندھ دیتا تھا۔ پھر ایک دفعہ گلاب کے تازہ پھول اس میں رکھے ہوئے تھے چیل نے آکر پنجا مار دیا تو مدرسہ قدیم سے دور تک پھول ہی پھول ہو گئے۔ تو لوگوں نے پھول تبرک سمجھ کر چن لیے۔

## تبرک کا قصہ

ان بزرگوں کے یہاں اللہ والوں میں سے کوئی مہمان ہو تو ان کا جی چاہا کرے کہ جو جتنا بھی ہو اسے رکھ دیں۔ ان حضرات کا دستور ہے کہ عمدہ سی کوئی چیز ہو تو ایک آدھ لقمہ کھا کر چھوڑ دیں۔ حضرت سہارنپوری حضرت تھانوی کے ساتھ ایک جگہ کھانے پر تھے



تو حضرت سہانپوری نے کسی میٹھے میں ایک انگلی ڈال کر اسے چھوڑ دیا تو ایک صاحب نے تبرک کے نام سے اس کو اٹھا لیا حضرت تھانوی نے فرمایا کہ اس میں سے تو حضرت نے ایک ہی لقمہ لیا ہے۔ اور دال میں سے کئی لقمے کھائے ہیں۔

## غیروں سے مرعوبیت

لندن سے وائس رائے آتے تھے تو جن کے نام دعوت آتی تو وہ دو ماہ پہلے سے کپڑے دیکھتا اور تیاری کرتا تھا۔

○ نظام حیدرآباد کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ ساری کتب رجال ان کے زمانہ میں چھپی ہیں۔ دعا کرو اللہ ان کی لغزشوں کو معاف فرما دے۔

## برکت اخلاص سے ہوتی ہے

برکت اخلاص سے ہوتی ہے اللہ جل شانہ برکت عطا فرما دے تو دس روپے میں بھی گزارا ہو سکتا ہے اس کے ہم نے اپنے بڑوں کے یہاں بڑے تجربے کئے۔

○ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بلا حفظِ قرآن کے فقہ نہ پڑھے اور امام بخاری کے نزدیک یہ ہے کہ بلا حفظِ قرآن کے احادیث نہ پڑھے۔

○ اختلاف میں خلاف پیدا کرنا یہ برا ہے۔

○ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جی کے سامنے جو کوئی گاؤں والا سر پر ہاتھ لے جاوے تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب کچھ دے گا۔

## انگریزی سیکھنے کی جگہ

والد صاحب نے اخیر عمر میں خود بخود انگریزی پڑھی پاخانے کے وقت ایک دو لغت کے الفاظ دیکھ کر جاتے اور فراغت تک اسے رٹ لیتے۔

سال ڈیڑھ سال میں بی اے کی کتابیں بہت آسانی سے پڑھ لیتے تھے۔

○ میں نے چپل پہننے کی کئی دفعہ کوشش کی لیکن میرے پاؤں میں جمتے نہیں۔

## رحمتِ حق بہانہ می جوید

اللہ جل جلالہ پاک ہے۔ صمد ہے بے نیاز ہے۔ خود مختار ہے کسی کی کوئی ایک بات پسند آجاوے اسی پر اس کی مغفرت فرمادے۔

## ناپاکی کی وجہ سے جنات کا اثر ہوتا ہے

جو لوگ بے غسل بے وضو رہنے کے عادی ہوتے ہیں زیادہ تر ان پر جنات کا اثر ہوتا ہے ورنہ نہیں ہوتا۔ ہمارے خاندان میں ایک صاحب حقہ پیتے تھے اور اس کا پانی نالی میں ڈال دیا کرتے تھے ایک دفعہ پانی ڈالا تو آواز آئی کہ نور الحسن اس طرح تو کسی کے کپڑے پر پڑ جاوے تو کہنے لگے کہ جو نالی میں رہے اس کے لیے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

○ مولانا اشتیاق الرحمٰن کاندھلوی افطار کے وقت کھجور وغیرہ چھوڑ کر جب تک ایک پان بہت سے تمباکو والا نہ کھا لیتے کچھ اور منہ میں نہ ڈالتے۔ پان کھانے کے بعد اور کچھ کھاتے اس پر ان کے ساتھ بہت لڑائی بھی ہوئی۔

## جنات کی مجلس اور درس میں حاضری

ہمارے خاندان میں جنات کا بہت زور رہا۔ جنات کے سبق میں بھی اور عصر کے بعد مجلس میں بھی آتے ہیں اور پھر خود کہتے بھی ہیں کہ ہم تو سبق میں تھے مجلس میں تھے۔

## عید کے دن تمر کا اہتمام

اصل عید کے دن نماز سے قبل تمر ہی کھانا سنت ہے لیکن گھر میں بڑے بوڑھے ہوتے ہیں ان



کے لیے تمر کھجور ا نرم کرنے کیلئے ذرا سا دودھ ڈال دیا جاتا پھر تھوڑا اور زیادہ بننے لگا کہ اور بھی اس میں سے کوئی کھالے یہاں تک کہ پھر مستقل دودھ ہی رہ گیا۔

## حضرت شیخ کے گھٹنے کے درد کی ابتدا

حضرت مولانا ثابت علی صاحب سب سے پہلے دوروپے پر مدرس مقرر ہوئے تھے۔ یہاں سب سے پہلے سورج گرہن بارہ سال پہلے ہوا تھا تو امام نے سورہ بقرہ پڑھی تھی تو میں نے اخیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہیں سے گھٹنے کے درد کی ابتدا ہوئی۔ مولوی امیر احمد صاحب مرحوم تھک کر بیٹھ گئے تھے۔

والد صاحب کے انتقال کے تین ماہ بعد میری مدرسی شروع ہوئی تھی۔

## جنت میں قلابازیاں

ایک دفعہ والد صاحب رات کو لیٹے ہوئے تھے تو میں نے کہا کہ ابن ہمام نے تہجد کو واجب لکھا ہے تو فرمایا کہ تو اور تیرے حضرت جی جنت میں قلابازیاں کھاتے پھریئو کیونکہ پھر تو سارے لوگ تارکِ واجب ہوئے۔

## طویل بیان پر تنبیہ

مولوی یوسف مرحوم گھنٹوں بولا کرتا تھا میں نے کہا بھی کہ تجھ پر تو غلبۂ حال ہو رہا ہے لیکن ان سننے والوں کا کیا حال ہو۔ تو وہ اس پر عمل بھی کرتا لیکن پھر اسی طرح اس لیے کہ اُسے پتہ تھوڑا ہی چلتا تھا۔

## بچپن میں نمائش سے نفرت

مولوی امداد کے والد نے بچپن میں میرے لیے والد صاحب

سے نمائش دیکھنے کی اجازت مانگی والد صاحب نے اجازت دے دی لیکن میں نہیں گیا۔ میرا بالکل جی ہی نہ چاہا۔

## نیند میں پاؤ پارہ کی تلاوت

میری والدہ نے کہا کہ جب میری عمر آٹھ دس برس کی تھی تو میں نیند میں پاؤ پارہ بالکل صحیح پڑھتا چلا گیا۔

○ ایک دفعہ کسی نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ فقہ کی کتابوں میں کتاب الایمان نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ تو فرمایا کہ فقہ کو ایمان سے کیا کام۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ فقہ کو تو جائز اور ناجائز لکھنا ہے اور ایمان میں اس کی گنجائش کہاں۔

## ستون کے نیچے دودھ کی نہر

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجدِ نبوی کا ایک ستون گر گیا اس کو بنانے کے لیے کھودا گیا نیچے تک کھودا تو وہاں سے اتنی عمدہ خوشبو نکلی جو نہ سُنی گئی نہ دیکھی گئی ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ نیچے سناٹے کے ساتھ زور سے دودھ کی طرح سفید ایک نہر بہہ رہی ہے تو امیر مدینہ نے اسے فوراً بند کرا دیا۔

○ انگریزوں کے زمانہ میں رمضان کے آخری جمعہ کو دہلی کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ میں شرکت کے لیے لوگ بمبئی اور کلکتہ سے بھی آتے تھے قلعے تک صفیں لگ جاتی تھیں۔ تو اس کی حدیث میں ممانعت ہے۔

## اتباعِ اکابر

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر قبر میں رکھنے کے وقت لوگ چہرۂ انور دیکھنے کے لیے آئے لوگوں نے منع کیا تو حضرت شیخ الہند نے فرمایا کھول دو میرے شیخ کی زیارت کرنے



میں کوئی اشکال نہیں۔ انہیں کے اتباع میں حضرت مدنی کے انتقال پر میں نے بھی بعض آدمیوں کے آنے پر ان کے لیے چہرہ کھلوا دیا۔

## دو سو طلبہ کو غسل

۳۵ سے لے کر ۱۹۶۰ تک کوئی مدرسے کا طالب علم مرتا تھا جو کسی مسجد میں ہو اور میں اس کو نہلانے کے لیے نہ گیا ہوں۔ (ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں نے تقریباً دو سو طلبا کو غسل دیا ہے)

## اِس زمانے کا فاضل

فاضل اس زمانہ میں اس کو کہتے تھے کہ جس کا پڑھا لے پڑھا سب برابر ہو اور سب کتابیں پڑھا سکے۔ اب اس کے معنی اُلٹے ہیں کہ جس کا پڑھا بے پڑھا برابر ہو کر پڑھا ہوا بھی نہ پڑھا سکے۔

## مشترک ذمہ داری میں کام نہیں ہوتا

ایک بادشاہ نے محل کے سامنے نہر بنوائی اور جنت کی نہروں کے منظر کو پیدا کرنے کے لیے اعلان کیا کہ ہر ایک شخص دودھ کا ایک ایک ڈول کر اس میں ڈال دے صبح دیکھا تو نہر اسی طرح خالی، ہر ایک نے یہ سوچا کہ ہر ایک ایک ڈول ڈالیں گے تو ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں تو اس میں میرے ایک کے نہ ڈالنے کا کیا پتہ چلے گا۔

جس پر جس چیز کا غلبہ ہوا کرے وہ اس کے خلاف کچھ سُننا نہیں چاہتا جیسے چچا جان کے سامنے کوئی تبلیغ کے خلاف بات کہہ دے یا حضرت مدنی کے سامنے کانگرس کے خلاف یا انگریزوں کے موافق میں کوئی بات کہہ دے۔

ہمارے بڑوں کے زمانہ میں ایک روپے کا سولہ سیر غلہ ہو گیا تو اس پر سارے ہندوستان میں کہرام مچ گیا کہ اتنی مہنگائی اب زندہ کیسے رہ سکیں گے

واپس جب آپ پہنچا تو سولہ روپے پاس تھے۔

## میں مانوں جبھی تو

ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو خدا تعالیٰ کی واحدانیت ثابت کردے آدمی سلطنت اس کو دے دوں گا۔ وزیر نے کہا کہ اس کو تو ہر ایک ثابت کر دے گا بادشاہ نے کہا "جبھی تو کہ میں بھی تصدیق کر لوں۔

## حضرت رائپوریؒ کا حضرت سہارنپوریؒ کے جوتے سر پر رکھنا

میرے حضرت سے بڑے حضرت رائپوری نے کچھ سبق پڑھے تھے ایک دفعہ میرے حضرت نے نئے جوتے حضرت رائپوری کو ہدیۃً دیئے تو حضرت نے سر پر رکھ دیئے میرے حضرت نے فرمایا ارے ارے یہ کیا کرتے ہو میرے حضرت کا بہت ہی احترام فرمایا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود میرے حضرت کا یہ حال تھا کہ ان کے تشریف لانے پر ہمیشہ میرے حضرت کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

## حضرت سہارنپوریؒ کا اعزاز

میرے حضرت ایک دفعہ حضرت تھانوی کے یہاں تشریف لے گئے تو دسترخوان پر باسٹھ برتن قسم قسم کے کھانے (رکھے ہوئے تھے) میں بھی ساتھ تھا ایک اور صاحب ساتھ تھے جنہوں نے ساری شمار کی تھی۔ میرے حضرت نے فرمایا اتنا زیادہ تکلف نہ چاہیئے۔ حضرت تھانوی نے عرض کیا کہ بار بار حضرت کی تشریف آوری ہوا کرے تو اس تکلف کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ہر چیز لکھنے کی نہیں ہوتی بعض چیزیں سینہ بسینہ کی بھی ہوتی ہیں۔



## حضرت سہارنپوریؒ کی محبت

میری والدہ کے انتقال پر میرے حضرت معتکف تھے میں نے عرض کیا حضرت تو معتکف ہیں جنازہ کی نماز کا کیا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ پیشاب تو اپنے قبضے کا ہے۔ اور پیشاب کا معمول تراویح کے بعد کا تھا اس میں حضرت نے تھوڑی سی تاخیر کر دی اور اسی وقت جنازہ پڑھایا۔

## حضرت مولانا الیاسؒ کا اعتکاف

چچا جان شروع میں تبلیغ سے پہلے یہ کرتے تھے کہ نظام الدین کے مقبرہ کے پرے ایک ویران مسجد تھی جہاں دن کو بھی ڈر لگتا تھا وہاں اعتکاف کیا کرتے تھے وہاں پانی بھی نہیں تھا تین چار خادم لوٹوں میں پانی ساتھ لے جا کر حضرت کے ساتھ جماعت کر لیتے اور نماز کے بعد واپس چلے آتے۔

○ ایک بزرگ لکڑ ہارے تھے اذان کی آواز کان پڑتی اور کلہاڑی اٹھائی ہوئی ہوتی تھی تو اسے بھی مارتے نہیں تھے بلکہ آہستہ سے رکھ دیتے کہ اب اللہ کے منادی نے آواز دے دی۔

○ گنگوہ میں بچپن میں سال بھر کے قریب تک جَو کی روٹی کھائی ہوگی۔ قصائی گوشت بیچتے وقت کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بلا ہڈی کا گوشت ہے۔

○ میں نے گنا کبھی نہیں کھایا اس لیے کہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ شمیم کے سات روپے کتابت کے، میں نے کہا آٹھ اس پر جھگڑا ہی کیا کریں آخر کتاب ہی کی تو کتابت ہو رہی ہے۔

## پیسوں کا بڑھ جانا

ہمیں بھی بعض دفعہ سو روپے جیب میں ہوں مگر نہ معلوم کہاں سے بڑھ جاویں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تمہارے زمانہ میں کبھی زلزلہ آیا فرمایا نہیں بلکہ ہوا بھی تیز چلی تو ہم نماز کی طرف دوڑ جاتے تھے۔

## بلا اطلاع مہمانوں کیلئے کھانے کی تیاری

بار ہا ایسا ہوتا کہ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کر چائے کے بعد اوپر کتب خانہ میں تشریف لے جاتے وقت طلب فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ لونڈے کہہ رہے ہیں کہ دیگ نہیں پکی مولانا فرماتے کہ تھوڑے پکوالوں. حضرت فرماتے کہ نہیں دیگ ہی پکوالے۔ وہ عرض کرتے کہ کوئی اہم اتنے تو مہمان ہے نہیں۔ بالآخر حضرت کے اس اصرار پر دیگ پکتی اور دوپہر کے کھانے پر ایک بہت بڑا مجمع بلا اطلاع پہنچ جاتا تب پتہ چلتا کہ ان کے لیے دیگ پکی ہے اسی لیے معمول بن گیا تھا کہ جب بھی حضرت اس طرح بلا کسی اطلاع کے زیادہ کھانا پکواتے تب سب سمجھ جاتے کہ عین وقت پر مہمانوں کی آمد ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوتا۔

## حضرت کی وقت میں برکت

مولانا عبد المنان صاحب میواتی ثم الدھلوی فرماتے تھے کہ میں حضرت رائپوری کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوا حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے تو یہ کاغذی بیعت ہوتے ہیں تم تو حضرت شیخ سے بیعت ہو جاؤ۔ حضرت کے اصرار پر میں سہارنپور آیا۔ مسجد سے نکلتے ہوئے میں نے راستہ میں واقعہ عرض کیا حضرت نے اوپر کتب خانہ میں لے جا کر مجھے بیعت فرمایا بیعت کے بعد میں نے صاف عرض کر دیا کہ ذکر تو مجھ سے ہوگا نہیں حضرت نے فرمایا



کہ ذکر کیا مشکل ہے اور اس میں کتنا وقت خرچ ہو ایک بہت بڑی تسبیح غالباً ایک ہزار دانوں کی اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کو اٹھاؤ اور اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو کیا بجا ہے میں نے گھڑی دیکھ لی اس کے بعد حضرت نے ذکر کروانا شروع کیا اس طرح پر کہ ایک حضرت لا الہ الا اللہ فرماتے پھر میں کہتا اس طریقہ پر ہزار دانوں کی وہ تسبیح پوری کرنے پر میں نے گھڑی جب دیکھی تو صرف پانچ سات منٹ ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ذکر میں تو صرف اتنا وقت خرچ ہو۔

## حضرت سہارنپوریؒ سے تعلق

مدرسہ قدیم مظاہر العلوم کے جس کمرہ میں حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا قیام رہا ہے اس کمرہ کی ۱۳۸۰ھ میں مرمت ہو رہی تھی۔ اور دیواروں کا پلاسٹر اور فرش اکھاڑ کر از سر نو پلاسٹر اور لیپائی ہو رہی تھی تو حضرت نے حکیم الیاس صاحب سے فرمایا کہ جو مٹی وہاں اکھیڑی جائے اس کو مدرسہ میں پیسہ داخل کرکے میری طرف سے خرید لو اور بوریوں میں بھر کر اپنے یہاں رکھ لو اور جو میں یہاں پر مر جاؤں تو وہ مٹی میری قبر پر ڈلوا دینا۔

## حضرت سہارنپوریؒ کے متوسلین کا خیال

حضرت سہارنپوری کے متوسلین بلکہ ان کے گھر والوں تک کا بہت خیال فرماتے تھے چاہے وہ کہیں رہتے ہوں ان میں سے ایک راندیر کے الحاج سورتی موٹا تھے ہمیشہ رمضان سے قبل بہت اہتمام سے حضرت ان کے لیے مدنی کھجور بھجوایا کرتے تھے۔

## مجذوب کے کلام سے عبرت

مظاہر العلوم کی شاخ میں پڑھنے والا ایک طالب علم پاگل ہو گیا، عصر کے بعد

دم کے لیے حضرت کے پاس لایا گیا تو وہ اپنے جنون میں ایک جملہ کی رٹ لگا رہا تھا۔ "ہم نے تو کہا تھا ایسا ہو گا" اس کے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا جملہ بڑا ہی پیارا لگا کہ کل کو قیامت میں بھی یہی کہا جائے گا "ہم نے تو کہا تھا ایسا ہی ہو گا"۔ چنانچہ مدتوں موقع کی مناسبت سے حضرت اس کا یہ جملہ نقل فرماتے رہے صرف دو یا تین دن اس کو دم کے لیے لایا گیا اور حضرت نے حکیم صاحب کے مشورہ سے ایک تیل منگوا کر دم کر کے لگانے کو دیا اور ہفتہ بھر میں وہ اچھا ہو گیا۔

## شعر

ایک مرتبہ ظہر کی اذان پر خدام حضرت کو جگانے کے لیے حاضر ہوئے سردیوں میں دوپہر کو مولانا نصیر الدین صاحب کی ٹال میں دھوپ میں لیٹنے کا معمول تھا جب خدام پہنچے تو حضرت جاگ رہے تھے خدام کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

ع نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم
خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

ینبوع کے سفر میں امام مسجد نے نہایت غلط قرأت کی اور کؔ اور قؔ کو گؔ پڑھتا چنانچہ سلام پھیر کر حضرت نے پوچھا کہ ارے نماز ہو بھی گئی یا نہیں لیکن حضرت نے دہرائی نہیں۔

## مسجد میں نمازِ جنازہ پر اشکال

ایک دفعہ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، مفتی محمد یحییٰ صاحب اور حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب جون پوری وغیرہ آپس میں مشورہ کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ جو ہمارے ہاں نمازِ جنازہ کی صورت ہے کہ بہت امام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر اور بقیہ معتکفین مقتدی مسجد سے اقتدا کرتے ہیں اس صورت کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے



حضرت نے نہایت جوش میں بھائی ابو الحسن سے فرمایا کہ اعلان کر دو جس کی نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو وہ باہر جا کر پڑھے۔

## حضرت کا ذوق نعتیہ کلام میں

حضرت کے یہاں شب جمعہ میں بالخصوص اور بعض دوسرے اوقات میں بھی نعتیہ قصائد جیسے قصیدہ قاسمیہ اور قصیدہ مولانا عبد الرحمٰن جامی وغیرہ کے تخلیہ میں سننے کا معمول تھا۔ ایک رمضان میں حضرت پر ایسا غلبہ ہوا اور تراویح کے بعد روز سننے لگے اس پر مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب نے اشکال کیا کہ کہیں یہ بدعت نہ بن جائے اور لوگ اس کو اپنا معمول نہ بنا لیں۔ حضرت نے اسی دن سے اس کو بند کروا دیا مگر گرانی کے ساتھ اور بارہا اس کا اظہار بھی فرمایا کہ مفتیوں نے ہمارا قصیدہ ہی بند کروا دیا۔ چنانچہ صحبتے با اولیاء صفحہ ۱۳۴ پر حضرت کا جو ملفوظ نقل کیا گیا ہے وہ اسی گرانی کے دوران ارشاد فرمایا تھا۔

## چائے بند کر دی

عید الاضحیٰ کی نماز سے قبل نہ کھانے کے بارے میں حضرت کی اپنی رائے یہ تھی کہ اس میں چائے شامل نہیں مگر مولانا ظہور الحق صاحب کے ٹوکنے پر چائے بھی بند کر دی جیسے کہ آپ بیتی مکاتیب بنام یوسف میں ہے۔

## خدام کو تسلی دینا

ایک دفعہ عشاء کی نماز اور سنتوں کے بعد نوافل سے ابھی حضرت فارغ نہیں ہوئے تھے اس لیے کہ حضرت بڑی لمبی نفلیں عشاء کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ میں حضرت کے پیچھے بہت دور ایک کونے میں گھٹنے پر سر رکھ کر اسی تصور سے رو رہا تھا کہ مجھ میں اللہ کا نام لینے کی بھی اہلیت نہیں سنت اور نوافل کے بعد وتر حضرت کھڑے ہو کر پڑھا کرتے تھے۔ جب حضرت وتر کے لیے کھڑے ہونے لگے اور خدام سہارا دینے لگے

تو حضرت نے فرمایا یوسف کو بلاؤ۔ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میرے پیارے رویا نہیں کرتے فراغت کے بعد اگر میں زندہ رہا تو مجھ سے ذکر سیکھ لیجیے اور اگر میں مرگیا تو اپنے بھائی سے لے کر شروع کر لیجیے۔

اسی طرح حضرت نے مجمع کو ایک بات پر تنبیہ فرمائی مجھے اپنے متعلق فکر ہوگیا کہ میں بھی اس میں مبتلا ہوں مسجد جاکر وضو کرکے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی اور اپنے اُوپر بہت ہی رونا آیا اتنے میں ایک خادم نے آکر کہا کہ حضرت یاد فرمارہے ہیں۔ کچے گھر میں جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو حضرت نے اشارہ فرمایا اور اپنے پاس بلایا۔ مجمع بہت زیادہ تھا تو حضرت نے میرے کان میں چپکے سے فرمایا کہ پیارے رویا نہیں کرتے۔ تو اُن لوگوں میں سے نہیں ہے۔

## مکان کا افتتاح

مفتی یحییٰ صاحب اور حکیم الیاس صاحب نے جب اپنے نئے مکان کی افتتاح کے لیے حضرت کو مدعو فرمایا تو حضرت نے دو رکعت نفل پڑھے اور سُنت کے مطابق مکان کا افتتاح فرمایا۔

## نماز میں سُننا تو جائز ہے

مفتی یحییٰ صاحب کے پاس حضرت نے کسی کے ہاتھ پیغام بھیجا وہ ملے نہیں تھوڑی دیر بعد جمعہ کے غسل سے فارغ ہوکر حضرت نمازِ جمعہ کے لیے حکیم ایوب صاحب کی مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا تو مفتی یحییٰ صاحب صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت نے یہ فرماکر کہ نماز میں سُننا تو جائز ہے وہ بات خود ہی فرمادی۔

## جفاکشی

فرمایا کہ جب میں سہارنپور سے دہلی جایا کرتا تو اسٹیشن سے نظام الدین کے معروف راستہ کے بجائے پرانے مسمار قلعے کی دیوار پر کو اس طرح چلا کرتا کہ گٹھری میرے سر پر ہوتی تھی



اور جوتی میرے ہاتھ میں ہوتی تھی اس راستے پر جاتے ہوئے کہ لوگ دن میں بھی ڈرتے تھے کہ بڑا سنسان وحشتناک علاقہ تھا۔

○ ؁۸۹ھ مطابق ؁۶۹ء کے قیامِ حجاز کے دوران متعدد بار مکہ مدینہ کے درمیان آمد و رفت ہوئی اور طائف، ینبوع اور خیبر وغیرہ کے متعدد اسفار بھی ہوئے تقریباً ان سب اسفار اور قیام گاہ سے حرم تک آمد و رفت کے لیے ہمیشہ مولانا عبدالحفیظ صاحب کی ویگن ہی میں سفر ہوتا تھا حالانکہ طویل اور مختصر سفر کرنے کے لیے نہ اُس کی سیٹیں آرام دہ ہوتی تھیں نہ اُس میں ایرکنڈیشن ہوتا تھا حالانکہ وہ شدید گرمی کے ایام کے ساتھ ساتھ حضرت کے مسلسل روزوں کے دن تھے نیز اس سارے سفر میں حضرت کی قیام گاہ پر رات میں بھی اور دوپہر میں بھی صرف ایک پنکھا ہوتا تھا نہ کولر تھا نہ ایر کنڈیشن۔

○ ایک مرتبہ ؁۸۸ھ میں اپنے پہنے ہوئے کُرتے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ چھبیس سال سے اسی کُرتے کو سردیوں میں پہن رہا ہوں اور لنگی کے متعلق فرمایا کہ میرے پہلے سفرِ حج میں یہ کسی نے ہدیہ کی تھی (پہلا سفرِ حج ؁۴۴ھ میں ہوا اور یہ ارشاد ؁۸۸ھ میں ہوا گویا چوالیس سال سے وہ لنگی استعمال میں تھی)، اسی طرح حضرت کے ذاتی تصنیف و تالیف والے کتب خانہ میں جو بوریا تھا اس کے متعلق حضرت صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ یہ ؁۳۴ھ سے اس طرح بچھا ہوا ہے۔ گویا ۵۴ سال سے یہ بوریا استعمال میں چلا آرہا تھا۔ اسی طرح حضرت کا ایک پاجامہ دس سال سے استعمال میں تھا اور پوری سردیاں اسی کو پہنتے اسی طرح ایک کُرتہ دس سال سے زیادہ حضرت کے استعمال میں رہا کہ چھ ماہ سردیوں کے موسم میں اسی کو پہنتے۔

○ عید کے موقعہ پر سہارنپور بلکہ تقریباً ہر جگہ بڑوں اور بالخصوص بچوں کے لیے نئے جوڑے نئے جوتے وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت کی جوانی میں ایک دفعہ عید سے پہلے حضرت کی چھوٹی بچی نے اپنے نئے جوتے کی یاد دہانی کرائی لیکن تنگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت اس معصوم بچی کی فرمائش پوری نہ کر سکے حتیٰ کہ عید کا چاند نظر آگیا تو چند پیسے کا تیل منگوا کر اس کی جوتی کو پالش کر کے بچی کو تسلی دی کہ دیکھو تمہارے جوتے نئے ہو گئے۔

## بے باکی

ایک سال رمضان کے بعد جب ہندوستان میں ایمرجنسی کے دوران نس بندی کے مظالم ہو رہے تھے تو ایک نس بندی کیمپ سہارنپور میں بھی لگایا گیا تھا اُس کے بعض افسران مسلمان بھی تھے جب وہ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے از خود نس بندی کا قصہ چھیڑا تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری وزیر اعظم اندرا سے جا کے کہہ دو کہ اگر یہ مظالم رہے تو تمہاری کرسی بھی نہیں رہے گی چنانچہ چند ماہ بعد ہی الیکشن میں نہ صرف کانگریس ہار گئی بلکہ اندرا بھی اپنی سیٹ کھو بیٹھی۔

## حضرت کا تصرف

ایک دفعہ حضرت رائپوری قدس سرہ رائپور سے تشریف لائے دیرہ دون جانا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ چچا جان کا والانامہ بھی آیا ہوا ہے انہوں نے حضرت کا نظام سفر اور قیام پوچھا ہے فرمایا واہ وا واہ وا۔ میرا بھی ملنے کو حضرت دہلوی سے بہت ہی جی چاہ رہا تھا۔ آپ تکلیف فرما کر ان کو یہ لکھ دیں کہ فلاں دن تشریف لادیں۔ چار دن کے وقفہ سے حضرت نے ان کا دن متعین کر دیا۔ میں نے کہا میں تو نہیں لکھوں گا۔ مولوی عبدالمنان لکھ دیں گے۔ فرمایا کہ نہیں حضرت! آپ اتنی بدگمانی نہ کریں میں ضرور آؤں گا۔ میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں لکھوں گا۔



آخر مولوی عبدالمنان تو آپ کے کاتب ہیں۔ فرمایا کہ نہیں حضرت ہی لکھیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ہرگز نہیں لکھوں گا۔ فرمانے لگے کہ حضرت ہی سے منوا لوں گا اور آپ کو دکھلا دوں گا کہ میں وعدہ پکڑنا بھی جانتا ہوں۔ جب حضرت نے حکماً فرمایا تو میں نے لکھ دیا اور ساری بات لکھ دی۔ اتفاق کی بات کہ چچا جان بھی اس تاریخ کو نہ آسکے اور حضرت قدس سرہ بھی وعدہ کے دن سے تیسرے دن تشریف لائے اور آتے ہی دروازے سے مصافحہ سے پہلے فرمایا کہ حضرت آپ نے نہیں آنے دیا۔ بالکل آپ نے آنے نہیں دیا۔ ہوا یہ کہ سب ہی نے اصرار کیا اور میں نے کہا کہ مجھے آپ کے حضرت کو اپنے وعدہ کا سچا ہونا بتلانا ہے۔

سب ہی نے اصرار کیا خاص طور سے ڈاکٹر محمد امیر صاحب اور مستری صاحب نے بہت ہی زور لگائے۔ مگر میں مانا نہیں۔ لیکن چلنے کے بعد سے جو بارش شروع ہوئی لوگوں نے پھر بھی اصرار کیا مگر میں نے مانا نہیں۔ لیکن بارش اتنے زور کی ہوئی کہ پانچ میل پر آکر انجن فیل ہوگیا۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ بہت دیر ہوگئی مغرب کا وقت ہوگیا۔ مجبوراً یہاں سے جانے والی لاری میں بڑی مشکل سے میں اور دو آدمی سوار ہوئے اور بقیہ دوسری لاری میں واپس گئے۔ ایسا تصرف نہیں کیا کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ توبہ توبہ بھلا میں تصرف حضرت پر کروں گا۔ اگر ہوگا ذاکر صاحب کا ہوگا۔ آپ بیتی ۴ ص ۱۲۴

ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب) ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ حضرت عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت نے پوچھا کیا ہو گیا؟ ناظم صاحب نے فرمایا حضرت ایک سو دو ڈگری بخار ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ صرف بخار ہے شاید اس سے زیادہ تو مجھے ہے۔ لائیے تھرمامیٹر مجھے رکھ کر دیکھئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر تھرمامیٹر رکھنے کے بعد دیکھا گیا تو اس کا پارہ ایک سو آٹھ

ڈگری پر تھا۔ ناظم صاحب نے فرمایا کہ اتنے بخار میں آدمی زندہ رہ ہی نہیں سکتا حضرت نے فرمایا دیکھئے میں آپ کے سامنے ہوں چل پھر رہا ہوں۔

## سو سالہ عطر عود

حضرت اقدس (مدنی نور اللہ مرقدہ) کا معمول تقسیم سے پہلے تک سلہٹ کثرت سے تشریف بری کا تھا اور جب بھی تشریف لے جانا ہوتا تو اس سیہ کار کے لیے ایک عطر عود کی بڑی شیشی لانے کا معمول تھا۔ ۶۰ھ میں حضرت قدس سرہ نے ایک عطر عود کی شیشی مرحمت فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ ستر سال کا ہے اور ستر روپیہ تولہ اس کی قیمت ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ اس کی قیمت میں ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب چونکہ یہ ستر سال کا ہے اس لیے اس وقت اس کی قیمت ستر روپیہ ہے۔ میں نے بھی اس کو بڑی احتیاط سے اس پر چیٹ لگا کر اور یہی عبارت لکھ کر ایک ڈبہ میں محفوظ رکھ دیا تھا۔ اپنے بخل کی وجہ سے خود تو اب تک استعمال نہیں کیا البتہ گذشتہ سال ۸۹ھ میں حضرت کے برادر خورد حضرت الحاج سید محمود صاحب کی خدمت میں اس کا ایک ربع پیش کیا تھا۔ اگر میرے مرنے کے وقت کسی کو یاد رہے اور مل جاوے تو اس میں سے تھوڑا سا میرے کفن پر بھی مل دیں۔ اس وقت ۹۰ھ میں تو اس کی قیمت سو روپیہ فی تولہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی عمر سو سال ہے واقعی شیشی کھولنے سے کمرہ مہک جاتا ہے۔

(آپ بیتی ۴ ص ۱۱۱)

○ ایک بزرگ سے کسی نے قرض مانگا تو کہا میرے پاس تو ہے نہیں۔ تو قاضی کے سامنے دعویٰ کر کہ میرے اس پر اتنے ہیں وہ مجھے پکڑ لیں گے تمام متعلقین قرض ادا کر دیں گے۔



## عورتوں کی سیر گشت کی وجہ

جب عورتوں کے ہاتھ پاؤں میں زیورات ہوں اور بہترین لباس پہنا ہو تو پھر وہ سیر گشت کے لیے بہت کثرت سے جاوے گی کہ آج خالہ نے بلایا ہے کل پھوپھی نے بلایا ہے اور جب زیور نہ ہو اور بڑھیا لباس نہ ہو تو خاوند کے فرمانے پر بھی کہیں جلد نہ جاوے گی کہ طبیعت خراب ہے۔

## غیر مقلد سے میواتی کا مناظرہ

میرے حضرت کا لقب امام المناظرین تھا تو چچا جان اور میرے والد صاحب اور میں اس کا قائل نہیں۔ تو میوات والوں نے براہ راست غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ طے کر دیا تو دیو بند سہارنپور انہوں نے خطوط لکھے لیکن دونوں جگہ انہوں نے چچا جان کو اطلاع دیے بغیر دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ادھر چچا جان نے انکار کر دیا تو میاں جیئوں نے کہا کہ ہم خود نمٹ لیں گے تو کسی میاں جی نے غیر مقلدین سے پوچھا کہ رفع یدین کا کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ اسی صحابہ سے مروی ہے تو میاں جی نے مجمع سے کہا کہ دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے صرف اسی اس کے قائل ہیں لیکن وہ اسی صحابہ کی روایات کے الفاظ سامنے نہ ہوں تو ہم پر حجت نہیں۔

## دو مختلف احادیث کے درمیان جمع

حدیث پاک میں ہے ان من عباد اللہ لو اقسم علی اللہ لابرہ او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرما دیں گے

یہاں ایک بہت اہم چیز قابلِ لحاظ یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے ومن یتعالیٰ علی اللہ یکذبہ جو اللہ تعالیٰ پر بتکلف قسم کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹا کردیں گے۔ اس لیے دونوں حدیث بہت غور کی اور اہم ہیں۔ ہر ایک کا مصداق الگ الگ ہے۔

جو حضرات واقعی اہل اللہ ہیں وہ اگر جوش میں کوئی بات فرما دیں وہ پہلی حدیث کا مصداق ہے اور جو اپنے آپ کو بزرگ ثابت کرنے کے واسطے پیش گوئیاں کریں وہ دوسری حدیث کے مصداق ہیں۔ آپ بیتی ۴ ص ۱۲۰

## قوتِ استنباط اور احادیث کا یاد رہنا

ربیع الاول ۱۳۵۸ھ میں حضرات سرپرستان کا اجتماع تھا۔ حضرت اقدس رائپوری چچا جان و دیگر سرپرستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ چچا جان نے ارشاد فرمایا خیال یہ ہے کہ کل کو جاتے وقت یوسف و انعام کی بیویوں کو لے کر جاؤں۔ میں نے کہا جیسے رائے عالی ہو۔ مگر لڑکے تو دونوں یہاں پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی بناء تو ان ہی کے گھر میں ہوئی تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ دونوں لونڈوں کی بناء یہاں ہی کرا دیں۔ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مقولہ میرے متعلق بہت مشہور و معروف نہ معلوم بیسیوں دفعہ فرمایا ہوگا کہ تجھے نہ معلوم اپنے کام کی حدیثیں بہت یاد رہتی ہیں۔

آپ بیتی ۳ ص ۱۵۳

## حافظ ابنِ تیمیہؒ کے بارے میں ہمارے اکثر اکابر کی رائے

میرے اکثر اکابر کا خیال ان کے متعلق یہ ہے کہ وہ محقق ہیں ذی علم ہیں مگر غیر مقلدیت کا غلبہ ہے اور اس غلبہ میں اکابر پر بعض باتوں میں سخت کلام کر جاتے ہیں اس لئے ان کے تفردات تو قابل عمل نہیں ہیں، لیکن ان کی شان



میں گستاخی بھی نہیں چاہیے۔ تعجب ہے کہ تم نے اس ناکارہ کی زبان سے کبھی ابن تیمیہ کے متعلق کچھ نہیں سنا (۱۱ اگست ۷۱ء)

## شیخ الحدیث لقب کی شہرت

ایک لطیفہ سناؤں کہ آج کی ڈاک سے ایک خط شیخ الحدیث مدینہ منورہ بھی پہنچ گیا، سہارنپور میں تو حضرت مدنی کے سارے تار شیخ الحدیث سہارنپور سے پہنچ جاتے تھے

(۱۶ مئی ۷۱ء)

## خوانِ خلیل پر حواشی

ایک جدید تالیف اسی ہفتہ میں لکھوائی ہے وہ خوانِ خلیل کے حواشی۔ یہ رسالہ حضرت تھانوی نے حضرت سہارنپوری کے وصال پر لکھا تھا جو بڑی تلاش سے میں نے اس لئے حاصل کیا تھا کہ جدید تذکرۃ الخلیل کا اس کو ضمیمہ بنا دیا جاتے۔ مگر سننے سے معلوم ہوا کہ اس پر تو خود حواشی کی بڑی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق تو میرا بہت ہی دل چاہتا ہے کہ تم دوستوں کو جلد از جلد پہنچ جائے کہ میرے حضرت کے حالات اور حکیم الامت کے قلم سے لیکن ؎

کیف الوصول الی سعاد ودونہا
قلل الجبال ودونہن حتوف

## صحبت کا اُلٹا اثر

آپ نے بہت کرم فرمایا کہ ایک مہینہ بعد عریضہ لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ میرے حضرت قدس سرہ نے ایک سلسلہ میں یوں ارشاد فرمایا تھا کہ اتنے دنوں سے مولوی زکریا میرے پاس بیٹھے ہیں ان پر تو اثر ہوا نہیں مجھ پر ان کا اثر ہوگیا، اپنی اپنی قوت کی بات ہے میں تو سمجھا تھا کہ تمہارا کچھ اثر قاری صاحب پر پڑے گا، ان کی زور و قوت کی داد تو ان کے سارے ہی مرید سال بھر سے لکھ رہے ہیں تم پر بھی ان کی بے اعتنائی کا اثر ہوگیا۔ (۱۵ مئی ۷۲ء)

## عید اور لیلۃ القدر

اگرچہ وہاں جا کر نہیں دور افتادوں کا تو کیا خیال کہ گا؛ کہ وہاں دن عید ہوگا اور رات لیلۃ القدر، پھر بھی احتمال ہے کہ کسی وقت یاد آ جاوے۔

## شاعروں کی بات شاعر ہی سمجھے

تمہارا کارڈ چونکہ آخیر میں شاعرانہ انداز کا تھا، اس لئے مولانا عبدالمنان صاحب کے حوالہ کر دیا کہ شاعروں کی بات شاعر ہی اچھی طرح سمجھیں اور انھوں نے اس کا اختبار لیا کہ یہ میرے ہی سے لکھوائے تھے جس سے تمہارے شعروں کی وقعت اور گر گئی۔

(ذی قعدہ ۸۹ھ)

## خطبۂ عید اور خطبۂ عید

اگر تمہارے خط سے یہ معلوم ہوا کہ تم نے خطبۂ عید سے خطبۂ عید کو مقدم سمجھا اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ تم میرے سے پہلے وہاں پہنچ گئے اور کئی عیدیں بیک وقت جمع ہو گئیں۔

## مولانا طلحہ چوتھے آسمان پر

عزیز طلحہ کو تو مولوی منور نے چوتھے آسمان پر بتایا اور تم دونوں کی رسائی تو عرش تک ہو گئی ہو گی، میں تو خاکی ہوں، زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ (۲۹ دسمبر ۷۱ء)

## حضرت شیخ کی مالی امداد کیلئے حکم

حضرت رائپوریؒ مجھے بڑے ہدایا عنایت فرمایا کرتے تھے میں انکار کرتا تو بڑے زور سے فرماتے کہ مجھے انکار نہ کیا کرو میں خود نہیں دیتا مجھے حکم ہوتا ہے۔

## آدابِ محبت

حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہندؒ حضرت تھانوی تینوں حضرات بھاولپور تشریف لے گئے وہاں حضرت گنگوہی کے ایک خادم خاص جو مدرسے کے سرپرست بھی تھے اور مخیر بھی تو انھوں



نے تینوں حضرات کی خدمت میں پانسو پانسو روپے پیش کئے ہر دو حضرات نے تو قبول فرما لیے حضرت تھانوی نے قبول نہ فرمائے اور فرمایا کہ مجھے اشراف نفس ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے بھی رکھ لیے اور اصرار نہ کیا جب یہ حضرات واپس جانے لگے تو ایک خادم کو یہ رقم دے کر فرمایا کہ تم ریل میں ساتھ چلے جاؤ اور دو تین اسٹیشن گزر جانے کے بعد پیش کر دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت نے قبول فرما لیے۔

ع محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

پھر حضرت تھانوی نے اپنے مکتوب میں بھی اس قصے کا ذکر کیا کہ ان دو حضرات پر اشکال کیا جاوے کہ وہ بڑے ہیں اور واقعی بڑے ہیں۔

حضرت تھانوی کا حضرت سہارنپوری سے تو شاگردانہ و مریدانہ سا تعلق تھا اپنے اشکالات پوچھا کرتے تھے۔

○ عنبر کسی مچھلی کا پاخانہ یا اس کی قے ہے ایک پتھر کی طرح ہوتا ہے نہایت خوشبو دار۔

○ حرم کعبہ والی حدیث میں السویقتین آیا ہے اتفاق سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کعبہ کا توڑنے والا بھی ایسا ہی تھا تو لوگ مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے کہ اب تو قیامت کا دن آ ہی گیا۔

○ کعبہ کی کنجی اب تک بھی شیبی خاندان کے پاس موجود ہے۔

## مودودی کے بڑے ابا

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی میں نے سیکڑوں کتابیں پڑھی ہیں لیکن ایک مشرقی صاحب تھے وہ تو مودودی صاحب کے بڑے ابا تھے۔ کہ نماز کو ایک فوجی مشق اور حج کو ایک میٹنگ اور زکوٰۃ کو فوجی فنڈ قرار دیا اس نے اپنی

کتاب تذکرہ میں ساری نئی اصطلاحات قائم کی ہیں۔

## حج کی برکت

میرے سب سے پہلے حج میں ایک ساتھی آیا جو نائی تھا جب وہ چلا تھا تو نو روپے ساتھ تھے۔

○ ایک دفعہ ہمارے یہاں استفتاء آیا کہ ایک شخص تمباکو لینے کے لیے آیا اور اس نے خوب کڑوا تمباکو مانگا تو دُکاندار نے دے دیا پھر اس نے اور کڑوا مانگا تو دُکاندار نے کہا کہ اس سے زیادہ کڑوا تو اللہ کا نام ہی ہو سکتا ہے۔ تو یہ کافر ہوا یا نہیں؟

○ حضرت مدنی حج کو جا رہے تھے یہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کل کو مجھے جانا ہے اور سید محمود کے باغ کے لیے آم کے پودے لے جانے ہیں۔ تانگہ لے کر آئے تھے ساتھ مجھے بٹھا کر لے گئے اور آم کے پودے خریدے تو سہارنپور ہی میں ایک جگہ بہت بڑی بڑی عمارتیں نظر آئیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو فرمایا کہ یہ ضلع کی کچہری ہے اس پر میں نے کہا کہ آپ کی برکت سے کچہری تو دیکھ لی اگر آپ کی نیاز مندیاں اسی طرح رہیں تو جیل بھی دکھلاؤ گے اس پر حضرت نے فرمایا تمہارے جیسے بزدلوں کو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

## اُمت کا درد

پیارے امت کے لئے دعا کرتا ہوں اور بہت کرتا ہوں مگر اجابتِ دعا کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں، اجبان مطعم حرام و ملبس حرام ہو وہاں کیا امید، مگر مالک کا فضل و کرم شامل حال رہے (۲۲ ستمبر ۱۹۸۱ء)

## مدینہ کی تمنا

میرے پیارے! میری ساری عمر کی گندگیاں کچھ کم ہیں۔ اب تو مدینہ جانے کی تمنا ہے، تمہیں یاد ہوگا کہ میری لندن کی پہلی حاضری لکھا ہوئی تھی، بلکہ مولوی عبدالحفیظ کے ذریعہ یہ کہلوایا گیا کہ میں ساتھ ہوں۔ پھر اس کی برکات بھی سامنے آئیں۔ دعا کرو پھر ایسا ہی ہو جائے۔ (۲۴ نومبر ۱۹۸۱ء)



## شیخ الحدیث کے لقب کی شہرت مدینہ منورہ میں

اسی وقت تمہارا انیر لیٹر پہنچا جس کو کوئی کتابت غلط نے شیخ الحدیث کا لفظ پڑھ کر یہاں کے مشہور مدرسہ دارالحدیث میں بھیج دیا تھا حضرت تھانوی وہاں کے طلبہ کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ پارسال بھی میرے خطوط ڈاکخانہ کی غلطی سے وہاں پہنچ جاتے تھے۔ بہت اہتمام سے وہ مجھے پہنچا دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کا خط بھی کرائی کالج میرے رفقاء میں سے کسی کو دے گیا۔ (امنز ۱۹۸۱ء)

○ شہداء کے قریب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جگہ قبر تھی اس سے پہلے اس غار میں زیارت کرتے رہے اب وہاں عمارت بن گئی ہے تو دور ہی سے زیارت کر لی۔

○ اعمال درست کر لو توبہ و استغفار کرتے رہو اللہ سے معافی مانگتے رہو۔

○ کھجور کی تقریباً دو سو قسمیں ہیں۔

## ساری عمر میں ایک بار خریداری

پوری عمر میں ایک بار تو بازار سے چار پیسے کے پان خریدے ہیں وہ بھی حضرت سہارنپوری کی محترمہ صاحبہ کے لیے ورنہ زندگی بھر کوئی چیز بھی نہیں خریدی۔

○ مولانا اعزاز علی صاحب میرے دوستوں میں سے تھے فرمایا کرتے تھے کہ تیرے حاشیہ کے لکھنے کے زمانہ میں ایک دو برس تک رات بھر میں گھنٹہ بھر سویا ہوں گا۔

○ ایک لونڈا بچپن میں مکتب میں جاتا تو شاعری کرتے ہوئے جاتا تو کہتا آم کا پتہ سبز ہے توڑ لگیا اچھا حلیٰ محوز ہے۔

○ حضرت گنگوہی کا مقولہ ہے کہ بدائع کی عبارت بہت ہی اچھی لگے ہے کاش کبھی زیارت بھی ہو جائے۔

## بیرونی لوگوں کے خطوط کا اندراج

حضرت سے یہاں بیرونی لوگ اور اندرون ملک کے خاص لوگوں کے خطوط کا اندراج ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ بعض مرتبہ اپنے پہلے خط کا حوالہ دیتے تھے نیز ان میں اہم بات بھی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ مولوی یوسف متالہ کا خط آیا اس میں بھی اپنے پہلے خط کا حوالہ تھا اور حضرت کی طرف سے جواب نہ پہنچنے کی فریاد تھی۔ حضرت نے کاتب سے کہا کہ اندراج کی کاپی لاؤ اور اس میں مولوی یوسف کے جواب دینے کی تاریخ دیکھ لو۔ ابھی اندراج کی کاپی نئی ہی اس وقت شروع تھی۔ حضرت کو تو نزول آب کی وجہ سے دکھائی دیتا نہ تھا۔ کاتب نے تلاش کیا مگر نہ ملا۔ حضرت نے دو تین مرتبہ تلاش کروایا اور کہا کہ غور سے دیکھو مگر اس کو نہ ملا۔ حضرت نے فرمایا کاپی مجھے دے دو اور ایک دو ورق پلٹانے کے بعد ایک جگہ انگلی رکھ کر فرمایا یہاں دیکھو۔ کاتب کے حیرت کی انتہا نہ تھی کہ وہاں پر مولوی یوسف کے خط کا اندراج اور اس کے جواب کا جانا موجود تھا۔

○ حضرت کی کرم نوازیاں خدام کے ساتھ اسی طرح غریب مہمانوں کے ساتھ بہت ہوتی تھیں۔ یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے مگر اصل بات لکھنا ہے وہ یہ کہ حضرت براہِ راست شاید ہی کوئی عطیہ کسی کو دیتے جو غریب خادم ہوتا اس کو بلا کر اس کو پہلے دیتے اور پھر فرماتے کہ یہ فلاں کو دے دو حالانکہ وہ حضرت سے زیادہ قریب ہوتا۔ مجھے شروع میں خلجان ہوا کہ حضرت ایسا کیوں کرتے ہیں۔ حضرت شاید میرے اس قلبی اضطراب پر مطلع ہو گئے تو خدام کے ساتھ بندہ



کو بھی بلا کر فرمایا کہ میں یہ اس وجہ سے کرتا ہوں کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جتنے وسائط کے ساتھ کارِ خیر ہوتا ہے۔ ان واسطوں کو بھی یہی اجر ملتا ہے۔ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے خدام کیوں محروم رہیں۔ (اللہ اکبر خدام کے اوپر اتنی کرم فرمائیاں)

## استحاضہ کے مسئلہ میں شرح کیخلاف رائے

استحاضہ کی روایات میں جو تعارض ہے وہ حدیث پڑھنے پڑھانے والوں سے مخفی نہیں۔ میرے حضرت قدس سرہ اعلی اللہ مراتبہ نے بذل المجہود کا باب الاستحاضہ لکھوانے کے بعد یوں ارشاد فرمایا تھا کہ استحاضہ کے ابواب میں ہمیشہ ہی مشکل رہا، خیال تھا کہ بذل المجہود میں سمجھ میں آجائیں گے مگر اس میں بھی سمجھ میں نہیں آئے۔ اور پھر فرمایا کہ کب لکھی او جز لکھی لامع لکھی لیکن پھر بھی حل نہ ہوئے۔ چنانچہ کوکب کے حاشیہ پر حمنہ بنت جحش کے قصہ میں بندہ نے اپنی ایک خاص رائے لکھی ہے جو سارے مشائخ اور شراح کی رائے کے خلاف ہے۔ (آپ بیتی ص ۱۳۵)

## اللہ کے مبارک نام کی برکت

حضرت مولانا انیس احمد فرماتے ہیں کہ بندہ نے ایک مرتبہ مخدومی حضرت مولانا محمد زبیر صاحب خلیفہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت کی کوئی خاص عادت یا ملفوظ بیان فرمائیں مولانا زبیر صاحب نے فرمایا کہ آج سے تقریباً ستر سال قبل پہلی مرتبہ جب حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی تو ماشاء اللہ دسترخوان پر خوب پلاؤ اور دیگر اشیاء موجود تھیں تو ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ جناب پر ہزاروں کی رقم کا قرض ہر وقت رہتا ہے اور پھر اس قدر تکلفات فرماتے ہیں تو جواباً حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بھئی اصل تو یہ ہے کہ اگر ایک آدمی بھی اگر اخلاص سے اللہ کا نام

سے تو میرا سارا دسترخوان اس پر قربان ہے اور یہ ضعف کا زمانہ ہے کہ اگر کھاپی کر بھی کام کریں تو بہت غنیمت ہے اور یہ فرمایا کہ بھئی میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر کام میں آج کل اعتدال رکھنا چاہیئے نہ جرہوکہ بعد میں اس کا ردِعمل شروع ہوجائے۔

## حقیقی اولیاء اللہ کی پہچان

سنہ ۸۳ھ سفرِ ہند پر بندہ جبکہ حاضرِ خدمت تھا تو ایک موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو میں ایک اصول اور کسوٹی بتاتا ہوں جو کہ ہر جگہ اور ہر آدمی کو اس بات پر پرکھنے کا کام دے گا۔ کہ جس کو پرکھنا چاہو اور یہ معلوم کرنا چاہو کہ اسے کہ خدائے عزوجل سبحانہٗ نے اپنی معرفت و ولایت سے سرفراز فرمایا ہے یا ویسے ہی ان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بزرگ بنا ہوا ہے تو وہ کسوٹی یہ ہے کہ جو حقیقی اولیاء اللہ ہوا کرتے ہیں اور وہ کسی کو قریب کرتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں تو اپنی کسی غرض و مقصد کے لیے نہیں کرتے کہ جب وہ مطلب پورا ہو جائے تو اس کو دور کر دیں بلکہ اللہ کے لیے اس سے محبت کرتے ہیں اور اس محبت میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ ہر آدمی کو اس کسوٹی سے پرکھ کر دیکھو ان شاء اللہ گمراہی سے بچ جاؤ گے اور خدا معرفت کی دولت سے سرفراز فرمائیں گے اور طلب صادق کے ساتھ خدا مرشد حق بھی عنایت فرمادیں گے۔

(۹ جنوری سنہ ۸۳ء بعد نماز عشاء)



## حضرت کے پسینہ سے مشک جیسی خوشبو

سنہ ۸۱ھ کے سفرِ ہند میں بندہ حاضرِ خدمت تھا ایک مرتبہ رات کو حضرت اقدس آرام فرمارہے تھے تو بندہ نے اسی حالت میں حضرت کا منہ مبارک سونگھا تو اس میں سے مشک جیسی خوشبو آرہی تھی اور اسی طرح کا واقعہ میرے استاد محترم حضرت اقدس شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور مولانا محمد یونس صاحب نے سنایا تھا۔ دورانِ درس بخاری وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کچے گھر میں اوپر کتب خانہ میں مطالعہ فرمارہے تھے اور گرمی کا موسم تھا پسینہ کی وجہ سے حضرت اقدس کی اندر پہننے کی بنڈی گیلی ہوگئی تھی تو فرمایا کہ اس کو باہر پھیلادو جب اس کو میں نے سونگھا تو اس میں سے پسینہ کی بُو کے بجائے خوشبو آرہی تھی۔

### اکابر کا مبارک دور

"تمہارے خط میں زیادہ اہم مولانا بدر عالم صاحب کا پیام تھا ان کی خدمت میں حاضری ہو تو بندہ کی طرف سے بہت ہی زیادہ اشتیاق ملاقات کے بعد سلام مسنون اور دعا کی درخواست کر دیں اور یہ ناکارہ تمہاری صحت کے لیے اور طاقت کے لیے دل سے دعاگو ہے جب تمہارا کوئی سلام یا پیام پہنچتا ہے تو پرانی یادیں اکابر کا دور فتن و شرور سے خالی زمانہ آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔ ؎

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
وبقیتُ فرداً کالبعیر الاجرب

اللہ تعالیٰ تمہارے سایہ کو تادیر زندہ و سلامت صحت و قوت کے ساتھ رکھے فقط"

(۲۹ جمادی الاولی سنہ ۸۳ھ)

# ملفوظات

○ [illegible] میں مدینہ میں حافظ کی اطراف العشرۃ دیکھی تھی پھر دوبارہ حاضری پر تلاش کی نہ ملی۔

○ میں نے درس نظامی نہیں پڑھا۔ اس لیے شروع میں بڑی مشکل ہوئی۔ جو نہ پڑھی تھی وہ پڑھانی پڑ گئی۔ نفحۃ الیمن کے بارے میں بڑوں نے کہا کہ رافضی کی کتاب انگریزوں کے خاطر میں لکھی اس کو کہاں درس میں داخل کر دیا۔

○ مولانا ابوالحسن کے صاحبزادے نورالحسن تھے وہ اپنی کتابیں دھوپ میں پھیلا رہے تھے۔ والد نے فرمایا دھوپ تیز ہے اندر آجاؤ اس پر وہ نہ مانے کئی دفعہ کے بعد جب انھوں نے نہیں مانا تو اپنے پوتے اور ان کے لڑکے ضیاء الحسن کو لاکر دھوپ میں لٹا دیا اس پر وہ ایک دم بول پڑے کہ ارے ارے اس کو سایہ میں لے جاؤ۔ اس پر فرمایا کہ ایسا ہی میرا کلیجہ تڑپ رہا ہے۔

○ ہمارے ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بھنگی بیہوش ہو جاوے تو گلاب کا پھول کچھ کام نہ دے گا۔ وہی . . . . لاکر ڈالو تو ٹھیک ہو جاوے گا۔

○ میرے دادا کی جنازے کی نماز کا اگلا حصہ نظام الدین میں تھا اور پچھلا دہلی میں جو ساڑھے تین میل تھا۔

○ ایک مجددی بزرگ کے سامنے جنت کا قصہ آیا تو پوچھا کہ جنت میں نماز ہوگی تو لوگوں نے کہا کہ نماز تو نہیں ہوگی تو فرمانے لگے کہ ایسی جنت پھر کس کام کی۔

○ علم کہتا ہے جب تک تو اپنے آپ کو سارا نہ دے دے گا میں اپنے کو ذرا سا بھی نہیں دوں گا۔



○ "میرا یقین ہے کہ فتن کا علاج اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی جذبہ کے تحت ملکوں ملکوں پھر رہا ہوں کہ خانقاہیں دنیا سے ختم ہو گئیں۔"

"انجن میں آگ کی ضرورت ہوتی ہے اور قلوب آگ انہیں درباروں سے ملتی ہے۔"

○ مولوی ادریس کاندھلوی نے خط لکھا کہ ہم کو اب تک گھمنڈ ہے کہ ہند کے علاوہ اور کہیں حدیث اس طرح نہیں پڑھائی جاتی۔ تو میں مغاربہ میں گیا تو وہاں امتحان کا پرچہ بخاری کا دیکھا تو اس میں یہ سوال تھا کہ بخاری نے یہ حدیث کتنی جگہ ذکر کی ہے اور اس سے کیا کیا مسائل ثابت کئے ہیں۔ یہ تو پاکستان میں ایک نابینا عالم ہیں وہ بتا سکتے ہیں۔

○ استاذوں کے کلام کو غور سے سنا دیسے ہے جیسے کہ حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ دارالعلوم مظاہر العلوم میں برکت یہ ہے کہ شوال میں نام لکھوا دو اور شعبان میں پڑھی پڑھائی لے لو۔ ایسے بننا۔ تمہارا ہی نقصان ہوگا۔ ہم تو نپٹ گئے۔

○ مولانا اعزاز علی صاحب دیوبند میں بڑے وقار سے رہتے تھے اور مجھے بڑے تکلف سے ملتے اور بکثرت آتے اور کہا کرتے کہ تمہاری تو یہاں چلتی ہے۔ میری تو وہاں چلتی نہیں۔ اگر میری وہاں چلتی تو میں ۵ شوال کو داخلہ کر کے ۷ شوال سے اسباق شروع کروا دیتا۔

○ حضرت نانوتویؒ کے پاس ایک صاحب گئے کئی ایک سوالات کئے۔ حضرت نے سارے سوالات کے جواب دیئے اس پر کہنے لگا کہ آپ نے بہت ہی بہترین جواب دیئے مجھے صرف ایک اشکال رہ گیا ہے کہ اس کے باوجود بھی تم مقلد ہو۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہی تو ہمارے مذہب کی پختگی کی دلیل ہے۔

---

۱؎ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور (گفتگو کا یہ انداز غایت اپنائیت کی غمازی کرتا ہے)

○ میاں جی عبدالرحمٰن تھانوی حضرت رائپوری کے خادموں میں سے تھے وہ ہمیشہ مٹی کے ڈلے سر پر رکھ کر رائپور لے جا کر حضرت کے پائخانہ میں ڈال دیا کرتے تھے۔ بڑے صاحبِ کشف و کرامات تھے۔

○ ہمارے گھروں میں پہلے سراسری ہوتی تھی جس کی شادی ہوتی اس کے یہاں بھیج دیتے تھے اس میں اتنے موتی ہوتے تھے کہ عورت اس میں دب جاتی۔ ۱۲½ آنے کی سراسری تھی مدینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی لوگ لے جاتے تھے۔

○ منجملہ عیوب کے مدح و ذم میں افراط و تفریط ہے۔

○ سب سے اول مرتبہ جب کاندھلے میں باجا بجا ہے تو عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا کہ ہم اتنے کمینے ہو گئے کہ باجا بج رہا ہے۔

○ حاجی محسن کی والدہ تھی وہ ہمارے کاندھلے جانے پر دو پیسے دیا کرتی تھی کبھی نہ دیتی تو میں مانگ کر لیتا تھا کہ میں ایک روپیہ نذر کر دوں گا لیکن دو پیسے نہیں چھوڑوں گا۔

○ حریری صاحبِ مقامات لکھتے ہیں کہ پیسا ایسا معشوق ہے کہ جب تک اس کو اپنے سے الگ نہ کرو گے فائدہ نہ دے گا۔

○ اسی ٹکے دو دینار زرِ سُرخ یہ مہر تھا مُغلیہ سلطنت کے زمانہ سے۔ ہزاروں برس تک رہا پھر میرے نکاح سے ڈھائی ہزار روپے پر میرے حضرت نے میرا نکاح پڑھا۔ اس کے بعد سے یہ ٹکے والا مہر کاندھلے سے نکلا ہے۔

○ مولوی عبدالحفیظ مرحوم کے بچے نے مرحوم کو خواب میں دیکھا کہ باپ کے ساتھ باغ میں ہوں پھر والد صاحب سے کہا کہ میں تو اب یہاں سے نہیں جاتا تو فرمایا کہ تو قرآن پڑھ لے پھر میں خود ہی لے آؤں گا۔



○ میرے باوا نے عادت بنائی تھی بڑی کوششوں سے کہ میری جیب میں پیسوں کے رکھنے کی عادت نہ رہے اور اللہ کا شکر ہے کہ کئی سال تک یہی حال رہا لیکن اب بڑھاپے میں جہاں اور سب کھو دیا وہاں یہ بھی نہ رہا۔

○ تقسیم ہند کے بعد میرے پاس اخبار آیا ہے لیکن ۹ سال سے آنکھوں کی وجہ سے وہ بھی جاتا رہا کہ اللہ نے فرمایا کہ تو ان فضولیات میں کہاں پڑ گیا۔

○ کسی کو کسی سے عشق ہو جائے تو معشوق کی ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ یہ عشق کی باتیں دنیا کے قواعد سے نرالی ہوتی ہیں۔ ؎

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

دنیا میں تو سبق یاد ہونے پر چھٹی مل جاتی ہے۔

باب نہم

# جدید فتنوں کا تعاقب

# فتنوں کا تعاقب

## فتنۂ مودودیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ دین میں ایسی نئی نئی تحریکوں پر جن سے دین کو نقصان ہونے کا ذرا بھی اندیشہ ہو ہمیشہ کڑی نگاہ رکھتے تھے اور فتنوں کے تعاقب اور سدباب کے لیے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے کوشاں رہتے تھے۔

مثلاً مودودیت اور خارجیت کے خلاف حضرت نے اپنے متوسلین اور مجازین حتیٰ کہ اپنے ان محترم اور مشفق بزرگوں کو ان کی مضرتوں پر متوجہ فرمایا۔ جنہوں نے مشاغل کی وجہ سے مودودی صاحب کا لٹریچر نہیں دیکھا تھا۔

مودودیت کے سلسلہ میں خود بھی ایک تفصیلی خط مظاہر علوم کے ایک مدرس کے نام ان کی اصلاح کے سلسلہ میں لکھا جو بعد میں "فتنہ مودودیت" کے نام سے شائع ہوا۔ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی کتاب "مودودی اکابر امت کی نظر میں" کو پسند فرما کر دوبارہ طبع فرمائی۔ نیز جس بزرگ نے بھی اس فتنے کے خلاف کتاب لکھی اور آپ کو اس کی اطلاع ہوئی بے حد خوشی کا اظہار فرمایا۔ ذیل میں حضرت کے مکتوب گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

"ہمارے مولانا قدوسی سے تعلق رکھنے والے دو صاحبزادے مدرسہ میں زیادہ زوروں پر تھے اور وہ حضرت ناظم صاحب سے بار بار یہ درخواست کرتے تھے کہ اگر یہ ناکارہ ان کی کتابوں کو دیکھ لے تو مولانا قدوسی سے آگے ہوگا۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس ناکارہ پر بار بار اصرار کرتے تھے کہ یہ لڑکے یوں کہتے ہیں کہ اس

ناکارہ نے ان کی کتابیں دیکھی نہیں، سُنی سُنائی باتوں پر اختلاف کر رہا ہے۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب کا مجھ پر اصرار رہا کہ ان کی کتابیں دیکھوں اور میں تالیفی اور دوسرے مشاغل کا عذر کرتا رہا۔ مگر حضرت ناظم صاحب کے اصرار پر جمادی الاولیٰ [illegible]ھ سے شعبان تک چار مہینے سبق کے علاوہ اپنے سارے مشاغل چھوڑ کر اور وہ زمانہ جوانی اور قوت کا تھا ساری رات جاگ لینا بھی آسان تھا۔ چار مہینوں میں تقریباً ایک ہزار سے زائد کتابیں مودودی صاحب کی اور ان کی جماعت کی پڑھیں جو بھی لڑکے اپنے شوق سے کہیں کہیں سے مانگ کر مجھے دکھاتے تھے! اس اُمید پر کہ یہ مولانا قدوسی سے آگے ہو جائے گا! مگر میں نے جُوں جُوں ان کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ان کی کتابوں سے تنفر بڑھتا گیا۔ اس لیے کہ کمیونزم وغیرہ کے متعلق تو ان کا قلم بہت ہلکا چلتا ہے، لیکن فقہ، حدیث اور دینی اُمور پر ایسا بے لگام چلتا ہے کہ جیسا بہت غصہ میں بھرا ہوا لکھتا ہے۔ ان کی تنقید سے ائمۂ فقہ اور ائمۂ سلوک ہی نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی نہیں چھوٹی۔ وہ جس چیز کو رد کرنا چاہا کرتے ہیں اُس کو لوگوں کا خیالِ خام کہہ کر تعبیر کیا کرتے ہیں جیسا کہ میں اپنے اس خط میں حضرت امام مہدی اور جمعہ کے مسئلہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بھی لوگوں کا خیالِ خام کہہ کر تنقید کرتے ہیں۔ اس چیز سے میری طبیعت کو بہت وحشت ہوئی اور بہت ہی تنفر بڑھا۔ اس لیے کہ ہم لوگ تو اپنی نجات کا مدار ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل میں سمجھتے ہیں چاہے وہ ہماری سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور جب مودودی صاحب اپنی تحریرات میں ان احادیث کو لوگوں کا خیالِ خام کہہ کر ظاہر کرتے ہیں تو حدیث کا مقتدی بھی بھٹکے بغیر نہیں رہے گا۔

میرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی مخالفت (مودودیت سے) تو پہلے سے



تھی مگر شدت [illegible]ھ ہی سے شروع ہوئی، جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کا معمول یہ تھا کہ جب ٹانڈہ وغیرہ سے تشریف لاتے تو کسی جگہ سے تا دیا کرتے تھے۔ شوال [illegible]ھ میں حضرت نے اپنی تشریف آوری کا تار دیا اور اُس وقت حضرت رائپوریؒ بھی تشریف فرما تھے مگر رائپور جانے والے تھے، مگر حضرت کے تار کی خبر سُن کر قیام فرما لیا اور ہم دونوں دس بجے اسٹیشن پر حاضر ہوئے۔ حضرت مدنیؒ نے ڈبہ سے اُتر کر حضرت رائپوریؒ سے ملاقات پر بہت اظہار کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تم دونوں سے بہت ضروری مشورہ کرنا تھا۔ مولانا رائ کا قیام کب تک رہے گا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت تو آج صبح تشریف لے جانے وا تھے، حضرت کے تار کی وجہ سے ہی قیام کیا۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ اِس وقت میرے ساتھ مستورات بھی ہیں اور سامان بھی، میں ان سب کو دیوبند پہنچا کر گاڑی سے واپس آؤں گا۔ مجھ بے ادب گستاخ نے عرض کیا کہ حضرت بالکل ارا فرما دیں کل کو تشریف لاویں اور حضرت رائپوری کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ ان کو تو بخاری کا سبق نہیں پڑھانا ہے ان کو تو نور ہی پھیلانا ہے۔ رائ نہیں دو دن سہارنپور میں ہی نور پھیلا لیں گے۔ مگر حضرت مدنیؒ نے قبول فرمایا اور دوسری گاڑی سے واپس تشریف لے گئے اور شام کو کتب خانہ کے کمرے میں جو اُس وقت مہمان خانہ تھا میرے دونوں بزرگ دیوار سے کمر لگائے بیٹھے تھے اور یہ ناکارہ دونوں کے سامنے خادمانہ بیٹھا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے ارشاد فرمایا کہ مودودیوں کے متعلق مجھے تفصیل سے کتابیں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی، بلکہ تراشے لوگوں نے بھیجے ہیں جو دیکھتا رہا۔ مولوی ابواللیث کے خطوط اس سلسلہ میں آرہے ہیں وہ اس سلسلہ میں گفتگو کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ تم دونوں کا اس میں کیا خیال میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات کے جوتے سر پر رکھنا موجب عزت ا

ہوں۔ مگر چار مہینے شب و روز ان کی کتابیں پڑھ کر ان کی کتابوں سے اتنا متنفر ہو گیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرما دیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کر دوں گا۔ حضرت مدنیؒ نے ہنس کر فرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت میں نے عرض کیا کہ حضرت چار ماہ شب و روز ان ہی کی کتابیں دیکھنے میں گزرے ہیں اور اتنا مواد میری کاپیوں میں موجود ہے کہ حضرت اتنا دیکھ بھی نہیں سکتے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ اس وقت قیام کی تو فرصت نہیں، تین چار دن میں مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لے کر آؤں گا اور تیری ساری تحریرات سنوں گا۔ حضرت رائپوریؒ تو دوسرے دن رائپور تشریف لے گئے مگر حضرت مدنیؒ دو تین دن بعد مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لے کر آئے اور اسی مہمان خانہ میں وہ دونوں حضرات اور یہ ناکارہ اور مفتی سعید احمد صاحب بیٹھے رہتے اور زینہ کے برابر کے کیواڑ لگے رہتے لوگ جوق در جوق جنگلے پر سے دیکھتے رہتے کہ کیا ہو رہا ہے۔ کوئی سیاسی مسئلہ تو ہے نہیں اس لیے کہ ذکریا اور مفتی سعید کو سیاست سے کیا واسطہ؟ پھر یہ کیا ہو رہا ہے اور حضرت مدنیؒ اور مولانا اعزاز علی صاحب نے دو دن قیام فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نوٹ جو ہیں وہ سناؤ اور اصل کتابوں میں نشان رکھ کر یہاں رکھ دو۔ میں نے اپنے مدرسہ کے ان دونوں صاحبزادوں سے کہا کہ حضرت مدنیؒ بھی تمہاری کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں جو مجھے دکھلائی تھیں۔ وہ اور بھی خوش ہوئے۔ ان بچوں کا یہ خیال تھا کہ اگر حضرت مدنیؒ بھی ہمنوا ہو گئے پھر تو سارے ہی مدارس میں ہماری تحریک چل جائے گی وہ ساری کتابیں تو نہ آسکیں جو چار ماہ میں میں نے دیکھی تھیں لیکن بہت سی مں لائے اور یہ ناکارہ اپنی یادداشت کو دیکھ کر اصل کتابوں میں نشان ہا اور حضرت مدنیؒ اور مولانا اعزاز علی صاحب اصل کتابوں کو دیکھ کر



دو دن تک خوب نوٹ فرماتے رہے اور مواد اپنے ساتھ لے گئے اور اسی وقت سے حضرت مدنیؒ کا جوش بھی مودودیوں کے خلاف بہت تیز ہو گیا اس لیے کہ حضرت مدنیؒ نے خود اپنی آنکھوں سے ان مضامین کو اصل کتابوں میں پڑھ لیا تھا۔

اس مضمون کو تو میں ذرا اور بھی تفصیل سے لکھوانا چاہتا تھا مگر آج کل حجاج کی واپسی کا ہجوم ہو رہا ہے اور میری طبیعت بھی صاف نہیں اس لیے مختصر طور پر اپنے خطوط اور رسالہ کا پس منظر لکھوا دیا کہ عزیز شاہد اس کو چھپوا دے تو مجھے ہر ایک سے گفتگو نہ کرنی پڑے۔ پوچھنے والے کو یہی تحریر دے دوں گا۔

فقط والسلام

(حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ)

بقلم حبیب اللہ

۳۰ ذی الحجہ ۹۶ھ - ۸ دسمبر ۱۹۷۶ء، مدینہ طیبہ

## استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک مکتوب

حضرت مفتی صاحبؒ حضرت شیخ الہند کے شاگرد حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ اور حضرت رائپوریؒ کے خلیفہ تھے۔ پنجاب کے اکابر علماء کے استاد تھے۔ جب قبر مبارک میں رکھے گئے تو قبر شریف مشک کی عجیب خوشبو سے بھر گئی جو بعد میں کئی روز تک قبر کے باہر آتی رہی۔ خروج قیام پاکستان میں ایک دفعہ ان کے مدرسہ کی روئیداد میں علماء کی فہرست میں مودودی صاحب کا نام بھی چھاپ دیا گیا۔ جس پر حضرت اقدس شیخ دام مجدہٗ نے ناظم مدرسہ کو لکھا کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا حافظ عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ جب حضرت شیخ کا خط مفتی صاحب نے سنا تو بے چین ہو گئے

مجھے آواز دی۔ فرمایا۔ او عبداللہ جلدی آ، دیکھ حضرت شیخ نے کیا لکھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے مشورہ تو نہیں ہوا تھا۔ فرمایا مشورہ نہیں ہوا تھا؟ اور اب ہمارے بڑے حضرت شیخ ہی تو رہ گئے ہیں۔ اگر یہ ناراض ہوں گے تو پھر ہم کہاں کے رہیں گے، جلدی اسی وقت ان سے معافی مانگ جواب لکھ، چنانچہ مندرجہ ذیل جواب لکھوایا گیا:۔

بحضرت سیدی و مولائی و محترمی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

آپ کا والا نامہ بنام برادر مولوی حبیب اللہ ناظم مدرسہ پڑھا اور حضرت والد صاحب کو بھی سنایا۔ حضرت والد صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ حضرت شیخ کو جلدی جواب لکھو۔ امتثالاً للامر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ مدرسہ کی روئداد مرتب کرتے وقت برادر عزیز نے ہم دونوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا، صفحہ چھیالیس پر مودودی اور امین احسن کا نام شائع کرنا میں ہم نے سخت غلطی کی۔ آپ حضرات کو یقیناً صدمہ ہوا ہو گا۔ ہم معافی کے طلب گار ہیں۔ ہمارا رشتہ تو آپ حضرات سے ہی ہے۔ ہمارا اسلام۔ ہمارا مسلک، ہمارا اعتقاد تو واللہ العظیم بالکل تقلیدی ہے آپ حضرات کے مسلک سے الگ ہو کر ہمارا کہاں ٹھکانہ ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ہماری کوتاہیوں پر ہم کو متنبہ فرماتے رہیں گے۔

## مودودی جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا گرامی نامہ

بنام حضرت مولانا حکیم اختر صاحب ناظم مجلس اشاعۃ الحق۔ کراچی

مکرم و محترم حکیم صاحب زادت مناقبکم

بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا جس میں اس ناکارہ کا خیال مودودی



جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق دریافت فرمایا گیا ہے، اس سے تعجب ہوا اس ناکارہ کا اختلاف تو ہند و پاکستان میں اظہر من الشمس ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو جو اکابر علمائے دیوبند و مظاہر العلوم و اکابر علمائے جمعیت کا متفقہ فیصلہ شائع ہوا تھا اس پر ہمارے بھی دستخط ہیں اور وہ مضمون یہ ہے۔

مودودی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لیے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے جو حضرات اس کو معمولی سمجھتے ہیں ان کو غالباً جماعت کے افراد سے اختلاط کی نوبت نہیں آئی جس سے ان کو مضرتوں کا اندازہ نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ ناکارہ اس جماعت میں شرکت یا اس کے لٹریچر کے پڑھنے کو مسلمانوں کے لیے انتہائی مضر سمجھتا ہے۔

فقط والسلام محمد زکریا مظاہر العلوم سہارنپور

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

○

## مشرقی کا فتنہ

مشرقی صاحب کے بارے میں حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی میں نے سینکڑوں کتابیں پڑھی ہیں لیکن ایک مشرقی صاحب تھے وہ تو مودودی صاحب کے بڑے ابا تھے۔ کہ نماز کو فوجی مشق اور حج کو میٹنگ اور زکوٰۃ کو فوجی فنڈ قرار دیا اس نے اپنی کتاب تذکرہ میں ساری نئی اصطلاحات قائم کی ہیں۔

حضرت شیخ نے اس فتنے کے رد میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جس کا نام ”مشرقی کا اسلام“ ہے۔

ان کے علاوہ مرزائیت ، دھریت اور پرویزیت وغیرہ فتنوں کے خلاف جو حضرات کام کر رہے تھے حضرت نے ان کی سرپرستی بھی فرمائی اور مشوروں کے ساتھ ساتھ مالی اعانت بھی فرمائی جس کا علم حضرت کے تمام خدام کو بخوبی ہے۔

**فتنۂ اسرارئیت**

پاکستان کا جدید ترین فتنہ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اس کے سرپرست ہیں۔ ڈاکٹر صاحب پہلے مودودی صاحب کے ہمنوا تھے۔ بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر علیحدہ ہوگئے۔ مودودی صاحب کی وفات کے بعد اب پھر اس فکر میں ہیں کہ ان کی جماعت کی ہمدردیاں حاصل کریں۔

ڈاکٹر اسرار صاحب اب بھی مودودی صاحب کے ذوق و مشرب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ خود ڈاکٹر صاحب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ "اُن (مودودی صاحب) کی تصانیف کے مطالعہ سے مجھے دین کا صحیح مفہوم اور ایک مسلمان کی دینی ذمہ داریوں کا شعور حاصل ہوا۔" (ڈاکٹر اسرار صاحب سے علماء اہل سنت کا اختلاف کیوں)

اس دینی شعور کا ایک نمونہ دونوں کی ذیل کی تحریرات میں ملاحظہ فرمائیں

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) "میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں، اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔" (رسائل و مسائل ص۱۸۹)

(۲) "میرا مسلک یہ ہے کہ ایک صاحبِ علم آدمی کو براہِ راست کتاب و سنت سے صحیح حکم معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس تحقیق و تجسس میں علمائے سلف کی ماہرانہ آراء سے بھی مدد لینی چاہیئے، نیز اختلافی مسائل میں اسے ہر تعصب سے پاک ہو کر کھلے دل سے تحقیق کرنا چاہیئے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کس



کا اجتہاد کتاب و سنت سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے پھر جو چیز حق معلوم ہو اسی کی پیروی کرنی چاہیئے۔"

(رسائل و مسائل ص۱۸۹)

ڈاکٹر اسرار صاحب فرماتے ہیں۔

(۱) "بس ایک فقہ کو اس طرح پکڑ کر بیٹھے ہیں کہ اس سے ذرا بھی اِدھر یا اُدھر نہ خود ہوں گے نہ برداشت کریں گے انسان اس معاملہ میں اتنا زود حس اور الرجک ہوجائے کہ کسی دوسری فقہ کی کوئی بات سامنے آئے تو یہ سمجھے کہ میں کوئی اور ہوں اور یہ کوئی اور ہے۔ "من دیگرم تو دیگری" والا معاملہ ہوجائے یہ درحقیقت وحدتِ امت کے لیے سخت نقصان دہ ہے!!"

(۲) "تقلید جامد اور اجتہاد مطلق کے درمیان ہمیں ایک معتدل راستہ اختیار کرنا ہوگا۔" (اسی اصول کی تشریح میں فرماتے ہیں)

"میرا ایک مزاج ہے میں اسے چھپانا نہیں چاہتا۔ میں مقلد محض نہیں ہوں۔ میں نیم مقلد ہوں، میں ان پانچوں ائمہ کا مقلد ہوں۔ ان پانچوں دائروں سے باہر جانے کو میں غلط سمجھتا ہوں یہ ہماری مشترک متاع ہے ان دائروں کے اندر جس کی رائے کو بھی اقرب الی السنۃ اور اقرب الی الصواب سمجھتا ہوں اس کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں۔"[۱]

تقلید کے بارے میں ہر دو حضرات کی آراء کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ تبدیلیٔ الفاظ کے سوا کوئی معنوی تغایر نظر نہیں آئے گا۔

ڈاکٹر صاحب بھی اپنے خطاب میں وہی کچھ بیان فرما رہے ہیں جو مودودی صاحب

---

[۱] بحوالہ "ڈاکٹر اسرار صاحب سے علماء اہل سنت کا اختلاف" مرتبہ مولانا محمد ازہر صاحب جامع خیر المدارس ملتان

اپنی کتاب میں لکھ چکے ہیں گویا ؎

احمی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں ۔۔۔ زباں میری ہے بات ان کی

یہ نیم تقلیدی پروگرام شرعاً نہ صرف محل نظر بلکہ پوری امت کے اجماعی مسلک کے خلاف ایک قدم ہے۔ اس طرح تقلید غیر معین یعنی کئی ائمہ کا مقلد درحقیقت اپنے نفس کا مقلد ہوگا۔ اس کے سامنے طاعت شریعت نہیں اپنی راحت وسہولت ہوگی۔

ڈاکٹر اسرار صاحب کا ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ اہل حق سے ملتے ہیں اور پھر اس ملاقات کو اپنی تائید کے لیے اپنے رسالہ میں چھاپ دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا رسول خان صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ وغیرہم سے ملاقاتیں خوب کیں اور ان کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا اس بات کو رسالہ "اسرار نامہ کے صفحہ ۲" پر تفصیل سے یوں لکھا گیا ہے۔

"یہ شخص ہر مسلک کے علماء سے نہایت عقیدت واحترام سے ملتا اور ان کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ ان سے علم اور تربیت کا طالب ہے لیکن حقیقت میں اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے جلسوں میں بلا کر یا ان سے تعلق کا اظہار کر کے عام مسلمانوں کے اندر اپنا اعتماد ورسوخ بڑھائے۔

میں نے اس کی تحریروں سے یہ اندازہ کیا ہے کہ یہ محمد علی لاہوری (مرزائی جو کہ لاہوری پارٹی کا قائد ہے) کے ترجمہ قرآن اور قادیانیوں کے نظام سے بہت متاثر ہے۔ اس نے جو انجمن قائم کی ہے اس میں بھی اس نے قادیانیوں کے نظام کی تقلید کی ہے اور اس میں اپنا مقام اس نے وہی رکھا ہے جو قادیانیوں کے نظام میں ان کے خلیفہ کا ہے اس نے دین سے بالکل بے خبر ہونے کے باوجود اپنے رسالے میں ایسے متعدد مسائل چھیڑے ہیں جو خاص طور پر



ان لوگوں کی دلچسپی کے ہیں جو کوئی دعویٰ لے کر اٹھنے والے ہوں۔ اس کا لب ولہجہ بھی مرزا غلام احمد کی طرح نہایت مدعیانہ بلکہ سفیہانہ ہے۔

(اسرار نامہ صفحہ نمبر ۲)

حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بعض لوگ جن کو حضرت باوجودیکہ اچھا نہیں سمجھتے تھے جب ملاقات کرتے تو آپ ان کی خوب مہمان نوازی کرتے۔ یہ عمل بھی آپ کا اتباع سنت میں تھا چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ نے (اجازت سے پہلے) فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا بُرا آدمی ہے۔ یہ فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے اندر آنے پر نہایت نرمی سے باتیں کیں۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ حضور نے اس کے بارے میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے، پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "عائشہ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔"

اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی حضرت سے ملاقات کی اور اس کی تفصیل اپنے رسالہ میثاق میں اس ترکیب سے شائع کی جس سے اظہار ہوتا کہ گویا حضرت شیخ ان سے ملاقات کے منتظر وخواہاں تھے۔ ان کے اس مضمون کی اطلاع جب حضرت شیخ کو حضرت کے مجاز حضرت حافظ صغیر احمد صاحب نے کی تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے صراحتاً ان کے اس داعیہ کی نکیر فرمائی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے جب پہلی قرآنی کانفرنس کی تو حضرت حافظ صغیر احمد صاحب نے دیواروں سے پوسٹر اتار کر میثاق کے اس شمارہ کے ساتھ جس میں ڈاکٹر اسرار احمد

نے قرآن کے دو نکتہ بین و نکتہ رس ڈاکٹر حمید الدین فراہی اور ڈاکٹر علامہ اقبال کو قرار دیا تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں مدینہ پاک بھجوائے تو جواباً حضرت والا نے بے نہایت نفرت کا اظہار فرمایا۔

## ڈاکٹر اسرار صاحب کی جسارتیں

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں بھی اور اپنے وضاحتی نوٹ میں بھی اپنے لیے "امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی اُمتی" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے چنانچہ وضاحتی نوٹ میں اپنے رفیق شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس سب کے باوصف یہ اندازہ تو جملہ قارئین "میثاق" کو ہو ہی گیا ہوگا کہ وہ بھی بالکل میری ہی طرح، اُمی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُمی اُمتی ہیں یہی وجہ ہے کہ میری طرح ان کی تحریروں میں بھی بعض فاش غلطیاں رہ جاتی ہیں ادھر میرے "ان پڑھ" ہونے کا عالم یہ ہے کہ . . . . . . . .

(بحوالہ بینات ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ)

غور طلب بات یہ ہے کہ "اُمی نبی" ہونا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ اور دلیلِ نبوت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی وحی کے ذریعہ ہوتی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ عزوجل ہے۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ

گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُمی ہونا تو اعجاز تھا مگر ڈاکٹر صاحب اس صفت کو اپنے ساتھ لگا کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ بے علم اور اُمی (جاہل) ہو کر میں بھی سب کچھ کر سکتا ہوں نعوذ باللہ من ذلک

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ علماء اور مشائخ حقہ کے ہاں یہ بات



متفق علیہ ہے کہ اُمی اُمتی کی اقتداء کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ درس و تدریس میں اور پھر تفسیر قرآن اور فقہ میں؟ جو کہ بہت سے علوم کی مہارت تامہ چاہتا ہے۔ ان علوم کے بغیر قرآن کریم کے بارے میں کسی کی بھی کوئی رائے ہوگی وہ اس کی اپنی رائے ہوگی جو مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر بالرائے کہلاتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ایک گرامی نامہ میں موصوف کے بارے میں حضرت حافظ صغیر احمد زید مجدہٗ کو تحریر فرمایا تھا کہ

حدیث :- من قال فی القرآن برایہ واصاب فقد اخطاء

ترجمہ :- جس شخص نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ صحیح بھی تھا۔ پھر بھی اس نے خطا کی۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک اور جسارت بھی ملاحظہ ہو۔

"اوّلین بات تو میرے سامنے یہ آئی کہ ہم نے خطبۂ نکاح کو محض جنتر منتر بنا کر رکھ دیا ہے"[1] خطبۂ نکاح میں تین آیتیں قرآن مجید کی اور حمد و صلوٰۃ اور احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمائے ہوئے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو جنتر منتر کہنا کیا کسی مسلمان سے برداشت ہو سکتا ہے اور خدا اور رسول کے احکام کو ہندو مہنتوں کی من گھڑت بکواس قرار دینے سے کہنے والا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں۔

## حضرت شیخ ایک اور گرامی نامہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں

"آپ کا مرسلہ ایک رسالہ میثاق بہت دن ہوئے آیا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ بھیج دیا۔ میں تو ان صاحب (ڈاکٹر اسرار) سے بالکل واقف نہیں تھا اسی پرچے

---

[1] بحوالہ "نیا فرقہ نئی تحریک" از حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی زید مجدہم

سے ان کی سرگزشت ساری معلوم ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ رسالہ آپ نے بہت ہی اچھا کیا بھیج دیا۔ میں تو اس رسالہ کو سن کر ان کے اور ان کی تحریک کا غیر معتقد ہو گیا میں نے پہلے سنا تھا کہ مولانا بنوری ؒ نے ان کے کسی جلسے کی صدارت بھی کی تھی میں نے پوچھا تھا تو مولانا نے کچھ ایسا جواب دیا تھا جس سے علوم ہوتا تھا کہ وہ (صدارت) یونہی رواداری میں کی تھی۔ اس رسالے کے سننے میں وقت تو بہت ضائع ہوا مگر بہت اچھا ہوا کہ انہوں نے اپنے حالات خود ہی لکھ دیئے۔

حضرت شیخ الحدیث ؒ بقلم حبیب اللہ صاحب

مدینہ منورہ - ۲ ۳/۷۷

---

لہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کی زندگی میں جو آخری شمارہ " البینات " کا شائع ہوا اس کے " بصائر و عبر " میں ڈاکٹر اسرار صاحب کی تفسیر دانی پر تنقید کرتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں " افسوس کہ آج کل ہر شخص سمجھتا ہے کہ سب سے آسان کام یہی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کا بیڑہ اٹھائیں پھر چاہے اسلام کا بیڑہ بھی غرق ہو جائے "



## فتنۂ خارجیت

جب حضرت شیخ کو اپنے تلمیذ ارشد حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور بھتیجے ہیں) کے خطوط سے معلوم ہوا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں محمود احمد عباسی کی کتاب " خلافت معاویہ و یزید " پڑھی جا رہی ہے تو فوراً حضرت نے خطوط کے ذریعہ اس کا مجلس میں پڑھے جانے کو موقوف کرا دیا۔ وہ دونوں خط ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

" مکرم و محترم مولوی عبدالجلیل صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون! اس وقت جمعہ کے دن ۱/۲ ۱۱ بجے میر صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی کہ ہجوم تھا۔ رسالہ پہنچ گیا مگر دستی پرچہ باوجود میرے سوال کے بھی کوئی نہیں دیا۔ اس کے بعد ڈاک آئی اور اس میں کارڈ پر سوال بد ہو کا لکھا ہوا ملا۔ اگرچہ اس وقت جمعہ اور ہجوم کی وجہ سے وقت تنگ ہے مگر چونکہ اس میں ایک تو حضرت کے نظام الاوقات میں یہ لکھا کہ ایک کتاب خلافت معاویہ و یزید کے متعلق سنائی جا رہی ہے۔ اگر یہ وہی عباسی والی ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مجمع میں سنائی جائے۔ جو حدیث شریف سے واقف نہیں، تاریخ پر عبور نہیں رکھتے۔ ان کو اس کا دیکھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ سخت گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس بدنصیب نے دیدہ دانستہ عبارتیں مسخ کی ہیں۔ مثال کے طور پر

لکھتا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب سے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ حافظ نے ان سے یزید کی توثیق نقل کی۔ اب ذرا کوئی شخص اصل کتاب کو نکال کر دیکھے تو معلوم ہو کہ حافظ نے اس میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ جو ایک ثقہ آدمی ہیں انہوں نے فلاں سے جو ثقہ ہے، یہ نقل کیا کہ میرے سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے کوڑے لگوائے کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے؟ اس سے اندازہ کریں کہ اس جاہل نے اس کو یہ لکھا کہ حافظ نے یحییٰ سے یزید کی توثیق نقل کی۔ تعجب ہے کہ مولانا محمد صاحب کے وہاں ہوتے ہوئے بھی یہ کتاب حضرت کی مجلس میں پڑھی جا سکتی ہے۔ نہایت عجلت میں یہ سطور اس لیے لکھ دیں کہ میرجی صاحب آج جا رہے ہیں۔ ڈاک کا خط نہ معلوم کب تک پہنچے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں سلام کے بعد دُعا کی درخواست۔

فقط

زکریا

۳/ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

مولانا عبدالجلیل صاحب مدظلہٗ نے مکتوب بالا کے جواب میں عریضہ لکھ کر واضح فرمایا کہ کتاب "خلافت معاویہؓ ویزید" مجلس عام میں نہیں سُنی گئی بلکہ صرف چند مخصوص خدام کی موجودگی میں سُنی گئی ہے۔

اس پر دوبارہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا:

کتاب خلافت معاویہؓ (ویزید) کے متعلق تم نے لکھا ہے کہ خواص کے مجمع میں پڑھی جاتی ہے۔ لیکن جن خواص کا نام آپ نے



لکھا ہے وہ بھی تاریخ و حدیث کے زیادہ ماہر نہیں ہیں اور اس کتاب میں بد دیانتی سے کام لیا گیا ہے، کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ" سے نماز کے پڑھنے کی قرآن پاک سے ممانعت کے مشابہ ہے۔

فقط والسلام

زکریا، مظاہر العلوم، ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

حضرت مولانا انور حسین نفیس رقم صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت رائپوری قدس سرہٗ) لکھتے ہیں کہ کتاب "خلافتِ معاویہؓ و یزید" کے مندرجات سے حضرتِ اقدس رائپوری کو جو محبت صحابہؓ و اہل بیتؓ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیسے اتفاق ہو سکتا تھا؟ یہ خواندگی تو محض معلومات کے لیے تھی۔ حضرت اقدس نے اپنے مخصوص انداز میں ایک مختصر اور بلیغ جملے سے اس کتاب کی تردید فرما دی۔ فرمایا: "ہمیں تو اہل بیت کرامؓ سے بھی محبت ہے۔" انہی دنوں یہ بھی فرمایا کہ "میں تو ان سیدوں کا غلام ہوں، لیکن شیعوں کا نہیں" یہ کتاب "خلافتِ معاویہؓ و یزید" دوبارہ کبھی حضرتِ والا کی مجلس میں دیکھی اور سُنی نہ گئی۔ حالانکہ پسندیدہ کتابیں مجلس مبارک میں بار بار پڑھی جاتی تھیں۔

علماء اہل سُنت دیوبند نے برملا اس کتاب کی تردید کی اور اس کے مصنف کی فتنہ انگیزی سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کیا[۱]

---

[۱] حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہٗ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی کتاب "خارجی فتنہ" اور "کشفِ خارجیت" اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں۔

## فتنۂ انکارِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پاکستان میں بعض لوگ جو اپنے کو مسلکِ علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر وہ ان اکابرین پر اعتماد نہیں کرتے۔ یہ لوگ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی منکر ہیں اور قائلین حیاتِ مبارکہ کو نعوذ باللہ مشرک تک کہتے ہیں۔ (ان کی یہ باتیں نہ صرف تقریروں بلکہ تحریروں میں بھی آ چکی ہیں) ۱۳۷۸ھ میں حضرت شیخ قدس سرہ کو بعض دردمند حضرات نے اس صورتِ حال کی اطلاع کر کے اپنی مبارکہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے نہایت مدلل جواب عنایت فرمایا جو کہ "معارفِ شیخ" جلد اوّل میں چھپ چکا ہے۔

اختصار کی خاطر یہاں صرف ان سطور کو نقل کیا جاتا ہے جس کو حضرت نے اصل جواب قرار دیا ہے اور اس سے حضرت کے دینی مزاج کا پتہ چلتا ہے اور یہی مزاج راسخین فی العلم کا ہمیشہ سے رہا ہے۔ حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ نے تحریر فرمایا کہ دونوں طرف کے کچھ لوگ تیری تحریر کو قبول کرنے کو آمادہ ہیں یہ موجب تعجب ہے۔ جن حضرات کو اس ناکارہ کے جملہ اکابر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے لے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تحریرات قابلِ قبول نہیں ہیں وہ اس ناکارہ کی تحریر کو کیا قبول کر سکتے ہیں۔ بہرحال یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے، ان کے اس صاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہند، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم نے بلا کسی اجمال کے هٰذا معتقدنا و معتقد مشائخنا لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے۔

جو نصوص آپ نے ممات کے متعلق لکھی ہیں اُن سے کوئی پڑھا لکھا انکار کر سکتا ہے؟ بالخصوص جن حضرات کی راتیں ہمیشہ تلاوتِ قرآنی اور دن سارے



عمر تدریس، بخاری شریف وغیرہ کتبِ حدیث میں گزرے ان کو کبھی بھی پتہ نہ چلا کہ قرآن پاک کی آیات میں کیا وارد ہوا اور صدیقِ اکبرؓ نے خطبہ میں کیا فرمایا، ان میں حضرت اقدس رائپوریؒ[1] قدس سرہٗ کے علاوہ کونسا ایسا ہے جس کی عمر کا معتد بہ حصہ تدریسِ حدیث میں نہیں گزرا اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے معارف و علوم کے سننے والے بھی ابھی تک دنیا میں بکثرت موجود ہیں، مگر ان میں سے کسی کو بھی نہ تو قرآن پاک کی کسی آیت کا پتہ چلا نہ حدیث کی کوئی ممات والی روایت ان کی نظر سے گزری"۔ . . . . . .

"درحقیقت یہ ہے کہ اس دورِ فساد میں آدمی اس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلفِ صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے"۔ . . .

لہٰذا یہ ناکارہ حذو النعل بالنعل ان حضرات کا جامد متبع ہے اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ ان کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو، ناقابلِ التفات اور مردود ہے۔

ایک چیز یہ بھی قابلِ غور ہے کہ باجماعِ اُمت قبرِ اطہر کا وہ حصہ جو جسدِ اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرشِ معلیٰ سے بھی افضل ہے، کیا یہ فضیلت صرف اس جسدِ اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے! اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو بدنِ اطہر سے جدا ہو چکے ہیں اُن کا بھی یہی حال ہوتا۔ بلکہ لباسِ مبارک جو کبھی جسدِ اطہر پر پڑ چکا ہے اس کا بھی یہی حکم ہوتا، وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال یہ ناکارہ تو اکابرِ دیوبند قدس اللہ اسرارہم کا اندھا متبع ہے اور

---

[1] یعنی اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری متوفی ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ المہند میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے ۔"

○

---

؎ اس موضوع پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کا یہ مضمون مبارک تفصیل کے ساتھ حضرت کے خادم خاص اور خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی زید مجدہٗ کے مقدمہ کے ساتھ "حیاتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے "مکتبہ مدنیہ" لاہور نے شائع کیا ہے۔



باب دہم

# حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اکابر کی نظر میں

## سالے کہ خوش است از و بہارے پیدا

ازلی سعادت اور خوش بختی عنداللہ مقبولیت اور محبوبیت جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حصہ میں آئی تھی اس کا تقاضا یہی تھا کہ اکابرین کا برتاؤ حضرت شیخ کے ساتھ غایت درجہ شفقت اور محبت اور احترام و عقیدت کا ہوتا اور سب ہی آپ کی دلداری فرماتے اور لحاظ کرتے۔ اور یہی ہوا۔ ان بزرگوں نے اپنی فراست سے دیکھ لیا ہوگا کہ حضرت شیخ کو آئندہ کیا ہونا ہے اور علوم و فنون۔ اتباعِ سنت، سلوک اور دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دینا ہیں اور کن کن حالاتِ رفیعہ کا مالک ہونا ہے۔

ولادت باسعادت کی خبر پاتے ہی حضرت کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ

"ہمارا بدل آگیا" جو ایک الہامی جملہ تھا۔

قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی خصوصی محبت کے واقعات حضرت شیخ کے بچپن کے قصوں میں آگئے ہیں۔ بچپن میں حضرت گنگوہی کی نگاہِ مہر جو حضرت شیخ پر پڑی وہ اپنا کام کر گئی۔ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی نسبت پوری طور پر حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہے۔ و نیز ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ ان کی ابتدا وہاں سے ہوئی ہے جہاں ہماری انتہا ہوئی ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے حضرت شیخ ایسے چہیتے تھے کہ ایک صاحب نے یہی سمجھا کہ آپ حضرت سہارنپوری کے صاحبزادے ہیں اور ان کے اس استفسار پر حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے جواب دیا "بلکہ صاحبزادے سے بھی بڑھ کر"

## حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کی محبت

### رائپور پہلی حاضری جبکہ عمر شریف دس گیارہ سال کی تھی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میری پہلی حاضری میرے والد صاحب کے گنگوہ شریف کے قیام کے دوران میں ہوئی جبکہ عمر دس گیارہ سال تھی اس وقت کے خادمِ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب جو مٹھائی وغیرہ اندر رکھی ہے وہ سب صاحبزادہ صاحب کو دے دو۔ اس وقت حضرت نے بہت سی چیزوں کی سیر کرائی۔ نہر کا مخرج نوگری والا بھی دکھایا اور چونکہ اعلیٰ حضرت کو تیرنا بہت آتا تھا۔ اس لیے حضرت نے خود تیر کر تیرنا بھی دکھلایا۔

### جبکہ عمر شریف تقریباً بیس برس کی تھی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد ایک جانب تو اعلیٰ حضرت رائپوری نے مدرسہ میں یہ سفارش کی کہ پندرہ روپے تنخواہ کم ہے (اس وقت حضرت کی مدرسہ میں تنخواہ پندرہ روپے مقرر ہوئی تھی) کم از کم پچیس روپے ہونا چاہیئے اور دوسری جانب سیہ کار سے ازراہ شفقت و محبت ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی تنخواہ خطرہ کی چیز ہے جب اللہ توفیق دے چھوڑ دیجیو۔ حضرت قدس سرہٗ کی ہی توجہ اور شفقت کا اثر تھا کہ اللہ نے چھوڑنے کی توفیق عطا فرما دی۔

### اسی بیس برس کی عمر کا ایک خواب اور حضرت رائپوریؒ کا جواب

فرماتے ہیں کہ:۔ ایک مرتبہ اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ والد صاحبؒ نے خواب میں تین کتابیں دیں۔ "کافیہ" "شافیہ" "مقامات" میرے حضرت قدس سرہٗ اس وقت مینی تال جیل میں تھے اس لیے میں نے اعلیٰ حضرت رائپوری کی خدمت میں خط لکھا حضرت کا جواب آیا وہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا۔



برخوردار مولوی زکریا سلمہٗ از احقر عبدالرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارے دو خط مولوی عبدالقادر صاحب کے نام آئے میری معذوری جو باعثِ تاخیر جواب ہے وہ آپ کو معلوم ہے اب مختصراً عرض کرتا ہوں پہلے خواب کی تعبیر۔ ہر جز کی تعبیر کی ضرورت نہیں فقط ایک جملہ خلاصہ ہے اس کی تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ کافیہ شافیہ اور مقامات معیشت کافیہ، وحالات شافیہ و مقامات سلوک والوصول یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمہاری طبیعت میں ودیعت رکھی ہیں جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گی۔

### حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی محبتیں

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں کہ حضرت کو مجھ سے بچپن ہی میں اتنی محبت تھی کہ ازراہ شفقت اس ناکارہ کا نام برف بھیجنے کے ایک واقعہ کی وجہ سے برفی رکھا تھا اور جب حاضر ہوتا تو اتنی لذت سے برفی کا لفظ فرماتے کہ مجھے بھی سننے میں مزہ آتا تھا حضرت قدس سرہٗ کے یہاں قواعد کی پابندی بہت سوں کو معلوم بھی ہے اور مطبوعہ بھی ہے لیکن شروع زمانے میں حضرت نے اس ناکارہ کو مستثنیٰ فرما دیا تھا اور ایسے ہی اعلاء السنن کی تکمیل کے لیے بھی اس ناکارہ کو تجویز کیا تھا مگر میں نے مدرسہ کے انتظامی اور تدریسی خدمات کا عذر کرکے اس سے معافی مانگ لی تھی۔

## میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بہت قلق کے ساتھ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے عرض کیا کہ لوگ تو بہت دور دور سے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ میرے حکیم الامت قدس سرہٗ نے ایسا جواب مرحمت فرمایا کہ میری مسرت کے لیے مرنے تک کافی ہے۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب! اس کا آپ بالکل فکر نہ کیجیے آپ اگرچہ میری مجلس میں نہیں ہوتے مگر میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں میں آپ کو بار بار دیکھتا رہتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے میں آپ کو ظہر سے عصر تک اپنے اوراق سے سر اٹھاتے نہیں دیکھتا (حضرت شیخ زید مجدہٗ اس وقت میں بذل کے پروف دیکھا کرتے تھے۔)

حضرت حکیم الامتؒ حضرت شیخ کے نام اپنے والا نامہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''مجتبی مجبوبی دام حبہم السلام علیکم''!

پروفیسر حضرت مولانا محمد اشرف مدظلہ العالی اپنے مقالہ ''علماء و اولیاء سلف کی ایک بے مثال یادگار'' میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت شیخ کی عمر ۲۳ برس کی تھی۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری ہوئی۔ شیخ صاحب اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ حضرت تھانویؒ نے مصافحہ فرمایا، مصافحہ فرماتے ہی حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا: کہ اکابر کے یہاں تربیت کے بھی طرق عجیب اور مختلف ہوتے ہیں، اکتساب بھی ایک



طریقہ ہے، یعنی حضرت سہارنپوریؒ قدس سرہٗ نے کتاب لکھوانے میں تربیت باطنی اور منازل سلوک طے کروائے، اشغال کا متعارف سلوک اختیار نہیں کرنا پڑا۔

(مجبوب العارفین ص ۱۹)

حضرت شیخؒ کے وصال سے تقریباً پچاس سال پیشتر زبر ۱۳۴۲ھ میں مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے مشائخ بیعت کے بارے میں حضرت تھانویؒ سے استفسار فرمایا، حضرت نے نو نام تحریر فرمائے جن میں حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوریؒ، حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بہاولنگری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بعد چوتھا نام حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کا تھا، اس کے بعد بالترتیب حضرات حافظ فخر الدین صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، مولانا انور شاہ صاحب، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اصغر حسین صاحبؒ کے اسمائے گرامی تھے۔

(حکیم الامت ص ۲۵۰)

اس سے جوانی کی عمر میں حضرت شیخ کا جو مقام حضرت تھانویؒ کے نزدیک تھا اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے دل میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی جو عظمت و محبت تھی اس سلسلے میں ایک واقعہ یاد آگیا۔ اس ہیمدان نے تبلیغی حضرات اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ایماء پر نصاب تبلیغ (جو حضرت کی فضائل کی کتابوں اور حکایات صحابہ پر مشتمل ہے) کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ کے بعد ایک خواب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، آپ (یعنی حضرت تھانویؒ) نے راقم سے ارشاد فرمایا آپ کو فارسی آگئی اور

آپ نے میری کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کر دیا، پھر پوچھا کیا آپ کو عربی آتی ہے۔ بندہ کے اثبات کے جواب پر استفسار فرمایا "جرس" کے کیا معنی ہیں اور جب بندہ نے معنی عرض کئے تو انتہائی مسرت و ابتہاج میں حافظ کی وہ پوری غزل سنائی جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔ ؎

جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

بندہ نے ایک سفرِ حج پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مقامہٗ کو یہ خواب سنایا۔ انتہائی مسرور ہوئے اور خوشی اور خاص کیفیت کے ساتھ فرمایا، "حضرت نے میری کتابوں کو اپنی کتابیں فرمایا" اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت مخدومی المکرم حضرت مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہ تشریف لائے تو حضرت نے بندہ سے مسرت کے ساتھ فرمایا۔ ان حضرات کو بھی اپنا خواب سناؤ اور پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کے بارے میں ایک پٹھان بزرگ کا ایک واقعہ نقل فرمایا۔ جنہیں حضرت تھانویؒ نے خواب میں کہا تھا کہ میرے بھتیجے محمد زکریا کو میرا اسلام پہنچا دیں، حضرت نے فرمایا کہ توجہات اس ناکارہ پر بہت ہیں۔

## جنت میں میرے بغیر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی محبت

حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

(حضرت مدنیؒ) حضرت کی شفقتیں تو بے پایاں تھیں اور جتنی حضرت کی شفقتیں بڑھتی جاتی تھیں میری گستاخیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ ایک دفعہ کچھ تذکرہ اکابر کا اور جنت کا چل رہا تھا میں نے عرض کیا کہ "حضرت جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا" حضرت نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا کہ ہاں ضرور۔ ایک سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میرے تو ذہن میں بھی نہیں آرہا تھا۔



حضرت تشریف لائے۔ میں دار الطلبہ سے آیا تو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے ہاں چلے گئے ہیں۔ وہاں پہنچا تو آم بھیگے ہوئے تھے اور حضرت تشریف فرما میرا انتظار فرما رہے تھے۔ میں نے کہا ایسا کیا تقاضا تھا پہلے ہی تشریف لے آئے۔ حضرت نے فرمایا ہر جگہ ساتھ لے جانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا" جہاں کا وعدہ ہے وہاں کا ہے" مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال کے بعد تک کیسے یاد رہا۔ اس کے بعد تو پھر انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اپنی مغفرت کی بھی ڈھارس بندھ چلی۔

## بخار کی خبر سن کر تشریف لانے کا واقعہ

ایک دفعہ اس سیہ کار کو معمولی سا بخار ہوا۔ کسی جانے والے طالب علم سے حضرت نے خیریت دریافت کی۔ اس نے کہہ دیا بخار ہو رہا ہے۔ حضرت اسی وقت اسی گاڑی سے تشریف لے آئے اور کچے گھر میں قدم رکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔ ؎

تَعَالَلْتِ کَیْ اُشْجِیْ وَمَابِکِ عِلَّۃٌ
تُرِیْدِیْنَ قَتْلِیْ — قَدْ ظَفِرْتِ بِذَالِکَ

ترجمہ:۔ تو بہ تکلف بیمار بن گئی تاکہ میں رنجیدہ ہو جاؤں۔ حالانکہ تجھے کوئی بیماری نہیں ـــــ بے شک تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

میں ایک دم حضرت کی آمد پر کھڑا ہو گیا فرمایا: " اچھے خاصے ہو شور مچا رکھا ہے بخار کا" میں نے عرض کیا۔ میں نے حضور کی خدمت میں کرنا تار یا ٹیلیفون کیا تھا کہ میں مر رہا ہوں۔ فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا بخار کا۔ بخار والا یوں نہیں کھڑا ہوا کرتا۔ میں نے عرض کیا۔ ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی۔ حضرت کی تشریف کی برکت سے بخار جاتا رہا۔

## حضرت مدنیؒ کا ماہ مبارک میں اہتمام

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ باوجود اپنے مشاغل اور ماہ مبارک کے ایک کارڈ ماہ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس تحریر فرمایا کرتے تھے۔ عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے یہ سارے کارڈ کہیں محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ اس کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتا مگر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کرکے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا یہ تھا:۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ایک ماہ مبارک کے کارڈ کا یہ شعر تھا۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابرِ کرم بہر سخا کچھ تو ادھر بھی

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں بعض خطوط میں عربی کے اشعار تحریر فرمائے۔



## مجدد تبلیغ حضرت مولانا الشاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کا حضرت شیخ سے کمال محبت و عقیدت کا تعلق

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا مقام حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے نزدیک کیا تھا حضرت کے مندرجہ ذیل چند مکاتیب سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بخدمت شریف عزیز محترم گرامی قدر ادام اللہ فیوضکم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موجب مسرت و عزت ہوا۔ آنعزیز کی تشریف آوری کا بےحد اشتیاق ہے اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ ماشاء اللہ حضرت گر ہیں ورنہ مجھ نکمے اور ناکارہ کو کون پوچھتا اگر آپ کی توجہ و کرم نہ ہوتا حضرت (سہارنپوری) کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے الطاف و اکرام فرمایا پھر شیخ (رشید احمد) نے اظہار تعلق کیا اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی کچھ اصلاح ہو جائے۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ (مہر ڈاک خانہ ۵ فروری ۱۹۳۱ء)

اس گرامی نامہ کے وقت حضرت شیخ زید مجدہٗ کی عمر شریف صرف تقریباً ۳۵ سال تھی اور اس کے بعد اب پچاس یعنی نصف صدی کی ترقیات کا

کون ادراک کر سکتا ہے۔

دوسرا مکتوب عالی جبکہ حضرت کی عمر شریف تقریباً ۳۴ سال تھی۔

---

بعزیز محترم شیخ الحدیث زادت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار کے آپ کی خدمت میں دُعا اور ہمت کا سائل ہو کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے (آگے فرماتے ہیں) تمہاری اس ہمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس ۲۶ رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۹/ نومبر ۱۹۳۱ء

یہ مکتوب گرامی آج سے ۴۶ سال پہلے کا ہے جبکہ حضرت کی عمر شریف تقریباً ۳۴ برس کی تھی۔ حضرت دہلویؒ کی مندرجہ بشارت کو آج دنیا دیکھ رہی ہے کہا گیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں حضرت کی کوئی نہ کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی ہو اور تبلیغ کے مبارک کام میں حضرت شیخ دام مجدہٗ ہی کے خاص خلفاء اور مریدین دنیا کے ہر ملک میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور اکثر مقامات پر وہی اصل ہیں۔



ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے آپ اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی ہمت آپ کی متانت اور استقلال ہر دل تسلیم کئے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:۔

میرا یوں جی چاہتا ہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھ دیں ایک مکتوب گرامی کے شروع میں یہ جملہ ہے۔

آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔

ایک گرامی نامہ میں یہ القاب درج ہیں:۔

گرامی قدر، عزیز محترم، منبع الاخلاق والشیم، معدنِ جود وکرم مخزن فضل وعلم، مولانا الشیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

ایک مکتوب عالی کے شروع میں ہے۔

ستارہ نیر من عزیزی سلمکم اللہ!

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ اپنے اکثر اہم امور میں حضرت شیخ زید مجدہٗ سے ضرور مشورہ لیا کرتے تھے خود حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

ان کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو وہ بلاتکلف فرمادیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا کہ وہ میرے مشورہ اور منظوری پر رُکے ہوئے ہیں۔

اور ایک دفعہ دہلی جانے میں تاخیر ہوئی تو حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کی مشکوٰۃ شریف کا شروع حضرت شیخ زید مجدہٗ سے کرانے کی وجہ سے کئی ماہ مؤخر فرمایا اور ترمذی شریف کی بسم اللہ قبل از وقت یہ کہہ کر کروادی کہ دوبارہ آنے کا انتظار نہ کرنا پڑے

## ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت شیخ نے فرمایا! ایک دفعہ نظام الدین میں یہ ناکارہ اور حضرت رائپوری تشریف فرما تھے چچا جان قدس سرہٗ نے خواب دیکھا کہ سب سے آگے چچا جان چل رہے ہیں ان کے پیچھے میں چل رہا ہوں میرے پیچھے حضرت اقدس مرشدی و مولائی سہارنپوری چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ تعبیر دو۔ حضرت اقدس رائپوری نے تو عادت کے موافق فرمایا کہ اس کی تعبیر تو حضرت شیخ دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلا جزء تو صاف ہے کہ میں تو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں مگر چلا نہیں جاتا۔ مگر دوسرا جزء بالکل سمجھ میں نہیں آیا فرمانے لگے بس! یہ خواب تو بہت صاف اور واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں۔ میری پشت پناہی صرف تم سے ہو رہی ہے اگر تم نہ ہو تو میرے معاصرین مجھ کو دبالیں گے اور تمہاری پشت پناہی حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہو رہی ہے۔ حضرت کی وجہ سے یہ حضرات تم سے دب جاتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے فرمایا بیسیوں واقعات اس قسم کے پیش آئے جن کو لکھوانا بے ادبی ہے۔



## جبکہ عمر شریف تقریباً صرف اکیس برس کی تھی اس وقت حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کا برتاؤ

اس وقت خط میں اگر عزیزم سلمہٗ، نہ لکھتے تو زیادہ سے زیادہ برادرم یا مکرم و محترم لکھ دیتے مگر حضرت رائپوریؒ صاحب کا خط حسب ذیل ہے۔

سیدی و مولائی حضرت دام مجدکم۔ از احقر عبدالقادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا۔ مضمون حضرت اقدس سلمہٗ کی خدمت شریف میں عرض کیا بلکہ کچھ بلفظہٖ پڑھ کر سنایا۔ میں جی چاہا اور اپنے نزدیک بھی مناسب سمجھا وقت بھی مناسب ملا۔ ارشاد فرمایا کہ یوں خدمت والا میں لکھ دے کہ بندہ کی تو سعادت ہے۔

### باسعادت جانتا ہے

غرض حضرت اقدس سلمہٗ نے اس گائے میں جو یہاں آنجناب والا صفات بوساطت شاہ صاحب ارسال فرمادیں گے ایک حصہ کی شرکت قبول بخشی فرمائی اب احقر عرض پرواز ہے۔ حضور پُر نور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی آیا وہ حصہ حضور انور اپنی طرف سے حضرت اقدس سلمہٗ کو عطا فرماتے ہیں یا قیمتاً حضرت اقدس سلمہٗ خرید فرمائیں گے۔ یہ آپ کا غلام نبی بہتے پوری بات نہیں سمجھتا۔ حضرت خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں۔ آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوا۔ حضرت سلام فرماتے ہیں اور طبیعت بدستور سابق ہی ہے۔

**حضرت رائپوریؒ کی ایک خواہش** ایک دفعہ رائپور میں حضرت شیخ سے فرمایا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ آپ مجھے بیعت کر لیں تاکہ حضرت سہارنپوریؒ کی نسبت سے بھی مجھے کچھ مل جائے۔ حضرت شیخ زید مجدہٗ نے ہاتھ جوڑ کر دست بوسی کے بعد فرمایا کہ:

"حضرت توبہ توبہ ایسی بات نہ فرماویں۔"

حضرت مولانا حمد الدین صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو اجازت دے دیں تاکہ ان کے سلسلے میں آپ کی شرکت ہو۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا

"میری طرف سے تو بڑی خوشی سے اجازت ہے۔"

**تمہاری محبت کھینچ لائی ہے** ۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ زید مجدہٗ اپنے شیخ و مرشد حضرت محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ بذل المجہود کی تالیف کے سلسلہ میں تکمیل قیام کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ماہ رجب میں حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ بھی مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو سفر میں بھی اور سفر کے بعد بھی حضرت شیخ زید مجدہٗ سے کئی بار فرمایا:- اللہ معاف کرے کہ میں تو گویا حضرت مدظلہٗ کی زیارت کے لیے نہیں آیا بلکہ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے آٹھ ماہ سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی اس نے بے چین کر رکھا ہے اسی طرح جب حضرت کا پاکستان کا سفر طویل ہو جاتا تو حضرت شیخ سے ملنے کا تقاضا شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی۔ فرماتے کہ:

"اب ہمیں نہ روکو! شیخ بہت یاد آتے ہیں۔"



○ حضرت سید انور حسین نفیس صاحب مدظلہٗ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں رائپور سے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں رائپور سے چلا تھا تو حضرت کے ہاں ایک گفتگو ہو رہی تھی حضرت گفتگو فرما رہے تھے یہاں حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور آ کر دیکھا تو وہی بات یہاں بھی ہو رہی تھی تو میں نے حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ عجیب بات ہے کہ میں رائپور سے چلا تو یہی بات وہاں بھی ہو رہی تھی وہی بات یہاں بھی ہو رہی ہے۔ تو حضرت شیخ نے بڑی محبت سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ دیکھو جو اوپر ہمارا بالاخانہ ہے یہ بالاخانہ تم دیکھتے ہو فرمایا اس کی دو کھڑکیاں ہیں ایک مدینہ کی طرف کھلتی ہے ایک رائپور کی طرف اور فرمایا کہ جب یہاں کی بات وہاں پہنچتی ہے تو وہاں کی بات یہاں کیوں نہیں پہنچتی۔"

## فہرست خلفاء و مجازین قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ العزیز مہاجر مدنی

| | اسماء | | پتہ |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی | زید مجدہم | مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور |
| ۲۔ | 〃 مولانا عبد اللطیف صاحب | (مرحوم) | سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور |
| ۳۔ | 〃 مولانا منور حسین صاحب | زید مجدہم | شیخ الحدیث جامعہ لطیفیہ کٹیہار ضلع پورنیہ بہار |
| ۴۔ | مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی | 〃 | مدرس مدرسہ کاشف العلوم دہلی |
| ۵۔ | 〃 مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی | 〃 | شیخ الحدیث شاہی مسجد مرادآباد |
| ۶۔ | 〃 مولانا سعید احمد خانصاحب مہاجر مدنی | 〃 | امیر تبلیغ سعودی عرب |
| ۷۔ | 〃 مولانا محمد عمر صاحب کاندھلوی | (مرحوم) | کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی (تقسیم کے بعد سے ان کا کوئی پتہ نہیں) |
| ۸۔ | 〃 مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری | زید مجدہم | مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی |
| ۹۔ | مولانا مسعود الٰہی صاحب | 〃 | میرٹھ یوپی ۔ |
| ۱۰۔ | حضرت قاری عبد المعید صاحب سنبھلی | زید مجدہم | امام مسجد کھوکھا بازار بمبئی |
| ۱۱۔ | 〃 مولانا واثق الیقین صاحب | 〃 | کرسی ضلع بارہ بنکی یوپی |
| ۱۲۔ | 〃 مولانا عبد اللہ صاحب کرسوی | 〃 | 〃 |
| ۱۳ | 〃 مفتی زین العابدین صاحب | 〃 | دار العلوم فیصل آباد پاکستان |
| ۱۴۔ | 〃 مولانا کفایت اللہ صاحب | 〃 | بناس کانٹھا پالنپور گجرات انڈیا |
| ۱۵۔ | 〃 مفتی محمود صاحب | 〃 | صدر جمعیۃ العلماء رنگون برما |
| ۱۶۔ | 〃 مولانا معین الدین صاحب | 〃 | سکھر سندھ پاکستان |
| ۱۷۔ | 〃 قاری امیر حسن صاحب | 〃 | سیوان بہار انڈیا |
| ۱۸۔ | 〃 مولانا عبد الرحیم متالا سورتی | 〃 | المعہد الرشید الاسلامی جاپان ایشیا |
| ۱۹۔ | 〃 مولانا حاجی ملک عبد الحفیظ صاحب | | مکہ مکرمہ سعودی عربیہ المکتبۃ الامدادیہ باب العمرہ |
| ۲۰۔ | حضرت مولانا امام الدین صاحب | زید مجدہم | جامعہ لطیفیہ کٹیہار ضلع پورنیہ بہار |
| ۲۱۔ | 〃 بھائی جمیل احمد صاحب | 〃 | جامعہ خیر حیدرآباد دکن |
| ۲۲۔ | 〃 مولانا عبد الرحیم صاحب | 〃 | دھامپور ضلع بجنور یوپی |
| ۲۳۔ | 〃 مولانا یوسف متالا صاحب | | انگلینڈ جنوبی افریقہ |
| ۲۴۔ | 〃 حاجی ابراہیم متالا صاحب | (مرحوم) | 〃 〃 〃 |



| | اسماء | | پتہ |
|---|---|---|---|
| ۲۵۔ | 〃 صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی | زید مجدہم | مدینہ منورہ سعودی عربیہ صندوق ۱۰۱ |
| ۲۶۔ | 〃 ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب | 〃 | 〃 |
| ۲۷۔ | 〃 مولانا احسان الحق صاحب | 〃 | مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ضلع لاہور پاکستان |
| ۲۸۔ | 〃 مولانا محمد سجاد صاحب | مرحوم | مدرسہ بیت العلوم سرائے میر ضلع اعظم گڈھ یوپی |
| ۲۹۔ | 〃 مولانا معین الدین صاحب | زید مجدہم | شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد |
| ۳۰۔ | حضرت مولانا محمد اسرار الحق صاحب | زید مجدہم | مدرسہ نور العلوم بہرائچ یوپی |
| ۳۱۔ | 〃 میاں جی عیسیٰ صاحب | (مرحوم) | فیروزپور نمک میوات |
| ۳۲۔ | 〃 مولانا منیر الدین صاحب جبرانی | 〃 | 〃 |
| ۳۳۔ | 〃 مفتی اسماعیل کچھولوی | زید مجدہم | جامعہ ڈابھیل ضلع سورت گجرات |
| ۳۴۔ | جناب الحاج احمد ناخدا افریقی | 〃 | مدینہ منورہ سعودی عربیہ |
| ۳۵۔ | حضرت مولانا محمد مکی مدنی | | مکتبۃ الشیخ بہادرآباد کراچی نمبر ۵ |
| ۳۶۔ | 〃 مولانا محمد ابراہیم صاحب پالنپوری | 〃 | مدرسہ تعلیم الدین تاندہ ضلع کھیڑہ گجرات انڈیا |
| ۳۷۔ | جناب الحاج ملک عبد الحق صاحب | | مکہ مکرمہ سعودی عربیہ |
| ۳۸۔ | حضرت مولانا یوسف متالا صاحب | 〃 | دار العلوم العربیۃ الاسلامیۃ بری انگلینڈ |
| ۳۹۔ | 〃 مولانا اسماعیل بدات صاحب | 〃 | مدینہ منورہ سعودی عربیہ صندوق ۱۱۶ |
| ۴۰۔ | حضرت قاضی عبد القادر صاحب | زید مجدہم | جہاوریاں ضلع سرگودھا پاکستان |
| ۴۱۔ | 〃 مولانا محمد مصطفیٰ صاحب | (مرحوم) | فیروزآباد ضلع آگرہ یوپی |
| ۴۲۔ | 〃 مولانا محمد برکات صاحب | زید مجدہم | کرمالی دیا بازار ضلع سورت گجرات انڈیا |
| ۴۳۔ | 〃 مولانا محمد سلیم صاحب | 〃 | باکون بنگال ۔ |
| ۴۴۔ | 〃 مولانا محمد زبیر صاحب | 〃 | مکی مسجد کراچی پاکستان |
| ۴۵۔ | 〃 مولانا محمد سلیمان پانڈور | 〃 | مدرسہ جوہانسبرگ جنوبی افریقہ |
| ۴۶۔ | 〃 مولانا محمد احمد صاحب | 〃 | بہاول پور پاکستان |
| ۴۷۔ | 〃 مولانا محمد ہارون صاحب ابن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہما | | مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی |
| ۴۸۔ | 〃 مولانا وارث علی صاحب | زید مجدہم | مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم خیرآباد ضلع سیتاپور صوبہ |
| ۴۹۔ | 〃 مولانا غلام محمد صاحب وستانوی | 〃 | ترکیسر ضلع سورت گجرات |

| | اسماء | | پتہ |
|---|---|---|---|
| ۵۰ | حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب | زید مجدہم | مدرسہ ریاض العلوم گورینی پوسٹ کھیتا سرائے ضلع جونپور |
| ۵۱ | مولانا فقیر محمد صاحب | ″ | جزیرہ انڈمان |
| ۵۲ | حکیم سعد رشید اجمیری | | رانی تالاب ضلع سورت گجرات |
| ۵۳ | مولوی احمد میاں صاحب | | المدرسۃ الاسلامیہ براتر فال جوہانسبرگ جنوبی افریقہ |
| ۵۴ | صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب (جانشین حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ) | | مظاہر العلوم سہارنپور |
| ۵۵ | مولانا رحیم عبد الرحمن میاں | زید مجدہم | جامع مسجد لینز جوہانسبرگ جنوبی افریقہ |
| ۵۶ | مولانا عبد اللہ صاحب گورکھپوری | (مرحوم) | مہاجر مدنی |
| ۵۷ | قاضی محمد زاہد الحسن صاحب | (زید مجدہم) | چھاوریاں ضلع سرگودھا پاکستان |
| ۵۸ | جناب الحاج حکیم یامین صاحب | ″ | مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سعودی عربیہ |
| ۵۹ | حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی | ″ | مدرسہ کاشف العلوم مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی |
| ۶۰ | حضرت حاجی عبد العلیم صاحب مرادآبادی | (مرحوم) | مرادآباد یوپی |
| ۶۱ | مولانا محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری | ″ | ندوۃ العلماء لکھنؤ |
| ۶۲ | مولانا عبد العزیز کملنوی | زید مجدہم | بنگلہ دیش |
| ۶۳ | الحاج غلام رشید صاحب | ″ | ۴۸، لوئر مال روڈ، لاہور |
| ۶۴ | حکیم الحاج مولانا عبد القدوس صاحب راولپنڈی | ″ | مدینہ طیبہ ص ب ۱۱۰۱ |
| ۶۵ | مولانا محمد یونس صاحب جونپوری | ″ | شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی |
| ۶۶ | مولانا قطب الدین گیاوی | ″ | مدرس شاخ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور |
| ۶۷ | میانجی محمد عیسیٰ میواتی | ″ | فیروزپور نمک میوات |
| ۶۸ | مولانا محمد شفیق صاحب دیوبندی | ″ | مہتمم مدرسہ عربیہ سیلم مدراس انڈیا |
| ۶۹ | مولانا نسیم احمد فریدی | ″ | امروہہ ضلع مرادآباد انڈیا |
| ۷۰ | حضرت الحاج محمد زکی بھوپالی | زید مجدہم | مدینہ طیبہ |
| ۷۱ | مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلوی | (مرحوم) | بہلی شریف شجاع آباد پاکستان |
| ۷۲ | الحاج انیس احمد صاحب | زید مجدہم | مدینہ منورہ |
| ۷۳ | مولانا محمد عاقل صاحب | ″ | صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور یوپی |
| ۷۴ | مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل صاحب | ″ | نائب ناظم دار العلوم ہولکمب بری انگلینڈ |
| ۷۵ | قاری رحیم بخش صاحب (استاذ القراء) | مرحوم | ملتان پاکستان |



| | اسماء | | پتہ |
|---|---|---|---|
| ۷۶ | مولانا احسان احمد تبسری مظاہری | زید مجدہم | مدینہ طیبہ ص ب ۱۱۰۱ |
| ۷۷ | مولانا حبیب اللہ صاحب چمپارنی | | مدینہ طیبہ |
| ۷۸ | مولانا منظور عالم مظفرپوری | | مقیم کینیا |
| ۷۹ | الحاج فتح محمد صاحب | | آسنسول بنگال |
| ۸۰ | حضرت حاجی محمد داؤد صاحب | (مرحوم) | ایبٹ آباد پاکستان |
| ۸۱ | مولانا سید مختار الدین صاحب | زید مجدہم | کربوغہ شریف ضلع کوہاٹ |
| ۸۲ | مولانا زبیر الحسن صاحب | ″ | مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی |
| ۸۳ | مولانا محمد اشتیاق صاحب | ″ | جامع العلوم مظفرپور بہار |
| ۸۴ | مفتی محمد شاہد صاحب | ″ | مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی |
| ۸۵ | مولانا محمد گارڈی صاحب | ″ | وائٹ رویش ٹرانسوال جنوبی افریقہ |
| ۸۶ | مولانا فیض الحسن صاحب کشمیری | ″ | دار العلوم دیوبند |
| ۸۷ | مولانا عبد الحی صاحب | ″ | بہلی شریف شجاع آباد پاکستان |
| ۸۸ | مولانا محمد طاہر منصورپوری | ″ | لکھنؤ |
| ۸۹ | صوفی مولانا عبد الاحد صاحب | ″ | مظفرپور بہار |
| ۹۰ | حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب | زید مجدہم | دار العلوم دیوبند |
| ۹۱ | مولانا محمد شاہد صاحب | ″ | مظاہر علوم سہارنپور |
| ۹۲ | مولانا یوسف صاحب لدھیانوی | ″ | جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی |
| ۹۳ | مولانا عبد اللہ صاحب | مرحوم | شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان |
| ۹۴ | مولانا سید رشید الدین صاحب | زید مجدہم | مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یوپی |
| ۹۵ | الحاج حافظ صغیر احمد صاحب | ″ | مدیر بشریٰ مارٹ انارکلی لاہور |
| ۹۶ | پروفیسر محمد سلمان صاحب | ″ | علی گڑھ |
| ۹۷ | مولانا محمد احمد صاحب تھانوی | ″ | پاکستان |
| ۹۸ | مولانا عزیز الرحمٰن صاحب | ″ | ... مسجد صدیق اکبر محمود فاروق اعظم راولپنڈی |
| ۹۹ | مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی | ″ | مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی |
| ۱۰۰ | حضرت مفتی ابرار حسن احمد | زید مجدہم | ۳۹ بیلور گیمن ڈرائیو، ڈوربن، نٹال |
| ۱۰۱ | مولانا محمد ابراہیم پانڈور افریقی | ″ | ایزبرگ جوہانسبرگ جنوبی افریقہ |
| ۱۰۲ | مولانا محمد موسیٰ پانڈور صاحب | ″ | ″ ″ ″ |

| | اسماء | | پتہ |
|---|---|---|---|
| ۱۰۳ | مولانا سید خلیل حسین صاحب | • | مہتمم مدرسہ اصغریہ دیوبند |
| ۱۰۴ | مولانا محمد درویش صاحب | • | مدرس مدرسہ نیوٹاؤن جوہانسبرگ جنوبی افریقہ |
| ۱۰۵ | مولانا محمد جلال ابراہیم باوا صاحب | • | مدرس حدیث دارالعلوم العربیۃ الاسلامیۃ ہولکمب بری انگلینڈ |

مندرجہ ذیل حضرات کو حضرت قطب الاقطابؒ کی طرف سے اجازت مقیدہ دی گئی ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۰۶ | حضرت الحاج ابوالحسن صاحب صدیقی | زید مجدہم | (خادم خاص) محلہ شاہ بہلول سہارنپور |
| ۱۰۷ | مولانا حافظ سلیمان صاحب | • | مرزاپور سہارنپور |
| ۱۰۸ | حضرت حافظ محمد صدیق صاحب | زید مجدہم | مدرس شاخ خلیلیہ مظاہر علوم سہارنپور |
| ۱۰۹ | پیرجی صاحب | • | شیخ پورہ ضلع سہارنپور یوپی |

**ضروری نوٹ:** اس فہرست کو قطب الاقطاب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنے آخری رمضان المبارک میں جنوبی افریقہ میں بحالت اعتکاف مرتب فرمایا۔ اور مزید تصدیق کے لیے مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ سے بھی رجوع کو فرمایا کہ انہیں خلفاء کی فہرست کا اہتمام ہے اور مفتی محمود صاحب نے اپنی کتاب دست شیخ میں حضرت کے خلفاء کے اسماء گرامی کو نظم میں بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یہ فہرست مفتی محمود صاحب کو سنادی گئی تھی۔

سوائے آخرالذکر مولانا محمد جلال صاحب کے کہ اُن کا نام فہرست میں نہیں تھا کیونکہ حضرت نے انہیں رمضان المبارک کے بعد محرم میں اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس اجازت کی اطلاع بھی حضرت مفتی صاحب کو ہوگئی تھی۔

**ان خلفاء کرام کے حالات دوسری اور تیسری جلدوں میں ملاحظہ فرمائیں**